پھرتے تھے جس پر لوگ ہر جگہ با مادگی تمام دستخط کر دیتے تھے۔
بادشاہ سخت برہم ہوا اور فوج لیکر سرکشوں کی تادیب کے لیئے سرحد پر پہنچ گیا۔ لیکن شورش کرنے والوں نے بھی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ ادھر انگریزی سپاہیوں نے اُن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار شروع کر دیا اور چارلس کو متنبہ کر دیا گیا اُس کی فوج کبھی نہ لڑے گی۔ غرض اقتضائے وقت سے مجبور ہو کر وہ لندن واپس آیا لیکن جی میں ٹھان چکا تھا کہ دوبارہ فوج کشی کر کے اسکاٹلینڈ کی گردن کو توڑ کر رہیگا چنانچہ اُس نے ونٹورتھ کو جواب لارڈ اسٹریفرڈ کے لقب سے ملقب تھا آئرلینڈ سے واپس بلا بھیجا۔ اسٹریفرڈ نے آکر بادشاہ کو تو انعقاد پارلیمنٹ کا مشورہ دیا اور خود اپنی تربیت یافتہ اور قواعد داں فوج ہمراہ لانے کے لیئے اُلٹے پاؤں آئرلینڈ واپس گیا۔

لارڈ اسٹریفرڈ کی واپسی انگلستان۔

لیکن نہ تو اسٹریفرڈ کو اور نہ بادشاہ ہی کو اس بات کا علم تھا کہ رعایا میں کس حد تک بددلی پھیل چکی ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح ۱۳ اپریل ۱۶۴۰ئ کو ہوا لیکن اس کے اجلاس صرف تین ہفتہ تک منعقد ہونے پائے۔ روپیہ کی منظوری دینے سے تو مبعوثین نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک ہماری شکایات رفع نہ ہوں گی ہم ایک حبہ نہ دیں گے اور جب اسکاٹلینڈ کے ساتھ جنگ کرنے کا سوال پیدا ہوا تو انھوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ غرض چارلس نے حسب معمول اپنی ضد پر قائم رہ کر پارلیمنٹ کو توڑ دیا اور جو تھوڑی بہت فوج فراہم کر سکا تھا اُسی کو لیئے ہوئے شمال کی طرف روانہ ہوا لیکن اسکاٹلینڈ والوں نے پہل کر کے نارتھمبرلینڈ پر حملہ کر دیا تھا اور اب انھوں نے انگریزوں کو نیوبرن کے مقام پر جو نیوکیسل کے قریب واقع ہے پسپا کیا اور ڈرہم سے بالکل ہی نکال دیا۔ چارلس کو ایک بیش قرار رقم کے وعدے کے ساتھ مجبوراً صلح کرنی پڑی لیکن بغیر ایک اور پارلیمنٹ کے روپے کا ہاتھ آنا دشوار تھا۔

چند روزہ پارلیمنٹ ۱۶۴۰ئ

اب چونکہ چارلس مبتلائے مشکلات تھا اس لیئے ضرور تھا کہ اب جو پارلیمنٹ
آئے وہ اُس کا ذلیل ہو کر رہے چنانچہ اب جس پارلیمنٹ کا افتتاح ۳۔ نومبر
سنہ ۱۶۴۰ء کو ہوا وہ "طویل پارلیمنٹ" کے نام سے موسوم ہے اور طویل
وہ اس لیئے کہلانے لگی کہ اُس نے بادشاہ سے زیادہ عمر پائی۔ پہلا ہی کام
مبعوثین دار العوام نے یہ کیا کہ جن اشخاص کو کان کاٹ کر قید میں ڈال دیا گیا

طویل پارلیمنٹ سنہ ۱۶۴۰ء لغایت سنہ ۱۶۵۳ء و ۱۶۵۹ء لغایت سنہ ۱۶۶۰ء

تھا اُنھیں فوراً رہا کر دیا لاڈ اور اسٹریفرڈ کی طرف سے اُن کے
دل میں بہت ہی سخت گرہ پڑی ہوئی تھی اس لیئے کہ اُس نے
وقت پر اپنی جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور آئرلینڈ کی
ایک فوج کو انگلستان لانے کا منصوبہ باندھا تھا اور اسی کے ساتھ بادشاہ کو
پارلیمنٹ کی مخالفت پر ابھارا تھا۔ وہ اسوقت یارک شائر میں تھا اور چاہتا
تھا کہ آئرلینڈ چلا جائے لیکن چارلس نے اُس کو یقین دلایا کہ اگر وہ لندن آئے
گا تو اس کا بال بیکا نہ ہونے پائے گا۔ اس وعدے سے مطمئن ہو کر وہ پائے تخت
کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن جب لندن پہنچ کر دار الامرا میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے
کہ پِم اور اُس کے ساتھ تین سو مبعوثین پارلیمنٹ کی عدالت کے سامنے کھڑے

اسٹریفرڈ کا ماخوذ اور قتل ہونا سنہ ۱۶۴۱ء۔

ہیں اور اُس کے مواخذہ کیئے جانے کا پیغام دار العوام کی طرف
سے لائے ہیں۔ غرض وہ گرفتار ہو کر قلعہ لندن کے حوالات
میں بھیج دیا گیا اور ۳۰۔ جنوری سنہ ۱۶۴۱ء کو اُس پر ویسٹ منسٹر ہال
میں مقدمہ چلایا گیا۔ دوران تحقیقات میں سر ہنری وین نے جس کا باپ بادشاہ
کا مصاحب تھا اور جو خود پِم کا بہت بڑا دوست تھا اپنے باپ کے بعض کاغذات
سے اس بات کا ثبوت پیش کر دکھایا کہ اسٹریفرڈ نے آئرلینڈ کی ایک فوج کی مدد سے
ملک پر حکومت کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ بایں ہمہ ملزم کے خلاف قانون عام کی رو سے
کوئی باضابطہ حجت قائم کر کے اُسے سزا دینا اس قدر مشکل تھا کہ ضابطہ کی تحقیقات
کے بجائے پارلیمنٹ نے ایک مسودۂ قانون مشتمل بر حکم قصاص خاص طور پر جاری کیا۔
یہ مسودہ بادشاہ کے پاس دستخط کے لیئے بھیجا گیا۔ پہلے تو چارلس نے دستخط
ثبت کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب خلقت کا ایک غصے سے بھرا ہوا انبوہ

قصر وھایٹ ہال کے چاروں طرف جمع ہو گیا اور ملکہ خائف و ہراساں ہونے لگی
تو بدرجۂ اخیر آنکھوں میں آنسو بھر کر اُس نے اس مسودۂ قانون پر دستخط کرنے کے
لئے جس نے اُس کے وفادار و فرمانبردار خادم کو حوالۂ دار و رسن کر دیا ایک جماعت
نائبین مقرر کی ۔ اسٹرافرڈ نے جس کا طرز عمل اس آخری وقت میں چارلس سے زیادہ
شریفانہ نظر آتا ہے اپنے آقا کو لکھ بھیجا تھا کہ اُس وعدہ کے ایفا سے جو حضور
نے میری حفاظت جان کے بارے میں کیا تھا میں حضور کو سبکدوش و بری الذمہ
کرتا ہوں لیکن پھر بھی بادشاہ کا مصیبت کے وقت یوں ساتھ چھوڑ دینا اُسے
بہت ہی تلخ گزرا چنانچہ مرتے وقت اُس کے منہ سے یہ جملہ نکل ہی گیا کہ بادشاہوں
پر کبھی بھروسا نہ کرنا چاہیئے۔" اُسکا سر ۱۲ مئی ۱۶۴۱ء کو قلم کیا گیا اور لارڈ کے ساتھ
یہی واقعہ کہیں ۱۶۴۵ء میں جا کر پیش آیا ۔

اسٹرافرڈ کے مرنے کے بعد پارلیمنٹ نے بڑی بڑی اصلاحات کو رواج دیا ۔
وہ قانون سہ سالہ" کے نام سے ایک قانون اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ کم سے کم
ہر تین سال کے بعد ایک پارلیمنٹ کا انعقاد ہوگا اور آیندہ کوئی پارلیمنٹ خود اپنی
رضامندی کے بغیر نہ توڑی جا سکے گی ۔ مجلس علاقۂ شمالی ۔ عدالت دیوانی
کواکب اور عدالت عالیہ نائبین کی موقوفی عمل میں آئی اور کچھ
قوانین جاری کیئے گئے جن کی رو سے ناجائز محصولات کا
لیا جانا ممنوع قرار پایا ۔ اب پارلیمنٹ میں دو جماعتیں ہو گئی

نفاذ قانون سہ سالہ اور دوسری اصلاحات ۱۶۴۱ء

تھیں ۔ ایک تو طرفداران دربار کا گروہ تھا جس میں وہ اشخاص شریک تھے جو
نہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کے ساتھ بہت زیادہ سختی برتی جائے ۔ اس گروہ کے
دو سردار تھے ۔ لارڈ فاکلینڈ اور ہائڈ ۔ فاکلینڈ ایک بہادر کریم النفس اور شریف
طبیعت امیر تھا اور ہائڈ وہی ہے جو آگے چل کر لارڈ کلیرنڈن کے لقب سے
ملقب ہوا ۔ دوسرا گروہ متقشفین کا تھا اور اس گروہ کا سرکردہ پم تھا پم کی یہ تجویز
تھی کہ آیندہ سے ارکان کونسل ارکان عدالت اور وزرائے سلطنت کا تقرر
پارلیمنٹ کے اختیار سے ہوا کرے ۔ اس تجویز پر بحث ہو ہی رہی تھی اور چارلس
اسکاٹلینڈ میں ایک مہم پر گیا ہوا تھا کہ آئرلینڈ سے دل ہلا دینے والی خبریں وصول ہوئیں

اسٹریفرڈ کا زبردست ہاتھ اٹھتے ہی آئرلینڈ کی کیتھولک آبادی نے جس پر وہ بڑے بڑے ظلم کر چکا تھا ۲۳ اکتوبر ۱۶۴۱ء کو ایک ہنگامۂ عظیم برپا کر کے اسکاٹلینڈ اور انگلستان کی نسل کے مردوں عورتوں اور بچوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اور انھیں اپنے مکان سے برف میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر جانے یا دریا میں ڈوب مرنے کے لئے رگید رگید کر نکال دیا۔

آئرلینڈ کے پروٹسٹنٹوں کا قتل عام۔ ۱۶۴۱ء۔

سارے انگلستان میں اس خبر کے پہنچتے ہی ایک سناٹا چھا گیا اور جب آئرلینڈ والوں نے بادشاہ کا ایک سربمہر فرمان پیش کیا جس میں انھیں کھلے بندوں ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی تو ملک میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی یہ سچ ہے کہ ایسا قتل عام چارلس کے وہم و گمان میں بھی نہ گزرا تھا لیکن اس میں ذرا شک نہیں کہ اس نے آئرلینڈ والوں کو انگریزی پارلیمنٹ کے خلاف بھڑکانے کا منصوبہ ضرور باندھا تھا۔ اس منصوبے میں اسے کامیابی تو ہوئی لیکن نہ اس شکل میں جو اس نے اپنے ذہن میں قائم کی تھی اس لئے کہ پم اور ہمپڈن نے پارلیمنٹ میں بڑی دلیری سے اس بات کا اعلان کر دیا کہ ہم لوگ آیندہ سے نہ بادشاہ پر بھروسا کر سکتے ہیں اور نہ اس کے وزرا پر۔ چنانچہ ایک "احتجاج عظیم" ضبط تحریر میں لایا گیا جس میں

احتجاج عظیم۔

گزشتہ چار سال کے تمام نوائب و مصائب کا جو انھیں برداشت کرنے پڑے تھے بہ تفصیل اعادہ کرنے کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وزرا کا تقرر آیندہ سے پارلیمنٹ کیا کرے اس پر صبح سے لیکر آدھی رات گئے تک ایک بڑی معرکے کی بحث ہوتی رہی۔ اور آخر "احتجاج عظیم" کا مسودہ ایک ایسے ہنگامے میں منظور ہوا کہ اگر ہمپڈن جیسا مستقل مزاج شخص موجود نہ ہوتا تو ضرور کشت و خون کی نوبت آجاتی ؎

پانچ دن بعد بادشاہ اسکاٹلینڈ سے واپس آیا اور یہ سمجھ کر کہ اب بھی پارلیمنٹ کے بہت سے اراکین اس کا ساتھ دیں گے اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ لارڈ کمبلٹن اور دار العوام کے پانچ اراکین یعنی پم، ہمپڈن ہالس ہیسل ریگ اور اسٹروڈ پر الزامات قائم کر کے مقدمہ چلایا جائے۔ اس نے اپنی "شاہانہ عزت کی قسم کھا کر" وعدہ کیا تھا کہ

کسی قسم کا جبر و تشدد روا نہ رکھا جائے گا۔ لیکن دارالامرا و دارالعوام نے اُسکے قول کا مطلق اعتبار نہ کیا اور مبعوثین زیر عتاب کی حوالگی سے صاف انکار کر دیا۔ دوسرے دن چارلس اپنے قول سے پھر گیا اور کچھ سنتریوں اور مسلح سواروں کی ایک بڑی جمعیت لیئے ہوئے پانچوں مبعوثین کی گرفتاری کے لیئے ایوان پارلیمنٹ میں داخل ہوا۔ دیکھا تو پانچوں کی جگہ خالی تھی۔ اُن کے رفیقوں نے پیش بندی کر کے انھیں شہر کے اندر ایک محفوظ مقام میں بھیج دیا تھا۔ غرض بادشاہ نے تمام مبعوثین سے مخاطب ہوکر کہا کہ میرے قیدی یہاں نظر نہیں آتے اچھا جب آئیں تو آپ لوگ ہی انھیں میرے پاس بھیج دیں ورنہ اُن کا پتا میں آپ لگالوں گا یہ کہکر وہ غصے سے بھرا ہوا چل دیا اور مبعوثین چلاتے رہے کہ ہم لوگ خاص حقوق رکھتے ہیں ہم لوگ گرفتاریوں سے مستثنیٰ ہیں۔

پانچ مبعوثین کی گرفتاری کا اقدام۔

پانچوں ملزمین کو چارلس کی ہوا تک نہ لگنے پائی۔ شہر لندن جس کی طاقت پہلے کی نسبت کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی اب مطلقاً حامیان آزادی کا طرفدار ہو گیا۔ پایۂ تخت انگلستان آج کل نرا تجارتی مال کے گوداموں اور دفتروں کا مجموعہ نظر آتا ہے لیکن اُن دنوں اس کی یہ حالت نہ تھی۔ اُس زمانے میں تین لاکھ باشندے ٹمپل بار اور اکسچینج کے درمیان بستے تھے۔ تجار اپنے آراستہ و پیراستہ مکانوں میں رہتے تھے اور دکاندار اپنی دکانوں کی بالائی منزل میں اپنے شاگردوں کے ساتھ سکونت رکھتے تھے۔ دکانوں کے سامنے سائبان پڑے ہوئے تھے جن میں یہ شاگرد "آیئے آیئے کس چیز کی ضرورت ہے" کے آوازے لگا لگا کر گاہکوں کو بلاتے اور خریداری کی ترغیب دیتے تھے۔ ہر پیشہ کی ایک جداگانہ جماعت ہوتی تھی۔ مثلاً درزیوں کی جماعت الگ تھی۔ مچھلی بیچنے والوں کی الگ۔ سناروں کی جدا۔ ان جماعتوں نے اپنی اپنی حفاظت کے لیئے مسلح قواعد داں دستے تیار کر رکھے تھے جن میں تاجر دکاندار اور شاگرد افسروں اور سپاہیوں کا کام دیتے تھے۔ اس زبردست جمعیت کی حفاظت میں پانچوں مبعوثین اب دارالعوام کی ایک مجلس منتخبہ کے اجلاس میں ہر روز شریک

اہل لندن بادشاہ کو آنکھ دکھاتے تھے۔

ہونے لگے اور ایک ہفتے کے بعد بڑی دھوم دھام کیساتھ دریا کے کنارے کنارے
پارلیمنٹ کے بھرے اجلاس میں پھر لائے گئے۔

خانہ جنگی کا آغاز ۲۲ اگست ۱۶۴۲ء۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہوگئی کہ بادشاہ کا لندن
میں کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل و عیال کو ساتھ
لیکر ہیمپٹن کورٹ کو روانہ ہوگیا۔ ملکہ بڑے بچوں کے ساتھ
جہاز پر سوار ہوکر ہالینڈ چلی گئی اور روپیہ بہم پہنچانے کے لئے شاہی جواہرات اپنے
ہمراہ لیتی گئی۔ ۲۲۔ اگست ۱۶۴۲ء کو بادشاہ نے ناٹنگھم میں اپنا علم بلند کیا اور اسی
وقت سے خانہ جنگی شروع ہوگئی۔

آیندہ چار سال کا زمانہ برابر جنگ میں گزرا اور انگلستان میں ہر طرف خونریزی
کا سلسلہ جاری رہا۔ فریقین کا تعین سرسری طور پر یوں کیا جاسکتا ہے کہ مغربی اور
شمالی علاقے کی آبادی تو بادشاہ کی طرفدار تھی اور مشرقی و جنوبی حصے کے لوگ
پارلیمنٹ کے حامی تھے پینسٹھ امرا اور دار العوام کے آدھے مبعوثین بادشاہ کے
جھنڈے تلے جمع ہوگئے بادشاہ کا بھتیجا شہزادہ روپرٹ جو فرمانفرمائے پیلیٹاین

شہسوار۔

کا بیٹا تھا شاہی رسالے کا سردار مقرر ہوا۔ رسالے میں
شرفاء عمائد اور اُن کے بیٹے شریک تھے اور سب کے
سب نہایت دلیر و شجاع اور فن شہسواری میں طاق تھے۔ یہ رسالہ شہزادہ روپرٹ
کا رسالہ کہلاتا تھا اور بادشاہ کے طرفداروں کی ساری جماعت "شہسوار" کے

سر گھٹے

امتیازی عرف سے معروف تھی۔ دار العوام کے باقی نصف
مبعوثین بیس امرا اور کثیر التعداد دیہاتی معززین کسانوں تاجروں
اور بیوپاریوں کے ساتھ پارلیمنٹ کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ
تمام نوکروں اور دکانداروں کے شاگردوں کی وضع یہ تھی کہ سر کے بال خشخاشی رکھتے
تھے اس لیئے شہسوار ازراہ حقارت انھیں "سر گھٹے" کہتے تھے۔

اوّل اوّل بادشاہ کا پلّہ بھاری رہا۔ امیر ایسکس جو پارلیمنٹ کی فوج کا سرلشکر
تھا چارلس کو زیر کرنے کے بجائے اُس کے ساتھ شرائط صلح طے کر لینے کا زیادہ
خواہشمند تھا۔ ادھر شہزادہ روپرٹ کے پھرتیلے اور اڑیل سواروں نے اُن

نقشہ نمبر ۵ طوائف الملوکی انگلستان کے مخصوص محاربات و محاصرات

فتوحات طرفداران شاہی
فتوحات طرفداران پارلیمنٹ
محاربات غیر فیصلہ کن

ڈنبار سنہ ۱۶۵۰ء
ایڈن برگ
بروک
اسکاٹ لینڈ
کارلائل
آئرلینڈ
ڈراگ ہیڈا سنہ ۱۶۴۹ء
ویکس فرڈ سنہ ۱۶۴۹ء
راس فلیمبرو
یارک
ہل
مارسٹن مور سنہ ۱۶۴۴ء
پرسٹن سنہ ۱۶۴۸ء
اڈوالٹن مور سنہ ۱۶۴۳ء
گینزبرو سنہ ۱۶۴۳ء
ونگٹن برج سنہ ۱۶۴۸ء
ونس بی سنہ ۱۶۴۳ء
نیوآرک
روٹن ہیتھ سنہ ۱۶۴۵ء
نینٹ وچ سنہ ۱۶۴۴ء
نیزبی سنہ ۱۶۴۵ء
ووسٹر سنہ ۱۶۵۱ء
ایج ہل سنہ ۱۶۴۲ء
کراپریڈی برج
کولچسٹر سنہ ۱۶۴۸ء
قلعہ ریگلن سنہ ۱۶۴۶ء
گلاسٹر سنہ ۱۶۴۳ء
چیل گرو سنہ ۱۶۴۳ء
لندن
برسٹل سنہ ۱۶۴۵ء
لینس ڈاؤن سنہ ۱۶۴۳ء
رونڈوے ڈون
نیوبری سنہ ۱۶۴۳ء و ۱۶۴۴ء
برائیٹن
جزیرہ وائٹ
آلڈرنی
گرنزی
جرزی
نارمنڈی

کسانوں اور دکانداروں کے جھگڑے چکا رکھے تھے جنھوں نے ہل بیل اور ترازو باٹ چھوڑ کر سپاہیانہ زندگی نئی نئی اختیار کی تھی۔ ۲۲ ستمبر کو پاؤک برج اور ۲۳ اکتوبر کو ایج ہل کے مقامات پر جو وارک شائر میں واقع ہیں اگرچہ فریقین میں سے فتح کامل کا سہرا کسی کے سر بھی نہ رہا لیکن بحیثیت مجموعی شاہی افواج غالب رہیں اور ایسکس پسپا ہو گیا چارلس برابر اس کا تعاقب کرتا رہا تا آنکہ ۱۲ نومبر کو اس نے برنٹفرڈ میں پہنچ کر لندن کو خطرے میں ڈال دیا۔ اگرچہ پایۂ تخت پر اس کا قبضہ ہو جاتا اور اسکی ساری دولت اسکے ہاتھ آجاتی تو شاید جنگ کا خاتمہ ہو گیا ہوتا لیکن اہل شہر کی قواعد دان مسلح جماعتیں دلیرانہ طور پر پرے جمائے ہوئے حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے ٹرنم گرین تک آپہنچیں اور شاہی فوج کو پسپا ہونا پڑا۔

پاؤک برج اور ایج ہل کے معرکے ۱۶۴۲ء۔

چارلس نے اب اپنا مستقر اکسفرڈ میں قائم کر لیا اور جنوبی و مغربی اضلاع میں بتدریج شاہ پسندوں کا عمل دخل ہو گیا۔ اب طول و عرض ملک میں ہر طرف بازار قتال وجدال گرم تھا۔ شمال میں شاہی افواج نے پارلیمنٹ کے سرلشکر فیرفیکس کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔ مغرب میں اہل کارنوال جو بڑے پر جوش اور سرگرم شاہ پسند تھے جرنیل ویلر کو شکستوں پر شکستیں دے رہے تھے۔ ادھر شہزادہ روپرٹ آکسفرڈ شائر میں ایسکس سے جنگ کر رہا تھا پارلیمنٹ کی کونسل کو برابر یہی امید لگی ہوئی تھی کہ فریق ثانی سے صلح ہو جائے گی صرف پم اور ہیمپڈن اس بات کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ فتح و شکست ہی سے اس آویزش کا خاتمہ ہو سکتا ہے لیکن ان دونوں جوانمردوں کا رشتۂ حیات بہت جلد منقطع ہو جانے والا تھا۔ ۱۸ جون ۱۶۴۳ء کو ویلر کے مقابلے میں مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے ہیمپڈن کو جسکی ماتحتی میں سواروں کا ایک مختصر سا دستہ تھا بکنگھم شائر میں چالگرو کے مقام پر شکست دی اور ہیمپڈن کاری زخم کھا کر میدان جنگ سے اس حالت میں نکلا کہ سر جھکا ہوا تھا اور ہاتھ گھوڑے کی گردن میں حائل تھے چھ دن تک مقام تھیم میں موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا اور کونسل کے لیے اپنی تجاویز سپرد قلم کرنے کی کوشش میں مصروف رہ کر اس نے دم توڑ دیا۔ مرتے وقت

شاہ پسندوں کی کامیابیاں ۱۶۴۳ء۔

اُس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ "بار خدایا میرے ملک کو بچا"۔ آئندہ دو مہینے کے عرصے میں یکے بعد دیگرے متعدد شہروں پر شاہی افواج کا قبضہ ہوتا گیا۔ باتھ اکسیٹر برسٹل ڈارچسٹر اور کئی اور شہر مسخر ہو گئے اور گلاسٹر کا شدّومدّ سے محاصرہ کر لیا گیا۔ پارلیمنٹ اس وقت بڑے خطرے میں تھی اس لئے کہ اہل لندن کی بے اطمینانی اور بے چینی صورت حالات کو دیکھ دیکھ کر بڑھتی جاتی تھی لیکن ظلمت شب کے بعد سفیدۂ سحر نمودار ہونے کے قریب تھا۔ بڑی کوششوں سے ایسکس کی قیادت میں ایک نئی فوج فراہم کی گئی جس سے اُس نے محاصرہ گلاسٹر کی بساط الٹ دی یہاں سے پلٹ کر ۲۰ ستمبر ۱۶۴۳ء کو اُس کا مقابلہ شاہی افواج سے برکشائر میں بمقام نیوبری ہوا جہاں لارڈ فاکلینڈ زخموں سے چور ہو کر گرا اور "صُلح! صلح!!" کہتا ہوا عالم جاودانی کو سدھار گیا۔

پارلیمنٹ کی کامیابیاں
فاکلینڈ کی موت
۲۰ ستمبر ۱۶۴۳ء۔

اس اثنا میں پم نے سر ہنری وین کو کمک مانگنے کے لئے اسکاٹلینڈ بھیجا تھا اس امداد طلبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بتاریخ ۲۵۔ ستمبر باقرار صالح ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس میں اہل اسکاٹلینڈ نے وعدہ کیا کہ اس شرط پر کہ پریسبیٹرین مذہب کی حفاظت کیجائے گی ہم پارلیمنٹ کی طرف سے ہو کر لڑیں گے۔ اس عہد نامہ پر دستخط ثبت ہوئے ہی تھے کہ پم جیسے فکروں نے گھلا دیا تھا ۸ دسمبر کو انتقال کر گیا۔ لیکن اس کی قائم مقامی کے لئے ایک اور سربرآوردہ شخص آلیور کرامویل پہلے ہی سے تیار تھا۔ کرامویل جس کا باپ ہنٹنگڈنشائر کا ایک رئیس تھا طبیعت کا سخت دھن کا پکا اور بڑا پرجوش واقع ہوا تھا اور ایک مدت سے اپنے ملک کے مشکلات و مصائب کو دیکھ دیکھ کر کڑھ رہا تھا ۱۶۲۸ء میں جب وہ "محضر حقوق" کا نفاذ عمل میں آیا تو وہ دارالعوام میں مبعوث کی حیثیت سے شریک تھا ۱۶۴۱ء میں اُس نے عدالت ایوان کواکب کے سفاکانہ مظالم کے خلاف ایک تقریر کی تھی اور جب جنگ شروع ہوئی تو اُس نے پارلیمنٹ کی فوج میں شرکت کی غرض سے ایک دستۂ فوج فوراً فراہم کرنا شروع کر دیا۔ ابتدائے جنگ ہی میں اُس نے دیکھ لیا تھا کہ پارلیمنٹ

اہل اسکاٹلینڈ کے ساتھ
قرارداد ۲۵ ستمبر ۱۶۴۳ء

آلیور کرامویل۔

کے جھنڈے تلے جو اراذل و انفار آ جمع ہوئے تھے وہ ہرگز اس قابل نہ تھے کہ اولوالعزم شہسواروں کا مقابلہ کر سکیں اور اسی خیال سے اُس نے جو دستۂ فوج مرتب کیا اُس میں شرفا اور صاحب جائداد اشخاص شریک کیئے جو لوٹ مار کے لیئے نہیں بلکہ آزادی اور مذہب کی خاطر جنگ کرتے تھے۔ اس وضع کی جماعت میں ہر شخص کے مذہبی معتقدات کا مختلف ہونا لازمی تھا۔ لیکن کرامویل کو کسی کے عقیدے سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اُس کے نزدیک سپاہی کا "پریسبیٹیرین" یا "ایپ ٹسٹ" (اصطباغی) یا "انڈیپنڈنٹ" (آزاد خیال) ہونا ایک تھا بشرطیکہ خدا کا عشق اُس کے دل میں ہو اور پارلیمنٹ کے لیئے جان لٹانے پر وہ تلا ہوا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پِم کی وفات سے بہت پہلے کرامویل کا دستۂ فوج جو "فولاد پہلو" کہلانے لگا تھا روپرٹ کے رسالے کی طرح مشہور ہو گیا اور جدھر یہ جرار جمعیت جاتی تھی فتح اُن کے قدم بہ قدم رہتی تھی۔ پہلی بڑی جنگی کامیابی جو پارلیمنٹ کو حاصل ہوئی اسی فوج کی بدولت حاصل ہوئی۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ پِم کی وفات کے سات مہینے بعد ۲ جولائی ۱۶۴۴ء کو اسکاٹلینڈ والوں اور سر گھٹوں کی متفقہ جمعیت نے جرنیل فیرفیکس کی سرداری میں مارسٹن مور کے میدان پر شاہی افواج کو ہزیمت دی۔

کرامویل کے فولاد پہلو۔

جنگ مارسٹن مور۔ ۲ جولائی ۱۶۴۴ء۔

کرامویل کا اثر اب بہت بڑھ گیا تھا اور اُسے یہ بات صاف نظر آ رہی تھی کہ جب تک پارلیمنٹ کی فوج کے افسر زیادہ ثابت قدم اور مستقل مزاج نہ ہوں گے جنگ کبھی ختم نہ ہوگی۔ چنانچہ کونسل کے سامنے اُس نے تجویز پیش کی کہ فوجی انتظام از سر نو مرتب ہونا چاہیئے اور اراکین پارلیمنٹ کے بجائے جو سر لشکر ہیں فوج کی سرداری پر فوجی افسر مقرر ہونے چاہئیں۔ یہ تجویز منظور کر لی گئی اور ایک ضابطہ کی رو سے جسے "قانون ایثار" کا نام دیا گیا پارلیمنٹ کے اراکین اپنی اپنی سرداری سے دست کش ہو گئے فوج کی ترتیب از سر نو عمل میں آئی۔ سر ٹامس فیرفیکس اس کا سپہ سالار مقرر ہوا اور اُس کی خاص استدعا پر کرامویل کو ایک قلیل عرصے کے لیئے لفٹننٹ جرنیل کے عہدے پر بدستور مامور رہنے دیا گیا اس قلیل

قانون ایثار ۱۶۴۵ء۔

عرصے میں جو کام انجام دینا مقصود تھا اتمام کو پہنچ گیا عسکر نمونۂ جدید نے کہ فوج اب اسی نام سے پکاری جاتی تھی ۱۴۔ جون ۱۶۴۵ء کو نیبسی کے مقام پر جو نارتھمپٹن شائر میں واقع ہے شاہی افواج سے مقابلہ کیا

جنگ نیبسی ۱۴۔ جون ۱۶۴۵ء

اور اُسے شکست فاش دی۔ چارلس میدان جنگ سے فرار ہو کر ویلز چلا گیا اور بعد میں اسکاٹلینڈ کی فوج سے نیوارک میں جا ملا۔ اور رفتہ رفتہ تمام قلعہ بند فوجوں کو پارلیمنٹ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اب کونسل بادشاہ کو پھر اپنا سرتاج تسلیم کر لینے کے لئے آمادہ ہو گئی بشرطیکہ وہ ارکان کونسل کو بیس سال کے لیئے فوج پر کامل اختیار دے دے اور متقشفین کو مذہبی آزادی بھی عطا کرے لیکن چارلس ابھی تک اس بات پر تُلا ہوا تھا کہ ایک فریق کو دوسرے فریق سے لڑا دے تاکہ دونوں کی باہمی مخالفت سے اُس کی خود مختاری کا سامان پیدا ہو جائے آخر اسکاٹلینڈ والوں نے اُس کی ریشہ دوانیوں اور منصوبہ بازیوں سے اکتا کر مصارف جنگ کی بابت چار لاکھ پاونڈ لینے منظور کر کے بادشاہ کو بتاریخ ۳۰۔ جنوری ۱۶۴۷ء پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا۔

چارلس کے فروکش ہونے کا انتظام ہومبی ہاؤس میں کیا گیا جو نارتھمپٹن شائر میں واقع ہے اور اس کے ساتھ بڑے ادب و احترام کا برتاؤ کیا گیا۔ اُسے جلد ہی پھر بادشاہ ہونے کی امید بھی بندھ چلی تھی اس لیئے کہ پارلیمنٹ اور فوج کا آپس میں جھگڑا ہو پڑا تھا۔ بات یہ تھی کہ جنگ چونکہ ختم ہو چکی تھی اس لیئے پارلیمنٹ فوج کو تنخواہ کی بابت صرف چھٹا حصہ دے کر رخصت کر دینا چاہتی تھی۔ لیکن فوج ایسے اشخاص سے مرکب تھی جنھوں نے اپنے

بادشاہ قید میں ۱۶۴۷ء

مذہب اور آزادی کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ وہ بھلا اپنی حق تلفی کیونکر گوارا کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک ہم سے یہ وعدہ نہ کیا جائے گا کہ ہم اپنی پسند کا طریقۂ عبادت اختیار کرنے میں آزاد ہیں اور جب تک ہماری بقایا ادا نہ کی جائے گی اور بیواؤں اور یتیموں کے گزارے کا انتظام نہ کیا جائے گا ہم ہرگز رخصت نہ ہوں گے۔ دراصل وہ خوب جانتے تھے کہ قوت کا پلہ اُنھیں کی طرف جھکا ہوا ہے اور کسی کو اُن کے آگے مجال چون و چرا نہیں۔ غرض ایک دن (۲۳۔ جون ۱۶۴۷ء کو) جبکہ پارلیمنٹ کے ساتھ اُن کا

جھگڑا چل رہا تھا کارنٹ جائس کی کمان میں سواروں کا ایک دستہ ہومبی ہاؤس پہنچا اور بادشاہ کو پکڑ کر ہیمپٹن کورٹ لے گیا تاکہ سارے اختیارات کی باگ فوج ہی کے ہاتھ میں رہے۔ اسی درمیان میں شہر کے انفار و اجلاف کے ایک انبوہ نے پارلیمنٹ پر دھاوا کر دیا اور رنجت ہنگاموں کے وقوع کا احتمال پیدا ہوگیا۔ اس نازک حالت میں فوج کے ایک جتّے نے کرامویل اور فیر فیکس کی سرگردگی میں لندن کی طرف کوچ کیا اور بادشاہ کے ساتھ اپنے طور پر شرائط طے کرنے کا مصمم عزم کر لیا۔

بادشاہ کو فوج گرفتار کر لیتی ہے

لیکن وہی پرانی داستان اب پھر دہرائی جانے لگی۔ بہانہ باز چارلس بظاہر تو کرامویل اور فیر فیکس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے لگا لیکن درپردہ برابر آئرلینڈ اور اسکاٹلینڈ والوں سے سازوباز کرتا رہا اور اس شرط پر کہ وہ اُس کی حمایت میں تیغ بکف اُٹھ کھڑے ہوں دونوں کی منہ مانگی خواہشوں کے برلانے کے وعدے کرتا رہا۔

۱۲۔ نومبر کو وہ فرار ہو کر جزیرۂ وائٹ میں جا پہنچا جہاں وہ پھر قلعۂ کاریسبرگ میں بند کر دیا گیا۔ لیکن اپنی خفیہ ریشہ دوانیوں میں وہ اس حد تک ضرور کامیاب ہوا تھا کہ اسکاٹلینڈ والوں کو تواُس نے انگلستان پر فوج کشی کرنے پر راضی کر لیا اور ویلز کینٹ اور ایسکس میں شاہ پسند جماعت سے ایک بغاوت برپا کرادی۔

چارلس اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ والوں کے ساتھ سازوباز کرتا ہے۔

اب دوسری مرتبہ ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور یہی بادشاہ کی تباہی و بربادی کا باعث ثابت ہوئی۔ فیر فیکس نے کینٹ اور ایسکس کی شورش دبادی کرامویل نے ویلز کا ہنگامہ فرو کر دیا اور اس کے بعد اسکاٹلینڈ والوں کو پرسٹن کے میدان میں بتاریخ ۱۷۔ اگست ۱۶۴۸ء شکست دی۔ سپاہی میدان جنگ سے جی میں یہ بات ٹھان کر واپس آئے کہ ایسے بادشاہ کا کام ہی تمام کر دینا چاہیئے جو اُنھیں جھوٹے وعدوں سے ٹالتا اور فریب دیتا ہو اور درپردہ جنگ کی آگ بھڑکاتا ہو۔ اُنھیں اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ جبتک چارلس کے دم میں دم رہے گا ملک میں امن و امان ہرگز قائم نہ ہونے پائے گا۔ ارکانِ عدالت کو بادشاہ پر مقدمہ چلانے سے ضرور انکار تھا اور پارلیمنٹ بھی کوئی ایسی عدالت قائم کرنے پر

دوسری خانہ جنگی ۱۶۴۸ء

رضامند نہ تھی جو بادشاہ سے مواخذہ کرے۔ لیکن فوج کو جو اسوقت مختار جزو کل تھی اِن باتوں کی مطلق پروانہ تھی چنانچہ ایک دن صبح سویرے ہی کرانیل پرائڈ سپاہیوں کی ایک پلٹن لیئے ہوئے پارلیمنٹ کے دروازے پر آکھڑا ہوا اور سر ہنری وین کی طرح جن جن معبوثین نے اپنے بادشاہ پر مقدمہ چلا کر اُس کی نسبت فیصلہ صادر کرنے سے انکار کیا اُن سب کو جبراً ایوان پارلیمنٹ سے نکال دیا اس واقعے کو "خروج پرائڈ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خروج پرائڈ
۲۵۔ دسمبر ۱۶۴۸ء۔

جب یہ جبریہ کارروائی ختم ہوچکی تو صرف تریپن معبوثین باقی رہ گئے جنھوں نے ایک سو پینتیس اشخاص کی ایک عدالت مقرر کی۔ بریڈشا جو اس زمانے کا ایک مشہور قانون داں تھا عدالت کا میر مجلس بنایا گیا اور کراموِل بھی اپنے داماد آئرٹن کے ساتھ اس میں شریک ہوا۔ لیکن جب مشہور جرنیل فیرفیکس کا نام پکارا گیا تو اُس کی بی بی نے باآواز بلند کہا کہ "وہ یہاں موجود نہیں ہے اور کبھی آئے گا بھی نہیں۔ آپ لوگ ناحق اس کا نام پکارتے ہیں"۔

اس عدالت کے سامنے جسکے اجلاس میں صرف تریسٹھ رکن شریک ہوئے بادشاہ ۲۰۔ جنوری ۱۶۴۹ء کو طلب کیا گیا اور ظالم غدار اور قاتل ہونے کے الزامات اُس پر قائم کیئے گئے عدالت کی کارروائی کیا تھی قانون کا اچھا خاصہ مضحکہ تھا۔ بادشاہ صفائی کیا پیش کرتا۔ اُس نے اپنی برارت میں ایک لفظ تک زبان سے نہ نکالا اور عدالت نے اُس کے حق میں سزائے موت تجویز کی۔ نو دن بعد اُس نے اپنے دو سب سے چھوٹے بچوں ہنری اور الزبتھ سے کہ یہی دونوں انگلستان میں موجود تھے آخری حسرت بھری ملاقات کی اور ہنری سے کہا کہ بیٹا جبتک تمھارے بڑے بھائی چارلس اور جیمز زندہ رہیں کبھی تخت نشینی پر رضامند نہ ہونا۔ بہادر لڑکے نے جواب دیا کہ باواجان اطمینان رکھیئے میرے جسم کی بوٹیاں بھی کوئی نوچ ڈالے گا تو میں آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں گا اس کے بعد چارلس پوری دلجمعی اور وقار و تمکنت سے سولی پر جو قصر وھائٹ کے ایک دریچے کے باہر نصب تھی کسی قسم کا اضطراب ظاہر کیئے بغیر چڑھ گیا اور اُس کا سر قلم کردیا گیا۔ اس واقعے کی تاریخ ۳۰ جون ۱۶۴۹ء ہے۔

بادشاہ بعد تحقیقات قتل کیا جاتا ہے۔
۳۰۔ جنوری ۱۶۴۹ء۔

اٹھارھواں باب

انگلستان میں جمہوری نظام حکومت کے قیام کی کوشش

حکومت جمہوری

۱۶۴۹ء لغایت ۱۶۶۰ء

بادشاہ پیوندِ زمین ہو چکا تھا اور ملک میں اگر حکومت کا کوئی نظام باقی تھا تو اُس کے شیرازہ بند گنتی کے وہ چند اشخاص رہ گئے تھے جن کی ذات سے پارلیمنٹ ابھی تک قائم تھی اور جن کی تعداد کسی طرح اسی سے زیادہ نہ تھی۔ اُنھوں نے دارالامرا کو توڑ کر اعلان کر دیا کہ حکومت کے لئے بادشاہ کا وجود غیر ضروری ہے۔ اس کے بعد نظم ونسق مملکت کیلئے اُنھوں نے ایک مجلس انتظامی کا انتخاب کیا جس کے ارکان کی تعداد چالیس تھی اور قلمرو کے طول وعرض میں مشتہر کر دیا کہ آج سے انگلستان کی طرز حکومت جمہوری ہے یعنی یہ ایک آزاد سلطنت ہے اس نوخاستہ حکومت پر جو ایک بادشاہ کے خون سے پیدا ہوئی تھی اور پھر بھی ملک کی بہی خواہی پر آمادہ تھی ہمیں اسی کے نقطۂ نظر سے تبصرہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ فیرفیکس اور وین یہ دیکھ کر کہ چارلس کے قتل کے ہیبت ناک سانحے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اب بے سود محض ہے پھر اس میں آملے۔ خشونت طبیعی اور حرارت مذہبی کا وہ زندہ مجسمہ کرامویل بھی جو اپنے تمام افعال واعمال میں عہد عتیق کے سخت احکام کا متبع تھا رکن مجلس تھا۔ دوسرے سربرآوردہ اراکین میں بریڈشا او کرامویل کے داماد آئرٹن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ بریڈشا کی نیک نیتی میں کلام نہیں اس نے اپنے بادشاہ کے حق میں سزائے موت اس لیئے تجویز کی تھی کہ اُسے ڈر تھا کہ بادشاہ ملک کو تباہ وبرباد کر دے گا۔ آئرٹن بھی ایک دلیر اور راستباز سپاہی تھا۔ ان کے علاوہ مجلس میں جمہوریت کے اور بھی کئی بے لاگ اور کھرے

حکومت جمہوری کا اعلان
۱۹۔ مئی ۱۶۴۹ء۔

طرفدار مثلاً مارٹن اسکاٹ لڈلو اور ہچنسن شریک تھے۔

ان لوگوں کو جو کام انجام دینا تھا وہ بڑا کٹھن تھا۔ سارا یورپ اُن کی طرف سے بدگمان ہو رہا تھا۔ ہیگ میں جہاں بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا چارلس اسٹوارٹ علانیہ چارلس ثانی شاہ انگلستان تسلیم کیا جاتا تھا ان کا ایک سفیر ون ڈارے مارا جا چکا تھا۔ اور اُن کا پہلا اجلاس بھی ابھی منعقد نہ ہونے پایا تھا کہ ان کا ایک اور سفیر میڈرڈ پایۂ تخت ہسپانیہ میں قتل کر دیا گیا۔ خود اہل انگلستان بھی گرانبار محصولات جنگ کی وجہ سے بددل ہو رہے تھے اور ملک بھر میں قزاقوں اور برطرف شدہ شاہ پسند لشکریوں نے اپنے دستبرد سے ایک اودھم مچا رکھا تھا۔ اس عام بے امنی میں ایک کتاب نے جس کا نام "شبیہ خسروی" تھا۔ اور بھی اضافہ کر دیا۔ یہ کتاب حقیقت میں تو ایک شخص ڈاکٹر گاڈن کی تصنیف تھی لیکن عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ شاہ چارلس نے اسے اپنے زمانۂ اسیری میں تصنیف کیا۔ اس میں شاہ مقتول کے زہد واتقا اور مصائب و نوائب کا ذکر ایسے دردناک پیرائے میں کیا گیا تھا کہ پڑھنے والوں کا دل بے اختیار بھر آتا تھا اور اکثر لوگ یہی گمان کرتے تھے کہ وہ راہ حق میں شہید ہوا ہے اور کھلم کھلا اس تمنا کا اظہار کرتے تھے کہ کاش خانہ جنگی سے پیشتر کا اچھا زمانہ پھر کروٹ لیتا۔ ایک اور افتاد بیٹھے بٹھائے یہ آپڑی کہ اہل اسکاٹلینڈ نے ۱۲ فروری ۱۶۴۹ء کو اعلان کر دیا کہ چارلس دوم ہمارا بادشاہ ہے۔ اُدھر آئرلینڈ میں امیر کبیر آرمنڈ نے کیتھولکوں اور شاہ پسندوں بلکہ صوبۂ السٹر کے پراٹسٹنٹوں تک کو نوجوان شہزادے کی حمایت میں متحد کر دیا اور اسے دعوت دی کہ آئے اور تلوار کے زور سے تخت و تاج پر جو اُسکی آبائی میراث ہے قابض ہو جائے اسکے علاوہ شہزادہ روپرٹ نے گیارہ جنگی جہاز جو شاہی حکومت کے طرفدار تھے ہالینڈ کی بندرگاہوں میں بحفاظت تمام کسی مناسب موقع کے لیئے رکھ چھوڑے تھے اور اب وہ انھیں لیئے ہوئے انگریزی صفائن تجارت پر حملہ کرنے کی غرض سے آبنائے انگلستان میں نمودار ہوا۔ ان تمام مشکلات کو مدنظر رکھ کر حکومت جمہوری کے قلیل التعداد ارباب حل و عقد

حکومت جمہوری کی مشکلات

شبیہ خسروی۔

اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی وفاداری۔

شہزادہ روپرٹ آبنائے انگلستان میں۔

پارلیمنٹ کو توڑتے ہوئے ڈرتے تھے کہ اگرچہ بد انتخابات کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے کا موقع دیا گیا تو نہ معلوم کیسی کیسی نئی الجھنیں پیدا ہوجائیں۔ بخلاف اس کے پارلیمنٹ کی اس چھوٹی سی ٹکڑی نے فیصلہ کرلیا کہ حالت موجودہ یونہی قائم رکھی جائے سب سے بڑی مشکل جو اس وقت انھیں درپیش تھی آئرلینڈ والوں کی شورش تھی اس لیے سب سے پہلا کام ان لوگوں نے یہ کیا کہ کرامویل کو بارہ ہزار فوج دیکر آئرلینڈ کی مہم پر روانہ کردیا۔ لیکن اس میں بھی انھیں ایک وقت پیش آئے بغیر نہ رہی یعنی فوج کے سپاہیوں نے بلوہ کردیا اور کہیں اُس وقت آگے بڑھنے پر رضامند ہوئے جب اُنھیں معلوم ہوا کہ اُن کا سپہ سالار کرامویل ہے۔

کرامویل ۱۵۔ اگست ۱۶۴۹ء کو ساحل آئرلینڈ پر لنگر انداز ہوا جبکہ صرف ڈبلن میں پارلیمنٹ کی حکومت باقی رہ گئی تھی۔ اسکے آتے ہی نقشہ بدل گیا اور تین مہینے میں سارے ملک پر اُس کا تسلط بیٹھ گیا۔ لیکن آئرلینڈ کی تسخیر میں اُس نے سخت تشدد سے کام لیا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اُسے اپنا کام بسرعت تمام انجام دینا چاہیئے تاخیر سے بنے بنائے کھیل کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کا عقیدہ تھا کہ وہ ۱۶۴۱ء کے قتل عام (دیکھو صفحہ ۲۸۱) کا خدائی انتقام لے رہا ہے غرض محاصرۂ ڈراگ ہیڈا میں جس سے جنگ کی ابتدا ہوئی اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیدیا کہ کسی مسلح شخص کو جیتا نہ چھوڑیں۔ چنانچہ ۱۱۔ ستمبر کی شب کو جب وہ فصیل میں شگاف کرکے شہر میں داخل ہوئے تو پورے دو ہزار باشندے تہ تیغ کیئے گئے۔ سینٹ پیٹر کے گرجا کو جس میں بہت سے لوگوں نے جا پناہ لی تھی آگ لگا دی گئی اور جنھوں نے ہتھیار ڈال دیئے اُن کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا گیا کہ ہر دس آدمیوں میں سے ایک کو تو گولی سے اڑا دیا اور باقی غلام بنا کر باربیڈوز بھیج دیئے گئے۔

> کرامویل آئرلینڈ میں ۱۶۴۹ء

۱۱۔ اکتوبر کو وکسفرڈ کے محاصرے کے موقع پر بھی ایسا ہی قتل عام وقوع میں آیا اگرچہ اس کا حکم کرامویل نے نہ دیا تھا۔ اس کے بعد نقصان جان کم ہوا کیونکہ باقی شہروں نے خائف و ہراساں ہوکر خود بخود ہتھیار ڈال دیئے لیکن پھر بھی یہ دونوں سفاکانہ خونریزیاں ایسی ہیں جن سے کرامویل کی یاد ہمیشہ داغدار رہے گی۔

> ڈراگ ہیڈا اور وکسفرڈ کے محاصرے ۱۶۴۹ء

کرامویل آئرلینڈ میں نو مہینے تک رہ کر نظام سیاست قائم کرتا رہا اور اس عرصے میں مجلس انتظامی انگلستان میں حکمراں رہی۔ سرہنری وین امارت بحری کا صدر مقرر ہوا اور اس کی مددگاری کی خدمت مشہور امیر البحر بلیک کو دی گئی جس نے تھوڑے سے ہی عرصے بعد ایسی شاندار فتوحات حاصل کیں کہ بحری جنگ کی تاریخ میں اس کا نام آب زر سے لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ مشہور شاعر ملٹن مجلس کا لاطینی کاتب مقرر ہوا اس لیئے کہ وہ لاطینی زبان میں خط و کتابت کرسکتا تھا۔ مجلس کا صدر نشین بریڈ شا تھا۔

حکومت انگلستان۔

مجلس کو اب ایک اور مشکل کا سامنا ہوا یعنی ۲۴ جون ۱۶۵۰ء کو چارلس کے اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہونے کی خبر آئی۔ اگرچہ جماعت متعاہدین نے شاہ پسند امیر مانٹروز کو سولی پر لٹکا دیا تھا لیکن جب چارلس ثانی نے باقرار صالح عہد کیا کہ میں معاہدے کو برقرار رکھوں گا اور پریسبیٹیرین مذہب کی حمایت کروں گا تو وہ اس کے لیئے لڑنے مرنے پر مستعد ہو گئے حکومت جمہوری کے ارباب بست و کشاد کو صاف نظر آگیا کہ اگر اسکاٹلینڈ کی فوج لے کر چارلس ایک دفعہ انگلستان میں گھس آیا تو ان کی خیر نہیں۔ اس لیئے انھوں نے چارلس پر اسکاٹلینڈ ہی میں حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن جب انھوں نے فوج کی سپہ سالاری پر فیرفیکس کو مقرر کرنا چاہا تو اس نے اس بنا پر اس خدمت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ جب تک اہل اسکاٹلینڈ انگلستان پر خود حملہ آور نہ ہوں مجلس کو معاہدے کے خلاف ان پر چڑھائی کرنے کا کوئی حق نہیں۔

چارلس ثانی کا ورود اسکاٹلینڈ میں ۲۴ جون ۱۶۵۰ء

اس پر سپہ سالاری کے فرائض انجام دینے کے لیئے کرامویل کو آئرلینڈ سے واپس بلا لیا گیا لندن میں اس کا خیر مقدم بڑے اعزاز و اکرام سے ہوا اور اس کے بعد سولہ ہزار فوج لے کر اس نے شمال کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ سرحد کے پار ہوا تو اسکاٹلینڈ کے جنوبی علاقے کی تمام آبادی جس نے آئرلینڈ میں اس کی سختی کا حال سنا تھا خائف ہو کر شمال کی جانب فرار ہو گئی اور سارا علاقہ ایک سنسان ویرانہ رہ گیا فراریوں کو جب کرامویل کے سپاہیوں کی نیک سلوکی کی کیفیت بعد میں معلوم ہوئی تو ان میں سے اکثر اپنے اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ پھر بھی رسد بہت ہی کمیاب تھی اور ایڈنبرا تک پہنچتے پہنچتے خوراک کی قلت کا

کرامویل اسکاٹلینڈ میں ۱۶۵۰ء-۱۶۵۱ء

یہ عالم ہوگیا کہ کرامویل کو مجبوراً ساحلی علاقے کے ایک شہر ڈنبار کی طرف پسپا ہونا پڑا تاکہ سمندر کی راہ سے آذوقہ بہم پہنچا سکے۔ یہاں اسکاٹلینڈ کی فوج کے سردار ڈیوڈ لسلی نے اپنے سپاہیوں کی صف بندی انگریزی فوج کے جنوب کی سمت میں لیمرمور کی پہاڑیوں پر کر رکھی تھی جس سے برِوک اور انگلستان کے ساتھ انگریزی فوج کا تعلق منقطع ہوگیا۔ کرامویل کی حالت اسوقت بڑی نازک تھی۔ اُس کی فوج بیماری اور فاقہ کشی سے سقیم الحال ہو رہی تھی۔ اور جب تک پہاڑیوں پر اسکاٹلینڈ والوں کا قبضہ رہتا وہ ان پر حملہ نہ کر سکتا تھا۔ اُس کی خوبی تقدیر سے متعاہدین کو یہ توفیق نہ ملی کہ اپنی جگہ جمے رہیں۔ اور ایک دن دوپہر ڈھلے اُس نے دیکھا کہ لسلی اپنی فوج کو بلندی سے اتار کر ایک چھوٹی سی ندی کی طرف لا رہا ہے جس کے اُس پار ڈنبار جانے کا آسان رستہ تھا۔ غنیم کی اس نقل و حرکت کا مطلب وہ معاً سمجھ گیا کہ لسلی اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی وقت خود پہل کرنے کا قصد کر لیا۔ اپنی کامیابی کا اُسے یہاں تک یقین تھا کہ اپنے ایک جرنیل لیمبرٹ سے مخاطب ہو کر وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ "اب تو خدا نے انھیں میرے حوالے ہی کر دیا"۔ دوسرے دن یعنی ۳- ستمبر ۱۶۵۰ء

جنگ ڈنبار ۳- ستمبر ۱۶۵۰ء

کو پو پھٹنے سے پہلے ہی اُس نے فوج کو دھاوے کا حکم دیا اور اسکاٹلینڈ والے ابھی اچھی طرح بیدار بھی نہ ہونے پائے تھے کہ "پروردگار ملائکہ پروردگار ملائکہ" کے نعرے کے ساتھ انگریزی فوج اُن پر جا پڑی۔ ندی کے کنارے چند منٹ تک گھمسان کا رن پڑا لیکن اسکاٹلینڈ والوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن کی فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اور ایک گھنٹے کے اندر اندر اُن کی جمعیت پریشان ہوگئی۔ کرامویل نے اپنی فوج کو پہلے ٹھہرا کر زبور کا ایک سو سترھواں ترانہ گایا اور اُس کے بعد فراریوں کا تعاقب کیا۔ تین ہزار مارے گئے دس ہزار گرفتار ہوئے اور قریب قریب سارے سامان اور توپخانے پر فاتح فوج کا قبضہ ہوگیا۔ ایڈنبرا کے دروازے اب کھل گئے اور کرامویل نے اُس پر قبضہ کر لیا۔

بایں ہمہ کرامویل کو اسکاٹلینڈ میں اور ایک سال بر سرِ جنگ رہنا پڑا۔ شاہ پسند فریق اور متعاہدین نے ایک نئی فوج تیار کی اور یکم جنوری ۱۶۵۱ء کو مقام اسکون میں چارلس ثانی کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا۔ آخر کرامویل نے خائف کو سر کر لیا اور اسکاٹلینڈ کے شمال کی طرف چارلس کا رستہ کاٹ دیا لیکن شاید عمداً انگلستان جانے کا رستہ

کھلا چھوڑ رکھا چارلس نے جو فرقہ پریسبیٹیرین کے زہد خشک سے تنگ آگیا تھا اب جی میں ٹھان لی کہ انگریزوں ہی میں چل کر قسمت آزمائی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ڈیرہ ڈنڈا اٹھا کر اس نے جنوب کا رخ کیا اور لنکا شائر کے بیچوں بیچ ہوتا ہوا انگلستان کے مغربی علاقے کی طرف بڑھا جو ہمیشہ سے وفادار چلا آتا تھا۔ آگے آگے وہ تھا اور پیچھے پیچھے کرامویل تھا لیکن جن انگریزوں کو اُس کے ساتھ آ ملنے کا حوصلہ ہوا اُن کی تعداد اس قدر کم تھی کہ جب کرامویل نے تعاقب کرتے کرتے اُسے وارسٹر میں آلیا تو تیس ہزار کے مقابلے میں اُس کے پاس صرف سولہ ہزار فوج تھی۔ ۳۔ ستمبر کو جو جنگ ڈنبار کی برسی کی تاریخ تھی وارسٹر کی مشہور و معروف جنگ وقوع میں آئی۔ شاہ پسندوں کو شکست فاش ہوئی جرنیل لسلی قید کر لیا گیا اور چارلس بھیس بدل کر فرار ہو گیا۔ بیچارے کا قافیہ غنیم نے ایسا تنگ کیا کہ ایک دن صبح سے لیکر شام تک وہ باسکوبل کے جنگل کے اندر جو ضلع شراب شائر میں واقع ہے شاہ بلوط کے ایک درخت کی شاخوں میں چھپا رہا۔ پارلیمنٹ کی فوج کے سپاہی جنھوں نے اُسکی تلاش میں جنگل چھان مارا تھا اور اُسی شاہ بلوط کے نیچے سے کئی مرتبہ گزرے اگر اُسے دیکھ پاتے تو اُس کا کام اُسیوقت تمام ہو گیا ہوتا۔ ہمفری پنڈیرل پن چکی والے اور اُسکے چار بھائیوں کا نام ہمیشہ تاریخ انگلستان میں یادگار رہے گا کہ اُنھیں نے چارلس کی اس اڑے وقت میں دستگیری کرکے اُسے چھپائے رکھا اور اُس کی جان بچائی۔ غرض کئی خطروں میں سے گزرتا ہوا وہ برائیٹن پہنچا جو اس زمانے میں ماہی گیروں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور وہاں سے ایک زغال بردار جہاز میں سوار ہو کر نارمنڈی چلا گیا۔

جنگ وارسٹر ۳۔ ستمبر ۱۶۵۱ء

چارلس ثانی کا فرار ۱۶۵۱ء

اس وقت سے غیر اقوام حکومت جمہوری کو بہ نگاہ احترام دیکھنے لگیں اور اُسے انگلستان کی باقاعدہ حکومت تسلیم کرنے لگیں۔ امیر البحر بلیک کے ہاتھوں شہزادۂ ربرٹ کو ایک بحری جنگ میں پہلے ہی زک مل چکی تھی۔ اب وین نے عزم بالجزم کر لیا کہ ولندیزوں پر جنھوں نے چارلس کو امداد دی تھی حملہ کرکے اُن کی قوت توڑ دی جائے اور ساتھ ہی انگریزی بیڑے میں اضافہ کیا جائے۔

ماہ اکتوبر ۱۶۵۱ء میں "قانون جہاز رانی" کے نام سے ایک ضابطہ

قانون جہاز رانی اور جنگ ہالینڈ ۱۶۵۱ء - ۱۶۵۳ء

نافذ کیا گیا جس کی رو سے ممالک غیر کے مال تجارت کا انگریزی جہازوں یا اُن جہازوں کے علاوہ جو مال برآمد کرنے والے ممالک سے تعلق رکھتے ہوں کسی دوسرے جہاز میں انگلستان لایا جانا ممنوع قرار پایا چونکہ ممالک غیر سے مال تجارت کے حمل ونقل کا کام زیادہ تر ولندیزی جہازراں ہی انجام دیتے تھے اس لیے اس قانون کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت اُن کے ہاتھ سے نکل کر انگریزی جہازرانوں کے قبضے میں آگئی۔ اس بارے میں حکومت ہالینڈ کے ساتھ گفت وشنید ہو ہی رہی تھی کہ ولندیزی بیڑے کی جو امیر البحر ٹرامپ کی کمان میں تھا انگریزی بیڑے سے جس کا سفینہ سالار بلیک تھا ابنائے انگلستان میں مڈ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں بیڑے آپس میں گتھ گئے اور ولندیزوں نے شکست کھائی اب انگلستان اور ہالینڈ میں وہ بحری آویزش شروع ہوئی جس کا سلسلہ دو سال تک قائم رہا۔ پہلے معرکے کے بعد جو ماہ نومبر ۱۶۵۲ء میں وقوع پذیر ہوا اور جس میں ٹرامپ نے فتح پائی ولندیزی سفینہ سالار اپنے جہاز کے مستول پر ایک جاروب باندھ کر آبنائے انگلستان میں گویا یہ دکھانے کے لیے چکر لگاتا ہوا نظر آیا کہ میں نے سمندر میں ایسی جھاڑو پھیری ہے کہ انگریزی کوڑا کرکٹ نام کو کہیں نظر نہیں آتا۔ لیکن اُس نے یہ شیخی وقت سے ذرا پہلے بگھاری تھی۔ اس لیے کہ کئی اور معرکوں کے بعد جن میں ولندیزوں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے انھیں کامل شکست ہوئی اور ٹرامپ مارا گیا اس وقت سے لے کر آج کے دن تک انگلستان کے تفوق کا پرچم سمندروں پر لہراتا رہا ہے اور اور موجودہ انگریزی بیڑا جس کی بنیاد الزبتھ کے عہد میں پڑی تھی ڈین اور بلیک ہی کے مساعی کے تصدق میں اس اوج کمال کو پہنچا ہے۔

ولندیزوں کو شکست فاحش فروری ۱۶۵۳ء۔

ان واقعات کے بعد غیر اقوام نے حکومت جمہوری کا لوہا مان لیا تھا لیکن خود انگلستان میں اس کے لیے پھر مشکلات کا آغاز ہونے لگا۔ ہمیں یہ واقعہ فراموش نہ کرنا چاہیے کہ جن اشخاص سے پارلیمنٹ مرکب تھی اُنھوں نے بادشاہ کے مرنے کے بعد مملکت کے مہمات الامور میں کبھی قوم سے امتزاج نہ کیا تھا اور اس اعتبار سے اُن پر حقیقی معنوں میں قوم کے مبعوثین کی تعریف صادق نہ آسکتی تھی۔ دیانت داری اور راستبازی کے اوصاف میں ان سے

حکومت کے مقاصد

اکثر فیلکس وین اور بریڈ شا کے مدمقابل نہ تھے اور چونکہ اُن کے اقتدارات کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا اس لیئے حق و انصاف کا آئے دن خون ہوتا رہتا تھا۔ پارلیمنٹ کے یہ اراکین اپنے یاروں دوستوں کو سرکاری خدمتیں دیتے تھے اور اُن پر جنہیں مذہب میں ان سے اختلاف ہوتا تھا اور شاہ پسندوں پر جنہیں اُن کی مٹھی گرم کرنی نہ آتی تھی زیادتیاں کرتے تھے اور بعض اوقات اپنے مطلب کے لیئے قوانین مملکت کو مسخ کرڈالتے تھے جب کرامویل وارسٹر سے واپس آیا تو اُس نے حکومت کی حالت بہت کچھ ابتر پاکر اُن خرابیوں کا انسداد کرنا چاہا اسوقت وہ ایک ایسی فوج کا سپہ سالار تھا جو اُس پر جان قربان کرنے کے لیئے حاضر تھی۔ اس قوت کے بل پر اُس نے اراکین سے کہہ دیا کہ انھیں موجودہ پارلیمنٹ کو توڑ کر اس کے بجائے ایک باقاعدہ پارلیمنٹ کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ لیکن وین جیسے شخص کو بھی اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو فوج کا پلہ بھاری ہو جائے اور حکومت جمہوری کا نظام درہم و برہم ہو جائے۔ بہرحال اراکین نے ایک مسودہ قانون مرتب کیا جس کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ وہ دوسرے اراکین منتخب کریں جو اُن کے ساتھ شریک اجلاس ہوا کریں اس پر کرامویل نے یہ اعتراض کیا کہ قوم کی رائے کو ایسے انتخاب میں کوئی دخل نہیں حالانکہ ضابطے کا تقاضا یہی ہے کہ انتخاب اراکین قوم کی رائے سے عمل میں آئے غرض فوج کے افسروں اور بعض اراکین میں باہمی گفت و شنید بھی ہوئی کہ کسی طرح اس اختلاف کا تصفیہ بطریق مشاورت ہو جائے۔

اراکین کا ایک نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کی اجازت دینے سے انکار۔

ایک دن (۲۰ اپریل ۱۶۵۳ء کو) جبکہ وھائٹ ہال میں ایسا ہی ایک جلسہ ہو رہا تھا کرامویل کو معلوم ہوا کہ باقی اراکین اپنا مسودۂ قانون ایوان پارلیمنٹ میں منظور کر رہے ہیں۔ کرامویل کسی کام میں دیر و درنگ کو راہ نہ دیتا تھا اُس نے اسی وقت سپاہیوں کی ایک مسلح پلٹن کے ساتھ پارلیمنٹ کی راہ لی اور اُسے باہر چھوڑ کر خود اندر گیا اور جو بحث مسودۂ قانون پر ہو رہی تھی کان لگا کر سنتا رہا۔ جب یہ سوال پیش ہوا کہ آیا اس مسودے کو بہ شکل قانون منظور ہو کر نافذ ہو جانا چاہیئے تو کرامویل نے اٹھ کر فرش پر ٹہلنا شروع کیا اور حضارِ مجلس سے مخاطب ہو کر پہلے تو اُن کی مستحسن کارروائیوں کے لحاظ سے سراہا اور پھر

کرامویل اراکین کو ایوان پارلیمنٹ سے باہر نکال دیتا ہے ۳۰۔ اپریل ۱۶۵۳ء۔

اُن پر بے انصافی اور خود غرضی کا الزام لگا کر کہا کہ میں یہ سارا قصہ ہی پاک کیئے دیتا ہوں۔ آپ لوگ اب یہاں اجلاس کرنے کے اہل نہیں رہے۔ آپ کو پارلیمنٹ کا رکن کون کہتا ہے۔ یہ کہکر اُس نے اپنے سپاہیوں کو اندر بلایا اور انھیں حکم دیا کہ سب کو نکال باہر کریں۔ میر مجلس کا عصا بطور علامت اقتدار منبر پر رکھا رہتا ہے۔ کرامویل نے یہ عصا اٹھا لیا اور کڑک کر بولا کہ اسے بھی لے جاؤ۔ ہم اس کھلونے کو یہاں رکھکر کیا کریں گے۔ اراکین پارلیمنٹ اس ناگہانی اخراج سے ایسے حواس باختہ ہوے کہ کسی کے منھ سے بات تک نہ نکل سکی۔ البتہ ایک سرہنری وین ایسا تھا جس کے اوسان خطا نہ ہونے پائے اور اس نے کرامویل کے منھ پر کہہ دیا کہ تمھاری یہ کارروائی سراسر ایمان بلکہ اخلاق و انصاف کے بھی خلاف ہے۔ لیکن کرامویل نے ایک نہ سنی سب کو باہر نکال دیا اور پارلیمنٹ کے دروازے کو مقفل کر کے کنجی جیب میں ڈال لی۔ دوسرے دن صبح کے وقت شاہ پسند جماعت کے کسی دل جلے نے یہ ظریفانہ اشتہار دروازے پر چپکا دیا کہ "یہ مکان کرائے پر دیئے جانے کے لیئے خالی ہے لیکن اب بے ساز و سامان ہے"۔

اس طور پر ایک عرصے کی پارلیمنٹ جو برابر ۱۶۴۰ء سے قائم تھی مسند اقتدار سے جبراً اٹھا دی گئی لیکن چونکہ از روئے قانون اس کی برطرفی خود اپنی رضامندی کے بغیر عمل میں نہ آسکتی تھی اس لیئے اس کی قانونی ہستی معدوم نہ ہونے پائی اور آگے چل کر اس کی سرگرمیوں سے ہمیں پھر سابقہ پڑے گا۔ کرامویل اور اُس کے فوجی افسروں نے

فوج کی حکومت۔

اب اپنے وزرا کے زیر ہدایت ایک جدید پارلیمنٹ قائم کی جس کے اراکین کا انتخاب قوم نے کیا۔ کرامویل کے الفاظ میں اس نئی قومی مجلس کے قیام سے یہ مقصد پیش نظر تھا کہ "یہ ایک خدا ترس پارلیمنٹ ہو"۔ اور ایک رکن کے انتساب سے جس کا نام پریز گارڈ بیربون تھا یہ پارلیمنٹ

چھوٹی پارلیمنٹ ۴ جولائی سے ۱۲ دسمبر تک۔

چھوٹی پارلیمنٹ یا بیربون کی پارلیمنٹ کے عرف سے مشہور ہو گئی۔ اسکاٹلینڈ و یلز اور آئرلینڈ کی طرف سے اس میں چھ چھ نائب اکر شریک ہوئے۔ منجملہ کئی عمدہ قوانین کے جو اُس کے

زمانے میں نافذ ہوئے ایک قانون مدیونوں کی دادرسی کے بارے میں تھا اور ایک اور قانون کا مفاد یہ تھا کہ پیدائش اور اموات اور نکاح کا اندراج باضابطہ طور پر سرکاری روزنامچوں میں ہوا کرے۔ لیکن ارکین پارلیمنٹ نے اس کثرت سے اصلاحات نافذ کرنی چاہیں کہ حکومت کا سارا انتظام پراگندہ ہوگیا اور آخر پانچ مہینے کے اجلاس کے بعد اُنھوں نے اپنے اقتدارات کرامویل کو تفویض کر دیئے اس پر کونسل نے ایک "دستاویز حکومت" مرتب کر کے ایک نیا آئین اساسی تیار کیا اور محافظ اعلیٰ کی حیثیت سے سلطنت کی عنان اختیار کرامویل کے ہاتھ میں دے دی۔

اس طور پر بادشاہ کے انتقال کو پورے پانچ سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ایک شخص واحد پھر ساری قوم پر حکمراں ہوگیا اگرچہ اوّل اوّل اُس کا اختیار بہت ہی محدود تھا اس لیے کہ اُس کی کونسل کے ارکین صرف تا زندگی منتخب ہوئے اور انھیں قوانین کو اپنی رائے سے منسوخ کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس کے علاوہ کرامویل کے دشمن بھی بہت تھے۔ شاہ پسند اور پریسبیٹرین اور دین و بریڈشا کی وضع کے جمہوریت پسند یہاں تک کہ مساوات پسند بھی مختلف وجوہ کی بنا پر سب اُس کے مخالف تھے اور قتل و بغاوت کی سازشیں آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن اس دس مہینے کی مدت میں جو ایک نئی پارلیمنٹ کے اجتماع سے پہلے منقضی ہوئی کرامویل نے بڑی خوبی سے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ہالینڈ کے ساتھ اُس نے معقول شرائط پر صلح کی۔ ڈنمارک سویڈن اور پرتگال کے ساتھ معاہدات کیے جن سے انگلستان کے تجارتی فائدے کا پہلو نکل آیا تعلیم کی طرف توجہ کی اور آکسفرڈ کے کتب خانہ باڈلین کو قلمی اور مطبوعہ نسخے عطا کیے۔

> کرامویل بحیثیت محافظ اعلیٰ ۱۶ دسمبر ۱۶۵۳ء۔

متعدد قانونی ضوابط وضع کیے جن میں تمام مذہبی فرقوں کے ساتھ یکساں انصاف مرعی رکھا گیا البتہ کتاب عبادت عمومی کا استعمال اُس نے ممنوع قرار دیا اور شاہ پسند پادریوں کو عام منادی کرنے کی ممانعت کردی لیکن اُن کو بھی خانگی طور پر اپنی ہم عقیدہ جماعتوں کے اقتدار کی اجازت تھی عدالتوں کا خرچ گھٹا دیا تاکہ ادنیٰ و اعلیٰ غریب و امیر کی دادرسی یکساں ہو سکے اور اراضی کے تھوڑے کرایہ داروں کو محصول معاف کر دیئے جس سے کم حیثیت کسانوں اور مزارعوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔

> کرامویل کے ضوابط۔

اسکاٹلینڈ کو اُس نے ایک خاص آئین کے ذریعے سے انگلستان کے ساتھ متحد کر دیا اور اہل اسکاٹلینڈ اُسکے ہشت سالہ دور حکومت کو "عہد فرخی و فراخی" سے تعبیر کرنے لگے لیکن اس فیضان عام سے بیچارے آئرلینڈ والے محروم رہے۔ اسیران جنگ یا تو مار ڈالے گئے۔ یا جلا وطن کیے گئے اور جو مسلح پائے گئے وہ کناٹ کے بے برگ و نوا صوبے میں نئی بستیاں آباد کرنے کے لیے بھیج دیے گئے۔

کرامویل کی پہلی پارلیمنٹ۔ نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ۳۔ستمبر ۱۶۵۴ء کو منعقد ہوا۔ اس کے اراکین کا انتخاب منصفانہ طریق پر عمل میں آیا تھا۔ البتہ فرقہ کیتھولک اور شاہ پسند جماعت کے اشخاص کو شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔ لیکن اس پارلیمنٹ نے صرف پانچ مہینے کی عمر پائی۔ جمہوریت پسند چراغ پا ہو رہے تھے۔ کرامویل چاہتا تھا کہ وہ اُس کے ہاتھ میں موم کی ناک ہو کر رہیں اور محض اُس کے کام سے کام رکھیں لیکن انھوں نے اُلٹی اُسی کے ضوابط پر حرف گیری شروع کر دی اور وین نے یہ بحث اٹھائی کہ کسی ایک "شخص واحد" کو سلطنت کے حاکم اعلیٰ ہونے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

کرامویل کے دل میں یہ عقیدہ اب مضبوطی سے جم گیا تھا کہ وہ خدا کی طرف سے قوم پر حکمرانی کے لیے مامور کیا گیا ہے اور اُسے اندیشہ تھا کہ اگر اُس نے انضباط کے ساتھ حکومت نہ کی تو شاہ پسند علم بغاوت بلند کر دیں گے۔ غرض اُس نے ۲۲۔جنوری ۱۶۵۵ء کو پارلیمنٹ توڑ ڈالی اور پانچ مہینے بعد انگلستان کو دس اضلاع میں تقسیم کر کے ہر ضلع کا انتظام ایک فوجی افسر کے سپرد کیا جو میجر جنرل کہلاتا تھا اب وہ بالکل مطلق العنان تھا اور اُس کے استبداد کی یہ کیفیت تھی کہ اور تو اور وین اور

جرنیلی حکومت ۱۶۵۵ء

بریڈشا تک کو جو اُس کے پرانے رفیق تھے اس اندیشے سے کہ مبادا اُن کا ذاتی اثر اُسکے لیے موجب گزند ثابت ہو اُس نے کچھ عرصے کے لیے قید کر لیا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ارکان عدالت عالیہ کی آزادی رائے کو اُس نے اسی حال پر قائم رکھا یہودیوں کو انگلستان میں آباد ہونے کی پھر اجازت دے دی اور فرقہ کویکر کو جس کی بنیاد اسی زمانے میں جارج فاکس نامی ایک جولاہے نے رکھی تھی اپنی حمایت میں لے لیا۔ جو لوگ اس پر قاتلانہ حملے کرتے تھے اُن سے مواخذہ کرنے میں اُس کی عالی حوصلگی کو ہمیشہ تامل ہوتا تھا اور اگرچہ اب وہ قصر وھائٹ ہال میں شاہانہ ٹھاٹھ کے

ساتھ رہتا تھا لیکن اپنے لیئے دولت جمع کرنے کی اس پر بھی اُس نے کوئی کوشش نہ کی حقیقت یہ ہے کہ کرامویل دل سے جابرانہ انداز حکومت کا مطلق خواہشمند نہ تھا چنانچہ جب ۱۶۵۶ء میں امیر کبیر سیوائے نے اپنے علاقہ داڈائے کی پراٹسٹنٹ رعایا کو ستانا شروع کیا اور کرامویل نے اُسے اس پر تنبیہہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے ساتھ اُس کی جنگ چھڑ گئی تو اُس نے پارلیمنٹ کو پھر طلب کیا۔ لیکن بہت سے مبعوثین کو اُس نے داخل ہونے سے روک دیا اور جو مبعوثین منتخب ہوئے اُن کے انتخاب میں یہ کر لگا دی کہ کونسل سے ایک صداقت نامہ حاصل کریں اس پارلیمنٹ کی کارروائی کا آغاز مصالحانہ طریق پر ہوا۔ مبعوثین نے "عرضداشت اور مشورہ" کے

کرامویل کی دوسری پارلیمنٹ ۱۷۔ ستمبر ۱۶۵۶ء۔

عنوان سے ایک تحریر قلمبند کر کے کرامویل کی خدمت میں پیش کی جس میں اُس سے استدعا کی گئی تھی کہ فوجی افسران اضلاع کی علیحدگی کے احکام جاری کیئے جائیں۔ اور پارلیمنٹ کا ایک اور ایوان دارالامرا کے نام سے قائم کیا جس کے ارکان کو درجۂ امارت پر فائز کرنے کا حق کرامویل کو دیا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے کرامویل سے درخواست کی کہ بادشاہ کا لقب اختیار کر لے۔ یہ اعزاز اگر وہ قبول کر لیتا تو اُس کی شان تو بے شک دوبالا ہو جاتی لیکن اُسکے اختیارات محدود ہو جاتے اس لیئے کہ شاہی اقتدارات کی حدود قانون میں معین تھیں۔ فوج کی ناراضی کے اندیشے سے جب اُس نے اُس اعزاز کے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو پارلیمنٹ نے ایک خسروانی عبا ایک شاہی عصا اور ایک شمشیر عدل امتیازاً اُس کی خدمت میں پیش کی اور اُسے اپنے جانشین نامزد کرنے کا اختیار بھی دے دیا۔ غرض اجلاس اوّل میں کرامویل اور پارلیمنٹ کی آپس میں اچھی طرح بنھ گئی لیکن جب دوسرے اجلاس کے انعقاد کا وقت آیا تو اُن مبعوثین کے بجائے جو طبقۂ امرا میں داخل ہو گئے تھے دارالعوام میں بعض قدیم جمہوریت پسندوں نے انتخابی نشستیں حاصل کر لیں۔ انھوں نے نئے دارالامرا کے اراکین کے ساتھ ملکر کام کرنے سے انکار کر دیا اور خود کرامویل پر حملے کرنے لگ گئے۔ اس پر اُس نے تاریخ ۴۔ فروری ۱۶۵۸ء پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا اور اپنی عمر کے باقی حصّے میں خود حکومت کی۔

بادشاہ کا لقب قبول کرنے سے کرامویل کا انکار۔

لیکن یہ مدت چند مہینے سے زیادہ نہ تھی۔ کرامویل اب اپنے اقتدار کے منتہائے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ اس کا جنگی بیڑا سان ڈامنگو کو سر نہ کرنے پایا لیکن ۱۶۵۵ء میں ہسپانیہ سے

جزیرہ جمیکا چھین کر رہا جو اُس کی کوششوں سے ایک بارونق نو آبادی بنکر مجمع الجزائر غرب الہند میں انگلستان کے مقبوضات کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ اُس کی فوج نے فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر جنگ ڈیونس (۱۶۵۸ء) میں ہسپانویوں کو شکست دی اور اُس معرکے میں ڈنکرک انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ تمام قومیں اپنے سفیر اس کے دربار میں اسی طرح بھیجتی تھیں گویا کہ وہ بادشاہ تھا اور اس کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی بدل خواہشمند تھیں۔

تسخیر جمیکا ۱۶۵۵ء۔

اس نے ملک میں امن و امان قائم کر دیا تھا۔ اور تجارت و زراعت کی ترقی سے لوگ خوش حال تھے۔ اس جمی ہوئی مضبوط حکومت کے الٹ دینے کی شاہ پسندوں کو بھی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن پھر بھی لوگ دل سے خوش نہ تھے۔ کرامویل ایک زاہد خشک تھا اور اُس کی درشت متقشفانہ حکومت رعایا کو بہت ہی تلخ گزرتی تھی۔ اس کے زمانے میں وہ اگلی سی چہل پہل باقی نہ رہی تھی۔ لوگ راگ رنگ کھیل تماشے کے عادی تھے۔ مئی کے مہینے میں ایک کھمبا زمین میں گاڑ کر اس کے گرد ناچا کرتے تھے۔ گھوڑ دوڑیں ہوتی تھیں مرغ بازی کے دنگل جمتے تھے۔ ناٹکوں کی سرپرستی ہوتی تھی۔ بڑے دن کی تقریب پر نقلیں کی جاتی تھیں۔ سوانگ بھرے جاتے تھے۔ شرابیں اڑتی تھیں اور خم کے خم لنڈھائے جاتے تھے۔ اب اُن میں سے تفریح طبع کا ایک سامان بھی باقی نہ تھا۔ اکثر لوگ اس پرانے زمانے کی رنگ رلیوں کو ترستے تھے بادشاہ کے زمانے میں پارلیمنٹ آزاد ہوتی تھی ملک میں فراخ دست رئیسوں کا دور دورہ تھا اور شاہی دربار وقف عیش و عشرت تھا۔ ادھر جمہوریت پسند اس لیئے ناراض تھے کہ حکومت جمہوری پامال ہو چکی تھی شاہ پسند اس لیئے ناخوش تھے کہ تخت سلطنت پر ایک خاندانی بادشاہ کے بجائے ایک غاصب متمکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کرامویل نے محال کو ممکن کر دکھانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اُس کی دلی آرزو تھی کہ قوم اس کے ساتھ مل کر ایک ایسی مملکت کی بنیادیں استوار کرے جو دانشمندی اور سنجیدگی کے ساتھ اپنا انتظام آپ اپنے ہاتھ میں لینے کی اہل ہو لیکن اس کا مطمح نظر اُس زمانے کے لیئے بہت بلند تھا اور وہ خود محسوس کرتا تھا کہ اُسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ اُس کی آنکھ بند ہونے کی دیر ہے کہ اُس کے

ملک کی حالت

تمام۔ کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ غرض ایک مستقل اور آئینی حکومت قائم نہ کر سکنے سے اس کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ یہ سچ ہے کہ اُس کی خود مختاری سے انگریزوں کو بہت سے فائدے ہوئے لیکن اُن کے دل کی یہ سب سے بڑی آرزو پوری نہ ہونے پائی کہ ملک کا قانون بے خلل سب چیزوں سے برتر و بالا رہے ؎

اگرچہ کرامویل کی عمر اس وقت صرف انسٹھ سال تھی لیکن اُس کی صحت بگڑ چلی تھی۔ اسی زمانے میں "مار ڈالنا قتل نہیں ہے" کے عنوان سے ایک رسالہ شائع ہوا جس میں لوگوں کو اُس کے قتل کی ترغیب دی گئی تھی۔ اس رسالے کی اشاعت سے اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اب اُس کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اکثر زرہ پہن کر باہر نکلا کرتا تھا۔ ۱۶ اگست ۱۶۵۸ء کو اُس کی چہیتی بیٹی لیڈی کلیپول نے انتقال کیا اور اس کا اسے ایسا سخت صدمہ ہوا کہ وہ پھر بستر سے اٹھ نہ سکا اُس کی علالت نے ایک خطرناک تپ کی صورت اختیار کر لی اور اگرچہ ہر جگہ اُس کی شفایابی کے لئے دعائیں مانگی گئیں لیکن اُسے یقین ہو چکا تھا کہ اب میرا جانبر ہونا محال ہے۔ اگست کی تیسویں تاریخ کو اُس نے قوم کے حق میں ایک دل پر رقت طاری کرنے والی دعا کی کہ خدایا میری قوم کو قوتِ فیصلہ بدلی اور باہمی اخلاص و محبت کی نعمتیں عطا کر۔ چار دن بعد ۳ ستمبر کو جو ڈنبار اور ورسسٹر کی لڑائیوں کی تاریخ تھی اس نامور حکمران کا انتقال ہو گیا۔

کرامویل کی وفات ۳ ستمبر ۱۶۵۸ء۔

اُسکی سیرت عجیب و غریب اور پیچ در پیچ خصائص کا مجموعہ تھی اور ہمیں کبھی بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ اُس پر کس حد تک ہوا و حرص اور کس حد تک مذہب و حب وطن کا غلبہ تھا۔ لیکن پھر بھی اس لحاظ سے اس کا احترام ہم پر واجب ہے کہ اپنے ملک کی خدمت کے لئے اُس نے کبھی بھی ہمت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ انگلستان کو پستی سے اٹھا کر ایسی بلندی پر پہنچایا کہ اپنے پرائے اُس کی عزت کرنے لگیں۔ یہ اُسی کا کام تھا اور یہ امتیاز بھی اُسی کا حصہ ہے کہ انگلستان کو نقصان پہنچا کر اُس نے مرتے دم تک اپنے ذاتی نفع کی کوئی صورت نہ نکالی اور اپنے لیے کوئی دولت نہ سمیٹی۔ اُس کا جنازہ شاہی اعزاز کے ساتھ اٹھایا گیا اور خانقاہ ویسٹ منسٹر میں سپرد خاک کیا گیا۔

گزرنے والے محافظ اعلیٰ کا اثر ایسا زبردست تھا اُس کا خلف اکبر رچرڈ فوراً اُسکی

جانشینی کے لیے نامزد کیا گیا۔ ۲۷ جنوری ۱۶۵۹ء کو ایک جدید پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا اور ماہرین فنِ قانون نئے محافظ اعلیٰ کی تائید پر کمربستہ ہو گئے۔ لیکن رچرڈ کی طبیعت اپنے باپ سے الگ واقع ہوئی تھی۔ یعنی۔ آشتی پسند ہونے کے ساتھ وہ سست و کاہل بھی تھا۔ فوج کو حکومت دیوانی

نیا محافظ اعلیٰ رچرڈ ستمبر ۱۶۵۸ء
تا نہایت جولائی ۱۶۵۹ء۔

پسند نہ تھی۔ اُس کی خواہش تھی کہ ملک کی عنان نظم و نسق ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو خود فوجی ہو۔ اور ودین نے تو دارالعوام میں صاف کہہ دیا کہ ہم کو ایسا بودا حکمراں نہیں چاہیئے جیسا رچرڈ ہے اس آئے دن کی جھنجھٹ سے جس کے ساتھ اُسے کوئی دلچسپی نہ تھی تنگ آ کر رچرڈ نے فوج کے مشورہ پر عمل کیا اور بتاریخ ۲۲ اپریل ۱۶۵۹ء پارلیمنٹ کو توڑ ڈالا اب افسران فوج نے طولانی پارلیمنٹ کے اُس حصے کو جسے کرامویل نے برطرف کر دیا تھا پھر جمع کیا سو دیانہ زبان میں ازراہ تحقیر اس پارلیمنٹ کو "پارلیمنٹ کی دُم" کہتے تھے اور یہ اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ لنڈوری پارلیمنٹ نہ چاہتی تھی کہ رچرڈ برسرِ حکومت رہے۔ اس پر اس نے ٹھنڈے دل سے

"لنڈوری پارلیمنٹ"
۷ مئی ۱۶۵۹ء۔

استعفا داخل کر دیا اور دس مہینے کی قلیل المیعاد حکمرانی کے بعد جولائی کے مہینے میں گھر جا بیٹھا۔ لیکن اب پارلیمنٹ اور فوج میں چل گئی کہ اقتدار کس کا غالب رہے۔ اس اثنا میں شاہ پسندوں نے بغاوت کر دی جسے ونِنگٹن برج (واقع ضلع چشائر) کے معرکے میں فوج نے فرو کیا۔ جب یہ ہنگامہ مٹ چکا تو سپاہی جرنیل لیمبرٹ کی کمان میں لندن واپس آئے۔ اور ۱۳۔ اکتوبر کو ایوان پارلیمنٹ کے دروازوں پر پہرہ بٹھا کر پارلیمنٹ کا اجلاس روک دیا۔ عنان اختیار اب اُنھوں نے خود اپنے ہاتھ میں لے لی اور اپنے افسروں میں سے ایک مجلس کا انتخاب کر لیا جو مجلس حفاظت جان و مال کے نام سے موسوم ہوئی۔

بدعملی

یہ مجلس بھی دو مہینے سے زیادہ نہ چل سکی۔ اسکاٹلینڈ میں جرنیل مانک کے زیر کمان ایک اور فوج موجود تھی جو ایک وقت چارلس اول کی مطیع رہ چکی تھی لیکن خانہ جنگی کے دوران میں پارلیمنٹ کے ساتھ آ ملی تھی۔ مانک ایک معاملہ فہم اور مصلحت بیں شخص تھا۔ کرامویل کی خاطر بڑی خوشی سے رچرڈ کا ساتھ دیتا رہتا۔ لیکن اب جو اُس نے دیکھا کہ ملک میں ہر طرف فساد پھیلا ہوا ہے تو اُس نے چپکے سے چارلس ثانی کو واپس لا کر تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۶۶۰ء کے نوروز والے دن

مانک کا داخلہ لندن میں

اُس نے اس اعلان کے ساتھ انگلستان کی طرف کوچ کیا کہ میں ایک آزاد پارلیمنٹ قائم کرنے آرہا ہوں۔ یارک پہنچ کر اُس کی ملاقات فیرفیکس سے ہوئی جو ایک عرصے سے خانہ نشین تھا۔ اور اگرچہ جرنیل لیمبرٹ ان دونوں سرداروں کے مقابلے کے لیے فوج لے کر آیا کہ کسی طرح وہ جنوب کی طرف نہ بڑھنے پائیں لیکن اپنے قدیم سپہ سالار کو دیکھتے ہی سپاہیوں نے لیمبرٹ کا ساتھ چھوڑ دیا اور فیرفیکس سے آملے۔ مانک کے لیے اب رستہ صاف تھا۔ وہ ۳ فروری کو لندن میں داخل ہوا اور مہینہ بھر کے بعد لنڈوری پارلیمنٹ توڑ دی گئی اور اس طور پر طولانی پارلیمنٹ کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا۔ ۲۵ اپریل کو ایک نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا جس کا انتخاب کامل آزادی کے ساتھ عمل میں آیا تھا۔ چونکہ اس پارلیمنٹ کی طلبی کے لیے کوئی شاہی فرمان جاری نہ ہوا تھا اس لیے یہ "مجلس معہود" کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس میں اس کثرت سے شاہ پسند اور پریسبیٹیرین فرقے کے مبعوثین شریک تھے کہ انھوں نے فوراً ہی یہ تحریک منظور کرلی کہ پرانے نظام حکومت کو بحال کیا جائے جو بادشاہ امرا اور عوام کے عناصر ثلاثہ پر مشتمل تھا اور چارلس ثانی کو بلاوا بھیجا جائے کہ آکر ملک کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

طولانی پارلیمنٹ کا خاتمہ
۱۶۔ مارچ ۱۶۶۰ء۔

چارلس کی مانک کے ساتھ پہلے سے خفیہ خط و کتابت ہو رہی تھی اور اس نے ہالینڈ کے شہر بریڈا میں ایک اعلان جاری کر دیا تھا جس میں اُس نے وعدہ کیا تھا کہ باغیوں کو عام معافی دی جائے گی۔ مذہبی آزادی سے رعایا کے تمام فرقے یکساں بہرہ اندوز ہوں گے اور فوج کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے گا۔ غرض اُس کی مراجعت کی تیاریاں بہمہ وجوہ کامل و مکمل ہو چکی تھیں اور اب جو ۲۵ مئی کو وہ ڈوور کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تو سارا ملک اُس کے خیر مقدم کے لیے وقف مسرت و شادمانی تھا۔ ۲۹ مئی کو جو اُس کی سالگرہ کا دن تھا وہ لندن میں داخل ہوا۔ اُس کے آنے کی جو خوشی قوم کو ہوئی اُس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ اُس کے راستے میں پھول اس افراط سے بکھیرے گئے کہ لندن کی سڑکوں پر پھولوں کے ڈھیر لگ گئے۔ گلی کوچے رنگا رنگ جھنڈیوں اور پھولوں سے آراستہ تھے۔ اور حوضوں میں شراب ارغوانی بہ رہی تھی۔ ایک فقط

چارلس ثانی کی مراجعت
مئی ۱۶۶۰ء۔

فوج اس عام جشن شادمانی میں شریک نہ تھی اور رنجیدہ الگ کھڑی تھی۔ لیکن جب ایک تمام قوم فرطِ مسرت سے یوں دیوانی ہو رہی ہو تو اکیلے سپاہی کیا کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی نیتوں میں حق پرستانہ خلوص ایسا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ محض اپنی آن قائم رکھنے کے لیے وہ ایسی خونریزی کے روادار نہ ہو سکتے تھے جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے۔ چند مہینے بعد فوج برطرف کر دی گئی اور سپاہی خاموشی کے ساتھ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے قدیم مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ جو دفتروں میں ملازم تھے اپنی نوکری پر چلے گئے۔ جو دکاندار تھے انھوں نے پھر اپنی دکانیں کھول لیں۔ جو کاشتکار تھے بدستور کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے۔ جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو بادشاہ ایک دن ہنس کر کہنے لگا۔ کہ میں اگر اپنے ملک میں اب سے بہت پہلے واپس نہیں آیا تو اس میں سراسر میری ہی خطا ہے اس لیے کہ ایک شخص بھی مجھے ایسا نظر نہیں آتا جو مجھ سے یہ نہ کہتا ہو کہ وہ ہمیشہ سے میرے لیے چشم براہ تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ متقشفین کی فوج کا طرزِ عمل اگر قوم کے لیے ایسا ناگوار نہ ہوتا تو چارلس کو شاید ہی واپس آنا نصیب ہوتا۔

———(۰۱۰)———

انیسواں باب

بادشاہی کی بحالی

چارلس ثانی

سنہ ۱۶۶۰ء لغایت ۱۶۸۵ء

اپنی آبائی میراث سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے جب چارلس ثانی واپس آیا تو اُس کا خیر مقدم جس تپاک اور گرم جوشی سے کیا گیا وہ کسی اور بادشاہ کو کم نصیب ہوئی ہو گی اہل ملک کو اتنے بہت سے انقلابات نے پریشاں حال اور درماندہ کر دیا تھا اور وہ ایک جمی ہوئی باضابطہ حکومت کو ترس گئے تھے۔ اگر چارلس کو اپنی رعایا کی فلاح مرکوز خاطر ہوتی تو شاید وہ بہت نامی گرامی بادشاہ ہوتا۔ لیکن ذہین و ہوشمند خوش خلق و نرم مزاج اور فریس و روشن رائے ہونے کے ساتھ وہ نیک نفس نہ تھا خود غرضی اور آرام طلبی اُسکی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور چونکہ اُس کی عمر کا بہت زمانہ وطن سے دور قسمت کی نیرنگیوں کا تماشہ دیکھنے میں بسر ہوا تھا اس لیے اُسے اس بات کا کماحقہ، احساس نہ تھا کہ اُس کے ذمے قوم و ملک کے کیا کیا فرائض ہیں۔ اپنے عہد حکومت میں اُس نے ہمیشہ دو باتیں پیش نظر رکھیں۔ اوّل یہ کہ وہ کسی کے کہے پر نہ چلے بلکہ اپنی رائے پر عمل کرے اور اپنی رندانہ عیاشیوں کے لیے بکثرت روپیہ وصول کر لیا کرے جس کا حساب اُسے پارلیمنٹ کو نہ دینا پڑے۔ دوسرے یہ کہ کیتھولک مذہب کے اغراض و مقاصد کی حمایت کی جائے۔ یہ حمایت وہ کچھ اس لیے نہ کرنا چاہتا تھا کہ اُسے مذہب سے لگاؤ تھا بلکہ اسے خیال ہو گیا تھا کہ پراٹسٹنٹ مذہب لوگوں کو حد سے زیادہ آزاد کر دیتا ہے اور وہ چاہتا تھا کہ اپنے نوجوان دوست لوئی چاردہم تاجدار فرانس کی طرح خود مختار و مطلق العنان رہے اُس کی اور اُس کے بھائی جیمز امیر یارک کی تربیت کیتھولک طریق پر ہوئی تھی اگرچہ نام کو وہ کلیسائے انگلستان کے حلقے میں داخل تھے چونکہ انگریزی قوم صدہا سال سے یہی کوشش کرتی چلی آئی تھی کہ بادشاہ کے وزرا پارلیمنٹ کے تابع ہو کر رہیں اور پاپائے روما کے اقتدار کو انگلستان کے معاملات

چارلس کے خصائص ذاتی اور مقاصد دلی

میں کوئی دخل نہ ہو اس لیے ظاہر ہے کہ بادشاہ کا یہ مطمح نظر رہا ــــ کے منشاکے بالکل خلاف تھا ــــ
لیکن چارلس ایسا نادان نہ تھا کہ اپنے باپ کی طرح کھلم کھلا رعایا سے مقابلہ کرتا۔ جیمز سے
وہ کہا کرتا تھا کہ بھئی غریب الوطنی کے مزے میں پہلے ہی بہت چکھ چکا ہوں اب تو جی میں
یہی ٹھان لی ہے کہ رخت سفر پھر کبھی نہ باندھوں گا۔ اسی لیے اُس کے عہد حکومت میں
میزان اقتدار کبھی نقطۂ اعتدال پر نہ رہی۔ کبھی ایک پلہ جھک جاتا تھا کبھی دوسرا۔ بادشاہ
آج اگر اپنی بات پر اڑ جاتا تو کل پارلیمنٹ کے سامنے سرتسلیم خم کر دیتا تھا۔ اگر کوئی دوسرا بادشاہ
ہوتا تو پارلیمنٹ سے اُس کی کبھی نبھ نہ سکتی لیکن لاپروا اور خوش طبع چارلس گاہ بگاہ
اپنے وزیروں کی بھینٹ دینے سے برابر تخت سلطنت پر قائم رہا اور زندگانی کے
مزے لوٹتا رہا۔ لوگ اُسے ”زندہ دل“ کہتے تھے اور اُس کی نسبت یہ کہاوت مشہور تھی
کہ وہ گفتار میں دانا ہے کردار میں ناداں ہے“۔ اُس کا ندیم خاص سر ایڈورڈ ہائڈ جو شاہ پسند
فریق سے تعلق رکھتا تھا۔ راستی و دیانت کے اوصاف سے متصف تھا۔ طولانی پارلیمنٹ
کے اراکین میں اُس کا نام بھی شریک تھا (دیکھو صفحہ ۲۸۱) اور جلا وطنی کی حالت میں اُس نے
چارلس کی اتالیقی کی خدمت انجام دی تھی۔ اب وہ لارڈ کلیرنڈن کے خطاب سے
سرفراز ہو کر وزارت خزانہ کے منصب پر مامور ہوا اور اس کا ہفت سالہ دور نظم و نسق

کلیرنڈن کی وزارت ۱۶۶۰ء تا ۱۶۶۷ء۔

چارلس کے عہد حکومت کا بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ مجلس معہود“
نے جو حکومت شاہی کی بحالی کے وقت برسراقتدار تھی تیرہ
اشخاص کو جنھوں نے چارلس اول کی نسبت سزائے موت
تجویز کی تھی مروا ڈالا اور اُن کے باقی شرکار کو قید کر دیا۔ اسی کے ساتھ اراکین مجلس نے
خانقاہ ویسٹ منسٹر کے قبرستان سے کرامویل آئرٹن اور بریڈشا کی لاشیں نکلوا کر ٹائبرن
میں سولی پر لٹکا دیں۔ اس کے بعد اُنھوں نے ایک ”قانون عفو“ نافذ کر کے باستثنائے چند

قانون عفو ۱۶۶۰ء

ولیمبرٹ باقی تمام اشخاص کو جنھوں نے خانہ جنگی میں بادشاہ کے
خلاف ہتھیار اٹھائے تھے معافی دے دی اس طرف سے فارغ
ہو کر اُنھوں نے بادشاہ کے مداخل کے مسئلے پر توجہ کی کہ اُن دنوں اسی رقم میں سے
شاہی دربار اور جنگی بیڑے کے مصارف اور سفرا و ارکان عدالت کے مشاہرے
ادا کیے جاتے تھے۔ چنانچہ بالاتفاق یہ فیصلہ ہوا کہ چارلس کو بارہ لاکھ پاؤنڈ سالانہ کی

رسوم جاگیرداری کی موقوفی سنہ ۱۶۶۰ء۔

بندھی رقم تا میعن حیات اس شرط پر دی جایا کرے کہ وہ بعض حقوق سے دست کش ہو جائے جو اجارے فوجی رسوم جاگیرداری اور سربراہی کے سہ گانہ ناموں سے موسوم تھے اور ایک عرصۂ دراز سے رعایا کی ایذا کا موجب ہو رہے تھے۔ اس مسئلے سے فراغت پاکر مجلس معہود نے فوج کو برخاست کر دیا اور پھر اپنی آئینی حیثیت سے خود کنارہ کش ہو گئی تاکہ ایک نئی پارلیمنٹ کے لیے جگہ خالی ہو جائے۔ لیکن چارلس فوج کے متفرق بچے کھچے دستوں کو اپنی حفاظت اور سلامتی کے لیے کافی نہ سمجھتا تھا۔ اس نے چپکے سے پانچ ہزار سوار اور پیادے برخاست شدہ فوج میں سے رکھ لیے۔ اس جمعیت میں وہ نامی گرامی پلٹن بھی شامل تھی جو جیش کولڈاسٹریم کے نام سے مشہور ہے اور جسے جنرل مانک نے سالہا سال قبل کولڈاسٹریم میں جو دریائے ٹویڈ کے کنارے واقع ہے قائم کیا تھا۔ چارلس اس جمعیت کی تنخواہ اپنی جیب خاص سے ادا کرتا تھا اور اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ انگلستان میں فوج مستقل کی ابتدا اسی جمعیت سے ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ چارلس کے زمانے میں قانوناً اس کی یہ حیثیت تسلیم نہ کیجاتی تھی۔

پہلی فوج مستقل سنہ ۱۶۶۰ء۔

کچھ مدت تک ہر طرف غلغلۂ مسرت و شادمانی بلند رہا لوگوں کو بادشاہ کے واپس آنیکی ایسی خوشی تھی کہ نئی پارلیمنٹ کے لیے زیادہ تر وضعدار رئیسوں کا انتخاب عمل میں آیا۔ بادشاہ کا دربار شان و شکوہ اور طنطنہ و طمطراق کا آئینہ خانہ بنگیا۔ حکومت جمہوری کی متانت اور سادگی گلدستۂ طاق نسیاں ہو گئی۔ تھیئٹر کھل گئے رقص و سرود اور لہو لعب کے بازار گرم ہو گئے اور واکس ہال کے تفرج گاہ میں جس کا افتتاح۔ اوّل اوّل اسی زمانے میں ہوا خطب و مواعظ کے بجائے ہنگامۂ ناؤ نوش بلند ہوا۔ اس دور عشرت کے ساتھ ساتھ بہت سی اوباشیاں بھی آگئیں۔ قمار بازی شراب خواری کشت و خون اور بدکاری اہل دربار کی خصوصیات میں داخل ہو گئی۔ کوئی ایسی آوارگی اور اوباشی نہ تھی جس کی اس رنگیلے عہد نے اجازت نہ دے رکھی ہو۔ پچاس سال تک یہ حالت رہی کہ غروب آفتاب کے بعد اکیلے دکیلے شخص کو پائے تخت کی تیرہ و تار گلیوں میں (جن میں چارلس کے عہد حکومت کے خاتمے تک کوئی روشنی نہ کی جاتی تھی) جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی اس لیے کہ بڑے بڑے ذی حیثیت شرفا بھی

وضعدار پارلیمنٹ سنہ ۱۶۶۱ء لغایت سنہ ۱۶۷۹ء۔

شاہی دربار کی بیہ مستیاں۔

گھپ اندھیرے میں کسی کونے کے اندر دبکے ہوئے لفنگوں کی طرح اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ راہ چلتے کی ٹوپی اتار لیں جیب کتر لیں ناک کان کاٹ ڈالیں غرض جو نا کردنی حرکت بھی ممکن ہو کر گزریں۔

دیہات کی حالت نسبتاً اچھی تھی۔ رفتہ رفتہ بہت سے شاہ پسند اپنے قدیم گھروں میں آباد ہو گئے اور شہسواروں اور سر گھٹوں کی حریف جماعتیں اپنی پرانی خصومتوں کو بھول کر آپس میں شیر و شکر ہو گئیں۔

قوم کی حالت۔

گاؤں والوں کی زندگی میں وہی پرانی چہل پہل آ گئی۔ ناچ بھی ہونے لگے راگ رنگ کا نقشہ بھی جم گیا۔ فوج کے برخاست شدہ سپاہی اپنے مکانوں کو واپس آکر کھیتی باڑی کرنے لگے یا دوسرے پیشوں میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے ساتھ سادگی اور سنجیدگی کی اُن روایات کو لیتے آئے جو متقشفین کے طرز ماند و بود میں رچی ہوئی تھیں۔ ڈاک فاصلے کے لحاظ سے ہر دوسرے دن یا ہفتے میں ایک بار روانہ ہوتی تھی اور مسافر گاڑیاں بڑے بڑے شہروں کے درمیان بکثرت چلتی تھیں لیکن پھر بھی لندن اور ملک کے اندرونی علاقوں کے درمیان حقیقی ارتباط بہت کم تھا۔ اور چارلس کے عہد کے سیاسی خرخشے اہل انگلستان کو بتدریج ترقی کرنے سے مانع نہ آ سکے۔ سب سے زیادہ مفلوک الحال علاقہ ملک کا شمالی حصّہ تھا جہاں ابھی تک لٹیرے لوٹ مار کرتے پھرتے تھے رستہ ایسا پر خطر تھا کہ ایک زبردست بدرقے کے بغیر حکامِ عدالت دورہ نہ کر سکتے تھے اور بدامنی ایسی تھی کہ ڈاکوؤں کا پتہ لگانے کے لیے شکاری کتّے سدھائے جاتے تھے۔ غرض آج کل کے زمانے میں ہم بمشکل اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُن دنوں لوگوں کی جان و مال کو کیسے کیسے خطرے لاحق تھے۔

اسکاٹلینڈ کے سرحدی علاقے کی بدامنی بہت ہی بڑھی ہوئی تھی اس لیے کہ چارلس کی پارلیمنٹ نے کرامویل کے "قانون اتحاد انگلستان و اسکاٹلینڈ" (دیکھو صفحہ ۳۰۱) کو تسلیم نہ کیا تھا۔ اور پرانا طریقۂ حکومت پھر جاری کر دیا تھا۔ اسکاٹلینڈ کی اب پھر ایک

اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی تکالیف

جداگانہ پارلیمنٹ قائم ہو گئی۔ رعایا کو اساقفہ کی حلقہ بگوشی پر مجبور کیا گیا۔ اور "متعاہدین" پر بڑی بڑی سختیاں ہونے لگیں۔ آئرلینڈ والے الگ نالاں تھے لیکن اُن کے مصائب کی وجہ اور تھی۔ یعنی جو اشخاص بادشاہ

کی طرف سے شریک جنگ ہوئے تھے انھیں شکایت تھی کہ کرامویل کے طرفداروں نے انکی اکثر اراضیات پر قبضہ کرلیا اور اگرچہ بالآخر ایک قانون کی رو سے جو "قانون بندوبست" کے نام سے موسوم تھا طرفداران کرامویل اس جائداد کے ایک ثلث سے دست کش ہو گئے لیکن جب جمہوریت کی جگہ بادشاہت آگئی تو حکومت نے اسے بھی جسطرح جی چاہا تقسیم کر دیا اور آئرلینڈ والوں کو بہت کم حصہ ملا۔

انگلستان میں وضعدار پارلیمنٹ نے چھوٹتے ہی کلیسا کے طرز عمل میں تبدیلی کرکے اس کی وہی روش کر دی جو لاڈ کے وقت میں تھی۔ اساقفہ دارالامرا میں پھر شریک ہو گئے عبادت کا وہی پرانا طریقہ کسی قدر ترمیم کے ساتھ پھر جاری ہو گیا۔ اور اس وقت سے لیکر آج کے دن تک اسی نہج پر قائم چلا آتا ہے۔ یہاں تک تو جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا لیکن چارلس اپنے اس وعدے کے باوجود کہ رعایا کے تمام فرقوں کو بلا تفریق و امتیاز آزادی ضمیر کافی عطا کی جائے گی کہ وہ جس طریق پر چاہیں عبادت کریں پارلیمنٹ کو قانون جماعت کے وضع و نفاذ سے نہ روک سکا۔

قانون جماعت ۱۶۶۱ء۔

جس کی رو سے تمام سرکاری عہدہ دار مجبور کیے گئے کہ "معاہدین" کے طریقے سے کوئی سروکار نہ رکھیں اور رسم اصطباغ کلیسائے انگلستان کے مقررہ طریقے کے موجب بجا لائیں۔ مزید براں ۱۹۔ مئی ۱۶۶۲ء کو ضابطہ وحدت عمل کے نام سے ایک قانون جاری کیا گیا جس کی رو سے کسی پادری کو کلیسا کے کسی حلقے کی پیشوائی کی اجازت نہ تھی تاوقتیکہ اُسے قسیسیت کی سند کسی اسقف کی طرف سے نہ ملی ہو اور کتاب عبادت عمومی پر اس کا عمل نہ ہو۔ باقی تمام پادری ۲۴۔ اگست ۱۶۶۲ء کو جو واقعہ سینٹ بارتھالومیو کی برسی کا دن تھا اپنی اپنی خدمتوں سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ اور ہزارہا اشخاص نے خود اپنے کنیسوں میں اپنے پیروؤں کی جماعتیں قائم کرکے پہلی بار "معترضین" یعنی کلیسا کے مروجہ طریق سے اعراض یا انحراف کرنے والوں کا لقب اختیار کیا۔

لیکن ان لوگوں کو اس کی بھی اجازت نہ دی گئی ۱۶۶۴ء میں "قانون کنیسہ" نافذ ہوا جسکی رو سے لوگوں کا کنیسوں میں اپنے طریق پر عبادت کرنا ممنوع قرار پایا۔ اور اس سے اگلے سال "قانون پنج میل" کے نام سے ایک نیا ضابطہ جاری کیا گیا جس کے احکام یہ تھے کہ

معترضین کے خلاف قوانین کا نفاذ ۱۶۶۲ء ۱۶۶۴ء ۱۶۶۵ء

جماعت معترضین کا کوئی پادری کسی شہر سے پانچ میل کے اندر اندر کسی مدرسے میں معلمی نہ کرنے پائے اور نہ اُن حدود میں داخل

ہونے پائے۔ جو پادری اس طور پر خارج البلد کیے گئے ان میں کتاب "راحت ابدی اولیا" کا مشہور مصنف رچرڈ بیکسٹر بھی داخل تھا۔ اس کا بیان ہے کہ صدہا پادری جو اہل و عیال سمیت گھروں سے نکال باہر کیے گئے ایسے تھے جنھیں نہ سر چھپانے کا کوئی ٹھکانا تھا نہ قوت لایموت کا کوئی سہارا اور بہت سے قید کاٹ رہے تھے۔ جان بنیئن جو

بنیئن اور ملٹن۔

بنجیرے کا پیشہ کرتا تھا کنیسوں میں منادی کرنے کی علت میں بارہ سال تک محبس بڈفرڈ میں قید رہا۔ ایام اسیری میں وہ اپنی بی بی بچوں کی اوقات بسر کرنے کے لیے فیتوں کے فلزی ٹکے بنا بنا کر بیچا کرتا تھا اور اوقات فرصت میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب "پلگرمس پروگرس" (منازل زائر) لکھا کرتا تھا۔ غریب و نابینا ملٹن نے بھی اسی زمانے میں "پیریڈائز لاسٹ" (فردوس از دست رفتہ) اور "پیریڈائز ریگینڈ" (فردوس بازیافتہ) کے نام سے دو نظمیں تصنیف کی تھیں منازل زائر اور ان نظموں میں اہل ملک کے نفس کش متقشفانہ مسلک کی تصویر صاف صاف کھنچی ہوئی نظر آتی ہے۔

اس عہد اور اس سے بعد کے عہد میں کلیسائے انگلستان کے طریقے سے ابا کرنے والوں کی ایک تعداد کثیر نقل وطن کر کے امریکہ میں جا بسی اور چارلس نے مختلف اشخاص کو پرانے قرضوں کے چکانے میں یا مزید روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے وسیع قطعات اراضی

پنسلوینیا کی نو آبادی ۱۶۸۲ء

عطا کیے۔ اس طور پر پن کو جو فرقۂ کویکر کے مشاہیر سے تھا ایک گرانبار قرضے کی بے باقی میں ایک بہت بڑا رقبۂ زمین ہاتھ آگیا اور ۱۶۸۲ء میں وہ کویکروں کی ایک جماعت کثیر کو نئی دنیا میں بسانے کے لیے لیتا گیا۔ پنسلوینیا کی نو آبادی جو اپنے بانی پن کے نام سے موسوم ہوئی امریکہ کی پہلی وہ ریاست تھی جس میں امریکہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کیا گیا۔

لیکن چارلس نرا قابوچی اور مطلب پرست ہی نہ تھا۔ ایک اور شاہی سند اس نے ایسی بھی جاری کی جو اس کے لیے بہت بڑی وجہ امتیاز و نازش ہے ۱۶۴۵ء میں جب خانہ جنگی کی آگ طول و عرض ملک میں بھڑک رہی تھی ایک مختصر سی جماعت اشخاص نے مذہبی اختلافات کی چپقلشوں سے تنگ آ کر حقائق موجودات کی جستجو کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے کی نیت باندھ لی۔ اس جماعت کے اجلاس پہلے پہل

لندن میں منعقد ہوئے اور ہیرائس نے آکسفرڈ میں اپنا مرکز قائم کرلیا جہاں حقائق حکمیہ و مسائل علمیہ پر مباحثے ہوتے تھے۔ ان علمی صحبتوں میں بائل جس نے آلۂ بادکش کی اصلاح کی۔ ہوک جس نے آلۂ خوردبین کو رواج دیا۔ ہیلی جو اس عہد کا مشہور ہیئت داں تھا اور بعض دوسرے سائنس داں اپنے تجارب و اکتشافات کی شرح کیا کرتے تھے۔ بحالی حکومت شاہی کے بعد چارلس ثانی نے جسے سائنس کے ساتھ بڑی دل چسپی تھی اور جس نے چند سال بعد رصد گاہ گرینچ کی بنا ڈالی اس علمی مجلس کے بعض جلسوں میں شریک ہوکر ارکان مجلس کو ایک شاہی سند عطا کی جس کی رو سے باضابطہ طور پر انھیں "رائل سوسائٹی آف لندن" (شاہی مجلس علمیہ لندن) کا درجہ حاصل ہوگیا۔ سر آئزک نیوٹن نے اپنے مشہور اکتشاف قانون کشش ثقل کی تشریح ۱۶۸۲ء میں اسی مجلس کے سامنے کی تھی اور اب اسکا شمار دنیا کی سب سے بڑی علمی مجلسوں میں ہے۔

رائل سوسائٹی کا قیام ۱۶۶۲ء

چارلس کے ۱۶۶۲ء کے تمام کارنامے اگر ویسے ہی دانشمندانہ ہوتے جیسی اس کی سرپرستی علوم و فنون تھی تو کیا پوچھنا تھا۔ لیکن تین کام اس سال اس نے ایسے کیے جو اگر سرانجام ہی نہ پاتے تو بہتر تھا۔ یعنی اول تو مئی کے مہینے میں اس نے پرتگال کی شہزادی کیتھرائن سے عقد کیا۔ رعایا کو یہ رشتہ بہت ہی ناگوار گزرا اس لیے کہ اگرچہ ملکہ اپنے جہیز میں جزیرۂ بمبئی اور قلعۂ طنجہ لائی۔ لیکن مذہباً وہ رومن کیتھولک تھی۔ اس کے علاوہ اس شادی سے کوئی اولاد بھی نہ ہوئی اور اس لیے امیر یارک کہ وہ بھی کیتھولک تھا بدستور وارث تاج و تخت رہا دوسری غلطی چارلس سے یہ ہوئی کہ ماہ جون میں اس نے سر ہنری وین کو جو جمہوریت پسند فریق کے مقتداؤں میں سب سے زیادہ میانہ رو اور بے غرض تھا ناواجب طور پر قتل کرا دیا۔ اس قتل کا اصلی سبب جیسا کہ خود چارلس نے کلیرنڈن کو لکھ بھیجا تھا بس اتنا ہی تھا کہ "اس شخص کا زندہ رہنا ہی خطرے کا موجب ہے" چارلس کی تیسری لغزش یہ تھی کہ نومبر کے مہینے میں شہر ڈنکرک جو کرامویل نے ہسپانیہ سے لیا تھا فرانس کے ہاتھ بیچ ڈالا اس پر اہل انگلستان کلیرنڈن سے سخت ناراض ہوگئے اور انکی برہمی کو اس بات نے اور بھی بڑھا دیا کہ جو رقم فروخت ڈنکرک سے ہاتھ لگی وہ بادشاہ کے عیش و عشرت پر صرف ہوتی تھی۔

چارلس کا عقد مئی ۱۶۶۲ء

وین کا قتل ۱۴ جون ۱۶۶۲ء

فروخت ڈنکرک نومبر ۱۶۶۲ء

اس کے بعد جلد ہی ہالینڈ کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہو گئی۔ ولندیز انگریزوں کے بحری رقیب تھے اور سمندر کی حکومت کے لیے آپس میں ہر وقت دست و گریباں رہتے تھے۔ حال ہی میں انگریزوں نے شہر نیو ایمسٹرڈم پر جو امریکہ میں ولندیزی مقبوضات سے تھا قبضہ کر کے اس کا نام امیر یارک کے نام پر نیو یارک رکھا تھا۔ ہالینڈ کے

ہالینڈ کے ساتھ جنگ مارچ ۱۶۶۵ء۔

سربرآوردہ وزیر جین ڈی وٹ کو اس بات کا بھی بڑا رنج تھا کہ کیوں بمبئی کا شہر انگریزوں کے ہاتھ میں چلا گیا اُدھر چارلس کو بھی ہالینڈ والے اُس دن سے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے جب جلاوطنی کی حالت میں اُنھوں نے اُس کے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔ سینوں میں یہ کینے تو مدت سے چلے ہی آتے تھے افریقہ کے ساحل پر انگریزی اور ولندیزی جہازوں میں جاہلانہ جھڑپ ہو جانے سے یہ آگ پورے زور کے ساتھ بھڑک اُٹھی اور ۴ مارچ ۱۶۶۵ء کو انگلستان اور ہالینڈ کے درمیان جنگ کا اعلان ہو گیا۔ دوسرے سال فرانس و انگلستان کی بھی ٹھن گئی اور لوئی چہاردہم ولندیزوں کا طرفدار ہو گیا۔ جنگ مطلقاً سمندر ہی میں ہوتی رہی امیر یارک نے جو انگلستان کے جنگی بیڑے کا سردار تھا۔ ۳۔ جون ۱۶۶۵ء کو لوسٹاف واقع سفاک کے قریب غنیم پر بحری فتح پائی لیکن اُس فتح سے اپنی بے تدبیری کے باعث زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکا بادشاہ کو جنگ جاری رکھنے کے لیے پارلیمنٹ سے ایک مبلغ کثیر کی منظوری لینی پڑی اور پارلیمنٹ نے ساڑھے بارہ لاکھ پاؤنڈ کی منظوری اس شرط پہ دی کہ یہ روپیہ صرف جنگ پر خرچ کیا جائے یہ قید ارکان پارلیمنٹ نے اس ڈر سے لگا دی تھی کہ مبادا سب روپیہ بادشاہ کے درباری مصارف ہی میں ختم ہو جائے ؛

انھیں ایام میں لندن ایک بلائے مہیب کی لپیٹ میں آگیا۔ اس زمانے کے غلیظ و کثیف شہروں میں وبائیں آئے دن آیا کرتی تھیں۔ لندن کی گلیاں ایسی تنگ تھیں کہ مکانوں کی بالائی منزلوں

لندن میں وبا ۱۶۶۵ء

میں برائے نام فصل باقی رہ گیا تھا۔ کچی مٹی کے فرش سڑی ہوئی سیالی متعفن خوراک اور کوڑے کرکٹ سے اٹے رہتے تھے۔ ان حالات میں ضرور تھا کہ جب گرمی تیز ہو تو تھوڑا بہت وبائی مادہ اپنے ساتھ لیتی آئے ۱۶۶۵ء کا موسم گرما ایسا سخت تھا کہ اس سے پہلے کسی کو ایسی گرمی سے پالا نہ پڑا تھا مئی کے مہینے میں وبائے طاعون نے جو سارے براعظم یورپ میں پھیلی ہوئی تھی لندن میں آ کر نکالا اور اسکی شدت

گرمیوں بھر بڑھتی رہی تا آنکہ ماہ ستمبر میں ایک دن کے اندر پندرہ سو اور تین ہفتے کی مدت میں چوبیس ہزار نفوس تلف ہو گئے۔ کم مکان ایسے باقی بچے ہوں گے جن کے دروازوں پر صلیب احمر کا نشان طاعون زدگی کی علامت کے طور پر نمودار نہ ہو۔ شہر میں ایک ہو کا عالم تھا۔ گلیاں آیند و روند سے خالی نظر آتی تھیں۔ راتوں کو اُن سنسان کوچوں میں نعش بردار گاڑی جس کی گھنٹی کی گونج بند تھی مُردے لاد کر لیجانے کے لیے گزرتی تھی اور گاڑی بان یہ آوازہ لگاتا جاتا تھا کہ "اپنے اپنے مردے نکال لاؤ"۔ وبا زدہ شہر کو چھوڑ کر سب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ اہل دربار مبعوثین دارالعوام یہاں تک کہ ڈاکٹر اور پادری بھی شہر سے فرار ہو گئے جاں بلب بیماروں کے حلق میں پانی چوانے مُردوں کی آنکھیں بند کرنے اور زندوں کو دلاسا دینے کے لیے صرف ایک مٹھی بھر خدا ترس جاں فروشوں کی جماعت باقی رہ گئی جس میں زیادہ تر فرقہ متقشفین کے ایذا رسیدہ مناہی کرنے والے شامل تھے۔ جوانمرد جرنیل مانک جو امیر کبیمال ہے مارل کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا اور لندن کا رئیس بلدیہ لارنس اور بعض دوسرے ہمدرد ان قوم بھی اس خطرۂ عظیم کا مقابلہ کرنے کے لیے سینہ سپر ہو گئے اور برابر لندن میں موجود رہے تاکہ شہر کا امن و امان قائم رکھیں اور بلاکشان شہر کے مصائب میں ڈکیتی اور بدعملی کی نئی آفتوں کا اضافہ نہ ہونے دیں۔

جب جاڑے آئے تو ایک لاکھ بندگان خدا کی بھینٹ لے چکنے کے بعد وبا رخصت ہو گئی۔ لیکن ممکن نہ تھا کہ اس کے جاتے ہی ملک کی تجارت اور اہل ملک کی ثروت و خوشحالی اپنی اصلی حالت پر یک بیک عود کر آئے۔ ادھر ولندیزی جنگ جس کی پریشانیوں نے لوگوں کو جان سے بیزار کر دیا تھا برابر جاری تھی۔ ڈنکرک اور شمالی فورلینڈ کے درمیانی میدان پر ایک جنگ جس میں ایک طرف امیرال بحر البیل اور شہزادہ روپرٹ اور دوسری طرف ولندیزی سپہ سالار ڈی رائٹر تھا چار شبانہ روز ہوتی رہی لیکن فتح کسی فریق کو بھی نہ ہوئی۔

جنگ میدان ۱۶۶۶ء۔

ان آفتوں سے ابھی چھٹکارا نہ ہوا تھا کہ بیٹھے بٹھائے ایک اور نئی افتاد آ پڑی۔ یعنی ۲ ستمبر ۱۶۶۶ء کو پل لندن کے متصل محلہ پڈنگ لین میں ایک نانبائی کے تنور کی آنچ زیادہ تیز ہو جانے سے محلے میں آگ لگ گئی۔ اس وقت پروا ہوا چل رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے آگ کے شعلوں کو لے اڑے اور شہر کی گنجان آبادی کے

لندن میں آتش زدگی ۲ ستمبر ۱۶۶۶ء

چوبی مکانات خشک ایندھن کی طرح جلنے لگ گئے۔ تین دن تک یہ آگ لگاتار بھڑکتی رہی اور آخرہ بڑی مشکلوں میں بادشاہ اور امیر یارک کی جاں فشاں کوششوں سے سرد ہوئی۔ آگ کے بجھانے کی تدبیر اُنھوں نے یہ کی تھی کہ ٹمپل بار بائی کارنر اسمتھ فیلڈ اور بعض دوسرے محلوں کے کچھ کچھ مکانات بھک سے اڑا دیئے جس سے مکانوں میں فصل واقع ہو گیا اور شعلے اس فصل کو عبور نہ کر سکے۔ بہرحال نقصان نہایت خوفناک ہوا۔ تیرہ ہزار دو سو سکونتی مکان اور نواسی گرجا جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے اس کے علاوہ شہر کی کمپنیوں کا دفتر ساہوکارہ کی عمارت جنگی خانہ اور کلیسائے سینٹ پال بھسم ہو گیا۔ لیکن آخر میں یہی آگ جو نمونۂ قہر ایزدی تھی دلیل رحمت باری ہو گئی اس لیئے کہ اس نے اُن ناپاک چوبی مکانوں کو جو عفونت میں سنڈاس سے بھی بدتر تھے زمین کے برابر کر دیا اور اُن نجس کنووں اور نلوں کو جن کا زہریلا پانی اہل شہر پیا کرتے تھے راکھ اور کنکر پتھر سے پاٹ دیا۔ اب اینٹوں کے پختہ مکانات تعمیر کیے گئے اور آب نوشیدنی کے جزو غالب کا ذخیرہ چشمہ چیڈول میں قائم کیا گیا جو ضلع ہرٹفرڈشائر میں واقع ہے۔ اس چشمے سے ایک نہر کاٹ کر لائی گئی جو نئی نہر کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ نہر سر ہیو میڈلٹن نے ۱۶۱۹ء میں تیار کی تھی۔

نئی نہر کی آبرسانی ۱۶۲۰ء

ملک پر تو چاروں طرف سے یہ مصیبتیں آرہی تھیں اور کلیرنڈن بیڑے کو جنگ کے لیئے ازسرنو تیار کرنے کے لیئے دارالعوام سے مزید رقم طلب کر رہا تھا۔ لیکن اراکین دارالعوام کا یہ شبہہ اب قوی ہو چلا تھا کہ اُن کا دیا ہوا سب روپیہ شاہی دربار رنگ رلیاں منانے میں اڑا دیتا ہے۔ چنانچہ تنقیح حسابات کے لیئے اُنھوں نے ایک مجلس کے تقرر کا باصرار مطالبہ کرنا شروع کیا۔ چارلس خوب جانتا تھا کہ حساب کی جانچ پرتال سے اُس کا سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ اس لیئے اُس نے رقمی مطالبہ سے دست کش ہونے اور صلح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ مئی ۱۶۶۷ء میں اُس نے لوئی کو بیچ میں ڈال کر بریڈا میں مجلس صلح کے انعقاد کا انتظام کرایا۔ لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ ولندیزا امیرالبحر دی رائٹر ساٹھ جہازوں کے ساتھ دریائے میڈوے کو چیرتا ہوا دفعۃً آگے بڑھا اور چیتھم کے مقام پر تین جنگی جہازوں کو آگ لگا دینے کے بعد اس نے دریائے ٹیمس کا ناکہ بند کر دیا۔ انگریزوں کو جب معلوم ہوا کہ باوجود اس قدر صرف کثیر کے اُن کا جنگی بیڑا خود اپنے دریا کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا تو سخت برافروختہ ہو

صلحنامۂ بریڈا ۱۶۶۷ء

ولندیزی بیڑا انگریزی جہازوں کو دریائے میڈوے میں آگ لگا دیتا ہے۔

اور اپنا غصہ اُنھوں نے کلیرنڈن پر نکالا جو ایک عرصے سے بادشاہ اور قوم دونوں کی نظروں سے گرا ہوا تھا۔ صلحنامہ پر دستخط ہوتے ہی اُنھوں نے اُس پر الزامات قائم کر دیئے اور وہ فرار ہو کر فرانس چلا گیا جہاں اپنی کتاب موسوم بہ "تاریخ بغاوت عظیم" لکھ چکنے کے بعد جلاوطنی کی حالت میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اُس کی بیٹی این ہائڈ کا عقد ۱۶۶۱ء میں امیر کبیر یارک سے ہو گیا تھا اور انگلستان کی ملکہ میری اور ملکہ این اسی این ہائڈ کے بطن سے تھیں۔

کلیرنڈن کا جلاوطن ۱۶۶۷ء

کلیرنڈن کے عزل کے ساتھ ہی پارلیمنٹ میں اُس زبردست فریق کی قوت ٹوٹ گئی جو شہسواروں کے نام سے موسوم تھا۔ چارلس اب اپنی ہی رائے پر چلنے لگا اور اُس کے عہد حکومت کا باقی حصہ پارلیمنٹ کو زک دینے کی انتہائی کوششوں میں صرف ہوا۔ کچھ عرصہ سے پریوی کونسل کے ان اراکین نے جو بادشاہ کے مشیران خاص میں درجۂ امتیاز رکھتے تھے ایک مجلس خاص کا نظام قائم کر لیا تھا جو "کیبل" کہلانے لگی تھی۔ "کیبل" ایک فرانسیسی لفظ ہے جس کے معنی انجمن کے ہیں اور "کیبل" دلی بھگت، اسی سے ماخوذ ہے۔

وزارت "کیبل" ۱۶۶۷ء لغایت ۱۶۷۳ء۔

انگلستان کے موجودہ "کابینہ" کی ابتدا اسی مجلس سے ہوئی۔ یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اُس زمانے کے کابینۂ وزارت کے پانچ اراکین کلفرڈ آرلنگٹن بکنگھم آیشلے اور لاڈرڈیل کے ناموں سے موسوم تھے اور ان ناموں میں سے ہر ایک کے ابتدائی حرف کو اگر ملایا جائے تو لفظ "کیبل" بن جاتا ہے۔ آیندہ چھ سال تک یہ وزرا بادشاہ کے معتمدین وندیمان خاص بنے رہے اور ساری قوم کو اُن سے ایسی سخت نفرت ہو گئی کہ آج کے دن تک لفظ کیبل برے معنوں میں لیا جاتا ہے۔

دراصل یہ بیچارے چارلس کی خفیہ سازشوں کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ کچھ مدت سے لوئی چہاردہم نے ہالینڈ پر جو ہسپانیہ کے مقبوضات سے تھا دست درازی شروع کر رکھی تھی۔ ۱۶۶۸ء میں اُس کی پیش قدمی کی خطرناک رفتار نے ہالینڈ کو خوفزدہ کر دیا اور ڈی وٹ نے برطانوی سفیر متعینۂ ہیگ سر ولیم ٹمپل کی مدد سے ہالینڈ سویڈن اور انگلستان کے درمیان جو تینوں کے تینوں پراٹسٹنٹ ممالک تھے ایک "اتحاد ثلاثہ" قائم کر کے لوئی پر ایسا دباؤ ڈالا کہ اُسے

اتحاد ثلاثہ جنوری ۱۶۶۸ء

ایکس لاشاپل کے مقام پر ہسپانیہ کے ساتھ صلح کرتے ہی بنی۔ اس کا توڑ لوئی نے یہ سوچا کہ چارلس کے ساتھ ایک ایسا سمجھوتہ کرے جس کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ چارلس پارلیمنٹ کو کیتھولک فریق کی حمایت یا فرانس کی طرف داری پر آمادہ نہ کر سکنے کی وجہ سے پہلے ہی بگڑا بیٹھا تھا۔ اس لیئے لوئی کا داؤں چل گیا اور دونوں تاجداروں کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ بمقام ڈوور قلمبند ہوا جس میں چارلس نے اس شرط پر اپنے کیتھولک ہونے کا

ڈوور کا خفیہ معاہدہ ۱۶۷۰ء

اعلان کرنے اور ولندیزوں کے مقابلے میں فرانسیسیوں کو مدد دینے کا وعدہ کیا کہ اس کے معاوضے میں اُسے تین لاکھ پاؤنڈ سالانہ دیا کرے اور دوسرے اگر رعایا آمادۂ فساد ہو جائے تو اُس کی کمک کے لیئے فرانسیسی فوج انگلستان بھیجنے کا بیڑا اٹھائے۔ صرف کلفرڈ اور آرلنگٹن کو جو کیتھولک تھے اس معاہدہ کا علم تھا اور وہ بھی کل حقیقت سے پورے پورے آگاہ نہ تھے۔ سال آیندہ یعنی ۱۶۷۱ء میں چارلس کو جنگی بیڑے کے مصارف کے لیئے دارالعوام سے ایک بیش قرار رقم کی منظوری ملی اور اس کے بعد اُس نے پارلیمنٹ کو پونے دو سال کے لیئے ملتوی کر دیا۔

بدعہدی سے چارلس اب بددیانتی پر اتر آیا اور کلفرڈ کے مشورے سے اُس نے خزانۂ عامرہ کو بند کر دیا۔ لندن کے زرگروں اور مہاجنوں کا مدت سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ لوگ جو روپیہ اُن کی کوٹھیوں میں امانتہً جمع کرتے تھے وہ گورنمنٹ انگریزی

قومی دیوالہ ۱۶۷۲ء

کو قرض دے دیتے تھے اور اصل رقم مع سود اُنھیں سرکاری محاصل میں سے وقت پر مل جایا کرتی تھی ۱۶۷۲ء میں اس قومی قرضہ کی بابتہ شاہی خزانے کے ذمہ کم وبیش تیرہ لاکھ پاؤنڈ کی رقم واجب الادا تھی۔ یکایک اس مضمون کے ایک شاہی فرمان نے تمام انگلستان میں ایک کھلبلی سی ڈال دی کہ ایسی کوئی رقم اب مجرانہ دی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اُن تمام لوگوں پر جن کا امانتی روپیہ زرگروں نے قرض دیا تھا مصیبت کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا اور قوم کا دیوالہ نکل گیا۔ کہیں ولیم اور میری کی تخت نشینی کے وقت جا کر یہ برسوں کا قرض ادا ہوا۔

رعایائے انگلستان کے دل میں یہ صریح حق تلفی ابھی کانٹے کی طرح کھٹک ہی رہی تھی کہ امیر یارک نے کھلم کھلا اپنے رومن کیتھولک ہونے کا اعلان کر دیا اور چارلس نے لگے ہاتھوں ایک "فرمان مسامحت" کے اجرا سے تمام اُن قوانین پر خط تنسیخ کھینچ دیا جو فرقۂ

فرمان مسامحت ۱۶۷۲ء

رومن کیتھولک اور فرقہ مخالفین کلیسائے انگلستان کے خلاف نافذ کیے گئے تھے۔ ان سب پر طرہ یہ کہ اُس نے علانیہ لوئی کے ساتھ مل کر ولندیزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا بظاہر اب ہالینڈ کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی لیکن تقدیر کے رستے نرالے ہیں۔ ڈی وٹ ایک بلوے میں قتل ہوگیا۔ اور نوجوان ولیم امیر آنج برسر اقتدار ہوا یہ نوجوان اس مشہور ولیم کا پروتا تھا جس نے الزبتھ کے

ہالینڈ کے ساتھ دوسری جنگ ۱۶۷۲ء۔

عہدِ حکومت میں ہالینڈ کو اغیار کی دستبرد سے بچایا تھا۔ اپنے بہادر جدِ امجد کی تقلید کر کے اُس نے بھی ولندیزوں سے ساحلی پشتے تڑوا کر ملک کے نشیبی علاقے کو سمندر کے پانی سے غرقاب کر دیا اور اس طور پر اتحادی افواج پسپائی پر مجبور ہوگئیں۔

چارلس کے پاس جب روپیہ نہ رہا تو آخر اُسے پارلیمنٹ کے انعقاد کی منظوری دینے اور ارا کین دارالعوام کی برہمی کا سامنا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اُنھوں نے پہلے تو چھوٹتے ہی اُس سے "فرمان مسامحت" منسوخ کرایا اور اس کے بعد "قانون آزمائش" کے

قانون آزمائش ۱۶۷۳ء۔

نام سے ایک ضابطہ نافذ کیا جس کے بموجب تمام دیوانی اور فوجی عہدہ داروں سے اقرار لیا جاتا تھا کہ ہم کلیسائے روما کے عقائد سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کلیسائے انگلستان کے طریقے کے مطابق اصطباغ لیں گے۔ اس ضابطے کے نفاذ کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر یارک کو عہدۂ امیر البحر سے مستعفی ہونا پڑا اور کلفرڈ اور آرلنگٹن بھی اپنی اپنی خدمتوں سے الگ ہو گئے۔ ایشلی کی بھی جسے امارت شیفٹسبری کا درجہ عطا ہوا تھا بادشاہ سے نزاع ہو گئی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اُسے

وزارت کیبل کا خاتمہ۔

ڈوور کے خفیہ عہد نامہ کے پوست کندہ حالات کا علم ہو گیا تھا اس طور پر "وزارت کیبل" ٹوٹ پھوٹ گئی اور وہ کلنک کا ٹیکا اپنے ساتھ لیتی گئی جو اُس کے عہد کی بدعنوانیوں نے اُس کے ماتھے پر لگایا تھا اُس کے بعد شیفٹسبری نے بادشاہ کی مخالفت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ پارلیمنٹ میں ایک نیا گروہ قائم ہو گیا جو

وزارت اور فریق اختلاف۔

"فریق دیہہ" یا "فریق اختلاف" کہلاتا تھا اور شیفٹسبری اس گروہ کا پیشوا بن گیا۔ اسی گروہ سے "وزارت" اور "فریق اختلاف" کی اُس تقسیم کی ابتدا ہوئی جو آج کے دن تک قائم ہے۔

یہ دیکھ کر کے پارلیمنٹ اپنے ارادے پر تلی ہوئی ہے چارلس نے حسب معمول سر تسلیم خم کردیا۔ چنانچہ اُس نے اپنا صدر اعظم امیر ڈینبی سر ٹامس آسبرن کو مقرر کیا جسے ارکین دار العوام اچھا سمجھتے تھے اور ۱۶۷۴ء میں ہالینڈ کے ساتھ صلح کرلی۔ اس کے جواب میں پارلیمنٹ نے بھی اُس کی دل جوئی کی اور رقم کی منظوری دینے میں فراخ حوصلگی سے کام لیا۔ چارلس کو بظاہر اب رعایا کی رضاجوئی یہاں تک مدنظر تھی کہ اُس نے ۱۶۷۷ء میں ڈینبی کو ولیم امیر آرنج کے ساتھ امیر یارک کی سب سے بڑی بیٹی میری کے عقد کے بارہ میں نامہ و پیام کرنے کی اجازت دیدی۔

ڈینبی کی وزارت ۱۶۷۴ء لغایت ۱۶۷۹ء۔

ولیم اور میری کا عقد ۱۶۷۷ء

اس رشتے سے لوگ بہت ہی خوش ہوئے اس لئے کہ ولیم اور میری دونوں کے دونوں پراٹسٹنٹ تھے اور چونکہ جیمز کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے اپنے باپ کے بعد وہی وارث تخت و تاج ہونے والی تھی۔

لیکن چارلس کی خفیہ ریشہ دوانیاں بدستور جاری تھیں اور وہ ابھی تک چپکے چپکے لوئی کے ساتھ برابر سازو باز کررہا تھا۔ ۱۶۷۵ء میں اُس نے لوئی سے ایک لاکھ بائیس ہزار پاؤنڈ سالانہ کا وظیفہ لے کر وعدہ کیا کہ لوئی کے استمزاج کے بغیر کسی طاقت سے کوئی جنگ یا کسی قسم کا معاہدہ نہ کریگا اور ۱۶۷۸ء میں جب دار العوام نے فرانس پر فوج کشی کرنے کے لئے اس سے اصرار کیا تو اُس نے ایک اور خفیہ معاہدہ کرکے پارلیمنٹ کی برطرفی کی غرض سے چوبیس ہزار پاؤنڈ کی مزید رشوت لوئی سے لے لی۔

چارلس لوئی سے وظیفہ لیتا ہے

اگرچہ یہ تمام معاملات خفیہ رکھے گئے تھے لیکن پھر بھی رعایا کے دل کو لگی ہوئی تھی کہ اُس کی جڑیں کاٹی جارہی ہیں۔ انھیں دنوں ایک بدمعاش پادری نے جس کا نام ٹائٹس اوٹس تھا ایک ایسی وحشت انگیز افواہ مشہور کی جس سے تمام انگلستان میں ہل چل پڑگئی۔ اوٹس نے جو اپنی ذاتی اغراض کے لیے فرقۂ جسوویٹ میں شامل ہوگیا تھا سر ایڈمنڈ بری گاڈفری نامی ایک حاکم عدالت کے اجلاس میں آکر جھوٹ موٹ یہ بیان لکھوا دیا کہ فرقۂ کیتھولک کے لوگوں میں بادشاہ کو مار ڈالنے اور کیتھولک حکومت قائم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس کے کچھ ہی دن بعد گاڈفری کو کسی نے سینٹ پینکراس کے گرجا کے قریب ایک کھائی میں قتل کردیا۔ لوگ سمجھے کہ یہ فرقۂ کیتھولک کی

پاپائی سازش ۱۶۷۸ء۔

کارستانی ہے جس نے اپنی سازش پر پردہ ڈالنے کی غرض سے گاڈفری کا کام تمام کر دیا ہے
چنانچہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو اس معاملے کی تحقیقات کے لیے ایک مجلس
مقرر کی گئی۔ اس اثنا میں ایک شخص مسمی کول مین کے پاس سے جو امیر یارک کی بیگم کا معتمد
تھا کچھ کاغذات برآمد ہوئے جن کے مطالب نے ارکان مجلس کو تشویش میں ڈال دیا
اور دارالعوام کی سراسیمگی اس حد کو پہنچ گئی کہ فوراً ہی اس مضمون کا ایک قانون نافذ کر دیا گیا کہ
بجز امیر یارک کے اور کوئی کیتھولک پارلیمنٹ میں داخل نہ ہونے پائے اس کے بعد
پورے ڈیڑھ سو سال تک کوئی کیتھولک پارلیمنٹ کا رکن منتخب نہ ہوا۔ لیکن حکومت نے
اسی پر بس نہ کیا۔ اس کی بدگمانیاں فرقۂ کیتھولک پر ابھی اور بھی نئے نئے ستم ڈھانے
والی تھیں اوٹس کی ہر دلعزیزی روز بروز بڑھتی گئی اور یہ دیکھ کر کہ جاسوسی ایک چلتا ہوا
جادو ہے اُس نے اور دوسرے مخبروں نے حلفیہ اظہار دے دے کر بہت سے ناکردہ گناہ
کیتھولکوں کو سولی پر لٹکوا دیا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور و معروف لارڈ اسٹیفرڈ ایک
حق پرست اور نیک نفس امیر تھا جو اپنی بیگناہی کی دہائی دیتا ہوا ۱۶۸۰ء میں قتل کیا گیا
چارلس اپنے یاران مجلس کے حلقہ میں بیٹھا ہوا اس خونِ ناحق کا تماشا دیکھ دیکھ کر ہنستا تھا
اور ذرا تعرض نہ کرتا تھا۔ ادھر شیفٹسبری جو لارڈ ڈینبی کو اکھاڑ پھینکنے کی فکر میں تھا جلتی آگ پر
اور تیل ڈالتا جاتا تھا۔

اس مدت میں شاہ لوئی نے ہالینڈ اور ہسپانیہ کے ساتھ صلح کر لی تھی اور جانبین نے
نیمگوں کے مقام پر عہد نامہ پر دستخط بھی کر دیئے تھے۔ اب چونکہ وہ چارلس کی مدد سے بے نیاز
ہو گیا اس لیے اُس نے وظیفہ بھی موقوف کر دیا۔ اور رمانٹیگ (انگریزی سفیر متعینۂ پیرس)

عہد نامۂ نیمگوں ۱۶۷۸ء۔

نے جسے ڈینبی کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا تھا وہ تحریر جس میں وظیفہ
کے متعلق قرارداد ہوا تھا دارالعوام کو دکھا کر سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔
اس مراسلت پر ڈینبی کے دستخط ثبت تھے اور بادشاہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک یادداشت
بھی درج تھی۔ اراکین دارالعوام پر اس مراسلت کے دیکھتے ہی ایک بجلی سی گر پڑی۔ انگلستان
کا بادشاہ اور فرانس کا وظیفہ خوار ہو؟ اس سے بڑھ کر ذلت و رسوائی انگریزی قوم کے لیے

ڈینبی کا عزل ۱۶۷۹ء۔

اور کیا ہو سکتی تھی؟ دارالعوام نے اس قومی نمک حرامی کی پاداش میں
ڈینبی سے فوراً مواخذہ کیا اور چارلس نے مزید انکشافات کے خوف سے

پارلیمنٹ کو جو ساڑھے سترہ سال سے قائم چلی آتی تھی توڑ دیا۔
لیکن قوم اب پوری طرح سے چوکنی ہوگئی اور جب ۶۔ مارچ ۱۶۷۹ء کو دوسری پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آیا تو ڈینبی قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا جہاں وہ پانچ سال تک رہا اور دارالعوام نے امیر یارک کو کیتھولک ہونے کی پاداش میں وراثت تاج و تخت سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنے کی غرض سے ایک مسودۂ قانون مرتب کر ڈالا۔

سودۂ قانون محرومی کی منظوری کیلئے جد وجہد ۱۶۷۹ء تا ۱۶۸۱ء

مبعوثین قوم کی ان کارروائیوں سے خائف ہو کر بادشاہ نے جیمز کو ملک سے باہر بھیج دیا اور پارلیمنٹ کو جسے وجود میں آئے ہوئے دو ہی مہینے گزرے تھے برخاست کر دیا لیکن اس قلیل مدت میں شیفٹسبری نے ایک نہایت ہی مفید قانون جاری کرا لیا۔ یاد ہوگا کہ قبالۂ اعظم کے نفاذ کے وقت سے ہر انگریز کو یہ حق حاصل تھا کہ کسی الزام میں گرفتار ہونے پر حکم نامۂ چالان کے اجرا کی درخواست پیش کرے

قانون شہادت وجودی ۱۶۷۹ء

(دیکھو صفحہ ۲۰۷) لیکن حکام عدالت اور فرمانروایان وقت نے ایک مدت سے رعایا کے اس استحقاق کو پس پشت ڈال رکھا تھا اور ملزم کا عدالت میں حاضر ہونا یا نہ ہونا ان کی مرضی پر موقوف تھا۔ اب شیفٹسبری نے چارلس کی مخالفت کے باوجود "قانون شہادت شہودی" کے نام سے ایک آئینی ضابطہ کا مسودہ پیش کر کے اسے منظور کرا لیا۔ اس قانون کے نفاذ سے تمام خرابیوں کی اصلاح ہوگئی اور قانون کی عبارت ایسی صاف و صریح تھی کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہی نہ رہی۔

مسودۂ قانون محرومی کی منظوری کے لیے اب تک برابر جد و جہد ہو رہی تھی۔ نئی پارلیمنٹ کا اجلاس اکتوبر میں ہوا اور دارالعوام نے مسودہ کے بشکل قانون نافذ کیے جانے کی منظوری دے دی۔ لیکن ایک نہایت ہی قابل مدبر لارڈ ہیلی فیکس کی مخالفت کے باعث دارالامرا نے اسے نامنظور کیا۔ ہیلی فیکس "متوازن" کے لقب سے مشہور تھا یعنی اس شخص کی طرح جو ڈگمگاتی کشتی کا وزن قائم رکھنے کے لیے ایک سکان سے اٹھ کر دوسری سکان پر جا بیٹھتا ہے اور باری باری سے اسی طرح پہلو بدلتا رہتا ہے وہ بھی کسی فریق کو شیوۂ انتہا پسندی اختیار نہ کرنے دیتا تھا۔ اس وقت حالت یہ ہو رہی تھی کہ اگرچہ

امیر مانمتھ

پارلیمنٹ تو یہ چاہتی تھی کہ چارلس کے بعد امیر آرینج کی بیگم میری تخت نشین ہو لیکن شیفٹسبری امیر مانمتھ کے لیے جوڑ توڑ کر رہا تھا

جو چارلس کی ایک داشتہ کے بطن سے تھا اور بادشاہ کی اپنی اس اولاد ناجائز پر بڑی نظر التفات تھی۔ ہیلی فیکس کو شیفٹسبری کی تجویز میں بڑی بڑی خرابیاں نظر آتی تھیں اور اُس کا خیال تھا کہ مانمتھ کی جانشینی ملک کو کبھی راس نہ آئے گی۔ مانمتھ نہایت ہر دلعزیز تھا اور عوام میں "پراٹسٹنٹ امیر" کے عرف سے مشہور تھا اور شیفٹسبری نے اپنے منصوبے کی کامیابی کے لیئے مشہور کر رکھا تھا کہ چارلس موجودہ ملکہ کو عقد میں لانے سے پہلے مانمتھ کی ماں سے نکاح کر چکا تھا۔

پارلیمنٹ کی برطرفی جنوری ۱۶۸۱ء

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو جانشینی کے مسئلے میں ہیلی فیکس کے ہم خیال تھے۔ چنانچہ اس زمانے کے مشہور شاعر ڈرائیڈن نے ایک ہجویہ نظم لکھی تھی جس میں مانمتھ اور شیفٹسبری کو اپنے عہد کے ابسلام اور ایکیتھوفل ظاہر کر کے بتایا گیا تھا کہ یہ دونوں حکومت کے لیئے جوڑ توڑ کر رہے ہیں بہرحال بادشاہ اپنے بھائی امیر یارک کی طرفداری میں ثابت قدم رہا اور صورت حالات ایسی نازک ہو گئی کہ اُس نے پھر پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔

اب ملک میں دو زبردست جماعتیں پیدا ہو گئیں جنکی باہمی رقابت نے نظام سیاست کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک تو شیفٹسبری کا گروہ تھا جو "ارباب حاجت" کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست پیش کی تھی کہ مسودۂ قانون محرومی سے اتفاق کیا جائے۔ دوسرا گروہ "ارباب اغراض" کہلاتا تھا جو مسودے کے مخالف تھے۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا یہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو ازراہِ تحقیر "وھگ" اور "ٹوری" کے ناموں سے پکارنے لگیں۔

وھگ اور ٹوری۔

"ڈھگ" کھٹی چھاچھ کو کہتے ہیں اور یہ نام تعریضاً اسکاٹلینڈ کے باغیوں کو دیا گیا تھا۔ امیر یارک کے ہواخواہ شیفٹسبری کے طرفداروں کو اسی نام سے یاد کرتے تھے جس سے اُن کی یہ مراد تھی کہ اُن لوگوں نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کیا ہے۔ ٹوری آئرلینڈ کی سرکش رومن کیتھولک جماعت کا نام رکھا گیا تھا اور شیفٹسبری کا فریق امیر یارک کے جانبداروں کو چڑانے کے لیئے اسی نام سے پکارتا تھا کہ آئرلینڈ کے باغیوں کی طرح یہ بھی پراٹسٹنٹوں کے دشمن ہیں۔ لیکن آگے چل کر ان دونوں لفظوں کا اصلی مفہوم خبط ہو گیا اور وھگ سے تو وہ فریق مراد لیا جانے لگا جو زیادہ تر رعایا کے حقوق کا حامی ہوا اور ٹوری اُس

فریق کو کہنے لگے جو تاج کا طرفدار ہو چنانچہ آج کے دن تک ان الفاظ کے یہی معنی ہیں۔
ماہ مارچ ۱۶۸۱ء میں چارلس کی پانچویں پارلیمنٹ کا جو اُس کے عہد کی آخری پارلیمنٹ تھی آکسفرڈ میں اجلاس ہوا۔ فریق وھگ یہ سمجھ کر کہ رومن کیتھولک حکومت کے قیام کیلیے فی الحقیقت کوئی سازش کی جا رہی ہے اس موقع پر اپنے ہمراہ ایک مسلح جمعیت لیتا آیا اور اُن لوگوں کی اسی ایک حرکت نے اُن کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ عوام کو یہ اندیشہ دامنگیر ہونے لگا کہ خانہ جنگی اور ردعملی کا بازار کہیں ملک میں پھر گرم نہ ہو جائے۔ اسی لیے

آکسفرڈ پارلیمنٹ ۱۶۸۱ء

جب چارلس جمعیت خاصہ کا ایک زبردست دستہ لیے ہوئے آکسفرڈ پہنچا اور اُس کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ آرنج کی شہزادی نائب السلطنتہ نامزد کی جائے گی اور اس کی وفات پر گو نام کو جیمز بادشاہ کہلائے گا لیکن عنان حکومت درحقیقت شہزادی ہی کے ہاتھ میں رہے گی تو ایک بہت بڑی جماعت اُس کی تائید پر آمادہ ہو گئی اس کے کوئی ہفتہ بھر بعد کسی اعلان کے بغیر چارلس نے پارلیمنٹ کو یکایک توڑ دیا اور اس کے بعد کوئی پارلیمنٹ طلب نہ کی۔

غرض اس مقابلے میں چارلس کو کامل فتح نصیب ہوئی اور اُس کے مخالفین نے بری طرح منہ کی کھائی لارڈ شیفٹسبری پر مانمتھ کے ساتھ مل کر سازش کرنے کی علت میں بغاوت کا الزام قائم کیا گیا اور جب شہر کے نظمائے عدالت نے جو وھگ تھے ایک ایسی

شیفٹسبری کا زوال ۱۶۸۲ء

جوری کا انتخاب کیا جس کے اراکین اُس کے موافقین میں تھے تو چارلس نے لندن کی شاہی سند میں ایک خامی نکال کر دو نئے نظما کا انتخاب کرا لیا لیکن اس عرصے میں شیفٹسبری فرار ہو کر ہالینڈ چلا گیا جہاں سال بھر بعد ۱۶۸۳ء میں اُس کا انتقال ہو گیا وہ خود تو ڈوبا تھا۔ لیکن اپنے ساتھ اچھے اچھوں کو لے ڈوبا۔ فریق دھگ کو اس کے چلے جانے کے بعد بھی بادشاہ کے مقابلے میں غلبہ پانے کا حوصلہ باقی تھا مانمتھ کے رفیقوں اور ہوا خواہوں کی جماعت بہت بڑی تھی اور اُن میں لارڈ ولیم رسل لارڈ ایسکس الگرنان سڈنی لارڈ گرے اور لارڈ ہاورڈ کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے۔ اُن لوگوں نے اپنا ایک الگ جتھا قائم کر رکھا تھا یہ بات تو یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ آیا اُن لوگوں کی نیت

سازش رائی ہاؤس جون ۱۶۸۳ء

عامہ خلائق کو بغاوت پر ابھارنے کی تھی یا نہیں لیکن یہ ایک واقعہ ہے

کہ چند جیوٹ اور رہتھ چھٹ آدمیوں نے جن سے یہ لوگ قطعاً ناواقف تھے ۔ یہ سازش ضرور کی تھی کہ چارلس اور جیمز کی سواری جب نیو مارکٹ سے لندن کو جاتے ہوئے رائی ہاؤس سے گزرے جو ہرٹفرڈشائر میں ایک سونا مقام ہے تو دونوں کو قتل کردیا جائے اتفاق سے یہ سازش کھل گئی اور اگرچہ وھگ جماعت کے سرداروں کو اس کا کچھ علم نہ تھا پھر بھی بادشاہ کے قانونی مشیروں نے اُس موقع سے فائدہ اُٹھاکر ان پر مقدمات قائم کردئے ۔ ایسکس نے تو قلعۂ لندن میں بحالت اسیری خودکشی کرلی اور رسل اور سڈنی کی گردن ماری گئی ۔ لارڈ رسل ایک شریف النفس امیر تھا اور اُس کے احباب و رفقا کے دلوں میں اس کی بے انتہا قدر و منزلت تھی ۔ اُنھوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا کہ کسی طرح وہ جان سلامت لے کر نکل جائے ۔ ہانتمہ کے تعلق خاطر کا یہ حال تھا کہ وہ ملزم کی حیثیت سے رسل کے پہلو بہ پہلو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونے کے لئے تیار ہوگیا اور لیڈی رسل کچھ یادداشتیں قلمبند کر کے عدالت لیتی آئی تھی کہ اپنے خاوند کو جوابدہی میں مدد دے ۔ لیکن اس زمانے میں جب کہ حکام عدالت کے تقرر اور برطرفی کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر ہوتا تھا سرکاری مقدمات میں انصاف کی توقع رکھنا عبث تھا رسل اور سڈنی دونوں کے دونوں مجرم قرار دیئے گئے اور سبیل حریت میں جو اُن کے سامنے تھی دلیرانہ فدا ہوئے ۔

رسل اور سڈنی کا قتل ۔

اب ٹوری فریق کو حریفوں کی طرف سے کوئی کھٹکا نہ رہا ۔ اور وہ من مانی کارروائیاں کرنے لگے ۔ کچھ دنوں سے امیر یارک اس خدمت پر متعین تھا کہ اسکاٹلینڈ میں بدنصیب متعاہدین کا چن چن کر خاتمہ کردے ۔ اپنی خدمت مفوضہ انجام دیکر اب وہ واپس آگیا اور از سرنو امارت بحری کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا ۔ اسی کے ساتھ قانون آزمائش کی پابندیوں سے مستثنیٰ قرار پاکر اُسے بحیثیت رکن شاہی کونسل میں شریک ہونے کی اجازت بھی مل گئی ۔ جن شہروں نے فریق وھگ کی حمایت کی تھی اُن میں سے اکثر کی سند آزادی چھین لی گئی اور بعض وھگ سرداروں پر مقدمے چلائے گئے اور جرمانے کیے گئے چارلس کو لوئی کی طرف سے رشوت کے طور پر اب پھر سالانہ وظیفہ ملنے لگا جس کی غرض یہ تھی کہ چارلس ولیم امیر آرنج کا ساتھ نہ دے اور چونکہ اب اُس کے پاس علاوہ اُن چھ

پلٹنوں کے جو انگلستان سے باہر تعیں مستقل فوج بقدر نو ہزار کے موجود تھی اس لیے اپنی سلامتی کی طرف سے وہ ہر طرح مطمئن تھا۔ پادریوں نے بھی ہر جگہ اس اصول کی تلقین شروع کردی تھی کہ بادشاہ کی اطاعت ایک فرض موکد ہے غرض چارلس ان مختلف تدبیروں سے اپنی خودمختارانہ حیثیت قائم کرنے

مسئلہ "اطاعتِ فرض"

میں کامیاب ہو ہی چلا تھا کہ موت نے چشم زدن میں اُس کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے ۲۔فروری ۱۶۸۵ء کو اُسے دورہ اٹھا اور چند دن بعد اُسکا انتقال ہوگیا بستر مرگ پر ایک کیتھولک راہب نے جسے اُس کا بھائی امیر یارک خفیہ طور پر لے آیا تھا کلیسائے روما کی آخری رسوم اُس کے حق میں انجام دیں۔ اُن سے فراغت پاکر اُس نے اپنے تمام امرائے دربار اور اساقفہ کو طلب کیا اور اپنے قدیم ظریفانہ انداز میں اُن سے اس طرح مخاطب ہوا کہ "صاحبو معاف کرنا میں تو کبھی کا مرگیا ہوتا لیکن اس کمبخت موت ہی نے ناحق اتنی دیر لگا رکھی تھی" پھر دو ایک تلطف آمیز باتیں ناٹک کی گائن نل گوین سے کیں جو اُس کی منظور نظر تھی۔ ۶۔فروری ۱۶۸۵ء کو فرشتہ اجل آپہنچا اور "زندہ دل تاجدار" کا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا۔

———※———

باب بیسواں

دور انقلاب

جیمز ثانی ۱۶۸۵ء لغایت ۱۶۸۹ء

ولیم اور میری ۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء

(میری نے ۱۶۹۴ء میں وفات پائی)

اگر یہ دیکھنا چاہو کہ کس طرح ایک نیک نیت شخص محض اپنی کج رائی اور وعدہ خلافی سے چار سال کے اندر اندر ایک قوم کی قوم کو اپنا دشمن بنا سکتا ہے تو جیمز ثانی کے عہد حکومت پر نظر ڈال لو۔ چارلس ثانی کے زمانے میں اگرچہ پارلیمنٹ نے اُسے تخت و تاج سے محروم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اپنے بھائی کی وفات پر جب اُس نے یہ اعلان کیا کہ میں مذہب اور سلطنت کی اس شکل میں جو قانون نے قرار دی ہے، حمایت کروں گا تو سب لوگ مطمئن ہو گئے اور تاج شاہی اُس کے سر پر رکھا گیا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اکثر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ اگرچہ نیا بادشاہ از روئے عقیدہ کیتھولک ہے پھر بھی جب وہ وعدہ کر چکا ہے کہ حکومت میں انگریزی قانون کی پابندی ملحوظ رکھے گا تو ضرور ہے کہ اُسے اپنے عہد کا پاس ہو۔ گمان غالب یہی ہے کہ اول اول جیمز کا ایسا ہی ارادہ تھا لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ وہ پرلے درجے کا خود رائے تنگ نظر متعصب اور ضدی واقع ہوا تھا کسی مسئلے کو کسی دوسرے کے نقطۂ نظر سے دیکھنا اس کے لیئے محال تھا اور اس لیئے ایک آزاد قوم پر حکومت کرنے کی اس میں مطلق قابلیت نہ تھی۔

یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی کہ جیمز کا مذہب رومن کیتھولک ہے ایسی حالت میں اگر وہ اپنے عقائد کا پابند رہکر دوسروں کے عقیدوں سے تعرض نہ کرتا یا زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کرتا کہ کیتھولک فرقے کے جو لوگ انگلستان میں آباد تھے

جیمز ثانی کی سیرت اور اُس کے اغراض و مقاصد

اُنھیں اپنے مذہبی فرائض کا اذن عام پارلیمنٹ کی طرف سے مل جاتا تو عجب نہ تھا کہ اُس کی رعایا کے تمام طبقے مطمئن ہو جاتے اور کوئی فریق بھی ناخوش نہ رہتا۔ لیکن اُس کی خواہشیں اس سے بھی زیادہ وسیع تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ قانون آزمائش یک قلم منسوخ ہو جائے تاکہ سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر رومن کیتھولک مقرر کئے جا سکیں۔ اسی کے ساتھ وہ قانون شہادت شہودی پر بھی جس کے سبب سے وہ اپنے نکتہ چینیوں کو سزا سے قید نہ دے سکتا تھا خط تنسیخ کھینچنے کا آرزومند تھا تاکہ پھر وہ اپنے ہوا خواہوں کا ایک جتھا بنا کر انگلستان کو از سر نو مذہب کیتھولک کا حلقہ بگوش بنا دے۔ اسے یہ خیال نہ آیا کہ انگلستان کا آئین حکومت قبالۂ اعظم پر جان کے دستخط ثبت ہونے کے وقت سے روز افزوں قوت پکڑتا جاتا تھا اور اس آئین کے ملیامیٹ ہوئے بغیر اُس کی خواہشوں کا بر آنا محال تھا۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں اُس نے ہسپانوی سفیر سے کہا کہ جو بازی میں نے لگائی ہے یا تو یہ بالکل ہر جائے گی یا میں سب کچھ جیت کر رہوں گا۔ اس کوتاہ نظر فرمانروا کو اتنی تمیز نہ تھی کہ جو چال وہ چل رہا تھا اس میں ہار یقینی تھی۔

ابھی اس کی تاجپوشی کی رسم بھی عمل میں نہ آئی تھی کہ اُس کے حکم سے اُس کے کنیسے کے دروازے کھول دیئے گئے اور رومن کیتھولک طریق پر علی الاعلان عبادت ہونے لگی۔ اُس نے اساقف کو فہمائش کر دی کہ کیتھولک مذہب کے خلاف کسی پادری کو زبان کھولنے کی اجازت نہ دی جائے اور تمام اُن اشخاص کی رہائی کے احکام جاری کر دیئے جو حلف اطاعت نہ اُٹھانے کی علت میں قید کر دیئے گئے تھے۔

جیمز ثانی کی خودمختارانہ کارروائیاں

ان احکام کے بجائے خود مستحسن ہونے میں کلام نہیں اور ان کے اجرا کا مشورہ جیمز کو فرقۂ کوئیکر کے سربرآوردہ مقتدا پن نے دیا تھا جو اس وقت انگلستان میں موجود تھا اور جس کا اس پر بہت بڑا اثر تھا۔ چنانچہ بارہ سو کوئیکر اور اُس سے دگنے کیتھولک جو قید خانوں میں پڑے سڑ رہے تھے بیک گردش قلم آزاد ہو گئے لیکن اس سے اتنا ضرور ظاہر ہو گیا کہ جیمز ارا کین دار العوام بلکہ حکام عدالت تک کی رائے پوچھے بغیر کارروائی کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا جس کا ظہور ایک اور موقع پر

تھوڑے ہی عرصے بعد ہوا۔ سرکاری محاصل سے بادشاہ کو اپنے مصارف کے لیے جو رقم ملا کرتی تھی وہ عمر بھر کے لیے ہوتی تھی چارلس کا جب ماہ فروری میں انتقال ہوا تو اس رقم کا ایصال معاً موقوف ہوگیا اس لیے کہ نئے بادشاہ کے مداخل کی منظوری پارلیمنٹ کے فیصلے پر منحصر تھی اور پارلیمنٹ کا اجلاس مئی کے مہینے میں منعقد ہونے والا تھا چنگی کے محصول کی فراہمی اگر اس تین مہینے کی مدت تک رُکی رہتی تو تجارت درہم و برہم ہوجاتی۔ اس خیال سے وزیر سررشتہ متعلقہ لارڈ گلفرڈ کی یہ رائے ہوئی کہ چنگی کی تحصیل بدستور ہوتی رہے اور اجلاس پارلیمنٹ کے انتظار میں رقم اُٹھا بھی جائے۔ لیکن جیمز اپنی قوت کا سکہ جمانا اور اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے وزیر کی تجویز کو رد کر دیا اور حکم دیا کہ رقم جس طرح چارلس کو ایصال ہوا کرتی تھی اسی طرح بدستور اس کے حوالے کردی جایا کرے۔

لیکن مبعوثین کا انتخاب اس احتیاط سے کیا گیا کہ دارالعوام کے قریب قریب سارے اراکین بادشاہ کے طرفدار ہو گئے اور انھوں نے بلا تامل اس کے لیے تاحین حیات انیس لاکھ پاؤنڈ سالانہ کے مداخل کی منظوری دے دی اراکین دارالعوام اس لیے بھی خاص طور پر اپنی وفاداری جتانا چاہتے تھے کہ حال میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی تھی اس بغاوت کی کیفیت یہ ہے کہ سازش رائی ہاؤس کے بعد فریق وھگ کے جو لوگ فرار ہو کر ہالینڈ چلے گئے تھے اُن میں سے اکثر نے چارلس کے مرتے ہی مانمتھ پر زور ڈالا تھا کہ انگلستان جائے اور اہل ملک کو جیمز کے خلاف یہ کہکر اُبھارے کہ انگریزوں کا بادشاہ کیتھولک نہ ہونا چاہیے۔ مانمتھ جو برسیلز میں خاموشی سے قناعت کی زندگی بسر کر رہا تھا نہ چاہتا تھا کہ گھر سے باہر قدم رکھے لیکن اس کے صلاح کاروں کا اصرار غالب آگیا۔ اور بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ امیر آرگل جو خود بھی وطن چھوڑ کر پردیس میں پناہ گزیں تھا۔ اسکاٹلینڈ میں پہنچکر متعاہدین کو برانگیختہ کرے اور مانمتھ انگلستان کے مغربی علاقے کی طرف جائے۔

مانمتھ کی بغاوت

۱۱ ـ جون ۱۶۸۵ء

اس تجویز کے مطابق آرگل ۲ ـ مئی کو مانمتھ سے پہلے منزل مقصود پر پہنچ گیا اور اس کا قبیلہ کیمبل بھی اس کے واپس آنے کی خبر پاتے ہی اسکے جھنڈے تلے

آ جمع ہوا۔ لیکن ہالینڈ سے اور جو سردار اُس کے ہمراہ آئے تھے دخل در معقولات دے کر اُس کے منصوبوں کو بگاڑنے لگے۔ اُدھر شاہی افواج جنھیں اُس کے آنے کا علم ہو گیا تھا مقابلے کے لیئے کیل کانٹے سے لیس تھیں رہے متعاہدین سو اُن کا جزو غالب مرعوب

آرگل کی ناکامی اور بدانجامی ۱۶۸۵ء

ہو کر سر نہ اُٹھا سکا۔ غرض جب لڑائی ہوئی تو آرگل کی جمعیت تتر بتر ہو گئی اور وہ خود گرفتار ہو کر اڈنبرا بھیج دیا گیا جہاں ۳۰ جون ۱۶۸۵ء کو اُس کی گردن ماری گئی اُس پر بہت دباؤ ڈالا گیا کہ کسی طرح اُن لوگوں کا نام بتا دے جو اُس کے ساتھ بغاوت میں شریک تھے لیکن اس بہادر شخص نے آخر وقت تک کسی کے خلاف شہادت نہ دی اور مُنہ پر مہر خموشی لگائے دلیرانہ اپنی گردن تیغہ جلاد کے حوالے کر دی دارالعوام کے پیش دالان میں ایک تصویر آویزاں ہے جو آرگل کے آخری خوابِ راحت کے نام سے موسوم ہے۔ اس تصویر میں ایک طرف زمرۂ امرائے متعاہدین کا ایک سردار کھڑا ہے جس نے اپنی جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ اُمیدوار کو جو مرتے دم تک اپنے عہد پر ثابت قدم رہا قتل سے ایک گھنٹہ پہلے پابند زنجیر آرام و اطمینان کی میٹھی نیند سوتے دیکھ رہا ہے ؛

بغاوت سے جن جن لوگوں کو ذرا بھی تعلق تھا اُن سب کو سخت عبرت انگیز سزائیں دی گئیں۔ اور اکثر غلام بنا کر بیچ ڈالے گئے۔ قلعۂ ڈنوٹار میں ابھی تک وہ تہ خانہ نظر آتا ہے جس میں وحشی وہگ بھیڑ بکریوں کی طرح بند کر دیئے گئے تھے اور پھر جہازوں میں لاد لاد کر غلام بن کر فروخت ہونے کے لیئے امریکہ بھیج دیئے گئے

مانمتھ کو اول اول کسی قدر کامیابی ہوئی۔ مغربی اضلاع میں وہ بہت ہر دلعزیز تھا اور ۱۱ جون ۱۶۸۵ء کو بندرگاہ لائم واقع ضلع ڈارسٹ میں اس کا لنگر انداز ہونا تھا کہ اس علاقے کی آبادی "مانمتھ کی جے! مانمتھ کی جے!" کے نعرے لگاتی ہوئی اُس کے ساتھ آملی۔ ٹانٹن پہنچتے پہنچتے اُس کے ہمراہیوں کی تعداد چھ ہزار تک پہنچ گئی اور ٹانٹن میں وہ اس شان و شکوہ سے داخل ہوا کہ شہر کی گذرگاہوں پر اس کی آمد آمد کی خوشی میں رنگا رنگ پھریرے اُڑ رہے تھے اور پھولوں کے ہار لہرا رہے تھے۔ اہل شہر نے اس کا خیر مقدم عقیدت مندانہ گرمجوشی سے کیا

اور دوشیزہ لڑکیوں کے ایک جلوس نے ایک بائبل اور ایک تلوار اُس کی خدمت میں پیش کی۔ لیکن جن لوگوں نے اس طور پر اُس کا ساتھ دیا وہ صرف طبقۂ ادنیٰ کے لوگ تھے۔ شرفا اور اہل کلیسا سب بادشاہ کے طرفدار تھے یا کم از کم یہ رائے رکھتے تھے کہ اگر کسی پراٹسٹنٹ کو مداخلت کا حق حاصل ہے تو یہ حق آرنج کی شہزادی میری اور اُس کے شوہر کے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔ اکثر اشخاص اس لیے بھی برہم تھے کہ کیوں مانمتھ نے ٹانٹن کے بازار میں اپنی بادشاہی کا اعلان روا رکھا درحالیکہ

مانمتھ کی بادشاہی کا اعلان
۲۰ جون

اُس نے اپنے اعلان عام میں مشہور کیا تھا کہ اُس کے آنے کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ ایک آزاد پارلیمنٹ قائم کی جائے اس اثنا میں شاہی فوجیں اُس کے مقابلے کے لیے ایک فرانسیسی سپہ سالار لوئی ڈیورا الملقب بہ لارڈ فیورشام کی سرداری میں یلغار کرتی ہوئی بڑھ رہی تھیں۔ مانمتھ کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑا اور کٹ کر وہ ۵ جولائی ۱۶۸۵ء کو سجمور کے مقام پر جو برج واٹر کے قریب واقع ہے حریف سے دوچار ہوا شاہی افواج

جنگ سجمور
۵ و ۶ جولائی ۱۶۸۵ء

نے صف بندی ایک میدان میں کی تھی جس کی حفاظت کیلیے ایک گہری خندق کھدی ہوئی تھی جو سبکس رائن کے نام سے مشہور تھی مانمتھ جسے اس خندق کا حال معلوم نہ تھا آدھی رات گزرنے کے ایک گھنٹہ بعد غنیم پر ناگہانی تاخت کے ارادے سے اپنی فوج لے کر روانہ ہوا اور دلدلوں کو چیرتا ہوا بڑھا۔ رستے میں اُس کی مڈبھیڑ شاہی فوج کے ہراول دستوں سے ہوئی جنھیں اس نے ایک ہی جھڑپ میں درہم برہم کر دیا۔ لیکن خندق پر پہنچتے ہی اس کی پیش قدمی رُک گئی اور غنیم کے ہزیمت خوردہ دستوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ علی الصباح اُس کی فوج کا جو کسانوں اور کوئلہ کھودنے والوں سے مرکب تھی بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ گھمسان کا رن پڑا اور اگرچہ اس کے ساتھیوں نے جان ہتھیلی پر رکھکر خوب ہی داد مردانگی دی لیکن آخر شکست فاحش کھا کر اُنھیں راہ گریز اختیار کرنی پڑی۔ دو دن بعد مانمتھ ایک کھائی کے اندر اس حال میں پڑا پایا گیا کہ بھوک سے اُس کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ گرفتار کر کے اُسے لندن لے آئے جہاں ۱۵ جولائی کو وہ قتل کر دیا گیا۔ جان بڑی پیاری ہوتی ہے۔ پہلے تو

اُس نے جان بخشی کے لیے بڑے عجز و الحاح سے التجا کی۔ لیکن جب یہ التجا کسی طرح قبول ہوتی نظر نہ آئی تو شیوۂ مردانگی اختیار کر کے اُس نے آخر وقت میں دلیرانہ جان دی مرنے کے بعد مانمتھ کی جیب میں افسوں کے زور سے قید خانے کا دروازہ کھولنے اور غنیم کے حربے کا دار روکنے کے لیے کچھ منترا ور ٹوٹنے پائے گئے جس سے اُس زمانے کی اوہام پرستی پر ایک عجیب روشنی پڑتی ہے۔ جنگ سجمور سب سے آخری بڑی لڑائی تھی جو انگلستان میں واقع ہوی۔ اس جنگ میں دو مشہور و معروف شخص شریک تھے۔ چرچل جو آگے چل کر امیر کبیر مارلبرو کے لقب سے ملقب ہوا شاہی فوج میں کپتان تھا اور ڈینیل ڈیفو جو کتاب رابنسن کروسو کا نامور مصنف ہے مانمتھ کی فوج میں سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا۔

بغاوت کا تو خاتمہ ہوگیا لیکن حکومت کے بیدردانہ انتقام کا سلسلہ دیر تک قائم رہا۔ کرنیل کرک جو ایک وحشی اور سفاک شخص تھا برج واٹر میں فوج کا کماندار مقرر ہوا۔ اس کے سپاہی از راہ تعریض "کرک کی بھیڑیں" کہلاتے تھے اس لیے کہ اگرچہ اُن کے علم پر بھیڑ کا نشان بنا ہوا تھا لیکن تندخوئی اور خونخواری میں وہ بھیڑیوں سے کم نہ تھے۔ کرک کے حکم سے ان بہائم سیرت سپاہیوں نے جوق کے جوق قیدیوں کو سولی پر لٹکا دیا اور نہایت بیدردی سے ان کی لاشوں کو جلتی قیر کے شعلوں میں جھونک دیا لیکن تشدد کی یہ داستان ابھی ختم ہونے والی نہ تھی۔ ستمبر کے مہینے میں میر عدل جفریز جو اکھڑپن اور وحشیانہ پن میں کرک سے بھی بڑھا ہوا تھا چار دوسرے حاکمان عدالت کے ساتھ بنڑکاے بغاوت کے مقدمات کی سماعت پر مامور ہوا۔ یہ عدالت اپنے سفاکانہ کارناموں کے لحاظ سے آجتک "خونی عدالت" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے فیصلوں کی بنا پر پورے تین سو بیس آدمی دار پر کھینچے گئے اور آٹھ سو بیس غلام بنا کر جزائر غرب الہند میں بیچ ڈالے گئے ضلع سامرسٹ میں کوئی سڑک ایسی نہ تھی جس کے کنارے انسانوں کی لاشیں پڑی ہوئی نظر نہ آتی ہوں اور کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جس میں یہی خوفناک منظر دیکھکر لوگوں کے جسم پر رونگٹے

کرک کی بھیڑیں

خونی عدالت ستمبر ۱۶۸۵ء

نہ کھڑے ہو جاتے ہوں۔ نیک نہاد اسقف کین نے جیمز سے رحم کی بہتیری التجا کی لیکن اس کا پتھر دل نہ پسیجا پر نہ پسیجا۔ جو کچھ خونی عدالت کرتی تھی وہ برابر اس پر صاد کرتا جاتا تھا۔ اِدھر جفریز کی شقاوت کا یہ عالم تھا کہ بدنصیب قیدیوں کو اپنی بیہودہ یاوہ گوئی اور وحشیانہ تمسخر سے چڑاتا اور ذلت پر ذلت دیتا تھا۔ ایک شریف النفس بی بی ایلیس لائل کا سر صرف اتنی سی خطا پر قلم کر دیا گیا کہ اُس نے دو آفت کے ماروں کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ اس بے پناہ ہنگامہ دار و گیر میں صرف انھیں کی جان بچنے پائی جو چپکے سے بڑی بڑی رقموں سے ارکان عدالت کی مٹھی گرم کر سکے۔ گروہ در گروہ قیدی بادشاہ کے منظور نظر حاشیہ نشینوں کے حوالے کر دیئے جاتے تھے کہ انھیں غلام بنا کر فروخت کر ڈالیں۔ اور ملکہ کی خواصوں نے بیش قرار نذرانے اُن لڑکیوں کو معافی دلوا کر وصول کیئے جنھوں نے مانمتھ کو بائبل اور تلوار نذر دی تھی؛

جیمز نے بغاوت سے ایک اور فائدہ یہ بھی اُٹھایا کہ اپنی فوج کی تعداد بقدر دس ہزار جوانوں کے بڑھالی اور ان پر کئی ایسے رومن کیتھولک افسر مقرر کیئے جنھوں نے قانون آزمائش کی شرائط پوری نہ کی تھیں۔ لارڈ گلفرڈ اور پریوی کونسل کے صدر نشین لارڈ ہیلی فیکس نے اگرچہ صاف گوئی سے کام لیکر جیمز کو جتا دیا کہ پارلیمنٹ کے مقابلے میں وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے لیکن فرانس سے وہ پہلے ہی وظیفہ لینے کا بندوبست کر چکا تھا اور اس کے علاوہ اُسکی فوجی جمعیت بھی زبردست تھی ایسی حالت میں اُسے کسی کی مخالفت کی کچھ پروا نہ تھی ہیلی فیکس کو برطرف کر کے اُس نے سنڈرلینڈ کو جو اُس کی مزاج شناسی کا فن خوب جانتا تھا پریوی کونسل کی صدارت پر مامور کیا اور کچھ ہی دن بعد وزارت خزانہ کا قلمدان جفریز کے سپرد کیا۔ اس تدبیر سے کونسل میں اُس کی مخالفت بالکل دب گئی اس لیئے کہ سب سے زیادہ با اختیار جفریز تھا جس نے شاہی اقتدارات کی حمایت کی قسم کھائی تھی؛

کیتھولک افسروں کا تقرر۔

انھیں ایام میں لوئی چہاردہم تاجدار فرانس نے عہد نامہ نانٹیز (دیکھو صفحہ ۲۹۴) کو منسوخ کر کے فرانس میں پراٹسٹنٹ مذہب کی بیخ کنی کا تہیہ کر لیا تمام پراٹسٹنٹ پادری

جلا وطن کر دیئے گئے لیکن رعایا کے لیئے نقل وطن کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

تنسیخ عہدنامۂ نانٹیز اکتوبر ۱۶۸۵ء

اور سواروں کے متعدد رسالے اطراف واکناف ملک میں اس ہدایت کے ساتھ بھیج دیئے گئے کہ جو شخص رومن کیتھولک طریق عبادت میں شریک نہ ہو اُس کی گردن اُڑادی جائے اور عبرت انگیز ایذائیں دی جائیں۔ یہ تشدد ایسی بے حیائی کے ساتھ اور ظالمانہ طور پر عمل میں لایا گیا کہ باوجودیکہ حکومت کی طرف سے ہر طرح کی احتیاط کی گئی پھر بھی دولاکھ سے اوپر پراٹسٹنٹ کسی نہ کسی حیلے سے فرار ہوکر ہالینڈ سوٹزرلینڈ جرمنی اور انگلستان میں جا بسے۔ ان میں سے بعض نے کلیسا کے دامن میں جا پناہ لی بعض نے فوجی ملازمت اختیار کرلی اور انگلستان میں تو اُن کی کثرت یہاں تک ہوئی کہ لندن کا سارا حلقہ اسپٹل فیلڈس پراٹسٹنٹ ریشم بافوں کی نوآبادی کے لیئے وقف ہوگیا۔ غرض لوئی کے مذہبی تعصب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی رعایا کا سب سے زیادہ محنتی، ہنرمند اور متمول طبقہ وطن چھوڑ کر غیر ملکوں میں جا آباد ہوا۔ اور اس طور پر گویا اُس نے اپنے ہاتھوں اپنا گھر لٹا دیا۔

ناکردہ گناہ پراٹسٹنٹوں کو ایک کیتھولک بادشاہ کے جور و بیداد کا یوں تختۂ مشق بنتے دیکھکر اہل انگلستان پر ایک سناٹا سا چھا گیا لیکن جیمز جس کی آنکھوں پر حسب معمول اپنی رعایا کے دلی جذبات کی طرف سے بے پروائی کی پٹی بندھی ہوئی تھی لوئی کے اس کرتوت پر اور الٹا خوش ہوا۔ اجلاس پارلیمنٹ ۱۶۸۵ء کے انعقاد پر جب ارکین دارالعوام نے اُس سے شکوہ کیا کہ کیتھولک افسروں کا تقرر منشائے قانون کے خلاف ہے تو اُس نے اُنھیں یہ کہکر سختی سے جھڑک دیا کہ آپ لوگوں کو مجھ پر اعتبار نہیں ہے۔ اُنھوں نے تو اُس کی جھڑکی سہ لی لیکن امرا کو اس کی

قانون آزمائش کی خلاف ورزی پر پارلیمنٹ کا اعتراض ۱۶۸۵ء

برداشت نہ ہوئی اُنھوں نے اُس سے صاف صاف کہدیا کہ قانون آزمائش کو یوں اپنی مرضی سے کالعدم کردینا بادشاہ کے حیطۂ اختیار سے باہر ہے۔ بات بڑھتی دیکھکر جیمز نے ماہ دسمبر ۱۶۸۵ء میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہی برخاست کردیا اس کے بعد پھر کبھی اس پارلیمنٹ کا اجلاس نہ ہونے پایا بلکہ وقتاً فوقتاً ملتوی

ہوتی رہی اور دو سال بعد توڑ دی گئی جیمز کو پارلیمنٹ کے انعقاد کی اجازت دینے میں کوئی عذر تو نہ تھا بشرطیکہ مبعوثین اُس کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں لیکن یہ صورت کبھی رونما نہ ہونے پائی ؛

اس طور پر جیمز نے جمہور کی مخالفت کو روک دیا لیکن لوگوں کی زبان کو روکنا اُس کے بس میں نہ تھا ان دنوں لندن کے قہوہ خانے لوگوں کے روزانہ میل جول کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ اول اول ایک ترکی سوداگر نے کرامول کے زمانے میں ایک قہوہ خانہ کھولا تھا۔ اس کے بعد ان کا رواج ایسا عام ہوا کہ شہر کے تمام حصوں میں قہوہ نوشی کی ایک ایک دکان قائم ہو گئی۔ ہر شخص اپنی پسند کی دکان میں وقت مقررہ پر پہنچ جاتا تھا اور وہاں اپنے خاص خاص دوستوں سے ملتا تھا۔ یہ صحبتیں بڑی پُر لطف ہوتی تھیں۔ قہوے کا دور چلتا تھا تمباکو کے دھوئیں اُڑتے تھے اور معاشرت کے حسن و قبح ادب کے نکات سیاست کے رموز یا مذہب کے مسائل پر گرما گرم مباحثے ہوتے تھے۔

لندن کے قہوہ خانے

قہوہ خانۂ ول واقع کاونٹ گارڈن کی طرح جن قہوہ خانوں میں لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت تھی اُن پر بجائے خود چھوٹی چھوٹی پارلیمنٹوں کا گمان ہونے لگا تھا اور اُن کا اثر اس قدر بڑھ گیا تھا کہ چارلس ثانی نے ۱۶۷۵ء میں انھیں بند کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس پر ایسا شور و غل مچا کہ چارلس کو دوبارہ اُن کے کھولنے کی اجازت دینی پڑی اور اب یہ حالت تھی کہ لوگ ان میں بیٹھے ہوئے ہر روز بادشاہ کی انوکھی حرکتوں کے چرچے کیا کرتے تھے ؛

لیکن جیمز کو عام رائے کی بہت ہی کم پروا تھی۔ پارلیمنٹ کے ملتوی ہوتے ہی اُس نے بطور خود سر رشتۂ عدالت کے تمام ارکان کی رائے دریافت کی کہ آیا اُسے قانون میں شان استثنا پیدا کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ ان میں سے چار جج کو شخصوں نے جی کڑا کر کے کہہ دیا کہ پارلیمنٹ سے جدا ہو کر اُسے شخصی طور پر ہر گز کوئی ایسا اختیار حاصل نہیں جیمز نے انھیں موقوف کر دیا اور ان کے بجائے ایسے عہدہ دار مقرر کیے جو اُس کی ہر بات کی تائید و تصدیق پر آمادہ تھے۔ اس کے بعد وہ یہ چال چلا کہ ایڈورڈ ہیلس کو

اختیارات استثنا

جو کیتھولک مذہب کا پیرو تھا اور جس کا تقرر اُس نے ڈوور کی گورنری پر کیا تھا قانون آزمائش کی شرائط بجا نہ لانے کے الزام میں مقدمہ قائم کرا دیا۔ جب مقدمے کی سماعت ہوئی تو ہیلس نے یہ عذر پیش کیا کہ بادشاہ نے مجھے آزمائش سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ عدالت کے ارکان پہلے ہی بادشاہ سے ملے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے ہیلس کی اس عذر داری کو واجبی تسلیم کر کے اُس کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔

قانون کا منہ یوں چڑانے کے بعد جیمز نے یہ رویہ اختیار کر لیا کہ کلیسائے انگلستان کے پیروؤں کو سرکاری خدمتوں سے برطرف کرتا تھا اور اُن کی جگہ کیتھولک مقرر کر دیتا تھا۔ اب ایک اور نیا طریقہ جو رسم خلوت کے نام سے مشہور ہے اس کے معمولات میں داخل ہو گیا یعنی وہ ارکان دولت کو اپنے خلوت خانے میں الگ لے جا کر دریافت کرتا تھا کہ اُنھیں قانون آزمائش کے خلاف رائے دینی منظور ہے یا نہیں۔ اگر کوئی بدنصیب انکار کرتا تھا تو بہت جلد اپنی خدمت سے برطرف کر دیا جاتا تھا۔ خود جیمز کے حقیقی برادران نسبتی کو جو ہر طرح سے حکومت وقت کے وفادار تھے یہی خمیازہ کھینچنا پڑا۔ بڑا بھائی لارڈ کلیرنڈن آئرلینڈ سے واپس بلا لیا گیا اور اُس کے بجائے ایک کیتھولک امیر لارڈ ٹرکانل کی تعیناتی عمل میں آئی۔ چھوٹے بھائی لارڈ راچسٹر کے ساتھ بھی جو خزانے کا افسر اعلیٰ تھا یہی سلوک ہوا۔ جنگی بیڑے کا نائب امیر البحر آرتھر ہربرٹ بھی خدمت سے ہٹا دیا گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جیمز نے چار کیتھولک امرا اور اپنے خاص پادری پیٹر کو جو فرقہ جیسوئٹ سے تعلق رکھتا تھا پریوی کونسل کا رکن بنا لیا۔

سرکاری خدمتوں پر کیتھولکوں کا تقرر

جیمز نے عدالت عالیہ قسیسیہ کو جس کی موقوفی ۱۶۴۱ء میں عمل میں آئی تھی از سر نو قائم کیا اور جفریز کی صدارت میں سات ارکان اس عدالت کے لیے مقرر کیے۔ ایک پادری ڈاکٹر شارپ نے ایک اختلافی مسئلے پر گرجا میں تقریر کی تھی۔ اسقف لندن کامپٹن سے مطالبہ ہوا کہ ڈاکٹر شارپ کو معطل کر دیا جائے لیکن اُس نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا۔ اس پر اس عدالت نے

عدالت عالیہ قسیسیہ سنہ ۱۶۸۶ء

خود کامپٹن ہی کو معطل کر دیا۔

اب قصر وہایٹ ہال میں بادشاہ کے لیے ایک نیا کیتھولک کنیسہ تعمیر کیا گیا اور ایک اور کنیسہ شہر کے اندر دول خارجہ کے سفیروں میں سے ایک کے واسطے بنایا گیا کیتھولک راہبوں کے مختلف طبقے لندن میں آباد ہونے لگے اور فرقہ جیسوئٹ نے سیوائے میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا

ہونسلو کی چھاؤنی

لوگوں کا پیمانہ صبر و تحمل اب لبریز ہو گیا اور خود جیمز کو بھی اُن کی برافروختگی کا احساس ہونے لگا۔ شہر میں کئی مقامات پر بلوے ہوگئے اور اس خیال سے کہ مبادا عام بغاوت ہو جائے جیمز نے اہل لندن کو مرعوب کرنے کے لیے ہونسلو میں تیرہ ہزار فوج کی چھاؤنی قائم کر دی۔ اس کے بعد کلیسائے انگلستان کے طریقے سے اباکرنے والے فریق کی امداد حاصل کرنے کی امید پر جیمز نے بتاریخ ۴ اپریل ۱۶۸۷ء ایک اور فرمان اس اعلان کے ساتھ جاری کیا

فرمان مراعات ۴ اپریل ۱۶۸۷ء

کہ فرقہ کیتھولک اور نیز اہل خلاف یعنی کلیسائے انگلستان سے اختلاف رکھنے والی جماعت کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی وہ اپنے اپنے طریقے پر عبادت کر سکیں گے اور قانون آزمائش کی کسی دفعہ کی پابندی کے بغیر سرکاری خدمتوں پر مامور ہو سکیں گے۔ اہل خلاف کی ایک قلیل جماعت نے اس فرمان کے اجرا پر گرمجوشی کے ساتھ مسرت و امتنان کا اظہار کیا لیکن جو اعیان قوم زیادہ نکتہ رس اور دور اندیش تھے تاڑ گئے کہ بادشاہ محض اپنے طرفداروں کے لیے رستہ صاف کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے ایک ایسی مراعات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے دینے کا قانوناً اُسے کوئی اختیار نہ تھا۔

غرض جیمز نہایت بیدردانہ طریق پر اہل انگلستان کی آئینی آزادی کو روندنے میں مصروف تھا۔ پاپائے انوسنٹ یازدہم نے جو ایک نیک نفس اور دانشمند شخص تھا اُسے لکھ لکھ کر بہتیرا سمجھایا کہ تحمل اور میانہ روی سے کام لے۔ شاہ لوئی نے

جیمز کی پنبہ در گوشی

بھی بار بار اُسے محتاط ہونے کا مشورہ دیا۔ اور تو اور خود اُس کی کیتھولک رعایا نے اُس سے بمنت التجا کی کہ قانون ملک کے مطابق حکومت کرے۔ لیکن وہ بھلا کسی کے صلاح و مشورے کو کب خاطر میں

لانے والا تھا۔ اُس کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور پادری پیٹر کا جادو اُس پر کچھ ایسا چلا ہوا تھا کہ اُس کے دل میں یہ بات پختہ طور پر جم گئی کہ اگر میں نے استقلال سے اپنا وطیرہ قائم رکھا تو بالآخر لوگ مجھے اپنا ہی خواہ سمجھ کر سر تسلیم خم کر دیں گے۔

اب اُس نے یونیورسٹیوں کے معاملات میں بھی مداخلت شروع کر دی ایک کیتھولک پادری ڈاکٹر میسی کو کرائسٹ چرچ کالج آکسفرڈ کا ناظم دینیات مقرر کیا۔ دارالعلم کیمبرج میں ڈاکٹر پکل کو اس خطا پر معطل کر دیا کہ اُس نے ایک کیتھولک راہب کو سند فضیلت عطا نہ کی تھی اور آکسفرڈ کے میگڈلین کالج کے فیلوؤں "دشرکا" کو اس الزام میں کالج سے نکال دیا کہ وہ ایک کیتھولک ڈاکٹر پارکر کو اپنا صدر نشین منتخب کرنے پر رضامند نہ تھے۔ اس کے مہینہ بھر بعد جیمز نے پارلیمنٹ کو جس کا کوئی اجلاس دو سال سے نہ ہوا تھا توڑ دیا اور نئے انتخابات کی تیاریاں شروع کیں۔ ہر ضلع کے حاکم اعلیٰ نائب حاکم اعلیٰ اور افسران عدالت سے دریافت کیا جاتا تھا کہ آیا وہ ایسے وکلا کے انتخاب کی تائید کے لیے تیار ہیں یا نہیں جو قانون آزمائش اور قوانین تعزیری کے خلاف رائے دینے پر آمادہ ہوں گے۔ اور جس شخص کا جواب نفی میں ہوتا تھا اس کی بجائے کوئی دوسرا شخص مقرر کر دیا جاتا تھا۔ ان سب باتوں پر یہ واقعہ مستزاد ہوا کہ پاپائے روما کا سفیر دربار انگلستان میں مقرر ہو گیا اور جیمز نے اُس کے استقبال کی رسم بڑے کرّ و فر سے ادا کی۔

شرکائے میگڈلین کالج کا اخراج۔ ۱۶۸۷ء

مدبرین انگلستان کو اب یقین ہو گیا کہ اگر جیمز کی جابرانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لیے جلد کوئی تدبیر اختیار نہ کی گئی تو ملک میں اندھیر مچ جائے گا چنانچہ انھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے خفیہ طور پر ایک قاصد ولیم امیر آرنج کے پاس اس پیغام کے ساتھ ہالینڈ بھیجا کہ آیئے اور اہل انگلستان کے حقوق اور آزادی کی حمایت کا بیڑا اٹھایئے۔ ولیم اس دعوت کے قبول کرنے کو بالکل آمادہ تھا اس لیے کہ خود وہ اور یورپ کے تمام پراٹسٹنٹ والیان ملک جیمز کے حلیف لوئی چہاردہم کی روز افزوں طاقت سے بے حد خائف ہو رہے تھے اور اُن کی مصلحت اسی امر کی مقتضی تھی کہ

ولیم امیر آرنج سے نامۂ پیام مئی ۱۶۸۸ء

انگلستان پر اٹسٹنٹ قوت کا ایک زبردست مرکز بنا رہے لیکن سر دست دو باتیں ولیم کے انگلستان آنے کی سنگ راہ تھیں۔ اول تو اُس کو اس اطمینان کی ضرورت تھی کہ انگریزی قوم کے تمام فریق اُس کا ساتھ دیں گے۔ دوسرے ہالینڈ فرانسیسی فوج کی دستبرد کی زد میں تھا اور اس خطرے کی موجودگی میں وہ اپنا ملک چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا نہ سکتا تھا۔ لیکن چند مہینے بعد واقعات نے کروٹ بدلی اور اُس کے لیے رستہ صاف ہو گیا۔ یعنی ماہ ستمبر ۱۶۸۸ء میں لوئی کی جرمنی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اب اُسے اپنی ہی پڑ گئی اور ولیم پوری طرح آزاد ہو گیا۔

اس عرصے میں انگلستان کے اندر بڑے بڑے اہم واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ ۱۰ جون ۱۶۸۸ء کو شاہ جیمز کے محل میں بیٹا پیدا ہوا۔ اُس کی دوسری ملکہ میری شہزادی ماڈینا اتنی مدت سے بے اولاد چلی آتی تھی کہ کسی کو امید نہ تھی کہ اس کی گود کبھی بھرے گی۔ اور لوگ اس خیال سے بادشاہ کی بے عنوانیوں کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کر رہے تھے کہ جب اُس کا انتقال ہو گا تو میری شہزادی آرنج کے تخت نشین ہوتے ہی تمام معاملات سدھر جائیں گے اب یہ امید بھی جاتی رہی

جیمز کے بیٹے کا تولد ۱۰ جون ۱۶۸۸ء

اور اگرچہ جیمز تو مارے خوشی کے جامے میں پھولا نہ سمایا لیکن تمام قوم کے دل پر مایوسی چھا گئی۔ لوگوں کو تو یہ بھی باور نہ آتا تھا کہ نوزائیدہ بچہ حقیقت میں ملکہ کے بطن سے تولد ہوا ہے۔ وہ برابر یہی کہتے تھے کہ یہ کسی غیر کا بچہ ہے جو چپکے سے لا کر ملکہ کی گود میں ڈال دیا گیا ہے تاکہ وارث تاج و تخت ایک کیتھولک شہزادہ ہو اور عوام کا مدتوں یہی خیال رہا۔

اس کم نصیب بچے کے پیدا ہونے سے ایک مہینہ پہلے جیمز نے دوسرا فرمان مراعات مکرر صادر کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ تمام پادری آئندہ سبت اور اس سے بعد والے سبت کے روز اسے اپنے اپنے گرجاؤں میں پڑھ کر سنائیں۔ اس فرمان کا صدور سراسر خلاف قانون تھا اور پیروان کلیسائے انگلستان اس کے مطالب کو اپنے عقیدے کے خلاف بھی سمجھتے تھے۔ چنانچہ سات اسقفوں نے جن میں کنٹربری کا صدر اسقف سنکرافٹ بھی شریک تھا ایک محضر جس پر سب کے دستخط ثبت تھے

سات اساقفہ کا محضر

تھے اس التجا کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا کہ پادریوں کو اپنے ضمیر کے خلاف فرمان مراعات کے پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ جیمز کو اس پر سخت طیش آیا اور یہ سن کر اُس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اول تو اُن ایام سبت میں جن کا حوالہ اُس کے حکم میں درج تھا کسی پادری نے فرمان مذکور پڑھا ہی نہیں اور اگر کسی نے پڑھا بھی تو لوگ گرجا سے اُٹھکر چلے گئے۔ اب جیمز نے حکم دیا کہ حکومت وقت کے خلاف محضر مرتب کرنے کی علت میں اساقفہ پر مقدمہ چلایا جائے۔ اور جب اُنھوں نے ضمانت داخل کرنے سے انکار کرکے صرف ذاتی مچلکہ دینا چاہا تو اُنھیں قلعۂ لندن میں قید کر دیا گیا۔

قوم کے تیور آخر بگڑ گئے۔ سارے انگلستان میں ایک آگ سی لگ گئی اور جب وہ کشتی جس میں اساقفہ سوار تھے دریائے ٹیمز میں سے ہوتی ہوئی قلعۂ لندن کی طرف چلی تو لوگوں کا ایک جم غفیر دریا کے کنارے جمع ہو کر قیدیوں کے ساتھ باواز بلند ان الفاظ میں اظہار ہمدردی کرنے لگا کہ اُن پر خدا کی رحمت ہو۔ ان کو خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے!" برسٹل کا اسقف ٹریلانی بھی ان سات اسقفوں میں شامل تھا۔ اہل انگلستان کے جذبات میں جو عام ہیجان اس وقت پیدا ہو گیا تھا اُس کا اندازہ اس ایک واقعے سے ہو سکتا ہے کہ دور دست مغربی اضلاع کے کسانوں کی زبان پر بھی یہ الفاظ جاری تھے کہ ٹریلانی کا کوئی بال تو بیکا کر دیکھے کارنوال کے تیس ہزار کڑیل جوان اس کی خاطر مرنے مارنے کو تیار کھڑے ہیں۔

جب مقدمے کی سماعت کا دن آیا تو بڑے بڑے مشہور قانون دان اس مقدمے کی پیروی کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے خواہشمند نظر آئے۔ خلقت کے ہجوم کا یہ حال تھا کہ عدالت کے چاروں طرف کوسوں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہوئے تھے۔ ارکان جوری اس حالت میں

اساقفہ کے مقدمے کی سماعت ۲۹ و ۳۰ جون ۱۶۸۸ء

اگر ملزموں کو مجرم قرار دینا بھی چاہتے تو انھیں اس کی ہمت نہ پڑتی۔ آخر جب اس فیصلے کا اعلان ہوا کہ ملزموں پر

جرم ثابت نہیں ہے تو شہر گھنٹیوں کی ٹن ٹن سے گونج اُٹھا۔ گرجاؤں میں لوگوں کے ہجوم سے تل رکھنے کو جگہ نہ رہی جابجا اظہار مسرت وشادمانی کے لیے الاؤ روشن کیے گئے اور لوگوں کی از خود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف وہ چلاتے اور نعرے مارتے تھے بلکہ مارے خوشی کے رونے لگتے تھے یہ جیمز ہونسلو میں تھا کہ ساری چھاؤنی میں یک بیک ایک غلغلۂ عظیم بلند ہوا جب اُس نے اُس شور وغل کی وجہ دریافت کی تو لارڈ فیورشام نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں بات صرف اتنی ہے کہ چھاؤنی کے سپاہی خوش ہو رہے ہیں کہ اساقفہ الزام سے بری ہو گئے۔ جیمز نے بگڑ کر کہا کہ خوب! تمھارے نزدیک یہ بات کچھ ہے ہی نہیں اچھا رہ تو جائیں ان کو بھی قدر عافیت معلوم ہو گی لیکن ان کو تو قدر عافیت کیا معلوم ہو گی البتہ چار مہینے بعد خود جیمز کو ضرور معلوم ہو گئی۔

سانوں اساقفہ ۳۰ جون کو رہا ہوئے اور اُسی دن امیر البحر ہربرٹ ایک معمولی ملاح کے بھیس میں ولیم کے پاس ایک خاص پیغام دعوت لے کر گیا جس پر متعدد امرا کے دستخط تھے

امیر آریج کو بلاوا ۳۰ جون ۱۶۸۸ء

دستخط کرنے والوں میں فریق ٹوری کا نمائندہ لارڈ ڈینبی فریق وِگ کا امیر ڈیون شائر کلیسا کا اسقف کامپٹن اور جنگی بیڑے کا لارڈ ایڈ ورڈ رسل تھا مبعوثین جمہور لارڈ شریوسبری لارڈ لملی اور ہنری سڈنی تھے

ولیم کو اب اطمینان ہو گیا کہ سارا انگلستان اُس کا ساتھ دے گا۔ ۲۰ ستمبر کو جب لوئی جرمنی کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف تھا اُس نے اس مضمون کا ایک اعلان جس کی بہت جلد سارے انگلستان میں شہرت ہو گئی جاری کیا کہ ایک آزاد اور قانونی پارلیمنٹ کے قیام کی غرض سے میں شہزادی میری کے شوہر ہونے کی حیثیت سے فوج لیے ہوئے انگلستان آرہا ہوں۔

اب جیمز کے حواس ٹھکانے ہوئے۔ اضلاع کے برطرف شدہ حاکمان اعلیٰ کو اُس نے بحال کر دیا۔ یونیورسٹیوں سے جو شرکا خارج کیے گئے تھے وہ بھی پھر داخل کر لیے گئے۔ شہروں کی سند آزادی جو چھین لی گئی تھی از سر نو واپس دی گئی اور سپادری پیٹر بھی کونسل سے الگ کر دیا گیا۔ لیکن تلافی مافات کا وقت اب گزر چکا تھا ۵ نومبر ۱۶۸۸ء کو ولیم تیرہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ٹوربے

کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا اور اگرچہ شروع شروع میں مانتھ کی بغاوت کے خوفناک انجام کو یاد کر کے لوگوں نے اُس کے ساتھ آملنے میں تامل کیا لیکن زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ امرا اور شرفا کا ایک جم غفیر اُس کے جھنڈے تلے آجمع ہوا۔ یہ خبر سن کر جیمز کو کچھ بہت زیادہ تشویش نہ ہوئی۔ وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ ولیم شمال کی طرف سے حملہ آور ہوگا۔ اور اسی لیے اُس نے اپنی فوج کا ایک دستہ بھی اسی سمت میں اُس کا آگا روکنے کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ اب اُس نے ان تمام پلٹنوں کو واپس طلب کر کے مغربی علاقے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تاکہ ولیم کا تعلق ملک کے باقی تمام حصوں کے ساتھ منقطع ہو جائے اور پھر وہ ایک اتنی بڑی فوج ولیم کے مقابلے میں لائے کہ ایک ہی حملے میں اُس کے پاؤں اُکھڑ جائیں۔ غرض ۱۹ نومبر کو وہ سالسبری کے مقام پر اپنے لشکر سے آملا۔ لیکن تاریخ نے اس مرتبہ اپنے آپ کو معمول کے موافق پھر دہرایا اور جو تلخ تجربہ دو سو سال پہلے رچرڈ کو ہوا تھا وہی جیمز کے آگے آیا۔ جن لوگوں کو وہ اپنا دوست سمجھے ہوئے تھا اُن سب کے سب نے وقت پر اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لارڈ چرچل اور بہت سے دوسرے افسر اور سپاہی ولیم کی فوج میں جا ملے اور شہروں کے عامل کھلم کھلا پراٹسٹنٹ فریق کے طرفدار ہو کر ولیم کا دم بھرنے لگے۔

ولیم کی لنگر اندازی ۵ نومبر ۱۶۸۸ء

اور تو اور خود جیمز کی حقیقی بیٹی این اپنے شوہر جارج شہزادۂ ڈنمارک کے ساتھ بھاگ کر ڈینبی کے پاس ناٹنگھم چلی گئی۔ بدنصیب بادشاہ جس کا ساتھ مصیبت کے وقت سب نے چھوڑ دیا تھا چاروں طرف سے مایوس ہو کر بے یارومددگار لندن واپس آیا اور اپنی بی بی اور بچے کو فرانس روانہ کر کے خود بھی رخت سفر باندھ کر اُن کے پیچھے پیچھے چلا ہی تھا کہ چند ماہی گیر اُسے پکڑ کر ولیم کے پاس لے آئے۔ لیکن ولیم کے مصالح اس امر کے مقتضی نہ تھے کہ وہ انگلستان میں رہے۔ اُس نے دکھاوے کے لیے جیمز کو راچسٹر میں نظر بند تو کر دیا لیکن پہرے کا انتظام عمداً ایسا کیا کہ جیمز اگر چاہے تو آنکھ بچا کر نکل جائے۔ چنانچہ ۲۳ دسمبر ۱۶۸۸ء کو وہ

جیمز کا فرار ۲۳ دسمبر ۱۶۸۸ء

کسی روک ٹوک کے بغیر راہی فرانس ہوگیا۔ روانگی سے قبل اُس نے وہ تمام نوشتہ
جو انتخاب مبعوثین کے لیئے سپرد قلم ہوئے تھے تلف کر دیئے اور شاہی مہر دریا
میں پھینک دی۔ اس کارروائی سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ تمام معاملات کو درہم
اور دفتر حکومت کو پراگندہ کرتا جائے۔ اسی کے ساتھ اُسے امید تھی کہ وہ بہت جلد
واپس آکر ایک فرانسیسی فوج کی مدد سے اپنی سلطنت کو بزور شمشیر پھر فتح کرلے گا
جب وہ فرانس پہنچا تو لوئی چہار دہم نے بڑے اعزاز و اکرام سے اُس کا خیر مقدم
کیا اور اُس کو اور اُس کی ملکہ کو ایک شاہی محل میں اُتارا ؎

اس طور پر انقلاب حکومت کامیابی کے ساتھ وقوع میں آیا اور
خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پایا لندن میں عوام الناس کے ہجوم نے اگرچہ اس
موقع پر کیتھولک کنیسوں کو لوٹا لیکن وزیر خزانہ جفریز کے علاوہ جس کی طرف
سے اُن کے دل میں خاص نفرت بیٹھی ہوئی تھی اور کسی کو ذرا نقصان نہ پہنچایا جفریز

جفریز کا انجام

ڈر کے مارے ویپانگ کے ایک شراب خانے میں جا چھپا
تھا۔ رئیس بلدیہ نے جب اُسے امان دے کر صحیح و سلامت
قلعہ لندن میں بھجوا دیا تو اُس کی جان میں جان آئی۔ اور اسی قید کی حالت میں
اگلے سال اس کا انتقال ہوگیا ؎

قصر سینٹ جیمز سے جیمز کی دائمی رخصت کے چند ہی گھنٹے بعد ولیم
اس شاہی محل میں داخل ہوا۔ انگریزی اسکاٹلینڈی اور ولندیزی فوجیں لندن
کے مختلف مقامات میں تعینات کی گئیں اور از سر نو امن و امان قائم ہوگیا۔
کچھ دن بعد دار الامرا کے اراکین کا اجلاس منعقد ہوا اور چونکہ دار العوام موجود نہ تھا
اس لیئے ایک صدر مجلس قائم کی گئی جس میں اُن تمام مبعوثین کے علاوہ جو چارلس ثانی
کے عہد میں رکن پارلیمنٹ تھے رئیس بلدیہ لندن ملک التجار اور لندن کی
مجلس شوریٰ کی ایک کمیٹی کو شامل کر لیا گیا۔ اب دار الامرا اور اس صدر مجلس نے

خلوئے تخت سلطنت
۲۳ر دسمبر ۱۶۸۸ء لغایت
۱۳ر فروری ۱۶۸۹ء

متفقہ طور پر ولیم سے درخواست کی کہ سر دست عنان حکومت
اپنے ہاتھ میں لیکر انگلستان کے تمام انتخابی حلقوں کے
نام اس مضمون کا ایک گشتی مراسلہ جاری کرے کہ ایک

بیش آئی کہ انگلستان کے دستور اساسی کی رو سے پارلیمنٹ کی طلبی بادشاہ ہی کی جانب سے عمل میں آسکتی تھی اور اس وقت ملک میں کوئی بادشاہ موجود نہ تھا۔ غرض جب ۲۲ جنوری ۱۶۸۹ء کو اس مجلس کا اجلاس ہوا تو بہت کچھ ردّ و قدح کے بعد یہ بات طے پائی کہ ولیم اور میری کے بادشاہ و ملکہ ہونے کا اعلان کیا جائے اور حکومت صرف ولیم کرے۔ کیونکہ ولیم اس بات کو قبول نہ کرتا تھا کہ اُس کی حیثیت محض نائب السلطنت کی ہو اور میری بھی چاہتی تھی کہ تمام اختیارات سے اپنے شوہر کے حق میں دست کش ہو جائے۔

لیکن امرا اور عوام نے عزم بالجزم کر لیا کہ پہلے بادشاہ کے اقتدارات کی حدود معین کر دی جائیں تاکہ پھر کسی نزاع کا احتمال باقی نہ رہے۔ چنانچہ اُنھوں نے "اعلان حقوق رعایا" کے نام سے ایک مسودۂ قانون مرتب کیا جس نے چند مہینے بعد باضابطہ طور پر قانون کی شکل اختیار کر لی۔ اس دستاویز میں بطور تمہید جیمز پر یہ الزام لگانے کے بعد کہ اُس نے قوانین ملک کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی تھی اُنھوں نے حسب ذیل دفعات درج کیں (۱) عدالت عالیہ قسیسہ کا قیام خلاف قانون تھا (۲) بادشاہ کو پارلیمنٹ کے استمزاج کے بغیر قوانین کو موقوف یا منسوخ کرنے یا رعایا پر محصول لگانے یا مستقل فوج رکھنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ (۳) رعایا کو حق حاصل ہے کہ بادشاہ کی خدمت میں عرض مدعا کے لیئے کوئی محضر پیش کرے۔ (۴) مبعوثین کا انتخاب آزادانہ طور پر عمل میں آنا لازمی ہے۔ مبعوثین کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں تقریر کی پوری آزادی ملنی چاہیئے اور پارلیمنٹ کے اجلاس وقتاً فوقتاً منعقد ہونے چاہیئں تاکہ رعایا کی شکایات رفع ہو سکیں اور قوانین کی بنیاد مضبوط ہو (۵) اراکین جوری کا انتخاب دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ ہونا چاہیئے اور مقدمات خلاف ورزی یا سرکار میں ضرور ہے کہ وہ معافی داروں کی حیثیت رکھتے ہوں (۶) سنگین جرمانے نہ ہونے چاہیئیں اور بے دردانہ اور غیر معمولی سزائیں نہ دی جانی چاہیئں

مسودۂ قانون حقوق رعایا ۱۶۸۹ء

(۷) آئندہ کے لیئے انگلستان کا تاجدار ہرگز ایسا شخص نہ ہونا چاہیئے جو کیتھولک عقائد رکھتا ہو۔ ؛

اس اعلان کے بعد مسودہ نگاروں نے بیان کیا کہ اہل انگلستان کی آزادی اور اُن کے حقوق کے تحفظ کے لیئے بادشاہ پر ان ساتوں شرائط کی پابندی لازمی ہے۔ چنانچہ انھیں شرائط کے ساتھ ۱۳ فروری ۱۶۸۹ء کو ولیم اور میری بادشاہ و ملکہ انگلستان مشتہر کیئے گئے۔ اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر ولیم کے جیتے جی میری کا انتقال ہو جائے تو ولیم بدستورِ تنہا برسرِ حکومت رہے اور این اور اُس کی اولاد بعد میں وارث تاج و تخت ہو ؛

(۲)

ولیم ثالث

۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء

تاجپوشی کی رسم ۱۱ اپریل ۱۶۸۹ء کو ادا ہوئی اور پارلیمنٹ کے آزادانہ فیصلے کی بنا پر ولیم امیر آرنج فرمانروائے انگلستان قرار پایا۔ لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ تخت سلطنت کے لیئے اُسے نیام سے تلوار نکالنی پڑے گی لوئی چہاردہم نہ صرف جیمز کا حلیف تھا بلکہ خود بھی ولیم کو انگلستان میں پریشان رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ یورپ میں آکر فرانس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اسی خیال سے اُس نے جیمز کو روپیہ اور فوج دیکر آئرلینڈ بھیجا یا جہاں کا کیتھولک نائب حکومت ٹرکانل بیس ہزار فوج کے ساتھ اُسے تسخیر انگلستان میں مدد دینے کے لیئے تیار تھا۔ جیمز نے جہاز میں سوار ہو کر ۱۲ مارچ کو کن سیل میں لنگر ڈالا اور ۲۴ مارچ کو جبکہ ولیم کے سر پر ابھی لندن میں تاج بھی نہ رکھا گیا تھا ڈبلن میں جیمز کا خیر مقدم نعرہ ہائے مسرت کے ساتھ کیا جا رہا تھا ؛

جیمز کا خیر مقدم آئرلینڈ میں۔

خود انگلستان میں بھی ولیم کی بادشاہی پر ساری قوم کا اتفاق نہ تھا۔ حکومت شاہی کی بحالی کے وقت سے مذہبی پیشوا عامۂ خلائق کو اس اصول کی یقین کرتے چلے آتے تھے کہ بادشاہ پر تو ذات باری اور زمین پر خدا کا نائب ہے اور رعایا پر اس کی اطاعت ہر حال میں فرض ہے۔ مگر اب اس اصول کی صریحاً خلاف ورزی ہوئی تھی۔ رعایا نے اپنے بادشاہ کے خلاف سرکشی کی اور پارلیمنٹ نے اُسے معزول کر کے اُس کی بجائے ایک اور بادشاہ کا انتخاب کر لیا تھا۔ اسی لیئے جب پارلیمنٹ کے اراکین اور عہدہ داران سرکاری سے ولیم کی اطاعت کا حلف لیا جانے لگا تو کنٹربری کے صدر اسقف اور اساقفہ سبعہ میں سے پانچ نے پادریوں کی ایک تعداد کثیر اور نیز ایک اور جماعت نے حلف اُٹھانے سے انکار کر دیا یہ لوگ "اہل انحراف" کے نام سے موسوم ہوئے اور اگرچہ ان سے چشم پوشی کی گئی لیکن سرکاری خدمتوں سے الگ کر دیئے گئے اس لیئے کہ انھیں اپنے عقیدے میں اس قدر غلو تھا کہ گرجاؤں میں شاہ ولیم کے لیئے دعا تک مانگنے کے روادار نہ تھے ان لوگوں نے اپنی ایک جداگانہ جماعت قائم کر لی اور اپنے اساقفہ کا انتخاب قریباً سو سال تک خود کرتے رہے تا آنکہ ۱۸۰۵ء میں طبقہ اہل انحراف کے آخری اسقف نے انتقال کیا۔ اس جماعت کے لوگ بشمول فرقہ کیتھولک وہوا خواہان جیمز جواب "جیکو بائٹ" (جیمز یئے) کہلانے لگے تھے حکومت کے خلاف آئے دن سازشیں کیا کرتے تھے۔ ولیم کو وہ غاصب سمجھتے تھے اور جب اُنھیں چار و ناچار بادشاہ کا جام صحت پینا پڑتا تھا تو پانی کا ایک قدح بھر کر سامنے رکھ لیتے تھے گویا دل میں یہ تصور باندھ لیتے تھے کہ ہم جام صحت پیتے تو ہیں لیکن "اس بادشاہ کا جو سمندر پار ہے"۔

اہل انحراف ۱۶۸۹ء-۱۸۰۵ء

جیمز یئے

اسکاٹلینڈ میں بھی جابجا ہنگامے برپا ہوئے لیکن ان ہنگاموں کی وجہ اور تھی۔ متعاہدین نے جن پر ایک عرصۂ دراز سے سختیاں ہو رہی تھیں، نہ صرف یہ کہ ولیم کی طرفداری کا بلا درنگ اعلان کر دیا بلکہ کلیسائے انگلستان

کے تمام پادریوں کو نکال باہر کیا اور اکثر صورتوں میں اُن پر بڑے بڑے ظلم کیے۔

کلیسائے انگلستان کے پادریوں کے ساتھ متعاہدین کی بدسلوکی۔

جب امن وامان قائم ہوا تو اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ میں متعاہدین ہی کا اقتدار غالب تھا اور ۱۱ اپریل ۱۶۸۹ء کو بمقام اڈنبرا ولیم اور میری کے بادشاہ اور ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ لیکن جیمز کے ایک قدیم ہواخواہ گراہم ساکن کلیورہاؤس الملقب بہ امیر ڈنڈی کو ابھی تک اپنے ولی نعمت کے حق نمک کا پاس تھا۔ وہ سواروں کی ایک جمعیت لے کر کوہستانی علاقے کی طرف نکل گیا اور لوکابر واقع انورنس میں تمام کوہستانی سرداران قبائل کو اکٹھا کرکے آمادۂ جنگ ہوگیا۔ سروالٹر اسکاٹ نے ایک صدی بعد اپنی ایک نظم میں اسی واقعے کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ؎

کہا حریفوں سے اپنے امیر ڈنڈی نے سناں چلے گی تو بن جائینگے سپر سینے
ہمارے شاہ کا تاج آج آتار تو دیکھو اتر کے خون کی ندی کے پار تو دیکھو
پلٹ کے اپنے سواروں سے پھر خطاب کیا دلاوروں کے تہور کا احتساب کیا
وفا کے نام پہ بٹ کر دکھاؤ آج سب مجھے کہ بادشاہ کی رکھنی ہے آج لاج مجھے
شال برق درخشندہ تلملاتے ہوئے بڑھو لڑائی کو جھنڈا اڑاتے ہوئے

اس خونچکاں آویزش کا جلد فیصلہ ہوگیا۔ جرنیل ہیو میکے کی سرداری میں ولیم نے ایک لشکر جرار ڈنڈی کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اور اگرچہ کوہستانیوں کو کلی کرینکی کے درے میں کامل فتح حاصل ہوئی لیکن ڈنڈی میدان جنگ میں کام آیا۔ اس کے بعد کوہستانی جمعیت پیچھے ہٹ گئی اور میدانی علاقے کو ان کی تاخت وتاراج سے محفوظ رکھنے کے لیے سرحد پر مستحکم قلعوں کا ایک سلسلہ قائم کردیا گیا۔

جنگ کلی کرینکی ۲۷ جولائی ۱۶۸۹ء

دو سال بعد ایک نہایت دردانگیز واقعہ پیش آیا۔ ولیم نے تمام کوہستانی سرداروں کو یکم جنوری ۱۶۹۲ء سے پہلے پہلے حاضر ہوکر حلف طاعت اٹھانے کے لیے طلب کیا تھا۔ ۳۱ دسمبر ۱۶۹۱ء تک تمام سردار بامتثال امر شاہی حاضر ہوگئے۔ صرف گلنکو کے قبیلہ میکڈانلڈ کا سردار این میکڈانلڈ

نے حضوری کو آخری تاریخ پر اُٹھا رکھا تھا اور اس تاریخ مقام مقررہ کے بجائے غلطی سے دوسرے مقام کو چلا گیا۔ شومی قسمت سے صاحب السلام جان ڈلرمپل سے

گلنکو کا قتل عام ۱۶۹۲ء

جو وزیر اسکاٹلینڈ تھا متمردین کے لیے ایک عبرتناک مثال قائم کرنے کے لیے اُن میکڈانلڈ کی غلطی سے فائدہ اُٹھا کر قبیلۂ گلنکو کی بیخ کنی کا فرمان ولیم سے حاصل کر لیا اور اس کام پر آرگل کے قبیلۂ کیمبل کے ایک جیش کو مامور کیا جو قبیلۂ میکڈانلڈ کا پشتینی دشمن تھا اس جیش کے سپاہی گلنکو میں جاکر مقیم ہوئے اور چند دن تک وہاں امن و سکون کے ساتھ رہ کر ایک روز علی الصباح اُٹھے اور بے خبری کے عالم میں قبیلۂ میکڈانلڈ کے قریب قریب تمام نفوس کو تہ تیغ کر دیا۔ ولیم پر یہ بہت بڑا الزام ہے کہ جو لوگ اس سفاکانہ قتل عام کے بانی مبانی تھے اُنھیں اُس نے اتنی سنگین سزا نہ دی جس کے وہ مستوجب تھے ؛

اسی اثناء میں آئرلینڈ میں بھی دو جماعتوں کے درمیان خانہ جنگی کا ہنگامہ گرم تھا۔ رومن کیتھولک اور آئرلینڈ کی مقامی آبادی کا متحدہ فریق ایک طرف تھا اور پراٹسٹنٹ بسنے والے دوسری طرف تھے جیمز انگلستان کو از سر نو مسخر کرنے کی

آئرلینڈ میں خانہ جنگی ۱۶۸۹ء

نیت سے آئرلینڈ آیا تھا لیکن اہل آئرلینڈ اس دھوکے میں تھے کہ وہ اُن کے مذہب کی حمایت کرنے اور اُنھیں نئے سرے سے اُن کی اراضیات کا قبضہ دلانے کے لیے آیا ہے۔ ٹرکانل نے پہلا ہی کام یہ کیا تھا کہ جنوبی اضلاع میں تمام پراٹسٹنٹوں کے ہتھیار رکھوا لیے تھے اور وہ اس ڈر کے مارے کہ کہیں وہ سب کے سب بے دریغ تہ تیغ نہ کر دیئے جائیں گھر بار چھوڑ کر بتعداد کثیر میں انگلستان چلے گئے تھے۔ شمال میں جہاں نئے بسنے والوں کی کثرت تھی یہ لوگ الی سکی لن میں جو دریائے ارن کے کنارے واقع ہے اور شہر لنڈنڈری میں جو دریائے فائل پر آباد ہے، مدافعانہ مقابلے کے لیے جمع ہو گئے، جب جیمز ماہ اپریل ۱۶۸۹ء میں لنڈنڈری کے بالمقابل پہنچا تو شہر کے دکانداروں نے پھاٹک بند کر لیے تھے اور تیس ہزار پراٹسٹنٹوں نے یہاں پناہ لے رکھی تھی ؛

یہ سچ ہے کہ لنڈی نے جو حاکم شہر تھا شہر کو جیمز کے حوالے کر دینا چاہا
لیکن اہل شہر اور فوج محافظ اس پر ایسی بگڑی کہ اُسے فرار ہو کر جان سلامت
لے جاتے ہی بنی۔ اور اہل شہر واکر نامی ایک پادری اور میجر بیکر ایک فوجی افسر کے
ماتحت شہر پر بحق ولیم امیر آرنج قبضہ کیے رہے۔ آئرلینڈ کے شمال میں جو پراٹسٹنٹ ہیں

محاصرۂ لنڈنڈری
۲۰ اپریل ۱۶۸۹ء

کو عام طور پر ابھی تک آرنجی کہا جاتا ہے سو اس لفظ کی ابتدا
اسی وقت سے ہوئی ہے غرض شہر کے محاصرے نے بہت
طول کھینچا اور محصورین پر کامل ایک سو پچیس دن کا زمانہ
بڑی سختی کا گزرا۔ ۲۰ اپریل کو آئرلینڈ کی فوج نے سمندر کی طرف سے ناکہ بندی
کر دی اور دریائے فائل کے دہانے کے بیچوں بیچ مستحکم سوختنی کے ایک انبار
کی آڑ قائم کر دی جس سے آذوقے کا باہر سے آنا رک گیا۔ ۱۵ جون کو ولیم نے
اہل شہر کو کمک پہنچانے کے لیے انگریزی بیڑا روانہ کیا لیکن بیڑے کے سردار کرنیل
کرک کو ناکہ بندی توڑ کر اندر گھسنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بھوک بیماری اور موت سے
بدنصیب محصورین صدہا کی تعداد میں ضائع ہو رہے تھے لیکن اگرچہ کھانے کو
گھوڑے کا بھی گوشت دستیاب نہ ہوتا تھا اور بقدر سد رمق جو آذوقہ بانٹا جاتا تھا
وہ بھی قریب الاختتام تھا تاہم بہادر محصورین برابر یہی کہے جاتے تھے کہ ہم کبھی ہتھیار
نہ ڈالیں گے۔

آخر انگلستان سے کرک کے نام اس مضمون کا ایک تہدید آمیز حکم
پہنچا کہ جس طرح بنے اپنے بیڑے اہل شہر کو مدد پہنچائے۔ اس پر متعدد رضاکاروں
نے جان جوکھوں میں پڑنے کا تہیہ کر لیا۔ اور دو جانباز جہازرانوں نے کہا کہ
ہم اپنے رسد سے لدے ہوئے جہاز محصورین تک یا تو پہنچا کر رہیں گے یا اسی
کوشش میں اپنی جان دے دیں گے۔ ان میں سے ایک کا نام بروننگ تھا.
جو ڈیری کا رہنے والا تھا اور دوسرا ڈگلس نامی اسکاٹلینڈ کا متوطن تھا۔ ۲۸ جولائی
کی شام کو ان کے جہاز پہلو بہ پہلو سیدھے لکڑیوں کی باڑھ کی طرف روانہ ہوئے
ان کی ٹکر اس بلا کی تھی کہ یہ باڑھ دو ٹکڑے ہو گئی۔ اس وقت غنیم کی ایک گولی
فرشتۂ اجل بن کر آئی اور بروننگ کا کام تمام کر گئی لیکن اس کا مرنا بیکار نہ گیا۔ گھنٹہ بھر بعد

لنڈنڈری کے محاصرے کا خاتمہ
یکم اگست ۱۶۸۹ء

دونوں خوراک سے بھرے ہوئے جہاز شہر کی فاقہ کش آبادی کے پاس پہنچ گئے۔ اور دو دن بعد یکم اگست کو آئرلینڈ کی فوج خیمہ و خرگاہ اٹھا کر واپس چلی گئی۔ اور لنڈنڈری کا محاصرہ اٹھ گیا اُسی دن کرنیل ولزلی نے فوج آئرلینڈ کے ایک اور دستے کو نیوٹن بٹلر کے مقام پر جو انی سکی لن کے متصل واقع ہے منتشر کر دیا اور آئرلینڈ کا شمالی علاقہ جیمز کے لشکریوں سے پاک وصاف ہو گیا۔

ڈبلن میں جیمز کی بادشاہی۔

لیکن ڈبلن میں جیمز ابھی تک شاہانہ حیثیت سے حکمراں تھا۔ اور چونکہ خزانے میں روپیہ موجود نہ تھا اس لیے وہ پیتل کے شلنگ اور پاؤنڈ سکوک کرا کے اس وعدے پر چلاتا تھا کہ تخت انگلستان پر بیٹھتے ہی ان کھوٹے سکوں کے بجائے لوگوں کو سونے چاندی کے کھرے سکے دے گا آئرلینڈ کی پارلیمنٹ نے اُس کے نام سے آئرلینڈ کے اُن باشندوں کے خلاف جو ولیم کے طرفدار تھے سخت قوانین نافذ کیے اور قریب قریب تمام اُن انگریزوں کی جائداد کی ضبطی کا اعلان کر دیا جو آئرلینڈ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ لیکن یہ قوانین چنداں موثر نہ ثابت ہوئے اس لیے کہ ولیم کا جرمن سپہ سالار مارشل شامبرگ ایک فوج لیکر آئرلینڈ پہنچ گیا تھا اور اگرچہ جاڑے کے موسم میں وہ کوئی کارروائی نہ کر سکا پھر بھی پروٹسٹنٹوں کو اس سے بہت بڑی تقویت پہنچی۔

۱۶۸۹ء کے باقی ایام میں انگلستان پر ولیم کا تسلط پوری طرح بیٹھ گیا اور نظام امن وسکون قائم ہو گیا۔ ولیم نے لائق وقابل اشخاص کو اپنی وزارت کے لیے منتخب کیا۔ ان میں سے ایک تو اُس کا پرانا رفیق لارڈ ڈینبی تھا جس نے شہزادی میری کے ساتھ اُس کے عقد کی تجویز کی تھی (دیکھو صفحہ ۳۲۱)۔ دوسرا وزیر لارڈ ہیلی فیکس تھا جس کی ذات سے فریق وھگ اور فریق ٹوری کے درمیان توازن قوت برقرار رہا۔ پارلیمنٹ نے اس زمانے میں متعدد مفید قوانین جاری کیے۔

قانون رواداری
۱۶۸۹ء

"قانون رواداری" کی رو سے اہل خلاف کو خاص اپنے کنیسوں میں عبادت کرنے کی اجازت مل گئی لیکن فرقہ کیتھولک

کے لوگ اس برتاؤ سے پھر بھی مستثنیٰ ہی رہے اس لیے کہ قوم ابھی تک اُن سے بہت خائف تھی۔ بادشاہ کے مصارف کے لیئے بارہ لاکھ پاؤنڈ سالانہ کا محاصل الگ کر دیا گیا لیکن اراکین دارالعوام نے اب پہلی مرتبہ اس محاصل کا ایک جزو خود اپنی نگرانی میں لے لیا اور ولیم اور میری کو تین لاکھ پونڈ سالانہ کا وظیفہ عمر بھر کے لیئے دے دیا۔ کروڑ گیری کے محاصل کی یہ رقم بھی جو بقدر چھ لاکھ پاؤنڈ کے تھی بادشاہ اور ملکہ کو دی تو گئی لیکن صرف چار سال کے لیئے۔ اس وقت سے لیکر آج کے دن تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ پارلیمنٹ ہر سال ملکی مصارف کے لیئے رقم کی منظوری دیتی ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہے کہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ پارلیمنٹ کے اجلاس کا انعقاد لازمی ہو جاتا ہے۔

مخارج کی سالانہ منظوری

ایک اور قانون کے اجرا سے فوج پر بھی پارلیمنٹ کا اختیار قائم ہو گیا واقعہ یہ پیش آیا کہ اسکاٹ لینڈ کے سپاہیوں کی ایک پلٹن نے ایک مرتبہ بغاوت کر دی چونکہ کسی مستقل فوج باقاعدہ کا قیام خلاف قانون تھا اور اس لحاظ سے اس پلٹن پر فوج کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیئے سپاہیوں پر صرف عام باشندگان وطن ہونے کی حیثیت سے مقدمہ قائم کیا جا سکتا تھا لوگوں کی آنکھیں اس واقعے نے کھول دیں اور اُنھوں نے محسوس کیا کہ ایسے شورش انگیز زمانے میں فوج کا ضابطہ قائم رکھنے کے لیئے کسی سخت تر قانون کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ پارلیمنٹ نے "مسودۂ قانون غدر" کے نام سے ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے افسروں کو "فوجی عدالت" میں سپاہیوں پر مقدمہ چلانے کا اختیار چھ مہینے کی مدت کے لیئے حاصل ہو گیا اس مدت کے منقضی ہونے پر مسودۂ مذکور مکرر جاری کر دیا گیا اور قرار پایا کہ یہ تجدید برابر سال بسال عمل میں آتی رہے اور بادشاہ بارہ مہینے کی مدت کے لیئے سپاہیوں کی ایک مقررہ جمعیت کو اپنے زیر حکم ملازم رکھنے کا مجاز ہو۔ ۱۸۷۹ء میں یہ قانون منسوخ ہو گیا۔ اور اس کی بجائے "قانون ضابطہ نظم فوج" جاری ہوا لیکن اس کی تجدید بھی سال بسال ہونی لازمی ہے۔ غرض اجلاس پارلیمنٹ کے منعقد نہ ہونے کی صورت میں بادشاہ کو قانوناً روپیہ اور فوج دونوں کی طرف سے

مسودۂ قانون غدر ۱۶۸۹ء

جواب تھا اور اس طور پر قوم کو اس قسم کی جابرانہ درا ندازیوں کا کھٹکا نہیں رہا جن کا جیمز خوگر تھا*

فوج کا رکھنا حقیقت میں بڑا ضروری تھا اس لیئے کہ لوئی جیمز کا ہاتھ پوری سرگرمی سے بٹا رہا تھا ۱۶۹۰ء کے اوائل میں اس نے فرانسیسی فوج کی ایک تعداد کثیر آئرلینڈ بھیجی اور اب ولیم کے لیئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ مزید کمک لے کر خود موقع پر پہنچے اور آئرلینڈ ہی کے میدان میں جیمز سے بنٹ لے چنانچہ ۱۴ جون کو بلفاسٹ میں داخل ہوا اور جولائی کی پہلی کو دونوں بادشاہو کے درمیان دریائے بائن کی مشہور جنگ واقع ہوئی۔ انگریزی سپاہیوں نے برستی گولیوں میں دریا کے پار اتر کر دشمن کی صفیں الٹ دیں اگرچہ ان کا سردار شامبرگ پہلے ہی حملے میں کھیت رہا۔ ولیم بھی ابتدائے جنگ میں زخمی ہوا لیکن اسی حالت میں اپنی فوج کے میسرہ کو لیئے ہوئے وہ برابر بڑھا چلا گیا اور میدان اس کے ہاتھ رہا۔ بخلاف اس کے جیمز لڑائی کا تماشا دور ہی سے کھڑا دیکھتا رہا اور جب اسے اپنی فوج کے پاؤں اکھڑتے نظر آئے تو الٹے پاؤں ڈبلن پہنچا اور کنیسل سے جہاز پر سوار ہو کر فرانس چلا گیا۔ اہل آئرلینڈ کو اپنے پست حوصلہ بادشاہ کی بزدلی سے ایسی عار آئی کہ ایک دل جلے افسر نے انگریزوں سے صاف کہدیا کہ اپنا بادشاہ ہمیں دیدو اور ہمارا بادشاہ تم لے لو پھر ہم تمھیں بتادیں گے کہ لڑا کس طرح کرتے ہیں

دریائے بائن کی جنگ۔ یکم جولائی سنہ ۱۶۹۰ء

یہ نری شیخی نہ تھی۔ بلکہ واقعی آئرلینڈ والے ایک سال سے بھی اوپر برابر لڑتے رہے تا آنکہ آئرلینڈ کی فوج نے جس کی کمان فرانسیسی جرنیلوں کے ہاتھ میں تھی آہرم کے مقام پر ولندیزی سپہ سالار گنکل کے ہاتھوں شکست کھائی ۳۔ اکتوبر کو لمرک کا قلعہ جو آئرلینڈ کے ایک بہادر سردار پیٹرک سارسفلڈ کے ماتحت باغیوں کی آخری جائے پناہ تھا گنکل کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بعد فریقین کے درمیان لمرک ہی میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے فرقۂ کیتھولک کو اپنے طریق پر عبادت کرنے کی آزادی مل گئی۔ اس کے علاوہ ایک شرط

عہدنامۂ لمرک سنہ ۱۶۹۱ء

اس عہدنامے میں یہ بھی رکھی گئی کہ جو لوگ سارسفلڈ کے ساتھ فرانس جانا چاہیں بے روک ٹوک جا سکتے ہیں۔ کم وبیش چودہ ہزار سپاہیوں نے اس شرط کے بموجب سارسفلڈ کا ساتھ دیا اور پھر ایک صدی تک آئرلینڈ میں کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ لیکن پراٹسٹنٹوں نے جو اب برسر اقتدار تھے اپنی طاقت سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ عہدنامۂ لمرک کے سب وعدے بالائے طاق رکھ دیے گئے۔ اور وہ ظالمانہ تعزیری قوانین جو ملکہ این کے عہد میں نافذ ہوئے تھے کیتھولک فرقے کی نفرت کی آگ کے لیے ایندھن کا کام دیتے رہے۔

لمرک کے سر ہونے سے سال سوا سال پہلے ولیم انگلستان واپس چلا گیا تھا جہاں فرانس کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے لیے اس کا موجود ہونا بڑا ضروری تھا۔ سنہ ۱۶۸۹ء میں جرمنی ہسپانیہ ہالینڈ برینڈنبرگ اور سیوائے سب نے ایکا کرکے لوئی کے خلاف ایک "اتحاد عظیم" کی طرح ڈالی۔ لیکن دول متحدہ کی سستی اور طاقتور

اتحاد عظیم سنہ ۱۶۸۹ء

فرانسیسی فوج کی چستی نے ایک عرصے تک جنگ میں لوئی کا پلہ جھکائے رکھا۔ ۳۰ جون سنہ ۱۶۹۰ء کو یعنی جنگ بائن سے صرف ایک دن پہلے فرانسیسی بیڑے نے آبنائے انگلستان میں بیچی ہیڈ کے ساحل کے قریب ولندیزی اور انگریزی بیڑوں پر حملہ کر دیا۔ امیرالبحر ہربرٹ نے جو اس وقت لارڈ ٹارنگٹن کے لقب سے ملقب تھا ازراہ رقابت ولندیزوں کی مدد نہ کی۔ اس حشمک نے حلیفوں کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ فرانسیسیوں

بیچی ہیڈ کی لڑائی ۳۰ جون سنہ ۱۶۹۰ء

کو کامل فتح حاصل ہوئی اور انھوں نے آبنائے کی موجوں کو اپنے جہازوں کی جولانگاہ بنا کر ٹین ماؤتھ کے گاؤں کو بھی جو ساحل انگلستان پر واقع ہے جلا ڈالا۔ فرانسیسی امیرالبحر ڈی ٹورول کا خیال تھا کہ طرفداران جیمز موقع کو غنیمت جانکر بغاوت کر دیں گے لیکن فرانسیسیوں کا ساحل انگلستان پر نمودار ہونا تھا کہ تمام انگریز جھٹ ولیم کے طرفدار ہو گئے اور جب وہ آئرلینڈ سے پلٹا تو قوم، فوج اور روپے سے اس کا ساتھ دینے کے لیے بدل و جان آمادہ تھی کہ کسی طرح وہ

فلینڈرس میں پہنچ کر لوئی سے دو دو ہاتھ کرے۔ غرض ۱۶۹۲ء کے اوائل میں ملکہ میری کو عنانِ حکومت سونپ کر ولیم نے لشکر اُٹھایا اور تاجدار فرانس کے مقابلے کے لیئے ہالینڈ جا پہنچا۔

ولیم رخصت ہوا ہی تھا کہ جیمز یوں نے اس کے خلاف انگلستان میں سازشوں کا جال بچھانا شروع کر دیا۔ جیمز کے جبر و استبداد کا قلع و قمع کرنے کے لحاظ سے اگرچہ اُس کی ذات انگریزوں کے لیئے مفید ثابت ہوئی تھی لیکن وہ دل سے

ولیم کی غیر ہردلعزیزی

اس کو اچھا نہ سمجھتے تھے اس لیئے کہ وہ کم سخن سخت طبیعت اور ناشناس مزاج واقع ہوا تھا اس کے علاوہ اگرچہ اُس کی ماں چارلس اول کی بیٹی تھی پھر بھی وہ نسباً ولندیز تھا انگریز نہ تھا۔ اس کے ہردلعزیز نہ ہونے کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ یہ سچ ہے کہ انگلستان میں اُس کی حکومت کا انداز عادلانہ و دانشمندانہ تھا لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اُس کا خیال زیادہ تر بیرونی لڑائیوں میں بٹا رہتا تھا حالانکہ انگریزوں کو یہ بات کسی طرح پسند نہ تھی کہ ہالینڈ کی حفاظت کا بار اُن کی جیبوں پر پڑے۔ خود ملکہ میری کو بھی اول اول لوگ اچھی نظروں سے نہ دیکھتے تھے۔ اور اُسے اپنے باپ کے تخت کو غصب کر لینے کا الزام دیتے تھے لیکن وہ ایسی نیک مزاج اور بے نفس تھی کہ آگے چل کر خلقت اُس کے گیت گانے لگی۔

لوئی کو ولیم پر فلینڈرس میں بمقام مانس ایک معرکہ میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ جیمز یوں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر فریق ٹوری کو جیمز کے ساتھ ساز و باز کرنے پر برانگیختہ کیا۔ لارڈ چرچل جو اب امیر مارلبرو کے لقب سے ملقب تھا اس جوڑ توڑ میں

جیمز یوں کی سازشیں

شریک تھا اور لارڈ ایڈورڈ رسل جو لارڈ ٹارنگٹن کی بجائے امارت بحری کی صدارت پر فائز ہوا تھا اس کے ساتھ مل جانا چاہتا تھا لیکن جب فرانسیسی بیڑا اس امید پر کہ رسل اُس کا مقابلہ نہ کرے گا آبنائے انگلستان میں آپہنچا تو انگریزی امیر البحر کی رگ حمیت پھڑک اُٹھی اور اُس نے جوش میں آکر بے تابانہ کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں خود اپنے ہی سمندر میں فرانسیسیوں کو اپنی قوم کے مقابلے میں بازی لے جانے دوں گا۔ چنانچہ راس لاہوگ میں

جنگ لاہوگ
مئی ۱۶۹۲ء

سخت مقابلے کے بعد اُس نے غنیم پر شاندار فتح پائی اور پندرہ فرانسیسی جہازوں کو آگ لگا دی جب اس بحری معرکے کے بعد زخمی ملاح اپنے وطن کو واپس آئے تو ملکہ میری نے قصر گرینچ میں ازکار رفتہ جہازرانوں کے لیے بیت المعذورین قائم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن قضا نے اُسے اتنی مہلت نہ دی کہ اس ارادے کو پورا کرے اس نیک مقصد کی تکمیل اُس کی وفات کے بعد ولیم نے کی اور بیت المعذورین گرینچ میں ۱۸۶۵ء تک ملاحوں کی بود و باش رہی۔ مگر پھر یہ زیادہ بہتر معلوم ہوا کہ انھیں

ختنہ خانہ گرینچ

وظائف دے دیئے جایا کریں۔ اب اس عمارت میں ایک شاہی بحری مدرسۂ فوقانیہ قائم ہے۔

غرض فرانس کے حملوں نے انگلستان کو ولیم کا اور زیادہ گرویدہ کر دیا ۱۶۹۲ء سے لیکر ۱۶۹۶ء تک حالت یہ رہی کہ وہ ہر سال جنگ کرنے کے لیے ملک سے باہر جاتا تھا اور چونکہ پارلیمنٹ جانتی تھی کہ اس طور پر جیمز کو از سر نو تخت انگلستان پر بٹھانے کے بارے میں لوئی کی تمام کوششوں کو ولیم خاک میں ملا رہا ہے اس لیئے وہ حتی الامکان روپے سے اس کی مدد کرتی تھی۔ لیکن رقم کا بہم پہنچانا کچھ آسان نہ تھا اس لیے کہ زمانۂ سابق میں تو بادشاہ رعایا کو قرض دینے پر مجبور کر لیا کرتے تھے لیکن اب یہ مجبوریاں اٹھ گئی تھیں اور رعایا کو پارلیمنٹ میں اپنے مبعوثین کی وساطت سے اپنے ٹیکس خود تجویز کرنے کا حق حاصل ہو گیا تھا۔ ۱۶۹۲ء میں خزانہ بالکل خالی ہو گیا۔ ادھر مصارف جنگ سر پر تھے اور چارلس ثانی کے زمانے سے زرگروں کا جو قرض حکومت کے ذمے چلا آتا تھا ابھی تک ادا نہ ہوا تھا۔ اس

قومی قرضہ
۱۶۹۳ء

مشکل کو فریق وھگ کے ایک نوجوان اہل الرائے چارلس مانٹیگ کی طباعی نے یوں حل کیا کہ پارلیمنٹ ملک کے متمول لوگوں سے دس لاکھ پاؤنڈ کی رقم قرض مانگ لے جس کا سود منجانب حکومت انہیں سال بہ سال ملا جایا کرے۔ یہ قرض جو پارلیمنٹ نے مانٹیگ کی تجویز پر عمل پیرا ہو کر لیا تھا آج کے دن تک قائم ہے اور اُس کی تعداد بڑھتے بڑھتے ساڑھے ساٹھ کروڑ پاؤنڈ تک پہنچ گئی ہے۔ قرضے کا زر اصل اس

وقت تک کبھی بھی دائنوں کو واپس نہ ملے گا جب تک کہ قومی قرضے کا طریقہ
بالکل ہی موقوف نہ ہو جائے لیکن حکومت کی طرف سے سود کی رقم لوگوں کو اس
باقاعدگی کے ساتھ ملتی رہتی ہے کہ وہ اپنا سرمایہ خوشی خوشی قومی قرضے میں لگائے رکھتے
ہیں لیکن اگر کوئی شخص کل زر اصل کی واپسی ہی کا آرزومند ہو تو اس کی شکل یہ ہے
کہ وہ کسی دلال کی معرفت اپنے سود کا حق کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیتا
ہے مثلاً اگر اس نے ایک سو پاؤنڈ یا دو سو پاؤنڈ کے تمسکات قومی قرضے کی بابت
خریدے ہوں تو دلال یہ رقم نئے خریدار سے لے کر اس کے حوالے کر دیتا ہے
اور نیا خریدار آیندہ اس رقم کا سود سرکار سے وصول کرتا ہے۔

ولیم کے عہد میں قومی قرضہ کچھ بہت زیادہ بڑھنے نہ پایا اس لیے کہ رعایا
اس نئی نئی تجویز سے ابھی مانوس نہ ہوئی تھی۔ اسی لیے سنہ ۱۶۹۴ء میں مانٹیگ ایک
اور تجویز پر کاربند ہوا جو اسکاٹلینڈ کے ایک شخص مسمی پیٹرسن کی سجھائی ہوئی تھی اس تجویز کا
مفاد یہ تھا کہ حکومت اہل ملک سے اور پندرہ لاکھ پاؤنڈ قرض لے اور قرض دہندوں
کو ایک قومی بینک کے قیام کی قانونی سند عطا کرے
جس کا نام "جماعت منتظمہ و شرکت بینک انگلستان" ہو حکومت
کے تمام رقمی لین دین کا کام اس شرکت سے متعلق ہو اور

بینک انگلستان
سنہ ۱۶۹۴ء

اسے اپنا روپیہ سود پر چلانے کا مجاز کیا جائے۔ یہ بینک نہایت کامیاب
ثابت ہوا ہے۔ کل سرکاری رقوم کا جمع و خرچ اسی کی وساطت سے ہوتا ہے
سونے چاندی کے غیر مسکوک انبار ٹکسال میں ڈھلنے سے پہلے اس کی تحویل
میں رہتے ہیں۔ قومی قرضے کے سود کی ادائی کا کام بھی یہی بینک انجام دیتا ہے
اور بوقت ضرورت پارلیمنٹ کو روپیہ قرض دیتا ہے بینک انگلستان میں اس وقت گیارہ سو اہلکار ملازم ہیں اور
اس کے ملازموں کی تنخواہوں اور وظیفوں کی سالانہ مقدار تین لاکھ پاؤنڈ ہے
اس کے نوٹ دنیا بھر میں اشرفی کی طرح چلتے ہیں اور جب یہ خیال ظاہر کرنا
مقصود ہوتا ہے کہ فلاں امر میں نقصان و خسران کا ذرا بھی احتمال نہیں تو
مثال کے طور پر اُسے بینک انگلستان سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

ان اہم قوانین سے جن کا اجرا روپیہ قرض لینے کی غرض سے عمل میں آیا

ظاہر ہوتا ہے کہ اراکین دار العوام نے تاجداران سلسلۂ اسٹوارٹ کو نکال کر اور پارلیمنٹ کے قانون کی رو سے ایک نئے بادشاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر اپنے اُن قدیم حقوق کی بحالی کا ڈول ڈال دیا تھا جو اُنھیں فرمانروایان سلسلۂ ٹیوڈر کے زمانے سے پہلے حاصل تھے اور ولیم بھی اپنی عقلمندی سے اس میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالتا تھا۔ لیکن چونکہ وھگ اور ٹوری جماعتوں کی رقابت اب بہت بڑھ گئی تھی اس لیئے ان دونوں سیاسی گروہوں میں سے جو گروہ بھی غلبہ حاصل کر لیتا تھا وہی وزرائے سلطنت کے طریق عمل سے اختلاف رکھنے کی حالت میں حکومت کے لیئے بہت بڑی پریشانی کا باعث بن جاتا تھا اس مشکل کو پیش نظر رکھکر امیر سنڈرلینڈ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اقتدار حکومت کے برقرار رکھنے کی صرف یہی ایک سبیل ہے کہ جس فریق کے اراکین کی تعداد پارلیمنٹ میں زیادہ ہو اُسی میں سے وزرا کا انتخاب کیا جائے۔ ولیم نے اس مشورے پر حرف بحرف عمل کیا اور آج بھی انگلستان کا نظام حکومت اسی اصول پر مبنی ہے۔ وزرائے سلطنت اگر مبعوثین کی اکثریت کو اپنا ہم آہنگ نہ بنا سکیں تو خود مستعفی ہو جاتے ہیں اور پھر بادشاہ دوسری جماعت کے چیدہ چیدہ افراد کو ان کی قائم مقامی کے لیئے طلب کرتا ہے لیکن اگر یہ بھی ضعیف ثابت ہوں تو پھر پارلیمنٹ توڑ دی جاتی ہے اور جدید پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اس طور پر وزرا کو پارلیمنٹ میں سرگروہی کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ رعایا کے وکیل بھی ہوتے ہیں اور بادشاہ کے خادم بھی ؛

جماعتی طرزِ حکومت کا آغاز
سنہ ۱۶۹۳ء

ولیم کے تعلقات اگرچہ اپنے عہد کی پارلیمنٹوں کے ساتھ بہت کچھ کشیدہ رہے لیکن پھر بھی اُنھوں نے متعدد ایسے قوانین نافذ کیئے جن کی سودمندی میں کلام نہیں۔ ایک قانون "قانون انتخاب سہ سالہ" کے نام سے جاری ہوا جس کی رو سے ہر تیسرے سال ایک نئی پارلیمنٹ کا انتخاب لازمی قرار پایا پہلے تمام مطبوعہ کتب و رسائل ایک شاہی محتسب کے استصواب کے بغیر شائع نہ ہو سکتے تھے۔

قانون انتخاب سہ سالہ
سنہ ۱۶۹۴ء

اب یہ ضابطہ منسوخ ہو گیا اور آیندہ کے لیئے ہر شخص کو حق حاصل ہو گیا کہ بجز ایسے مضامین کے جو حکومت وقت یا دوسرے اشخاص کی حیثیت عرفی کے خلاف ہوں اور جو چاہے چھاپے اور شائع کرے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بجائے ایک ہی اخبار "لنڈن گزٹ" کے جو کچھ عرصے سے جاری تھا متعدد اخبارات نکلنے شروع ہو گئے اور

آزادی مطابع ۱۶۹۵ء

انگلستان کے ہر حصے کی آبادی کو گھر بیٹھے معلوم ہونے لگا کہ بڑے بڑے شہروں میں کیا واقعات پیش آرہے ہیں اور کون کون سے مسائل پر بحث ہو رہی ہے۔ ایک اور نہایت ہی اہم قانون کے ذریعے سے اُس نا ستدلی قانون بغاوت کی تنسیخ عمل میں آئی جو ہنری ہشتم کے عہد میں ٹامس کرامول کے ہاتھوں نفاذ پذیر ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۲۰۸)۔ آیندہ کے لیئے جرم خلاف ورزی یا سرکار کے ملزمین کو بذریعۂ وکیل شہادت صفائی پیش کرنے کی اجازت مل گئی اور یہ حق بھی حاصل ہو گیا کہ جو الزامات اُن پر قائم کیئے گئے ہوں اُن کی ایک نقل اُنھیں مل جایا کرے۔ اب

قانون بغاوت ۱۶۹۶ء

کسی کو اس بات کا کھٹکا نہ رہا کہ وین اسٹریفرڈ رسل اور سڈنی کی طرح ادخال شہادت صفائی کا کوئی موقع پائے بغیر فیصلۂ عدالت اُس کے خلاف صادر ہو جایا کرے گا۔ سنہ ۱۷۰۱ء میں ایک اور قانون حکام عدالت کے متعلق جاری کیا گیا جس کی رو سے اُن کے مستقل مشاہرے مقرر کیئے گئے اور بصراحت جتا دیا گیا کہ کوئی رکن عدالت اپنی خدمت سے علیحدہ نہ کیا جا سکے گا اِلّا اس صورت میں کہ وہ کسی غلط کاری کا مرتکب ہوا ہو یا پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اُس کی برطرفی پر متفق ہوں۔ جیمز صرف

آزادی حکام عدالت

اتنی سی بات پر حکام عدالت کو موقوف کر دیا کرتا تھا کہ وہ قانون کی تاویل اُس کے ڈھب کی نہ کرتے تھے۔ اب کسی بادشاہ کو یہ اختیار باقی نہ رہا۔ ارکان عدالت اگر انصاف پر قائم رہیں اور فیصلجات کے صدور میں حق و عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں تو اب اُنھیں نہ بادشاہ کے عتاب کا ڈر ہے نہ رعایا کی ناراضی کا اندیشہ۔

مانٹگ اس وقت وزارت خزانہ کے منصب پر فائز تھا۔ چاندی کے نئے سکے کا رواج اسی کے حسن اہتمام کا ثمرہ ہے۔ چارلس ثانی کے زمانے تک نقرئی سکے تیار کرنے کی یہ ترتیب تھی کہ چاندی قینچی سے کاٹ لی جاتی تھی اور ہتھوڑے سے کوٹ کر سکہ مضروب کر لیا جاتا تھا۔ بدمعاشوں کے لئے ایسے سکوں کا قینچی سے دوبارہ کتر لینا اور تھوڑی سی کترن رکھکر چلا لینا کچھ مشکل نہ تھا اس طور پر سکے بتدریج چھوٹے ہوتے جاتے تھے اور بارہا ایسا اتفاق پیش آتا تھا کہ ایک شخص کو پچاس شلنگ ملے ہیں اور وہ جب انھیں بنک لے گیا ہے تو اسے معلوم ہوا ہے کہ مال پچیس ہی شلنگ رہ گیا ہے۔ چارلس ثانی کے عہد میں سکوں کی تیاری ایک ٹکسال میں ہونے لگی جو گھوڑوں کی طاقت سے چلتی تھی اُن سکوں کے کنارے پر یا تو لہریا ہوتا تھا یا کناروں کے گرداگرد الفاظ مضروب ہوتے تھے جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی نے انھیں کاٹا ہے یا نہیں یہ سکے "کلدار" کہلاتے تھے۔ لیکن چونکہ پرانے سکے ابھی تک رائج تھے اس لیئے بدمعاشوں نے اب یہ حیلہ اختیار کیا کہ یا تو کلدار سکوں کو پگھلا کر چاندی کے دام کھرے کر لیتے تھے یا انھیں فرانس بھیج دیتے تھے کہ کترے ہوئے سکوں کی بہ نسبت ان کی قیمت زیادہ ملتی تھی۔ اور اس میں اُن کا فائدہ ہو جاتا تھا۔ آخر حالت ایسی مخدوش ہو گئی کہ مانٹگ اور وزیر عدالت سامرس نے باہم مل کر مشہور فلسفی لاک اور سر آئزک نیوٹن سے مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ نئے کلدار سکے کی ایک مقدار کثیر مسکوک کی جائے اور تمام پرانے سکے خزانے میں داخل کرائے جائیں تاکہ اُن کا چلن ہی موقوف ہو جائے۔ نیوٹن نے جسے دارالضرب کی مہتممی کی خدمت سپرد کی گئی اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ نئے سکے خالص اور ٹھیک وزن کے ہوں اس تبدیلی پر ١٦٩٦ء میں عمل ہوا اول اول تو لوگوں کو بڑی تکلیف کا سامنا ہوا لیکن بالآخر روپیہ کے پورے سولہ آنے وصول ہونے لگے۔ حکومت کو البتہ ٹوٹا پڑا اور اس نقصان کی تلافی مکانوں کی کھڑکیوں کے آئینوں پر ایک بنا

نیا سکہ ١٦٩٦ء

کلدار سکے

رسوم غرفہ ١٦٩٦ء تا ١٨٥١ء

محصول لگانے سے کی گئی۔ یہ محصول مختلف وجوہ سے ۱۸۵۱ء تک قائم رہا اور اس کا ایک اثر یہ ہوا کہ ڈیڑھ سو سال کی درمیانی مدت میں جو مکانات تعمیر ہوئے اُن میں محصول سے بچنے کے لئے کم دریچے اور چھوٹے چھوٹے آئینے لگائے گئے۔

ولیم کے عہد عدل و دانش میں اگرچہ اہل ملک تو ان مفید اصلاحات سے فیضیاب ہو رہے تھے لیکن خود ولیم آفات و حوادث کا نشانہ ہونے سے بچ نہ سکا۔ ۱۶۹۴ء میں ملکہ میری نے چیچک کے عارضے سے وفات پائی۔ بی بی کے مرنے کا اُسے سخت صدمہ ہوا اور مارے غم کے کچھ عرصے تک اُس کی حالت

ملکہ میری کی وفات ۱۶۹۶ء

غیر رہی۔ جیمزیوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر ولیم کو جسے وہ طنزاً "ولندیزی بادشاہ" کے نام سے پکارا کرتے تھے تخت سلطنت سے علاحدہ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں لوئی چہاردہم پہلے ہی تاک میں لگا بیٹھا تھا۔ جیمز کے ہواخواہوں کو اُس نے کہلا بھیجا کہ اگر انگریزی قوم اُٹھ کھڑی ہو تو اُس کی کمک کے لئے ایک جرار فرانسیسی لشکر بھیجا جا سکتا ہے

ولیم کے قتل کی سازش ۱۶۹۶ء

چنانچہ ۱۶۹۶ء میں ایک سازش کی گئی کہ جب ولیم شکار سے واپس آئے اور ایک تنگ گلی میں سے ہیمپٹن کورٹ کی جانب جاتی تھی گزر رہا ہو تو اچانک اُس کا کام تمام کر دیا جائے۔ بڑی خیر یہ گزری کہ فرقہ کیتھولک کے ایک شریف النفس شخص پرینڈرگاسٹ نامی نے جو کسی بے گناہ کے خون کا روادار نہ تھا بادشاہ کو اس مہیب منصوبے کی اطلاع کر دی۔ تمام شرکائے سازش گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور حسب معمول اس حقیقت کے انکشاف نے کہ فرانسیسی انگلستان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں لوگوں کے جذبۂ وفاداری کو اور زیادہ گہرا کر دیا۔ ولیم کی ہر دلعزیزی اس وقت بہت ہی بڑھی ہوئی تھی اس لئے کہ محاصرہ نامور میں اُسے ایک فتح عظیم حاصل ہوئی تھی (۱۶۹۵ء) اور انگریزی قوم کو یقین واثق ہو چلا تھا کہ فرانس کو وہ اپنی قوت بازو سے نیچا دکھا کر چھوڑے گا۔ اُس کے قتل کی سازش نے رعایا کو اُس کا اور بھی زیادہ گرویدہ کر دیا۔ دارالامرا اور دارالعوام کے اراکین نے خاص اس غرض سے ایک مجلس قائم کی کہ اگر ولیم قتل ہو جائے تو قاتلوں سے اُس کی موت کا انتقام لیا جائے اور اُس کی جگہ آئین

تخت پر بٹھائی جائے۔ امرا و عوام نے اس مضمون کا ایک حلفیہ اقرار نامہ مرتب کیا اور طول و عرض ملک میں ہزارہا اشخاص نے اس اقرار نامے پر دستخط کیے؛

اگلے سال ۱۱ ستمبر کو جنگ فرانس ختم ہوگئی اور شاہ لوئی چہار دہم نے بمقام رسوک واقع ہالینڈ ایک عہد نامے پر دستخط کر دیئے جس کی رو سے باستثنائے قلعۂ اسٹراسبرگ وہ تمام اُن علاقہ جات سے دست کش ہوگیا جو اس نے عہد نامۂ نیمگوں مرتبہ ۱۶۷۸ء کے قلمبند ہونے کے بعد فتح کیے تھے اور ولیم کو اس وعدے کے ساتھ شاہ انگلستان تسلیم کر لیا کہ آیندہ اس کی حکومت کے خلاف وہ کوئی سازو باز نہ کرے گا آٹھ سال کی جنگ کے بعد آخر انگلستان کو امن و سلامتی کا یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ لوگوں کے جوش مسرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی ۱۶۹۷ء کے ماہ دسمبر کی دوسری تاریخ شکرانے کی بجاآوری کے لیئے مقرر کی گئی سارے شہر میں چراغاں ہوا جلوس نکالے گئے جھنڈے اڑائے گئے الاؤ جلائے گئے اور کلیسائے سینٹ پال کا جو آتشزدگی لندن کے بعد سر کرسٹوفرن کے اہتمام میں از سر نو تعمیر ہوا تھا اس دن افتتاح ہوگیا؛

عہد نامۂ رسوک ۱۱ ستمبر ۱۶۹۷ء

لیکن بادشاہ کے لیئے یہ صلح ناکامیوں کا ایک ہجوم اپنے ہمراہ لیتی آئی اسلیئے کہ پارلیمنٹ نے بری فوج کی تعداد گھٹا کر دس ہزار کر دی اور بحری فوج کی جمعیت کو کم کر کے آٹھ ہزار کر دیا اس کے دوسرے سال مبعوثین متقاضی ہوئے کہ ولیم کی ولندیزی جمعیت اپنے وطن ہالینڈ کو چلی جائے اور جو زمینیں ولیم نے آئرلینڈ میں ولندیزیوں کو دی تھیں وہ اُن سے واپس لے لی جائیں پارلیمنٹ کے اس طرز عمل کو اس کی حق ناشناسی اور احسان فراموشی پر محمول کر کے ولیم نہایت رنجیدہ ہوا اور اُس کی آزردگی یہاں تک بڑھی کہ اُس نے تاج و تخت سے دست بردار ہو کر ہالینڈ واپس چلے جانے کی دھمکی بھی مبعوثین کو دے دی لیکن بالآخر اس نے اُن کی رائے مان لی گرچہ ساتھ ہی انھیں اتنا ضرور جتا دیا کہ فوج گھٹانے سے وہ انگلستان کی حفاظت کو مخدوش کر رہے ہیں؛

فوج کی تخفیف

حقیقت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی نگاہ سے یہ نکتہ اوجھل تھا لیکن ولیم

خوب جانتا تھا کہ لوئی نے اپنی دلی آرزوئیں کسی دوسرے طریقے پر بر لانے کی خاطر صلح کی ہے۔ چارلس ثانی فرمانروائے ہسپانیہ کی عمر اگرچہ صرف پینتیس سال تھی لیکن وہ ہمیشہ بیمار رہتا تھا اور سب جانتے تھے کہ اُس کا زیادہ دنوں زندہ رہنا محال ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی مگر ورثہ عظیم الشان تھا۔ ہسپانیہ نیپلز، صقلیہ میلان ہسپانوی حصہ نِدرلینڈ اور ہسپانوی جزائر واقع امریکہ جنوبی۔ یہ تمام ممالک اُس کے جانشین کو میراث میں پہنچنے والے تھے۔ اُس کا اصلی و حقیقی وارث تو کوئی نہ تھا لیکن اُس کے قرابت داروں میں تین شہزادے ایسے تھے جنھیں اُس کے جانشین منتخب ہونے کے مساوی حقوق حاصل تھے۔ ان میں سے ایک تو فرماں فرمائے بویریا کا خلف اکبر جوزف تھا۔ دوسرا شہنشاہ لیوپولڈ کا بیٹا امیر اعظم چارلس تھا اور تیسرا لوئی چہاردہم کا پوتا فلپ امیر انجو تھا۔ لوئی چہاردہم کو خوب معلوم تھا کہ یورپ کی دوسری سلطنتیں کبھی اس بات کو پسند نہ کریں گی کہ اس کا پوتا چارلس ثانی کی میراث حاصل کر کے اتنی بڑی زبردست سلطنت کا مالک ہو جائے۔ اسی لیئے وہ ولیم کی امداد حاصل کرنے کی فکر میں تھا کہ اس ڈھب سے اُسے کچھ تو مل جائے گا۔ ولیم کو لوئی کا ساتھ دینے میں یہ فائدہ تھا کہ ہالینڈ لوئی کی دست برد کے خدشے سے محفوظ ہوا جاتا تھا اور اسی خیال سے وہ لوئی کی اعانت پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن اس اعانت کے معاوضے میں اپنے مفید مطلب شرائط طے کرانے کے لیئے ضرور تھا کہ ایک زبردست لشکر اُس کی پشت پر ہو۔ پارلیمنٹ کو ان مصلحتوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ فوج کی تخفیف پر ولیم جبر نہ ہوا۔ پھر بھی اس موقع کو اس نے ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جو کچھ بن پڑا کیا۔ اب دو عہد نامے سپرد قلم کیئے گئے عہد نامہ اول کی رو سے چارلس ثانی نے اپنی تمام سلطنت کا وارث بویریا کے نوجوان شہزادے کو قرار دیا کہ اس کو کوئی بھی رشک و حسد کی نگاہ سے نہ دیکھتا تھا لیکن اس نے قضا کار ۶ فروری ۱۶۹۹ء کو وفات پائی اور اس پر ایک نیا عہد نامہ ضبط تحریر میں لایا گیا جس کی بموجب ہسپانیہ اور نِدرلینڈ تو امیر اعظم چارلس کے حصے میں آئے اور باقی

ہسپانوی وراثت کا مسئلہ۔

تقسیم سلطنت کے بارے میں دو عہد نامے

علاقے امیر انجو کو دیئے گئے۔ لوئی کو یہ تقسیم اگرچہ ناپسند تھی لیکن بادل ناخواستہ وہ اسی پر رضامند ہو گیا کہ سب نہیں تو کچھ تو ہاتھ آیا۔ یہ تمام کارروائیاں خفیہ عمل میں آئی تھیں اور وزرائے ہسپانیہ کو اس عہد نامے کی کانوں کان خبر نہ ہونے پائی تھی۔ آخر جب یہ راز سربستہ کھلا اور اُنھیں معلوم ہوا کہ اُن کی اجازت و رضامندی کے بغیر اُن کے ملک کے یوں حصے بخرے کئے جا رہے ہیں تو وہ سخت برہم ہوئے خصوصاً ولیم پر اُنھیں بے حد طیش آیا۔ چارلس ثانی نے دوسرے عہد نامے کی تحریر کے چھ مہینے بعد انتقال کیا لیکن انتقال سے پہلے وزرا کے سمجھانے بجھانے پر امیر انجو کے حق میں ایک وصیت نامہ قلمبند کر کے اُسے اپنی ساری سلطنت کا مالک بنا تا گیا۔ لوئی کی نیت بدلتے کیا دیر لگتی تھی۔ ولیم کے پاس اگر ایک لشکر جرار موجود ہوتا تو شاید اُسے عہد نامے کا کچھ پاس بھی ہوتا لیکن وہ جانتا تھا کہ ولیم کی فوج منتشر ہو چکی ہے۔ غرض اُس نے تمام اُن معاہدات کو جو اُس نے سلطنت ہائے یورپ کے ساتھ کئے تھے طاق پر رکھ کر سلطنت ہسپانیہ کی وراثت کا حقدار اپنے پوتے کو تسلیم کر لیا جس نے فلپ پنجم کا لقب اختیار کر کے تخت ہسپانیہ پر جلوس کیا۔

امیر انجو کا جلوس تخت ہسپانیہ پر۔

بادی النظر میں ان واقعات کو انگلستان کے معاملات سے بہت کم لگاؤ معلوم ہوتا ہے۔ اور انگلستان کی پارلیمنٹ کا بھی یہی خیال تھا۔ اراکین پارلیمنٹ کو ولیم کا یہ طرز عمل بہت ناگوار گزرا کہ کیوں اُس نے غیر ممالک کے معاملات میں مداخلت کی اور ان کے ساتھ معاہدات کئے۔ وہ غیر ممالک کے لڑائی جھگڑوں میں اُلجھنے کی بجائے اس مسئلے کے تصفیے کو زیادہ اہم سمجھتے تھے کہ شہزادی این کے بعد جس کے باقی ماندہ بیٹے امیر گلاسٹر نے حال ہی میں انتقال کیا تھا کون وارث تاج و تخت ہو۔ چنانچہ قانون انتظام وراثت" کے نفاذ سے اُنھوں نے فیصلہ کر لیا کہ این کی وفات کے بعد تاج انگلستان صوفیہ شہزادی ہینوور اور اُسکی اولاد و احفاد کا حصہ ہو کہ وہ جیمز اول کی پوتی ہونیکے ساتھ انگلستان کے شاہی خاندان کی صرف ایک ہی ایسی یادگار تھی جو پروٹسٹنٹ عقیدہ رکھتی تھی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۸۰)

قانون انتظام وراثت
سنہ ۱۷۰۱ع

ملکہ وکٹوریہ اور اس کی اولاد کو اگر تاج انگلستان استحقاقاً ورثے میں ملا ہے۔ تو اس استحقاق کی بنا یہی قانون ہے"

لیکن اراکین پارلیمنٹ کو جلد ہی یہ بات معلوم ہو گئی کہ ایک دور کے خطرے کو ٹالنے کی دھن میں انھوں نے ایک نزدیک کی آفت کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ گزشتہ جنگ کا اگر کوئی مقصد تھا تو یہ تھا کہ فرانسیسی ندرلینڈ کے ہسپانوی علاقے میں قدم جمانے نہ پائیں۔ یہ مقصد فلپ پنجم کے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی فوت ہو گیا۔ لوئی نے اپنے پوتے کے نام سے ندرلینڈ کے قلعوں میں فوجیں متعین کر دیں اور ان قلعوں کی ولندیزی فوجوں کو یہ کہکر قید کر لیا کہ جب تک ولیم فلپ کو تاجدار ہسپانیہ تسلیم نہ کرے گا

ہالینڈ کے بعض قلعوں پر لوئی کا قبضہ۔

یہ فوجیں برابر زیر حراست رہیں گی۔ اس پر بھی پارلیمنٹ تلوار نیام سے نکالنا نہ چاہتی تھی اگرچہ ولیم کو اس نے اتنی اجازت ضرور دے دی تھی کہ لوئی کو ندرلینڈ سے نکال دینے کی غرض سے انگلستان ہالینڈ اور شہنشاہ لیوپولڈ کے درمیان ایک اتحاد ثلاثہ قائم کر لے۔ آخر ماہ ستمبر سنہ ۱۷۰۱ء میں ایک دن خبر آئی کہ انگلستان کا غریب الوطن بادشاہ جیمز ثانی رحلت کر گیا ہے اور لوئی چہار دہم نے اُس کے بیٹے کو

اتحاد ثلاثہ

جیمز ثالث شاہ انگلستان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے اب یک بیک قوم کی آنکھیں کھلیں اور اس نے دیکھ لیا کہ لوئی کا اس قدر طاقتور ہو جانا اُس کے لیے کتنی بڑی خرابی کا موجب ہے۔ اہل انگلستان اس بات کی تاب نہ لا سکتے تھے کہ لوئی چہار دہم یہ فیصلہ کرے کہ انگلستان کا بادشاہ کون ہو اور کون نہ ہو۔ چاروں طرف ایک شور مچ گیا کہ فرانس کے خلاف اعلان جنگ ہونا چاہیئے۔ ولیم نے اُسی وقت ٹوری فریق کی پارلیمنٹ توڑ دی اور ایک نئی پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آیا جس نے بلا درنگ فوج اور روپے کی منظوری دے دی تاکہ شاہ فرانس پر جو انگلستان کے معاملات میں دست اندازی کرنے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے تھا فوج کشی کی جائے"

ولیم کی وفات ۸ر مارچ سنہ ۱۷۰۲ء

لیکن ولیم کی صحت ایک عرصے سے بگڑ رہی تھی۔ اور اس میں خود اتنی سکت نہ تھی کہ نئی فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے سکے۔ اس لئے اُس نے لارڈ چرچل کو جو اب امارت مارلبرو کے منصب پر فائز اور اعلیٰ درجے کی جنگی قابلیت رکھتا تھا، فوج کا سردار بنایا۔ لیکن ابھی اعلانِ جنگ ہونے بھی نہ پایا تھا کہ اُس کے عہد حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ۲۰ر فروری سنہ ۱۷۰۲ء کو گھوڑے پر سے گر کر اُسکی ہنسلی ٹوٹ گئی اور ۸ر مارچ کو یہ متین و کم سخن تاجدار جس کی ذات سے انگلستان کو اتنے بہت سے فیض پہنچے تھے لیکن جس کے احسانات کا اعتراف اہل ملک نے بہت کم کیا تھا رہگرائے عالم بقا ہو گیا ؎

اکیسواں باب

آخری تاجدار سلسلۂ اسٹوارٹ

ملکۂ این

۱۷۰۲ء لغایت ۱۷۱۴ء

ولیم کی وفات کے بعد تاج شاہی این کے سر پر رکھا گیا۔ ملکہ کا جواں سال سوتیلا بھائی جیمز اسٹوارٹ جو کیتھولک عقیدہ رکھتا تھا خوب جانتا تھا کہ اب سلطنت کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش لاحاصل ہے۔ دربار فرانس میں جہاں وہ اپنی ناکام زندگی گزار رہا تھا اُسے شاہ جیمز ثالث کا لقب حاصل تھا لیکن انگلستان میں وہ "مدعی" کہلاتا تھا۔ اسکاٹلینڈ میں البتہ اس کے بہت سے طرفدار تھے لیکن انھیں سر اٹھانے کی مجال نہ تھی۔

این کی تخت نشینی

"نیک سیرت ملکۂ این" کہ اہل انگلستان اسی طرح اُسکا نام لیتے تھے رعایا میں بڑی ہر دلعزیز تھی اور لوگ خوش تھے کہ تخت انگلستان پر پھر ایک ایسی تاجدار نے قدم رکھا ہے جو انگریزی نسل سے ہے۔ ملکۂ این ایک کند ذہن اور ضدی عورت تھی لیکن دل محبت بھرا رکھتی تھی اور طبیعت کی نیک واقع ہوئی تھی ملکۂ الزبتھ کی طرح اُسے اپنی رعایا سے بڑی الفت تھی اور رعایا کی فلاح کا اسے ہر وقت خیال رہتا تھا۔ لوگ بھی اُس کا صبر دیکھکر جو اُس نے اپنے بچوں کے یکے بعد دیگرے وفات پانے پر کیا تھا، اُسے ادب واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ زیادہ تر مارلبرو کے مشورے پر کاربند ہوتی تھی جس کا باعث یہ تھا کہ مارلبرو کی بی بی اُس کی بچپن کی سہیلی تھی۔ دونوں سہیلیاں روز ایک دوسرے کو خط لکھا کرتی تھیں۔ لیڈی مارلبرو کو این از راہ بے تکلفی "مسنر فری مین" کہکر پکارتی تھی اور وہ مذاقیہ طور پر ملکہ کو "مسنر مارلی" کے نام سے یاد کرتی تھی۔ این کا شوہر جارج شہزادۂ ڈنمارک ایک سیدھا سادا سا نیک مزاج شخص تھا جو سیاسیات میں مطلق دخل نہ دیتا تھا۔ اس عہد میں اگر کوئی نزاع ہوئی تو فریق وہگ اور فریق ٹوری کے درمیان ہوئی۔ فرمانروائے وقت اور رعایا میں کوئی تصادم واقع

ملکہ این کی سیرت

نہ ہونے پایا۔

وھگ چاہتے تھے کہ فرانس کے ساتھ جنگ کی جائے بخلاف اس کے فریق ٹوری کو اصرار تھا کہ مدافعانہ پہلو اختیار کر کے فقط سواحل انگلستان ہی کی حفاظت کی جائے اور بحر اعظم میں جا کر جنگ نہ کی جائے۔ مار لبرو اگرچہ ایک اعتدال پسند ٹوری تھا لیکن فوج کے جرنیل ہونے کی حیثیت سے جنگ کا بدل خواہشمند تھا۔ یہی رائے وزارت خزانہ کے صدر لارڈ گوڈالفن کی تھی آیندہ آٹھ سال تک مجلس وزرا میں، جن وزرا کین کا اقتدار غالب رہا وہ یہی دونوں شخص تھے؛

مارلبرو اور گوڈالفن کی وزارت

تاجپوشی کے بعد ملکہ نے جلد ہی فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور مارلبرو نے نذرلینڈ پہنچکر لیج فتح کر لیا۔ لوئی کا حلیف صرف شاہ بویریا تھا اور اس کے حریف ولندیز انگریز لیوپولڈ شہنشاہ جرمن شاہ پروشیا شاہ پرتگال امیر سیوائے اور متعدد چھوٹے چھوٹے والیان ملک تھے۔ ان میں سے ولندیز تو اسے نذرلینڈ کے ہسپانوی علاقے سے بے دخل کرنا چاہتے تھے۔ انگریزوں کی خواہش تھی کہ وہ "مدعی"، کو اپنے ہاں پناہ نہ دے۔ اور شہنشاہ لیوپولڈ ہسپانوی مقبوضات اپنے بیٹے امیر اعظم چارلس کو دلانا چاہتا تھا۔ جنگ ایک ہی وقت میں اکھٹا چار مورچوں پر جاری تھی اور متخاصمین نذرلینڈ ہسپانیہ اطالیہ اور جرمنی میں دست وگریباں تھے۔ دول متحدہ کی جنگی حکمت عملی کی بنا تین شخصوں کی رائے پر تھی اور زیادہ تر انھیں کے صلاح و مشورے سے تمام امور طے ہوتے تھے ان میں سے ایک تو ہالینڈ کا سربرآوردہ مدبر ہینسیٹس تھا ایک سپہ سالار اعظم یوجین شہزادہ سیوائے تھا اور ایک مارلبرو تھا جسے ان سب کا نفس ناطقہ سمجھنا چاہیئے؛

اعضائے اتحاد کبیر اور فرانس کی جنگ

مارلبرو کی سرگرمیاں برتر از قیاس تھیں۔ اور حیرت ہوتی تھی کہ ایک اکیلا شخص کس طرح اس قدر کام کر سکتا ہے۔ وہ فلینڈرس اور ہسپانیہ دونوں مورچوں کی جنگی نقل و حرکت کے بارے میں ضروری ہدایات جاری کرتا تھا۔ اسی کے ساتھ تمام دول متحدہ کے وزرا کے ساتھ برابر اس کی سیاسی گفت و شنید ہوتی رہتی تھی۔ مزید براں وہ وقتاً فوقتاً میدان جنگ کو چھوڑ کر انگلستان ہو آیا کرتا تھا کہ وہاں کے سیاسیات میں حصہ لے

اور جنگ کا جوش قائم رکھنے کے لیئے قوم کو اکساتا رہے۔ اس کی سیرت بھی بڑی

مارلبرو کی سیرت

لغزشوں سے آلودہ تھی۔ ایک تو وہ حریص پرلے درجہ کا تھا۔ دوسرے
اُسے اپنی بات کی آن نہ تھی کہ یہی مردوں کا زیور ہوتا ہے۔ پہلے تو
دور انقلاب کے آغاز پر اُس نے اپنے دوست جیمز ثانی کا ساتھ چھوڑ دیا اور پھر جب
ولیم ثالث مالک تاج و نگین ہوا تو رنگ بدل کر از سر نو جیمز کے ساتھ ساز و باز کرنے لگا۔
لیکن ان تمام عیوب کے باوجود وہ ایک بیدار مغز مدبر تھا اور ونگٹن سے پہلے وہی
انگلستان کا سب سے بڑا سپہ سالار سمجھا جاتا ہے سیاسی معاملات میں وہ بہت
ہوشیار اور سنجیدہ آدمی تھا۔ اور میدان جنگ میں خوف اسکے پاس پھٹکتا بھی نہ تھا اور
اس سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اُس نے دشمن کے ساتھ بے رحمانہ سلوک روا رکھا ہو
جنگ کی بساط اگرچہ قریب قریب پورے یورپ میں بچھی ہوئی تھی لیکن اس کے سارے
مہروں کی چالیں اُس کے پیش نظر تھیں اور وہ فوراً حکم لگا دیتا تھا کہ فلاں فوج کیلیئے
فلاں نقل و حرکت ضروری ہے۔ پھر بھی جنگ شروع ہونے کے بعد دو سال تک وہ
اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکا کہ لوئی کو پیش قدمی کرنے سے روکے رکھے جس کی وجہ یہ تھی
کہ اتحادی دل کے بودے تھے اور ان کی رائے ایک نہ تھی ؎

انگلستان میں اس دو سال کی مدت کے اندر بہت کم ایسے واقعات پیش آئے
جو قابل ذکر ہوں۔ فریق ٹوری نے اہل خلاف پر جو سب کے سب وھگ تھے مذہب
کی آڑ میں ایک زبردست سیاسی حملہ کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ پارلیمنٹ ہی

قانون "موافقت وقتی" سنہ ۱۷۰۲-۱۷۱۱ء

میں دخیل نہ ہوسکیں۔ اہل خلاف سرکاری عہدے حاصل کرنے کیلیئے
از روئے قانون آزمائش کلیسا میں وقت کے وقت اصطباغ لے لیتے
تھے اور جب کام نکل جاتا تو بدستور اپنے کنیسوں میں عبادت کے لیئے
جانے لگتے تھے۔ اب "قانون موافقت وقتی" کے نام سے ایک مسودہ قانون مرتب کیا
گیا جس کا منشا یہ تھا کہ ان لوگوں کو اس دفع الوقتی کے اصطباغ سے باز رکھا جائے۔ دار العوام
میں یہ مسودہ منظور ہوگیا لیکن امرا نے اس کی مخالفت کی اور سنہ ۱۷۱۱ء تک یہ حالت رہی
کہ جب دار الامرا میں یہ مسودہ بغرض منظوری پیش ہوتا تھا تو امرا اسے نامنظور کر دیتے
تھے آخر امرا کو بھی منظوری دینی پڑی اور اس کے بعد سرکاری خدمتوں کا دروازہ اہل خلاف

کے لیئے سو سال سے زیادہ عرصے تک قانوناً بند رہا۔ ہر سال پارلیمنٹ کو خاص اجازت دینی پڑتی تھی جب کہیں اس فرقے کا کوئی شخص کسی سرکاری عہدے پر مقرر ہو سکتا تھا۔

ملکۂ این کا عطیہ
سنہ ۱۷۰۴ء

یاد ہوگا کہ ہر پادری کی معاش کا ثمرۂ اول اور قیسی محاصل کا عشر جو پہلے پاپائے روما کا حق سمجھا جاتا تھا اب بادشاہ کو ملنے لگا تھا۔ مارلبرو نے جسے فریق ٹوری کی دلجوئی مقصود تھی سنہ ۱۷۰۴ء میں این کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا کہ شاہی مداخل کی یہ مد کلیسا کے نام بحال کر دی جائے۔ چنانچہ یہ رقم جو "عطیۂ ملکۂ این" کے نام سے موسوم ہے ابھی تک کم استطاعت پادریوں کی آمدنی بڑھانے میں لگائی جاتی ہے۔

لیکن اب ہم پھر واقعات جنگ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مارلبرو کو متحدین کی دھیمی چال پسند نہ تھی اور ان کی سستیٔ عمل سے تنگ آ کر اس کے لیئے بجز اس کے چارہ نہ رہا

جنگ بلنہیم
۱۳ اگست سنہ ۱۷۰۴ء

تھا کہ خود ہی جلد کام کرنے کی کوئی سبیل نکالے۔ اسی زمانے میں شاہ لوئی نے ایک بہت بڑی فوج جمع کر کے دریائے ڈینیوب کے کنارے شاہ بویریا کے لشکر سے جا ملنے کے لیئے بھیج دی تھی کہ وائنا کے قریب آسٹروی فوج سے جو شہزادہ یوجین کے زیر کمان تھی لڑ کر دوٹوک فیصلہ ہو جائے۔ مارلبرو کی فراست اس خطرے کو فوراً تاڑ گئی۔ بغیر اس کے کہ کسی کو اس کے عندیہ کی اطلاع ہو وہ یلغار مارتا ہوا سیدھا ڈینیوب کی طرف بڑھا اور ایک چھوٹے سے گاؤں کے قریب جو بلنہیم کے نام سے موسوم ہے شہزادہ یوجین کے ساتھ شامل ہو کر ۱۳ اگست سنہ ۱۷۰۴ء کو غنیم سے جا بھڑا۔ اس مشہور و معروف جنگ میں فرانسیسی فوج نے جس کی ایک عرصۂ دراز سے دھاک بندھی ہوئی تھی اور جس کا زک اٹھانا ناممکن خیال کیا جاتا تھا شکست فاش کھائی اور اس کا پورا دو تہائی حصہ یا تو کھیت رہا یا زخمی ہوا یا گرفتار کر لیا گیا۔

ملکۂ این قصر ونڈسر میں کتب خانہ کے دریا رخ دریچے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی کہ قاصد اس شاندار فتح کا مژدہ لایا۔ اس سے چند ہی دن پہلے اسے امیر البحر روک کے

تسخیر قلعۂ جبرالٹر
۳ اگست سنہ ۱۷۰۴ء

ہاتھوں جبل الطارق کے سنگین قلعہ کے مسخر ہونے کی خوش خبری مل چکی تھی یہ پیہم بشارتیں اس بات کی بیّن دلیل تھیں کہ جنگ

میں فتح کا پلہ اب انگلستان کی طرف جھک چلا۔ مارلبرو امیرالامرائی کے خطاب سے سرفراز ہوکر انگریزی قوم کی آنکھوں کا تارا بن گیا اور اُس کے نام کی دہشت سے اہل فرانس پر لرزہ طاری ہونے لگا۔ پارلیمنٹ نے وڈورسٹاک کے قریب اُسے ایک بہت بڑی جاگیر عطا کی جہاں اُس نے "ایوان بلنہیم" کے نام سے ایک عظیم الشان کوٹھی تیار کرائی اور جب ۱۷۰۵ء میں پارلیمنٹ کے لئے نئے اراکین کا انتخاب عمل میں آیا تو دارالعوام میں فریق وھگ کی ایک زبردست جماعت گڈالفن اور مارلبرو کی طرفدار ہو گئی اس لئے کہ ساری قوم جنگ کی حمایت پر کمربستہ تھی۔

مارلبرو نے پھر فلینڈرس کا رُخ کیا اور ماہ مئی ۱۷۰۶ء میں غنیم پر بمقام ریمیلیز ایک اور بڑی فتح پائی۔ اس معرکے میں فلینڈرس اور فرانس کے درمیانی علاقے کے زبردست قلعے اُس کے ہاتھ آئے۔ اپنوں اور بیگانوں پر اس کے تہور و تدبر کا سکہ

جنگ ریمیلیز مئی ۱۷۰۶ء

ایسا جم گیا تھا کہ شہنشاہ آسٹریا نے نذرلینڈ کے ہسپانوی علاقے کی گورنری پر اس کا تقرر کر دینا چاہا لیکن انگریز اور ولندیز دونوں اس تجویز کے خلاف تھے اس لئے مارلبرو نے اسے منظور نہ کیا۔ انھیں ایام میں امیر پیٹربرو نے جو ہسپانیہ میں انگریزی فوج کا سردار تھا بارسلونا فتح کر لیا اور فلپ پنجم کو فرانس کی طرف بھگا کر میڈرڈ میں امیراعظم چارلس کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ چاروں طرف سے شکست کھا کر لوئی اب صلح کا خواستگار ہوا اور اس شرط پر کہ نیپلز صقلیہ اور میلان فلپ کے قبضے میں رہنے دیئے جائیں ہسپانیہ اور نذرلینڈ سے بحق امیراعظم چارلس

لوئی کا مصالحانہ اقدام ۱۷۰۶ء

دست کش ہونے پر آمادہ ہو گیا۔ صلح بیشک ہو جانی چاہیئے تھی لیکن اہل انگلستان کے سر پر اس وقت جنگ کا بھوت سوار تھا اور فریق وھگ کو جس کا اقتدار غالب تھا اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر جنگ ختم ہو گئی تو ساتھ ہی اُس کے اقتدار کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ غرض اُنھوں نے صلح کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانے شروع کیئے اور محض اپنے ذاتی اغراض کی خاطر فرانس کو چاروناچار ایک ایسی بے سود جنگ کے جاری رکھنے پر مجبور کیا جس میں آیندہ سات سال تک انگریزی قوم کا روپیہ اور خون مفت میں پانی کی طرح بہتا رہا۔

لیکن خوبی قسمت سے انگلستان کی مالی حالت اس وقت آسانی سے یہ بوجھ اٹھا سکتی تھی۔ باوجودیکہ جنگ سر پر تھی اور سمندر میں دشمن کے جنگی جہازوں کا خطرہ ہر وقت سامنے تھا پھر بھی بازار تجارت ایسا گرم تھا کہ وزرائے سلطنت جس قدر روپیہ قرض لینا چاہتے تھے بآسانی لے لیتے تھے۔ چنانچہ قومی قرضے کی تعداد بڑھتے بڑھتے پانچ کرور چالیس لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گئی۔ یہ قرضہ اب حکومت کے لیئے بہت مفید ثابت ہوا اس لیئے کہ سود لینے والوں کی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی اور اُن کا فائدہ اسی میں تھا کہ ملک میں خانہ جنگی کا طوفان بپا ہونے نہ پائے۔ ورنہ اُنکے روپے کے ڈوب جانے کا خطرہ تھا۔ ۱۷۰۸ء میں جب مدعی نے چار ہزار فرانسیسی سپاہیوں کے ساتھ اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہونیکا تہیہ کیا تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوگئی۔ لنگر اٹھانے سے پہلے مدعی تو خسرہ کے عارضے میں مبتلا ہونے کے باعث مہم کے ہمراہ نہ جا سکا اور فرانسیسی جہاز امیر البحر بنگ کے ہاتھوں زک اٹھا کر بے نیل مرام واپس ہوئے۔ لیکن اس فوج کشی کی خبر ہی کا یہ اثر ہوا کہ قومی قرضے کا راس المال بقدر چودہ یا پندرہ فیصدی کے گر گیا۔ بالفاظ دیگر جس شخص نے حکومت کو ایک سو پاؤنڈ کی رقم قرض دے رکھی تھی وہ اب اپنا حق سود کسی دوسرے شخص کے ہاتھ صرف پچاسی پاؤنڈ لے کر فروخت کر سکتا تھا اس لیئے کہ اگر خانہ جنگی بپا ہوگئی ہوتی تو یہ امر یقینی نہ تھا کہ سود کی رقم وصول ہوگی بھی یا نہیں۔ آج کل بھی برطانیہ کو بلووں اور بغاوتوں سے بڑی حد تک اسی حکمت عملی نے بچا رکھا ہے۔ ایک ایسی پائدار حکومت کے قیام کے ساتھ جو قرض کا سود باقاعدہ طور پر ادا کرتی رہے اتنے بہت سے لوگوں کی اغراض وابستہ ہیں کہ رعایائے انگلستان کا جزو غالب ہمیشہ قانون وآئین اور امن وامان کے تحفظ کی تائید پر کمربستہ رہتا ہے۔

(حاشیہ: قومی قرضہ کا فائدہ)

(حاشیہ: مدعی کا حملہ ۱۷۰۸ء)

بینک انگلستان بھی حکومت اور تجارت دونوں کے کیلیئے ایک بہت بڑا ذریعۂ امداد ثابت ہوا۔ زرگروں کی مہاجنی کوٹھیوں کے مقابلے میں اس بینک کے ساتھ لین دین رکھنا داد وستد کا زیادہ محفوظ اور معتبر طریقہ تھا۔ جن سوداگروں کا کھاتہ اس بینک میں کھلا ہوا تھا وہ بہ آسانی روپیہ قرض لے سکتے تھے اور ہنڈیاں بھی چلا سکتے تھے یعنی نقد روپیہ ادا کرنے کے بجائے ادائی کا وعدہ

(حاشیہ: ساکھ کی استواری)

کر لیتے تھے۔ غرض بینک کا تجارتی کاروبار بہت وسیع ہوگیا اور عندالحاجت حکومت کی ضروریات اس کی اعانت سے پوری ہونے لگیں۔ نئے سکے کے چلن نے بھی ملک کی خوش حالی میں اضافہ کر دیا اور شہروں کی آبادی اور رونق جلد جلد بڑھنے لگی۔ برسٹل جزائر غرب الہند کے ساتھ تجارت کرنے سے پھر ایک بڑا شہر ہوگیا۔ مانچسٹر نارچ لیڈس اور شفیلڈ کی تجارتی و اقتصادی اہمیت روبہ ترقی ہوگئی اور لورپول کو جہاں

شہروں اور قریوں کی حالت

لندن کی وبا اور آتش زدگی کے بعد بہت سے تاجر اٹھ آئے تھے بڑے بڑے شہروں کی برابری کا درجہ حاصل ہونے لگا۔ اس عام ثروت و تمول سے ایک نقصان البتہ ملک کو ضرور پہنچا۔ یعنی

سفید پوشوں کا انحطاط

سفید پوش کاشتکاروں کی وہ توانا جماعت جو اپنی آبائی زمینوں میں سکونت رکھتی اور اپنے موروثی کھیت بوتی چلی آئی تھی رفتہ رفتہ گھٹنے لگی۔ افتادہ و غیر آباد زمینوں کے اتنے بڑے بڑے رقبے گھیر لیے گئے تھے کہ مزارعین کے لیے قلبہ رانی میں بہت کم نفع باقی رہ گیا۔ ادھر دولت مند سوداگروں کو اپنی زمینداریاں خریدنے کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ سفید پوشوں نے زیادہ نفع کمانے کے خیال سے اپنی آبائی میراث کو اونے پونے بیچ دیا اور جو روپیہ اس طرح ہاتھ لگا بیوپار میں لگا دیا اس طور پر انگلستان اپنی آبادی کے اُس سادہ مزاج تنومند اور آزادہ رو طبقے سے محروم ہوگیا جس نے سیکسن قوم کے زمانے سے ملک کی کمر مضبوط کر رکھی تھی۔

البتہ اس نقصان کی تلافی اس طرح ہوگئی کہ ۱۷۰۷ء میں انگلستان اور اسکاٹلینڈ

قانون اتحاد اسکاٹلینڈ میں بماہ جنوری ۱۷۰۷ء اور انگلستان میں بماہ مارچ ۱۷۰۷ء نافذ ہوا

آخرکار متحد ہو کر ایک ہوگئے اسوقت تک تمام مال تجارت پر جس کی آمد و رفت ان دونوں ممالک کے درمیان ہوتی تھی بھاری بھاری محصول لگائے جاتے تھے اور اسکاٹلینڈ ایک کم استطاعت ملک تھا اور ضروریات زندگی کا بیشتر حصہ اُسے باہر سے لینا پڑتا تھا اس لیے یہ محصول اہل اسکاٹلینڈ کو بہت گراں گزرتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن میں بے چینی کے آثار شروع ہو گئے۔ انگلستان کے تجارتی قوانین کی سختی نے خلیج ڈیرئین کے ساحل پر اسکاٹلینڈ والوں کی ایک نوآبادی کو بھی برباد کر دیا تھا۔ اس پر وہ اور بگڑے اور اپنا غصہ ۱۷۰۳ء میں یوں نکالا کہ ایک قانون اپنی قومی پارلیمنٹ

میں یہ منظور کرا لیا کہ ملکہ این کی وفات پر اسکاٹلینڈ کا بادشاہ کوئی پراٹسٹنٹ مذہب کا شہزادہ ہوگا لیکن یہ بادشاہ تاجدار انگلستان نہ ہوگا اگر اس قانون پر عمل درآمد ہوتا تو بڑی خرابی پیش آتی اس لیئے کہ اقلیم برطانیہ میں پھر دو بادشاہوں کے موجود ہونے سے جنگ کا چھڑ جانا لازمی تھا۔ غرض انگریز محصول سے دست کش ہو گئے اور اس شرط پر جنگی وصول کیئے بغیر مال تجارت کے سرحد پار گزر جانے پر رضامند ہو گئے کہ اسکاٹلینڈ والے اپنی جداگانہ پارلیمنٹ قائم نہ رکھیں بلکہ اپنے نائب انگریزی پارلیمنٹ میں اسیطرح بھیجا کریں جسطرح کرامول کے زمانے میں بھیجا کرتے تھے۔ پہلے تو اہل اسکاٹلینڈ کو اس تجویز کے منظور کرنے میں بہت کچھ پس وپیش ہوا لیکن ۱۷۰۷ء میں دونوں ملکوں کے ایک نیابتی وفد نے اپنے اجلاس میں بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ اہل اسکاٹلینڈ اپنا طریق عبادت اور اپنے قومی قوانین قائم رکھیں لیکن اپنی پارلیمنٹ سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے بجائے پینتالیس نائب انگلستان کے دار العوام اور سولہ امیر دار الامرا میں شریک ہونے کے لیئے روانہ کر دیا کریں۔ یہ باہمی قرارداد "قانون اتحاد" کے نام سے موسوم ہوئی اور اس کے اجرا سے دونوں ملک "برطانیۂ عظمیٰ" کا نام اختیار کر کے باہم متحد ہو گئے۔ اب اُن

سلطنت برطانیۂ عظمیٰ

قدیم ایام کی طرح جبکہ نارتھمبرلینڈ (علاقہ شمال ہمبر) خلیج فورتھ تک پھیلا ہوا تھا سیکسن زبان بولنے والی قومیں پھر ایک ہو گئیں سنیٹ جارج اور سینٹ اینڈریو کی صلیبیں جو انگلستان اور اسکاٹلینڈ کی قومیتوں کی علامات تھیں ملا کر برطانوی علم "یونین جیک" بنایا گیا اور قومی اتحاد کے لحاظ سے اسکاٹلینڈ اور انگلستان والے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور اس دن سے آج کے دن تک دونوں ملکوں کے اتحاد کی شاخ پھولتی پھلتی چلی آئی ہے۔

اس دل کشا مرقع کی سیر سے پلٹ کر جب ہم آیرلینڈ کی ہمسایہ قلمرو کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ایک غم انگیز منظر آنکھوں میں پھرنے لگتا ہے۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں (دیکھو صفحہ...) کہ عہد نامہ لمرک کی دفعات حرف غلط کی طرح میٹ دی گئیں اور آئندہ پچاس

آیرلینڈ میں تعزیری قوانین

سال کا زمانہ فرقۂ کیتھولک نے جس کی ہمت شکست کھا کر ٹوٹ گئی تھی انواع واقسام کی سختیوں اور عقوبتوں میں گزارا۔ ممالک غیر کے کیتھولک جو بیدردانہ سلوک فرانسیسی پراٹسٹنٹوں کے ساتھ روا رکھتے تھے

وہی انگلستان اور آئرلینڈ کے پراٹسٹنٹوں نے انکے ساتھ کرنا شروع کیا ان بیچاروں کو تعزیری قوانین کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ ان کے پادریوں کو طرح طرح کی ایذائیں دی جانے لگیں۔ ان کے لیئے اراضی کی ملکیت ممنوع قرار دی گئی۔ ان کے بچوں کو بہکا پھسلا کر پراٹسٹنٹ بنالیا جاتا تھا یا اُن کے ذرائع حصول تعلیم مسدود کردیئے جاتے تھے۔ ان تعزیری قوانین کے علاوہ کچھ قوانین ایسے بھی نافذ کیئے گئے کہ آئرلینڈ والے نہ تجارت کرسکیں نہ صنعت وحرفت کے کارخانے قائم کرسکیں۔ نتیجہ ان تمام ظالمانہ کارروائیوں کا یہ ہوا کہ لوگ جان سے تنگ آگئے اور ان میں مکاری اور شورہ پشتی کی وہ عادات پیدا ہوگئیں جنکا خمیازہ انگلستان آج کھینچ رہا ہے ؛

جنگ کا سلسلہ بھی اس مدت میں برابر جاری رہا۔ مارلبرو کو اوڈینارڈ لل اور میلپلیکوئے کے معرکوں میں تین اور نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں لیکن ہسپانیہ میں فرانسیسی پھر کامیاب رہے اور فلپ پنجم منظفر ومنصور داخل میڈرڈ ہوا۔ پھر بھی فرانس کو جنگ نے ایسا خستہ وماندہ کردیا تھا کہ ۱۷۰۹ء میں لوئی نے دوبارہ صلح کی درخواست کی لیکن شہنشاہ آسٹریا اور برطانوی وزرا نے پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اپنے حریف کی درخواست رد کردی۔ برطانوی وزرا کی یہ ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی اور اس سے بھی بڑی غلطی مارلبرو نے یہ درخواست پیش کرنے سے کی کہ فوج کی سپہ سالاری کے عہدے پر اُس کا تقرر عمر بھر کے لیئے کردیا جائے۔ کرامول کے زمانے سے انگریزی قوم کو کسی بات کا اس قدر خوف نہ تھا جتنا اس بات کا کہ ایک صاحب اختیار شخص فوج کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملک کے سیاہ وسپید کا مالک ہوجائے۔ اس کے علاوہ ساری قوم جنگ سے اور جماعت وھگ کی حکومت سے تنگ آچلی تھی ؛

> جنگ اوڈینارڈ ۱۷۰۸ء
> جنگ لل ۱۷۰۸ء جنگ میلپلیکوئے ۱۷۰۹ء

انھیں ایام میں ایک جوشیلے ٹوری پادری ڈاکٹر سیشورل نے اس مضمون کا وعظ کیا کہ بادشاہوں کے اختیارات ربانی ہوتے ہیں اور جو شخص بادشاہ کے خلاف سر اٹھائے وہ شریر وخبیث ہے۔ جماعت وھگ سمجھی کہ یہ ولیم ثالث اور ملکہ این کے حقوق پر حملہ ہے اور وزرا نے ڈاکٹر سیشورل پر دارالامرا میں

> ڈاکٹر سیشورل کا چالان

مفسدہ انگیزی کا الزام قائم کیا۔ ملزم پر جرم ثابت ہوا لیکن قوم اس حد تک اُس کی طرفدار پائی گئی کہ امرا نے اس سے شدید مواخذہ کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور صرف اسی قدر سزا پر اکتفا کیا کہ پادری سیشورل تین سال تک منادی نہ کرنے پائے اور اس کی چھپی ہوئی تقریر جلا دی جائے۔ یہ احمقانہ نزاع کچھ ایسی اہم تو نہ تھی لیکن وھگ جماعت کے وزرا کو زک دینے پر قوم تلی بیٹھی تھی۔ چنانچہ جب پادری سیشورل رہا ہوا تو عوام الناس کا ایک جم غفیر "زندہ باد کلیسا پائندہ باد سیشورل" کے نعرے مارتا ہوا اُس کے ہمراہ ہو لیا اور لوگوں کے جوش و خروش کی کوئی انتہا نہ رہی جا بجا الاؤ جلائے گئے گرجاؤں کی گھنٹیاں بجائی گئیں اور شہر میں چراغاں کیا گیا۔

ملکۂ این جس کا دلی میلان ہمیشہ سے ٹوری اصول کی طرف تھا رعایا کے ان جذبات کو ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتی تھی اور حال ہی میں مارلبرو کی بیگم سے کشیدہ ہو کر ایک بہت بڑے بیدار مغز مدبر رابرٹ ہارلی کی بہن مسز میشم کو اس نے اپنا جلیس بنا لیا تھا۔ ہارلی نے جس کی وزرا سے ان بن اور مارلبرو سے لاگ ڈانٹ چلی آتی تھی اب ایک فصیح و بلیغ مقرر سینٹ جان کے ساتھ مل کر پارلیمنٹ میں مارلبرو پر چوٹیں کرنی اور اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ جنگ ختم ہو جانی چاہیے۔

مارلبرو اور فریق وھگ پر حملہ ۱۷۱۰ء

اس زمانہ کا زبردست انشا پرداز ڈین سوئفٹ بھی جس نے سیاسیات کے موضوع پر اپنا زور قلم صرف کیا ہے اُن کا ممد و معاون بن گیا اور اخبارات میں مضامین لکھ لکھ کر اُن کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اُس کی تحریر کی جوش انگیزی کا اندازہ اس ایک فقرہ سے ہو سکتا ہے کہ "اس جنگ نے ہمارا تو پلیتھن نکال دیا۔ غضب خدا کا ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کی نقد منظوری اور کم و بیش پانچ کروڑ پاؤنڈ کا قومی قرضہ! ہمارے حلیف کیا ہیں۔ اچھے خاصے حریف ہیں جو ہماری لٹیا ڈبوئے چلے جا رہے ہیں" اور تو اور عوام الناس بھی اپنے منظور نظر مارلبرو کے مخالف ہو گئے اور اُسے یہ الزام دینے لگے کہ وہ اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر جنگ کو طول دے رہا ہے آخر ۱۷۱۰ء میں این نے وزرا کو موقوف کر دیا اور ہارلی کو امیر آکسفرڈ اور سینٹ جان کو امیر بالنگبروک کے خطابات دے کر اپنا مشیر خاص مقرر کیا پارلیمنٹ بھی توڑ دی گئی اور جدید انتخابات کے بعد دار العوام میں ٹوری ہی ٹوری

آکسفرڈ اور بالنگبروک کی وزارت۔ ۱۷۱۰-۱۷۱۴ء

نظر آنے لگے۔ اس کے چند مہینے بعد مارلبرو اپنے عہدے سے برطرف کر دیا گیا اور اس کی جگہ امیر کبیر آرمنڈ جو ایک کٹر ٹوری تھا مقرر کیا گیا۔ مارلبرو کا ستارہ کچھ ایسا گردش میں آیا ہوا تھا کہ اُس پر سرکاری رقوم میں تغلب کرنے تک کا الزام لگا دیا گیا۔ اُس کی بی بی کو بھی دربار شاہی میں آنے کی ممانعت ہو گئی اور وہ خود بھی اس بات کی عبرتناک مثال قائم کر کے انگلستان سے رخصت ہو گیا کہ جس شخص کو اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں پر غرہ ہو جاتا ہے اُس کے پچھلے احسان بھی لوگ بھول جاتے ہیں۔

اب ٹوری جماعت نے شرائط صلح کے بارہ میں فرانس کے ساتھ نامہ وپیام شروع کر دیا۔ ۱۷۱۳ء میں عہد نامۂ یوٹریکٹ پر فریقین کے دستخط ثبت ہو گئے۔ عہد نامہ کی شرائط برطانیہ کے حق میں کچھ بہت زیادہ مفید نہ تھیں سات سال پہلے اگر صلح ہو گئی ہوتی تو وہ زیادہ فائدہ میں رہتا۔ اس میں شک نہیں کہ فرانسیسی ندرلینڈ اور جرمنی سے نکال دیئے گئے لیکن ہسپانیہ اور امریکہ کے ہسپانوی مقبوضات اس قرارداد کے ساتھ

عہد نامۂ اٹریخت ۱۷۱۳ء

کہ فرانس اور ہسپانیہ کی سلطنتیں کبھی متحد ہو کر ایک تاجدار کے ماتحت نہ ہوں گی بدستور فلپ کے قبضے میں رہے۔ میلان، نیپلز اور ندرلینڈ کا ہسپانوی علاقہ آسٹریا کو ملا۔ ولندیزوں کو اپنے ملک کی حفاظت کے لیئے قلعوں کا ایک زبردست سلسلہ ہاتھ لگا۔ اور برطانیہ کے حصہ میں جبل الطارق اور منارکا آئے۔ اس کے علاوہ علاقۂ خلیج وانبائے ہڈسن اور نیو فونڈلینڈ اور نو اسکوشیا بھی جس کے بارہ میں برطانوی اور فرانسیسی ماہی گیروں کے درمیان سو سال سے نزاع چلی آتی تھی انگریزوں کو دیا گیا لوئی نے بہ اقرار صالح عہد کیا کہ این اور اس کے جانشینوں کو جو خاندان ہنیوور سے تھے برطانیہ کا جائز حکمراں تسلیم کرے گا اور مدعی کو جس نے لورین میں سکونت اختیار کی تھی ہر گز امداد نہ دیگا۔ اسی کے ساتھ برطانیہ کو تیس سال کیلئے ہسپانوی نوآبادیوں میں حبشی غلاموں کی خرید وفروخت کا حق بلا شرکت غیرے حاصل ہوا اور یہ حق بھی ملا کہ ہر سال مال تجارت سے لدا ہوا ایک جہاز جنوبی سمندروں میں بھیجا کرے۔ لیکن برطانوی وزراء نزاعی مسائل کی الجھنوں سے یہاں تک بچنا چاہتے تھے کہ اُنھوں نے اُن کا بھی ساتھ چھوڑ دیا جو آڑے وقت میں اُن کے کام آئے تھے اور برطانیہ کے دامن آبرو پر یہ ایک ایسا داغ ہے جو آج تک نہیں مٹا۔ قوم کٹلان نے جو ہسپانیہ کے شمال ومغرب میں بستی تھی جنگ

میں برابر ستحرین کا ساتھ دیا تھا اور ان کو یقین دلایا گیا تھا کہ اُن کی آزادی برقرار رکھی جائیگی لیکن جب ایفائے عہد کا وقت آیا تو شہنشاہ آسٹریا نے تو اُن کی حمایت سے صاف انکار کردیا اور برطانیہ نے بھی گو با دل ناخواستہ ہی سہی انھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا کہ جس طرح چاہیں ہسپانیہ سے نبٹ لیں چنانچہ ان بیچاروں کو ایک طویل جدوجہد کے بعد آخر ماہ جولائی ۱۷۱۴ء میں ہسپانیہ کی حلقہ بگوشی اختیار کرنی پڑی۔

ملکۂ این کا عہد حکومت اب ختم ہونے کے قریب تھا کہ وہ ایک عرصے سے بیمار چلی آتی تھی اور ہر شخص اسی سوچ میں پڑا ہوا تھا کہ دیکھیئے اُس کا جانشین کون ہوتا ہے ہینوور کی دیرینہ سال ملکہ سوفیا کا انتقال ہوچکا تھا اور اس کا بیٹا جارج فرماں روائے ہینوور دہ پراٹسٹنٹ شہزادہ تھا جسے پارلیمنٹ نے قانون جانشینی میں وارث تاج وتخت نامزد کیا تھا۔ جارج چونکہ جرمن تھا اور انگریزی کا ایک حرف بھی نہ بول سکتا تھا اس لیئے جیمزیوں کو امید بندھ چلی تھی کہ شاید انھیں مدعی کو تخت پر بٹھانے میں کامیابی ہو جائے۔ اور تو اور ٹوری فریق کے وزرا بالنگبروک اور آکسفرڈ بھی درپردہ مدعی کے ساتھ سازوباز کرنے لگے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خوب جانتے تھے کہ جارج وھگ جماعت کا طرفدار ہوگا لیکن کارکنان قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک دن ایوان کونسل میں بالنگبروک اور آکسفرڈ کا شدید تنازع ہوگیا۔ ملکہ کو ان دونوں کی یہ تو تو مَیں مَیں بہت ناگوار گزری اور امیر آکسفرڈ اپنی خدمت سے سبکدوش کردیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی ملکہ پر سکتہ طاری ہوا اور دو دن بعد یکم اگست ۱۷۱۴ء کو اس نے وفات پائی۔ وھگ امرا آرگائل اور سامرسٹ نے فوراً امیر کبیر شروسبری سے جو کونسل کا صدرنشین اور ٹوری ہونے کے باوجود مدعی کا مخالف تھا مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ پارلیمنٹ کے دیرینہ فیصلہ کے لحاظ سے جارج ہی کو وارث تاج ہونا چاہیئے ۔ چنانچہ لنڈن اور پورٹسمتھ دونوں مقامات میں فوجی دستے متعین کردیئے گئے اور جیمز کے ہوا خواہ سر بھی نہ اٹھانے پائے تھے کہ جیمز اول کے پروتے جارج لیوئس فرماں فرمائے ہینوور کی بادشاہی کا اعلان ہوگیا ۔

ملکۂ این کی وفات ۱۷۱۴ء

جارج اول کی بادشاہی کا اعلان

اب ہم اُس پر آشوب زمانے کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں جس کے دوران میں اسٹوارٹ خاندان کے بادشاہوں نے مطلق العنان ہوکر خود مختارانہ طریق پر حکومت کرنی چاہی اور پارلیمنٹ اور ساری قوم کی طرف سے انکا مقابلہ ہوا۔ یہ کشمکش ۱۶۰۳ء سے شروع ہوکر ولیم ومیری کے عہد تک تقریباً سو سال جاری رہی اور آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ پہلے سے زیادہ طاقتور ہوگئی اور جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا

دستوری حکومت کا آغاز

جارج اول کے زمانۂ حکومت میں اُس کی طاقت اور زیادہ بڑھ گئی۔ چونکہ نیا بادشاہ زبان انگریزی سے نابلد ہونے کے باعث مجلس کابینہ کے مباحث سمجھنے سے عاری تھا اس لئے وہ دستور کے خلاف اجلاس کابینہ میں شریک نہ ہوتا تھا۔ بلکہ سب سے بڑا وزیر وہ "صدر اعظم" کے خطاب سے مخاطب ہوکر ان اجلاسوں میں اُس کی قائم مقامی کرتا تھا۔ اسی زمانے سے انگلستان کے صدر اعظم تاجدار وقت کی ماتحتی میں ملک کے حقیقی فرمانروا چلے آتے ہیں۔ لیکن قوم کو ابھی تک ایک ایسے بادشاہ کے ساتھ جس کا سلسلۂ فرمانروائی مستقل اور موروثی ہو ویسی ہی عقیدت تھی جیسی قدیم الایام سے تھی۔ لوگ نہ چاہتے تھے کہ تخت بادشاہی پھر کبھی خالی نظر آئے۔ تجربے نے اُنھیں سکھا دیا تھا کہ بہترین حکومت وہ "دستوری حکومت" ہے جس میں بادشاہ اپنے وزرا کا انتخاب خود کرتا ہے اور اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ کل اختیارات ایک ہی شخص کی ذات میں نہ جمع ہو جائیں ؟

اس سو سال کے زمانے میں قوم برابر دولت وثروت اور علم وحکمت کے دوگونہ مراحل خاموشی کے ساتھ طے کر رہی تھی۔ تمول میں جس قدر ترقی ہوتی گئی اس قدر لوگوں

سترھویں صدی کا ادب

کو دماغی ترقی کرنے کا موقع ملتا گیا۔ اس زمانے کے انگریزی وزرا اہل علم کے سرپرست تھے جنھیں علمی وظائف دیئے جاتے اور سرکاری خدمتوں پر مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ملٹن نیوٹن لاک ایڈیسن سوئفٹ اسٹیل اور بہت سے دوسرے ارباب فضل وکمال کو ہم سرکاری عہدوں پر مامور پاتے ہیں۔ ادبیات کی ترقی کے لحاظ سے یہ دور خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ خبروں کے پرچے جو ترقی کرتے کرتے اخبارات کے درجے تک پہنچ گئے اسی زمانے میں جاری ہوگئے تھے

جب انگلستان میں خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ۱۶۹۵ء کے بعد سرکاری نگرانی کی قید سے آزاد ہوتے ہی ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا تھا۔ ڈین سوئفٹ کے قلم سے اخبار "اگزامنر" (ممتحن) میں سیاسی مضامین نکلا کرتے تھے اور ۱۷۰۴ء میں "ٹیل آف اے ٹب" (بالٹی کی کہانی) کے نام سے اُس نے ایک طعن آمیز افسانہ شائع کیا۔ اسٹیل نے ایک ایک پنس کی قیمت کے دو اخبار "ٹیٹلر" (۱۷۰۹ء) اور "اسپکٹیٹر" (ناظر) (۱۷۱۱ء) جاری کیے جن میں ایڈیسن اور دوسرے مضمون نگار معاشرت کے موضوع پر دلچسپ مضامین لکھا کرتے تھے اور اس زمانے کی معاشرت اور روزمرہ کے معاملات پر نہایت دلچسپ مضامین لکھتے تھے۔ چنانچہ سر راجر ڈی کاورلی کی سیرت اس قسم کے مضامین کی نہایت دلکش مثال ہے۔ ادبیات کے سنجیدہ تر شعبہ میں لاک کے دو مشہور مقالے پیش کیے جاسکتے ہیں جن میں سے ایک کا موضوع "ادراک انسانی" اور دوسرے کا "مسامحت دولت" ہے۔ فن تاریخ میں پادری برنٹ کی کتاب "اپنے زمانے کی تاریخ" (۱۷۱۵ء) اور پیپس کی پر لطف تصنیف "روزنامچہ" قابل تذکرہ ہیں۔ اسی زمانے میں داستانوں اور افسانوں کے لکھے جانے سے لوگوں میں قصہ خوانی کا چرچا ہوا۔ اس شق میں بنین کی حکایت "پلگرمس پراگرس" (مسافر زائر)، ڈی فو کے افسانہ "رابنسن کروسو" (۱۷۱۹ء) سوئفٹ کی داستان "سفر نامۂ گلیور" (۱۷۲۶ء) اور آربتھنٹ کا قصہ "تاریخ جان بُل" مشہور ہے۔ انگریزوں کا قومی نام جان بُل اول اول اسی قصہ میں لیا گیا ہے۔ شعرا میں کاولی، ملٹن ڈرائڈن اور "ہیوڈی براس" کے ہجو نگار مصنف سیموئل بٹلر کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ ایک خصوصیت اس صدی اور اس کے بعد کی صدی کی یہ ہے کہ طرز انشا پردازی رفتہ رفتہ بہت بدل گیا۔ اہل قلم پہلے دقیق یا رنگین طرز تحریر کے دل دادہ تھے۔ اب ان کی عبارت سادہ اور پُر معنی ہونے لگی۔ انشا پردازی کا مقصود شوکت لفظی نہ رہا بلکہ ادیب اپنا کمال اسی میں سمجھنے لگے کہ مطلب اچھی طرح سے پڑھنے والے کے ذہن نشین ہوجائے۔ اس تغیر کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں میں تعلیم زیادہ پھیل گئی تھی اور مصنفین کا روئے سخن زمانۂ سابق کی طرح صرف علما و فضلا ہی کی جانب نہ تھا بلکہ ان کی تصنیفات عوام

کے افادے کے لیئے شائع ہونے لگی تھیں۔ ایک بہت بڑا مفید نتیجہ کتابوں اور اخباروں
اور علوم و فنون کی ہر صنف کی اشاعت سے یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں رواداری کا
احساس پیدا ہونے لگا یہ حقیقت عوام کے ذہن نشین ہو گئی کہ باہمی اختلاف آراء کوئی
ایسا امر نہیں جو آپس کی نزاع کا موجب ہو اور اسی کے ساتھ اہل برطانیہ کے لیئے
یہ بات ناممکن ہو گئی کہ جبر و استبداد اور جور و جفا کے قدیم عہد کو دوبارہ تازہ کر سکیں ۔

بائیسواں باب

اندرونی امن اور بیرونی فتوحات سے برطانیۂ عظمیٰ کا قوی ہونا

جارج اول ۱۷۱۴ء لغایت ۱۷۲۷ء

جارج ثانی ۱۷۲۷ء لغایت ۱۷۶۰ء

ملکہ این کی وفات کے سات ہفتہ بعد جارج اول اپنے اکلوتے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے گرینچ میں لنگرانداز ہوا۔ وہ اگرچہ پردیسی تھا لیکن اس کا استقبال پوری گرمجوشی سے کیا گیا اس لئے کہ قوم امن و سکون کی خواہاں تھی اور نہ چاہتی تھی کہ نظام حکومت میں کسی قسم کا خلل واقع ہو گزشتہ زمانہ کے واقعات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ ان پچیس سال

خاندان ہینوور۔

کی مدت کے اندر جو جیمز ثانی کے فرار ہو کر فرانس چلے جانے کے بعد گزری دو سخت لڑائیاں پیش آئیں۔ ان میں سے ایک جنگ تو ۱۶۸۹ء میں شروع ہو کر ۱۶۹۷ء تک رہی جس نے ولیم ثالث کو ہمیشہ ملک سے باہر تیغ بکف رکھا اور اس کا خاتمہ عہدنامہ ریسوک پر ہوا (دیکھو صفحہ ۳۶۲)

دوسری لڑائی جس کا سلسلہ ۱۷۰۲ء و ۱۷۱۳ء تک برابر قائم رہا اور جس میں مارلبرو کو فتوحات حاصل ہوئیں ملکہ این کے انتقال سے صرف ایک سال پہلے عہدنامہ یوٹریکٹ سے ختم ہوی۔ ان معرکوں میں برطانیہ کے شریک ہونے کی غرض کچھ تو یہ تھی کہ ہالینڈ کی حفاظت کیجائے لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ فرانس کسیطرح جیمز اور اس کے بیٹے کو ازسرنو تخت انگلستان کا قبضہ نہ دلانے پائے نقصان جان سے قطع نظر کر کے نقصان مال ان لڑائیوں کی وجہ سے ملک کو اس قدر اٹھانا پڑا تھا کہ قومی قرضہ جس کی ابتداء ۱۶۹۲ء میں ہوئی تھی بائیس سال کے عرصے میں بڑھتے بڑھتے تین کرور اسی لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گیا تھا۔ اب اہل انگلستان کو ایک ایسے بادشاہ کی ضرورت تھی جو ملک کی عنان اختیار پارلیمنٹ اور وزرائے سلطنت کے

حصۂ ہفتم

برطانیۂ عظمیٰ کی فراخی

تاجداران سلسلۂ ہینوور

(جن کے سلسلہ کا دوسرا نام برنسوک لون برگ اور جنکا خاندانی نام گلف ہے)

جیمز اول

شہزادی الزبتھ — منکوحۂ شاہ فریڈرک پنجم

سوفیا — منکوحۂ ارنسٹ فرمان فرماے ہینوور جس کا سلسلۂ نسب برنسوک یا ہینوور کے امراے خاندان گلف سے ملتا تھا۔

جارج اول (فرمان فرماے ہینوور)
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۶۰ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۲۷ء
زمانۂ حکومت سنہ ۱۷۱۴ء لغایت سنہ ۱۷۲۷ء
زل کی شہزادی سوفیا کو حبالہ عقد میں لایا۔

جارج ثانی (فرمان فرمائے ہینوور)
تاریخ ولادت سنہ ۱۶۸۳ء تاریخ وفات سنہ ۱۷۶۰ء
زمانۂ حکومت سنہ ۱۷۲۷ء لغایت سنہ ۱۷۶۰ء
انسپاک کی شہزادی کیرولاین کا شوہر

فریڈرک شہزادہ ویلز سیکس گوتھا کی شہزادی آگسٹا کا شوہر
سنہ ۱۷۵۱ء میں وفات پاگیا۔

جارج ثالث (شاہ ہینوور سنہ ۱۸۱۴ء)
تاریخ ولادت سنہ ۱۷۳۸ء تاریخ وفات سنہ ۱۸۲۰ء
زمانۂ حکومت سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۸۲۰ء
مکلنبرگ اسٹریلٹز کی شہزادی چارلوٹ سے عقد کیا۔

جارج رابع
تاریخ ولادت سنہ ۱۷۶۲ء تاریخ وفات سنہ ۱۸۳۰ء
زمانۂ حکومت سنہ ۱۸۲۰ء لغایت سنہ ۱۸۳۰ء
برنسوک کی شہزادی کیرولاین سے عقد کیا
شہزادی چارلوٹ
تاریخ ولادت سنہ ۱۷۹۶ء تاریخ وفات سنہ ۱۸۱۷ء

فریڈرک امیر کبیر یارک
تاریخ ولادت سنہ ۱۷۶۳ء
تاریخ وفات سنہ ۱۸۲۷ء
کوئی وارث نہ چھوڑا

ولیم رابع
تاریخ ولادت سنہ ۱۷۶۵ء تاریخ وفات سنہ ۱۸۳۷ء
زمانۂ حکومت سنہ ۱۸۳۰ء لغایت سنہ ۱۸۳۷ء
سیکس مینگن کی شہزادی ایڈیلیڈ سے عقد کیا
کوئی وارث نہ چھوڑا۔

ایڈورڈ امیر کبیر کینٹ
تاریخ ولادت سنہ ۱۷۶۷ء
تاریخ وفات سنہ ۱۸۲۰ء

ارنسٹ آگسٹس امیر کبیر کمبرلینڈ و شاہ ہینوور
تاریخ ولادت سنہ ۱۷۷۱ء تاریخ وفات سنہ ۱۸۵۱ء

وکٹوریا
تاریخ ولادت سنہ ۱۸۱۹ء
تاریخ تخت نشینی سنہ ۱۸۳۷ء
سیکس کوبرگ گوتھا کے شہزادہ البرٹ سے عقد کیا

وکٹوریا — ملکہ فریڈرک شہنشاہ جرمنی

البرٹ ایڈورڈ — شہزادہ ویلز
جارج پنجم

ایلس — رئیسہ ہیس
تاریخ وفات سنہ ۱۸۷۸ء

الفریڈ — امیر کبیر ایڈنبرا

ہلینا — (شہزادہ کرسچین)

لوئیز — رئیسہ لارن

آرتھر — امیر کبیر کناٹ

لیوپولڈ — امیر کبیر البنی
تاریخ وفات سنہ ۱۸۸۴ء

بی ٹرائس — شہزادی باٹن برگ

ہاتھ میں دے دے اور فتنہ و فساد برپا نہ کرے جس سے مدعی کو مراجعت کا موقع ملجائے۔
جارج اول اسی وضع کا بادشاہ تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔ اس وقت اس کی عمر چوّن سال کی تھی عادات و اطوار ناتراشیدہ تھے مزاج سست و کاہل واقع ہوا تھا اور برطانیہ عظمیٰ کی فرمانروائی سے وہ ہینوور کی ریاست کو کہیں بہتر سمجھتا تھا۔ لیکن اُس کی نیت اچھی تھی اسی لئے حتی المقدور اُس نے اپنے عہد حکومت میں ضابطہ و آئین کا ساتھ نہ چھوڑا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اپنی رائے کو تا امکان بہت کم دخل دیا۔ فریق وھگ کی جانب جس نے اُسے تخت سلطنت دلوایا تھا اُس کا رجحان طبیعت ہونا ایک لازمی بات تھی اور انگلستان پہنچنے سے پہلے ہی اُس نے ٹوری وزرا کو برطرف کر دیا تھا۔

جارج اول کی سیرت۔

نئی پارلیمنٹ کے مبعوث قریب قریب سب کے سب وھگ تھے چنانچہ آکسفرڈ بالنگبروک اور آرمنڈ پر جیمزیوں کے ساتھ سازوباز کرنے کی علت میں مقدمہ قایم کیا گیا۔ آرمنڈ اور بالنگبروک تو بھاگ کر فرانس چلے گئے مگر آکسفرڈ بدستور ملک ہی میں مقیم رہا۔ اور دو سال کے لئے قلعہ لندن میں قید کر دیا گیا۔

آکسفرڈ بالنگبروک اور ارمنڈ پر مقدمات

ایک عرصۂ دراز تک لوگوں میں بغاوت پھیلی رہی اس لئے کہ اہل انگلستان کا ایک بڑا گروہ ابھی تک خاندان اسٹوارٹ کا طرفدار تھا۔ اضلاع متوسط میں رہ رہ کر ایسے خطرناک فساد برپا ہوئے کہ ۱۷۱۵ء میں بلوے کے انسداد کیلئے ایک قانون جاری کیا گیا جس کی رو سے یہ امر جائز قرار دیا گیا کہ اگر قانون کے علی الاعلان سنا دیئے جانے کے بعد بھی کوئی جماعت جو آمادۂ فساد ہو خاموشی سے منتشر نہ ہو جائے تو حکام کو اختیار ہوگا کہ اسے جبراً منتشر کر دیں اور اگر اس ہنگامے میں کسی بلوائی کو گزند پہنچ جائے تو حکام بری الذمہ ہونگے۔

قانون ہنگامہ ۱۷۱۵ء

اسکاٹلینڈ اور شمالی انگلستان میں مفسدے کی نوعیت زیادہ سنگین تھی۔ کوہستانیوں نے امیر مار اور انگریزی جیمزیوں نے لارڈ ڈرونٹ واٹر اور نارتھمبرلینڈ کے مبعوث مسٹر فارسٹر کی سرگروگی میں علم بغاوت بلند کیا لیکن امیر کیسر آرگایل

جیمزیوں کی بغاوت سنہ ۱۷۱۵ء

نے جوان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا تھا کوہستانی مفسدہ پردازوں کو بتاریخ ۱۳ نومبر اسٹرلنگ کے قریب شیرف میور کے میدان میں شکست دی اور اسی دن انگریزی جیمزیوں نے لنکاشائر میں بمقام پرسٹن ہتھیار ڈال دئے۔ اس طور پر دو مہینے کے اندر اندر بغاوت فرو ہوگئی۔ مدعی نے بھی جوان واقعات کے ایک مہینے بعد اسکاٹلینڈ میں لنگرانداز ہوا رک اٹھائی اور امیر مار کو ساتھ لیکر فرانس پلٹ جانے پر مجبور ہوا فارسٹر فرار ہوگیا اور نوجوان لارڈ ڈرونٹ واٹر قتل کر دیا گیا ان ہنگاموں اور بغاوتوں کی وجہ سے قوم کو ایک زبردست حکومت کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ہفت سالہ پارلیمنٹیں سنہ ۱۷۱۶ء

چنانچہ سنہ ۱۷۱۶ء میں ایک قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے بادشاہ کو سات سال تک ایک ہی پارلیمنٹ کے برقرار رکھنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ اس قانون پر آج تک عمل ہوتا چلا آتا ہے۔

انگلستان کے جانی دشمن لوی چہاردہم تاجدار فرانس نے اکھتر سال کی طویل فرمانروائی کے بعد سنہ ۱۷۱۵ء میں انتقال کیا اور اُس کے پروتے نے جو دس برس کا لڑکا تھا لوی پانزدہم کا لقب اختیار کر کے تخت فرانس پر جلوس کیا۔ اسطرح انگلستان نے

اتحاد ثلاثہ سنہ ۱۷۱۷ء

فرانس کی دراندازیوں سے نجات پائی اور آئندہ بیس سال تک فرانسیسیوں نے انگلستان کے خلاف کوئی ریشہ دوانی نہ کی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوئی کہ امیر کبیر آرلینس نے جو فرانس کا نائب السلطنت تھا برطانیہ اور ہالینڈ کے ساتھ اتحاد قائم کر کے اس شرط پر خاندان ہینوور کی تائید و حمایت کی ہامی بھر لی کہ اگر لوئی پانزدہم کے انتقال کرجانیکی حالت میں فلپ پنجم فرمانروائے ہسپانیہ نقض عہد کر کے ہسپانیہ و فرانس دونوں سلطنتوں کا دعویدار بن بیٹھے تو برطانیہ اور ہالینڈ آرلینس کے خاندان کو تاج فرانس دلوانے میں اُس کی امداد کریں۔ انگریز ان شرائط پر رضامند ہو گئے اور جب سنہ ۱۷۱۸ء

جنگ راس پسارو سنہ ۱۷۱۸ء

میں فلپ نے صقلیہ پر چڑھائی کرنے کی دھمکی دی تو برطانیہ اور فرانس نے متفقہ طور پر ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ انگریزی امیر البحر سر جارج بنگ نے راس پسارو میں

ہسپانوی بیڑے کو شکست دی اور ہسپانیوں نے ۱۷۱۹ء میں اسکاٹلینڈ پر فوج کشی کرنے کا قصد کیا لیکن اس کشمکش کا جلد ہی خاتمہ ہو گیا اور فلپ نے ہار مان لی۔

اب چونکہ اندرونی اور بیرونی خرخشے مٹ چکے تھے اور ہر طرف امن وامان قائم ہو گیا تھا اس لئے برطانوی قوم کو تجارت کی طرف توجہ کرنے کا خاطر خواہ موقع ہاتھ آیا تجارت کی توسیع کا سلسلہ دوران جنگ میں بھی برابر قائم تھا اور برطانوی

برطانوی تجارت کی توسیع

سوداگروں کا کاروبار ٹر کی اطالیہ ہسپانیہ پرتگال ہالینڈ جرمنی روس ناروے سوئیڈن امریکہ افریقہ اور ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ عہدنامہ یوٹریکٹ کے ہونے پر بحری جنگ کے ختم ہو جانے سے خطرات کم ہو گئے اور جن لوگوں نے پُرآشوب ایام میں اپنا روپیہ دبا رکھا تھا اب اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ سرمایہ تجارت میں لگا دیا جائے۔ چنانچہ بہت سی کمپنیاں کھولی گئیں جنھوں نے مصنوعات

شرکت بحر جنوبی ۱۷۱۱ء-۱۷۲۱ء

معدنیات جہازرانی اور بیوپار میں معقول فائدہ حاصل کیا ان میں سب سے زیادہ مقبول عام کمپنی شرکت بحر جنوبی تھی جو ۱۷۱۱ء میں جنوبی امریکہ کے ساتھ تجارت کرنے کی غرض سے قایم کی گئی تھی اور جسے اپنے مجوزہ کاروبار کے سودمند اور بامنفعت ہونے پر یہاں تک بھروسا تھا کہ نظائے شرکت نے اُن لوگوں کو جن کی رقوم حکومت کے ذمے تھیں اپنا حصہ دار بنا لیا اور اس شرط پر قومی قرضہ کے بے باق کر دینے کا ذمہ اٹھایا کہ اس کے معاوضے میں حکومت اُن کے ساتھ خاص رعایتیں کرے اور انھیں ایسے حقوق دئے جائیں جن میں کوئی دوسرا اُن کا شریک نہ ہو۔ لیکن بڑی خرابی یہ ہوی کہ بینک انگلستان بھی قومی قرضہ ادا کر دینے پر آمادہ ہو گیا اور دونوں کمپنیوں کی مسابقت سے بولی بڑھتی گئی تاآنکہ ماہ اپریل ۱۷۲۰ء میں ایک مسودۂ قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے پچہتر لاکھ پاونڈ کی رقم شرکت بحر جنوبی سے لی جانی منظور کر لی گئی۔

کارداں اور معاملہ فہم اشخاص خوب جانتے تھے کہ اس کام میں ہرگز اتنا نفع نہیں ہو سکتا جس سے کہ پون کروڑ پاونڈ کی بچت نکلنے کی کوئی صورت

ہو سکے۔ اسی خیال سے نارفاک کے ایک پختہ مغز رئیس رابرٹ والپول نے پارلیمنٹ میں مسودۂ مذکور کی بہت کچھ مخالفت بھی کی لیکن اسکی مخالفت پر کسی نے کان نہ دھرا۔ سارا انگلستان شرکت بحر جنوبی کے حصے خریدنے کے لئے دیوانہ ہو رہا تھا۔ دیہات کے رؤسا نے اپنی زمینداریاں بیچ بیچ کر ساری جمع جتھا اس نئے بیوپار کے جوئے میں لگا دی۔ پادری، بیوہ عورتیں، مہاجن، ڈاکٹر، وکیل ادنیٰ و اعلیٰ سب کے سب حصے خریدنے کے لئے پل پڑے یہاں تک کہ سو پاؤنڈ کا حصہ ہزار پاؤنڈ کو فروخت ہوا۔ لوگوں کا یہ تجارتی جوش خروش دیکھ کر دوسرے منصوبہ بازوں کو بھی اپنے جوہلے گرم کرنے کا خیال آیا اور دیکھتے دیکھتے بہت سی کمپنیاں قائم ہو گئیں۔ صرافہ میں دلالی کا بازار ایسا گرم تھا کہ اس پر کسی بہت بڑے قمار خانے کا گمان ہوتا تھا آخر نظائے شرکت بحر جنوبی نے یہ دیکھ کر کہ یہ چھوٹی چھوٹی نوخاستہ شرکتیں اُن کا بنا بنایا کھیل بگاڑ رہی ہیں لوگوں کو متنبہ کر دیا کہ ان میں سے اکثر کمپنیاں دھوکے کی ٹٹیاں ہیں۔ اس طور پر انھوں نے اگرچہ اپنے حریفوں کی چلتی گاڑی میں توروڑا اٹکا دیا لیکن خود اپنے پاؤں میں بھی کلہاڑی ماری۔ اس لئے کہ لوگوں کا اعتبار جب ایک دفعہ اٹھ گیا تو انھوں نے معاملہ کے تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈالنی شروع کی اور انھیں صاف نظر آنے لگا کہ جس بے حساب منافع کی اُمید دلائیگئی تھی وہ محض وہمی و خیالی تھا۔ غرض حصوں کی قیمت جلد جلد گھٹنے لگی۔ سو پاؤنڈ کا حصہ جو ہزار پاؤنڈ کو بکا تھا ایک سو پینتیس ہی کا رہ گیا اور اس کے بعد جو اس کا نرخ کم ہونا شروع ہوا تو یہ حالت ہو گئی کہ کوئی اسے ایک پائی کو بھی نہ پوچھتا تھا۔ آخر بحر جنوبی کا بُلبلا پھٹ کر ہوا ہو گیا کمپنی نے دیوالہ نکال دیا اور صدہا لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ مجلس وزراء کے ایک رکن لارڈ اسٹینہوپ کی اس صدمے سے جان نکل گئی۔ ایک اور وزیر لارڈ سنڈرلینڈ نے استعفا داخل کر دیا اور قوم باواز بلند متقاضی ہوئی کہ قلمدان وزارت والپول کے تفویض کیا جائے کہ ایک اسی نے مسودے کی مخالفت کی تھی اور اب اسی سے بگڑی کے بنانے کی توقع ہو سکتی تھی۔

رابرٹ والپول کی مخالفت سنہ ۱۷۲۰ء

شرکت بحر جنوبی کے ڈھول کا پول سنہ ۱۷۲۰ء

بادشاہ نے ازراہ دانشمندی قوم کی خواہش پر عمل کیا ماہ مارچ سنہ ۱۷۲۱ء میں ایک نئی وزارت بصدارت والپول قایم کی گئی جس نے بینک انگلستان کی مدد سے اُس سراسیمگی کو جو ملک بھر میں پھیلی ہوئی تھی فرو کیا بلکہ کچھ رقم بھی ادا کر دی۔

والپول کی وزارت ۱۷۲۱ء لغایت سنہ ۱۷۴۲ء

آئندہ بیس سال تک والپول کو خوب عروج رہا اور انگلستان میں کسی دوسرے شخص کو اُس کے برابر اقتدار حاصل نہ ہوا۔ وہ پہلا رکن سلطنت ہے جو "وزیر اعظم" کے لقب سے ملقب ہو کر مجلس کابینہ میں اُس منصب پر فائز ہوا جو پہلے بادشاہ کے لئے مخصوص تھا۔ والپول نے دیہات میں پرورش پائی تھی۔ وہ اکھڑ آدمی تھا۔ بہت کم تعلیم پائی تھی طبیعت میں بھی جدّت نہ تھی اصلاحات بھی اُس نے کچھ ایسی نہیں کیں جو قابل ذکر ہوں بلکہ اور اُلٹا یہ الزام اُس پر عاید ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے اراکین کی مٹھی گرم کر کے اُن سے اپنی ہاں میں ہاں ملوالیا کرتا تھا۔ لیکن اُس میں شک نہیں کہ اُس نے دماغ صحیح پایا تھا انتظام کی قوت بہت اچھی تھی اور بات کی تہ کو جلد پہنچ جاتا تھا وہ خوب جانتا تھا کہ ملک میں جو ناراضی پھیلی ہوئی ہے اس کا باعث یہ ہے کہ ایک تو کیتھولک اور اہل خلاف اُن قوانین پر ناراض ہیں جن کا نفاذ اُن کے خلاف ہوا ہے اور دوسرے ملک کے بہت سے ٹوری شرفا چاہتے ہیں کہ خاندان اسٹوارٹ پھر صاحب تاج و نگیں ہو جائے۔

چونکہ والپول خود شرفائے دیہات سے تھا اسلئے رسل کیونڈش اور اسی طرح کے دوسرے بڑے بڑے وھگ خاندانوں کو جو سلسلہ ہینوور کے طرفدار تھے اپنے ساتھ ملا لینا اُس کے لئے آسان تھا۔ پارلیمنٹ کے مبعوثین کی نامزدگی میں اُن خاندانوں کے رسوخ کو بہت کچھ دخل تھا۔ اسکے علاوہ بہت سے شہر (مثلاً اولڈ سیرم متصل سالسبری) جن میں اب انحطاط پیدا ہو گیا تھا برابر اپنے مبعوثین پارلیمنٹ میں بھیجتے چلے جاتے تھے حالانکہ رائے دینے کے قابل آبادی ان میں موجود نہ تھی اور جو اہل رائے تھے بھی وہ اپنا حق انتخاب اُس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالتے تھے جو زیادہ سے زیادہ دام دے کر خرید سکے۔ اس طور پر پارلیمنٹ کے نصف سے زیادہ رکن حقیقی معنوں میں قوم کے منتخب شدہ مبعوثین نہیں بلکہ حکومت کے نامزد شدہ تابع ہوتے تھے اور ایسے دارالعوام سے والپول

جو بات چاہتا تھا منوا لیتا تھا۔

دور امن وسکون

پہلا کام دار العوام کی اس فرمانبرداری سے والپول نے یہ لیا کہ ملک میں امن وسکون قایم کر دیا۔ یعنے فرانسیسیوں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم رکھ کر اُس نے مدعی کا فتنہ دبائے رکھا اور اُن قوانین کو جو اہل خلاف اور فرقہ کیتھولک کے خلاف نافذ کئے گئے تھے منسوخ کئے بغیر یہ انتظام کر دیا کہ ان قوانین پر عمل نہ ہونے پائے۔ البتہ ۱۷۲۲ء میں جیمزیوں نے ایک چھوٹی سی سازش ضرور کی چنانچہ ایٹربری اسقف راچسٹر شریک سازش ہونے کی علت میں جلا وطن کیا گیا۔ آیرلینڈ میں بھی شورش برپا ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ والپول نے ڈو نامی ایک انگریز کو جو آہنگری کے کارخانے کا مالک تھا ایک لاکھ آٹھ ہزار پاؤنڈ کی مالیت کے فاردنگ اور نصف پنس مسکوک کرنے کی اجازت اس غرض سے دی تھی کہ یہ سکے آیرلینڈ میں چلائے جائیں۔ آیرلینڈ کی پارلیمنٹ نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ان سکوں کے رواج سے اہل آیرلینڈ کو نقصان ہوگا سوئفٹ کی والپول سے ان بن تھی۔ اُس نے معترضین کی حمایت میں سات مکتوب جو مکتوبات ڈریپر" کے نام سے موسوم ہیں شایع کر کے ملک بھر میں ایک آگ سی لگا دی والپول نے اب مصلحت اسی میں دیکھی کہ نیم پنس سکوں کا چلن موقوف کر دیا جس سے کوئی بُرا نتیجہ نہ پیدا ہونے پایا۔ اس طور پر اُس نے ملک میں امن وامان قائم رکھا اور لوگوں کو یہ نکتہ سمجھا دیا کہ ایک ایسی مستقل حکومت جس کے سائے میں رعایا سکون و خاموشی کے ساتھ ترقی کر سکے بہت قابل قدر نعمت ہے۔

جارج اول گاڑی پر سوار آسنابرک کو جو ہینوور میں واقع ہے جا رہا تھا کہ اُسے مرگی کا دورہ اٹھا اور اسی حالت میں اُس نے ۱۰۔۱۱ جون ۱۷۲۷ء کو وفات پائی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا کسی قسم کا فساد برپا ہوئے بغیر تخت نشین ہوا اور اگرچہ

جارج اول کی وفات
۱۱ جون ۱۷۲۷ء

نیا بادشاہ والپول کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا پھر بھی اس خیال سے کہ والپول کی ذات حکومت کے لئے مفید ہے اس نے اُسے بدستور وزیر اعظم رہنے دیا اور فرمانرواؤں کے تغیر سے برطانیہ کے نظام حکومت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

جارج ثانی

۱۷۲۷ء لغایت ۱۷۶۰ء

اپنے باپ کی طرح جارج ثانی سراپا جرمن تھا۔ دونوں میں اگر کچھ فرق تھا تو صرف اتنا تھا کہ باپ کو انگریزی نہ آتی تھی اور بیٹا یہ زبان بول لیتا تھا۔ اسکی

جارج ثانی کی سیرت

طبیعت ضدی اور جوشیلی واقع ہوی تھی اور اگر کوئی روکنے والا نہ ہوتا تو برطانیہ کو اُس نے ہینوور پر ایک چھوڑ کئی بار قربان کردیا ہوتا۔ لیکن خوبی تقدیر سے اُس کی ملکہ کیرولاین رئیسۂ انسپاک اُس کے مزاج میں بہت بڑا درخور رکھتی تھی۔ اس ہوشمند اور زمانہ شناس ملکہ کو والپول کی قدروقیمت کا پورا پورا اندازہ تھا اور اسی لئے وہ ۱۷۳۷ء تک جو اس کا سال وفات ہے برابر والپول کی حمایت کرتی رہی۔ اس کے بعد جارج کے اواخر عہد میں حکومت کی عنان اقتدار مشہور و معروف مدبر پٹ کے ہاتھوں میں آئی جو آگے چل کر لارڈ چیتھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ والپول اور پٹ دونوں سے جارج ثانی کی نہ بنتی تھی مگر پھر بھی واقعات کے ہاتھوں مجبور ہوکر اُسے یکے بعد دیگرے ان دونوں کی وزارت کا دست نگر ہونا پڑا اور اس لحاظ سے اُس کا زمانہ فرمانروائی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

جارج ثانی کی تخت نشینی کے بعد دس سال تک بہت کم ایسے واقعات پیش آئے جو خصوصیت سے قابل ذکر ہوں۔ والپول زیادہ تر خرچ کم کرنے اور قومی قرضے کا ایک حصہ ادا کرنے میں مشغول رہا اسی کے ساتھ اُس نے بہت سی اشیائے درآمد برآمد کا محصول معاف کردیا سب سے اول اُسی کو

والپول کا مالی انتظام

اس اقتصادی اصول کا خیال ہوا کہ نوآبادیوں کو دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت کرنے سے روکنا بہت بڑی نادانی ہے۔ چنانچہ اس نے جارجیا اور کیرولائنا کو یورپ کے مختلف حصوں میں چانول بھیجنے کی عام اجازت دے دی۔ اس ترکیب سے یورپ کی منڈیوں میں

اطالیہ اور مصر کے گھٹیا چانوں کی جگہ کیرولائنا کے بڑھیا مال نے لے لی اور تمام ملکوں کا فائدہ ہو گیا۔ والپول نے اس بات کی بھی کوشش کی تھی کہ انگریزی بندرگاہوں میں مال تجارت پر جو بحری محصول لیا جاتا تھا وہ تو ہلکا کر دیا جائے اور اندرون ملک میں بعض اشیاء پر محصول چنگی لگا دیا جائے۔ اگر یہ تجویز چل جاتی تو گھاٹ والوں کی جو سمندر کے رستے چھپے چوری مال لاتے تھے اور سرکاری محصول مار لیتے تھے بہت کچھ روک تھام ہو جاتی۔ لندن ایک آزاد بندرگاہ بن جاتا اور برطانوی تجارت بھی دُگنی ہو گئی ہوتی۔ لیکن یہ باتیں لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔ وہ یہی خیال کرتے تھے کہ اگر چنگی کا قانون رائج ہو گیا تو چنگی کے عہدہ دار اُن کی دکانوں پر دھرنا دے کر اُن کی عافیت تنگ کیا کریں گے۔ غرض مجوزہ قانون کی مخالفت ایسی عام اور اس قدر سخت ہوئی کہ والپول نے اسے مسترد کر دیا۔

مسودہ قانون چنگی کا استرداد ۱۷۳۳ء

ابھی تک اس کے زبردست اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہ آنے پائی تھی۔ لیکن آخر اُس سے ایک ایسی غلطی سرزد ہوئی جو بسا اوقات ہر دلعزیز وزرائے سلطنت کے زوال کا پیش خیمہ بن جایا کرتی ہے۔ والپول چاہتا تھا کہ کوئی شخص اُس کے اقتدار میں دخیل نہ ہو سب اُس کا لوہا مانیں۔ اور چونکہ اپنے ہم چشموں کو وہ رشک کی نظروں سے دیکھتا تھا اس لئے کابینہ کے قابل ترین ارکان بتدریج اُس سے الگ ہوتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو یگانے تھے وہ بیگانے بن گئے اور اُس کے خلاف طاقتور حریفوں کا ایک جتھا قایم ہو گیا جسمیں پلٹنی جو آگے چلکر امیر باتھ کے لقب سے سرفراز ہوا اور کارٹریٹ اور چسٹرفیلڈ جیسے لوگ پیش پیش تھے۔ نوجوانوں میں مدراس کے ایک سابق گورنر کا پوتا ولیم پٹ جس کی پُرجوش فصاحت ضرب المثل تھی۔ والپول کا بہت بڑا مخالف تھا۔

یگانوں کی بیگانگی۔

جماعت محبان وطن ۱۷۳۳ء

اس جماعت نے "محبّان وطن" کا نام اختیار کر کے والپول کی مصالحانہ روش کی خرابیاں گنانی شروع کیں اور اس بات پر بڑا ہنگامہ کیا کہ والپول رشوت دیکر پارلیمنٹ کے ارکین کی رائے اپنے مفید مطلب حاصل کر لیتا ہے۔ والپول اس جماعت کی مخالفت کو

بچوں کا کھیل سمجھکر از راہ حقارت نظر انداز کرتا رہا اور اس بات کو بھی مطلق خاطر میں نہ لایا کہ فریڈرک شہزادہ ویلز جس کا اپنے والدین سے جھگڑا ہو گیا تھا ان لوگوں کا طرفدار ہے۔ جب یہ لوگ جذبہٗ حب وطن اور صداقت کی بحث بیچ میں لاتے تو وہ یہہ کہکر اُن کی ہنسی اڑاتا تھا کہ "آپ لوگوں کا دماغ جب رفتہ رفتہ صحیح ہوجائیگا تو یہ سارے خیال دور ہوجائیں گے"۔ غرض والپول کا اقتدار بدستور برقرار رہا تا آنکہ ۱۷۳۹ء میں ہسپانیہ کے ساتھ انگلستان کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور اسیوقت سے والپول کا بھی زوال شروع ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ اسوقت ایک پوشیدہ خطرہ کی زد میں آیا ہوا تھا۔ فرانس کی آنکھوں میں انگریزوں کی تجارتی ترقی اور برطانوی نوآبادیوں کی رونق کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی۔ چنانچہ ۱۷۳۳ء میں لوئی پانزدہم نے جواب خود صاحب اولاد ہونے کے باعث اپنے چچا فلپ پنجم کی طرف سے کوئی اندیشہ دل میں نہ رکھتا تھا اُس کے ساتھ اس مطلب کا ایک خاندانی سمجھوتا کر لیا کہ جنوبی امریکہ کے ساتھ تجارت

خاندانی قرارداد ۱۷۳۳ء۔

کرنے کا جو حق انگریزوں کو حاصل تھا وہ رفتہ رفتہ اُن سے لے کر فرانس کو دے دیا جائے اور اُس کے معاوضے میں فرانس ہسپانیہ کو جبرالٹر پر قبضہ کرنے میں مدد دے۔ اس خفیہ قرارداد کا اُس وقت کسی کو علم نہ تھا لیکن دراصل یہی قرارداد اس طویل جدوجہد کی وجہ ہو گئی جو دنیا کی تجارت اور نوآبادیوں کے لئے برطانیہ عظمیٰ اور دولت فرانس کے درمیان چھڑی۔

ہسپانیہ کے لئے برطانیہ کے ساتھ دست و گریباں ہونے کا کوئی بہانہ تراش لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ یاد ہو گا کہ عہد نامہ یوٹریکٹ (دیکھو صفحہ ۳۷۷) کی رو سے انگریز مجاز قرار دئے گئے تھے کہ چھ سو ٹن وزن کا ایک تجارتی جہاز ہر سال بحر جنوبی میں بھیجا کریں۔ اس معاملے میں انگریزوں کی طرف سے عہد کی پوری پابندی نہ ہوئی تھی۔ مال تجارت سے لدے ہوئے چھوٹے چھوٹے جہاز چھ سو ٹن والے جہاز کے گرد و پیش منڈلاتے رہتے تھے۔ اور رات کے وقت اپنا مال لاکر اسمیں بار کر دیتے تھے۔ اسطور پر جو مال ساحل پر اتارا جاتا تھا وہ مقدار مقررہ سے

بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ امریکہ کے ہسپانوی بندرگاہوں میں انگریز اپنے ملک کا مال چھپے چوری بھی اتار دیتے تھے اس خلاف ورزی قانون کے رو کنے کے لئے ہسپانوی کھلے سمندر میں جہازوں کی تلاشی لیتے تھے۔ اس تلاشی کی وجہ سے بسا اوقات جانبین میں جھڑپ بھی ہو جاتی تھی ہسپانیہ و فرانس کے باہمی قرار داد کے بعد یہ چپقلشیں آئے دن ہونے لگیں اور انگریزوں کو سخت ناگوار گزرنے لگیں ۱۷۳۸ء میں ایک انگریزی جہاز کے کپتان جنکنس نامی نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں آکر فریاد کی کہ ہسپانویوں نے میرے کان کاٹ کر مجھے بوچا کر دیا ہے اور نہ صرف برطانیہ کو برا بھلا کہا ہے بلکہ بادشاہ سلامت کو بھی گالیاں دی ہیں۔ اس بیان کی واقفیت بہت کچھ مشتبہ تھی اور والپول نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح امن قایم رہے لیکن محبان وطن جنکنس کی داستان کو لے اُڑے اور ملک بھر میں ہسپانیہ کے خلاف اشتعال پیدا کر کے والپول کو بادل ناخواستہ اعلان جنگ پر مجبور کر دیا۔

جنگ گوش بریدگی جنکنس ۱۷۳۹ء۔

لوگ خوش تھے کہ آخر برطانوی تلوار میان سے نکلی لیکن والپول کو جنگ کے مہیب نتایج صاف نظر آرہے تھے۔ لوگوں کو شاداں و فرحاں دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ اب تو یہ مارے خوشی کے گھنٹیاں بجا رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں جب یہی لوگ ہاتھ ملتے نظر آئیں گے۔

اُس کا خیال بالکل درست تھا لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ خود مستعفی ہو جاتا اور ان لوگوں کو جنگ کا بیڑا اٹھا لینے دیتا جنھوں نے اس کی حمایت کی تھی۔ جنگ کا آغاز انگلستان کے لئے نامبارک ثابت ہوا اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ اس ناکامی کی تہ میں والپول کی مخالفت کام کر رہی ہے اس کے علاوہ زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ یہ جنگ ایک اور بہت بڑی جنگ کا سبب ہو گئی جس نے ۱۷۴۰ء میں سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ایک اور آسمانی بلا یہ نازل ہوئی کہ اسی سال موسم سرما میں خونی برف کا ایک خوفناک طوفان آیا اور اس کے بعد ربیع کی فصل خراب ہوئی۔ ان دوگونہ حوادث سے انگلستان اور آئرلینڈ دونوں ملکوں کو سخت مصیبت کا

والپول کے اقتدار کا خاتمہ ۱۷۴۲ء۔

سامنا ہوا۔ اناج ایسا مہنگا ہوگیا کہ روٹی قحط کے داموں بکنے لگی اور رعایا نے جو ایسے موقع پر ہمیشہ حکومت کو الزام دینے پر آمادہ ہوجایا کرتی ہے والپول کو کوسنا شروع کیا۔ آخر ماہ جنوری ۱۷۴۲ء میں اُسے مجبوراً استعفا داخل کرنا پڑا۔ اُسکے دشمنوں نے حسب معمول اُس پر مقدمہ قایم کرنا چاہا لیکن ابھی تک اُس کا ساتھ دینے والے بہت تھے۔ بجائے اس کے کہ اُس پر مقدمہ چلایا جاتا اُسے امیر آرفرڈ کے لقب سے سرفراز کرکے درجۂ امارت عطا کیا گیا اور چار ہزار پاؤنڈ سالانہ کا وظیفہ حسن خدمت دیا گیا۔ وہ انگلستان کا پہلا وزیر اعظم ہے جس نے اپنے عہدے سے سبکدوش ہونے پر مصیبت میں پڑنے کے عوض خطاب پایا۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت کی باگ اب دارالعوام کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ ایام سابق میں ایک غیر ہردلعزیز وزیر سے پیچھا چھڑانے کا بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہ تھا کہ اُس پر پارلیمنٹ میں کوئی سنگین الزام قایم کیا جائے۔ لیکن اب چونکہ حقیقی قوت اراکین دارالعوام کے ہاتھ میں تھی اس لئے وہ جس وزیر کو چاہتے تھے الگ بھی کر سکتے تھے اور اسے دارالامراء کا رکن بناکر اس کی گزشتہ خدمات کے صلہ میں اُس کی عزت بھی بڑھا سکتے تھے۔

والپول کی وزارت کے خاتمہ کے ساتھ ہی فرانس کے ساتھ صلح کے تعلقات قایم رکھنے کی حکمت عملی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ نئی وزارت جواب مرتب ہوئی جارج ثانی کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے بالکل آمادہ تھی کہ ہینوور کی حفاظت کے لئے یورپ کی جنگ میں شرکت کی جائے۔ اس جنگ کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ شہنشاہ چارلس ساوس نے جس کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی دول عظمیٰ سے ایک معاہدہ پر جو "اقرار نامۂ بداخلت" کے نام سے موسوم تھا یہ وعدہ لے کر دستخط کرالئے تھے کہ

جنگ جانشینی آسٹریا ۱۷۴۰ء لغایت ۱۷۴۸ء

اُس کے تمام مقبوضات کی وارث اُس کی بیٹی میریا تھریزا ہوگی لیکن جب شہنشاہ موصوف کا ۱۷۴۰ء میں انتقال ہوا تو معاہدہ نگاروں میں سے بجز برطانیہ اور ہالینڈ کے اور کوئی اپنے عہد پر قایم رہتا نظر نہ آیا۔ فریڈرک ثانی شاہ پرشیا نے سلیسیا ہتھیا لیا۔ فرماں فرمائے بویریا آسٹریا کا دعویدار ہوا اور فرانس و ہسپانیہ اس دعوے کو حق بجانب قرار دے کر اس کے طرفدار ہوگئے میریا تھریزا ملکۂ آسٹریا و ملکۂ ہنگری

اپنے حقوق کے لئے تیغ بکف ہوکر مردانہ وار لڑتی رہی اور جنگ کا یہ سلسلہ قریب قریب نو سال کے جاری رہا۔ اگرچہ بادی النظر میں اس جنگ کا مقصد آسٹریا کی جانشینی کے مسئلے کا تصفیہ تھا لیکن اس کی حقیقی غایت یہ تھی کہ کسی طرح یورپ کی میزان طاقت کا اعتدال قایم رہے تاکہ کسی ایک سلطنت کی طرف اس میزان کا پلہ زیادہ نہ جھکنے پائے۔

برطانیہ کے پاس اس جنگ میں شریک ہونیکا یہ بہانہ موجود تھا کہ اُس نے اقرار نامۂ مداخلت پر دستخط کئے تھے۔ چنانچہ جارج ثانی نے اب خود میدان جنگ کا عزم کیا اور ماہ جون ۱۷۴۳ء میں دریائے مین کے کنارے معرکہ ڈٹنجن میں فرانسیسیوں کو شکست دی۔ لیکن اس فتح کا خمیازہ برطانیہ کو اسی خرابی کی شکل میں کھینچنا پڑا جس سے بچنے کی

جنگ ڈٹنجن ۱۷۴۳ء
جنگ فانٹینائے ۱۷۴۵ء

والپول نے کوشش کی تھی۔ یعنی فرانس نے اگلے ہی سال مدعی کے بیٹے چارلس ایڈورڈ کی کمان میں پندرہ ہزار فوج دیکر انگلستان پر چڑھائی کر دی۔ یہ مہم تو کامیاب نہ ہوسکی اس لئے کہ فرانسیسی بیڑا منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی ایک طوفان میں پڑکر منتشر ہو گیا لیکن اس سے اگلے سال جب فرانس کے مشہور سپہ سالار مارشل سیکسن نے انگریزی فوج کو فانٹینائے کے میدان میں مغلوب کیا تو شہزادہ چارلس ایڈورڈ نے برطانیہ پر دوبارہ فوج کشی کی اور ماہ جولائی ۱۷۴۵ء میں کوہستان اسکاٹلینڈ کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔

بظاہر اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ والپول کی ساری محنت اکارت جائیگی۔ چارلس ایڈورڈ ایک خوبصورت اور ولاور نوجوان تھا جس نے آتے ہی اسکاٹلینڈ والوں کے دل میں گھر کر لیا اور کوہستانی قبایل جوق جوق اُس سے آملے۔ ماہ اگست کی انتیسویں تاریخ تک پندرہ سو جانباز اُس کے لئے مرنے مارنے کو تیار ہو گئے اور دو ہفتہ بعد شہر ایڈنبرا میں داخل ہوکر اُس نے اپنے باپ کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ فتح و نصرت اب قدم قدم پر اُس کی رکاب کو بوسہ دینے لگی اور ۲۱ستمبر کو اس کی خونخوار کوہستانی فوج نے پرسٹن پنس کے میدان میں ایڈنبرا سے نو میل کے فاصلے پر

سجیلا شہزادہ چارلی ۱۷۴۵ء۔

انگریزی فوج کو جس کا سپہ سالار سر جان کوپ تھا مولی گاجر کی طرح کاٹ ڈالا۔
"چھبیلا شہزادہ چارلی"، کہ اسکاٹلینڈ والے اسی پیار کے نام سے اُسے پکارتے تھے اب
قریب قریب سارے اسکاٹلینڈ کا مالک ہو گیا اور چھ ہفتے بعد چھ ہزار جنگ آزما
جوانوں کو لئے ہوئے قسمت آزمائی کے لئے عازم انگلستان ہوا۔
لیکن یہاں پہنچتے ہی اُس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا جارج اول اور
جارج ثانی کے عہد حکومت میں انگریزوں کو امن واماں کی نعمت میسر ہوئی تھی اور
وہ نہ چاہتے تھے کہ خانہ جنگی کی کشمکش میں دوبارہ مبتلا ہوں۔ شہزادہ چارلس اپنی
کوہستانی فوج کے ساتھ جب حدود انگلستان میں داخل ہوا تو گروہ در گروہ انگریز
اُسے دیکھنے کے لئے چاروں طرف سے آ جمع ہوئے لیکن کسی نے اسکا ساتھ
نہ دیا اور ڈاربی تک پہنچتے پہنچتے صورت حالات ایسی یاس انگیز ہو گئی کہ مزید
پیش قدمی مخدوش نظر آنے لگی اور اُس کے صلاح کاروں نے انگریزی افواج
جنگ فالکرک اور جنگ کلوڈن کا پلہ بھاری دیکھ کر اُسے گلاسگو کی طرف پلٹ جانے پر آمادہ
کر لیا جنوری ۱۷۴۶ء میں فالکرک کے مقام پر ایک فتح
اُسے ضرور حاصل ہوئی لیکن آگے چلکر اپریل کے مہینے میں

۱۷۴۶ء

کلوڈن کے میدان پر جو انورنس کا سرحدی علاقہ ہے امیر کمبرلینڈ کے ہاتھوں
اُس کے کوہستانیوں نے شکست کھائی اس کے بعد پانچ مہینے تک شہزادہ چارلس
کوہستان اسکاٹلینڈ میں بھٹکتا پھرا۔ اور اُس کے جاں نثار اُسے پناہ دیتے رہے
اور خاندان اسٹوارٹ کے ان وفاداروں میں فلورا میکڈانلڈ نامی ایک خاتون کا
نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ آخر ماہ ستمبر میں شہزادہ موصوف فرانس چلا گیا۔
جیمزیوں کی یہ آخری بغاوت تھی اور اس کے بعد خاندان اسٹوارٹ نے
اپنے کھوئے ہوئے تخت پر از سر نو قبضہ کرنے کے لئے پھر کبھی کوئی کوشش نہ کی۔
دیرینہ سال مدعی کا ۱۷۶۶ء میں انتقال ہو گیا اور ۱۷۸۸ء میں شہزادہ چارلس نے
روما میں جہاں اوس کا ایک ہی بھائی کارڈینل (کلیسائے رومن کیتھولک کا
ایک رکن رکین) تھا وفات پائی۔ جنگ کلوڈن کے بعد امیر کمبرلینڈ نے کوہستانیوں
کے ساتھ نہایت بیدردانہ سلوک کیا اور اسکاٹلینڈ کے تین امیروں کی گردن

کوہستانیوں سے ہتھیاروں کا چھین لیا جانا۔ سنہ ۱۷۴۶ء

ماری گئی۔ اس کے علاوہ کچھ جدید قوانین نافذ کئے گئے جن کی رو سے تمام وہ اختیارات سلب کر لئے گئے جو سرداروں کو اپنے قبیلوں پر حاصل تھے اور اس طور پر جاگیرداری کا قدیم طریقہ مٹا کے رعایا کیساتھ بادشاہ کا تعلق براہ راست قایم کر دیا گیا۔ کوہستانیوں کو ہتھیار رکھنے یا اپنی خاص وضع کا لباس پہننے کی ممانعت کر دی گئی جس سے اُن میں بڑی بددلی اور ناراضی پھیلی رہی تاآنکہ بارہ سال بعد پٹ نے اسکاٹلینڈ کے ایک باشندے جان ڈنکن کی ایک معقول تجویز پر عمل کر کے جنگی خدمت انجام دینے کے لئے کوہستانیوں کی کئی فوجی پلٹنیں قایم کیں۔ اُسوقت سے لیکر آج کے دن تک اسکاٹلینڈ کے کوہستانیوں سے زیادہ بہادر اور وفادار رعایا کا اور کوئی طبقہ ثابت نہیں ہوا۔

ان تمام سنین کے دوران میں جبکہ ملک کو لڑائیوں اور بغاوتوں نے تہ و بالا کر رکھا تھا ہم کلیسا کی مستعدی یا پادریوں کی سرگرمی کا نشان مفقود پاتے ہیں۔ والپول کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح سوئے ہوئے فتنے جاگنے نہ پائیں اور ملک میں امن قایم رہے۔ قوم کی اعلیٰ جماعتوں کا مذہب یا اخلاق سے بہت کم تعلق رہ گیا تھا اور دیہات کے پادری جن میں سے اکثر جیمز کے ہواخواہ تھے لوگوں کو پند و تلقین کرنے کے بجائے سیاسیات میں زیادہ حصہ لینے لگے تھے

وھٹفیلڈ اور ویسلی کی منادی سنہ ۱۷۳۹ء

جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ دیہات کی آبادی روز افزوں خبث و شرارت اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئی تھی۔ ملک کی اس افسوسناک اخلاقی حالت پر جارج وھٹفیلڈ اور جان ویسلی نامی دو نیک پادریوں کا دل بہت کڑھا اور انھوں نے نہ صرف گرجاؤں میں بلکہ عام مجمع میں وعظ و پند کا سلسلہ جاری کر دیا کہ جس کا جی چاہے آئے اور اُن کی تقریروں سے فایدہ اٹھائے۔ یہ مخلصانہ کوشش رایگاں نہ گئی۔ برسٹل کے اکھڑ اور کوئلے والے، شہروں کے فلاکت زدہ غربا۔ دور دست دیہات کے گنوار سب جوق جوق آنے لگے اور کھیتوں اور کھلے میدانوں میں جمع ہو ہو کر ان مخلص و بے ریا واعظوں کی باتیں کان دھر کر سننے لگے جن کا مقصد اگر کوئی تھا تو یہ تھا کہ سامعین کی زندگی

بہتر اور پاکیزہ تر ہو جائے۔ ہنری ثالث کے عہد کے خانہ بدوش راہبوں اور ہنری ثامن کے زمانہ کے مصلحوں کی طرح وہٹفیلڈ اور ویسلی نے وہ فرض انجام دیا جسے کلیسا نے اپنی غفلت سے چھوڑ دیا تھا۔ انھیں دونوں منادی کرنیوالوں کے وعظ و نصیحت نے "میتھوڈسٹ" اور "ویسلیئن" نامی دو جماعتیں پیدا کر دیں جس میں آج کے دن تک انگلستان اور نیز امریکہ کے بہت سے "اہل خلاف" فرقے کے پرجوش لوگ شامل ہیں۔ لیکن خود ان جماعتوں کے بانی کلیسائے انگلستان کے پیرو تھے اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ کلیسائے انگلستان میں انھوں نے بیداری کی روح پھونک دی اور اس کلیسا کے پادری نہ صرف خاموش دورافتادہ زمینوں بلکہ آباد و پر رونق شہروں میں لوگوں کو اخلاق حسنہ کا سبق دینے لگے۔

آئندہ آٹھ سال تک سیاسیات کی ندی میں کوئی طغیانی نہ آئی اور یہ زمانہ سکون و خاموشی سے گزر گیا۔ وزارت عظمیٰ کے منصب پر ایک لائق شخص ہنری پلہم فائز تھا جس نے بڑے دبدبہ اور بڑی خوش اسلوبی سے سلطنت کا انتظام کیا۔

صلحنامہ ایکس لاشاپل ۱۷۴۸ء۔

۱۷۴۸ء میں جنگ یورپ کا خاتمہ صلح نامہ ایکس لاشاپل پر ہوا۔ برطانیہ پر اس جنگ نے اخراجات کا ایک بہت بڑا بوجھ ڈالا تھا اور معاوضہ میں بجز دس لاکھ ڈالر کے جو امیر البحر اینسن ساری دنیا کا چکر لگانے کے بعد ہسپانویوں پر چھاپہ مار کر لایا تھا اور کچھ وصول نہ ہوا تھا۔ البتہ اتنا فائدہ اس جنگ سے ضرور ہوا کہ خاندان اسٹوارٹ کی سازشوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا اور سمندروں میں برطانیہ کی طاقت بڑھ گئی۔

۱۷۵۱ء میں فریڈرک شہزادہ ویلز نے وفات پائی اور اسکا کمسن بیٹا جارج وارث تخت و تاج ہوا۔ اسی سال قانون اصلاح تقویم جاری کیا گیا جسکی رو سے جدید طریقہ کے مطابق سال کی ایام شماری ہونے لگی۔ پاپائے گریگوری سیزدہم نے

اصلاح تقویم ۱۷۵۱ء

۱۵۸۲ء میں اس طریقہ کو رومن کیتھولک ممالک میں پہلے اپنے طریقہ کی اصلاح کے لئے رواج دیا تھا جس کی بموجب ہر چارسو سال کے خاتمہ پر سال شمسی بقدر تین دن کے

بڑھ جایا کرتا تھا۔ جدید طریقہ یہ ہے کہ چوتھی صدی کو چھوڑ کر باقی تینوں صدیوں کے خاتمہ پر ایک ایک دن گھٹا دیا جاتا ہے۔ برطانیہ نے ۱۵۸۲ء میں یہ طریقہ اختیار نہ کیا تھا اور اسی لئے اب اُس کی تقویم فرانس اور جرمنی کی تقویم سے گیارہ دن پیچھے ہٹتی یعنی فرانس وجرمنی میں ستمبر کی تاریخ اگر ۱۴ ہوتی تو برطانیہ میں ۳ تھی۔ قانون اصلاح تقویم کی رو سے قرار پایا کہ ۱۷۵۲ء میں یہ گیارہ دن خارج کر دیئے جائیں اور طریقہ جدید اختیار کر لیا جائے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ حساب نہ آتا تھا اور جب اُنھیں فہمائش کی گئی کہ ماہ ستمبر ۱۷۵۲ء کی تیسری تاریخ آئندہ سے ستمبر کی چودھویں کہلایا کرے گی تو بعض مقامات میں بلوے ہو گئے اس لئے کہ عوام الناس کو یہ خیال ہوا کہ اُن کے گیارہ دن حقیقت میں گھٹائے جا رہے ہیں۔ اسی ۱۷۵۲ء میں ۲۵ مارچ کی بجائے جو اب تک یوم آغاز سال چلا آتا تھا جنوری کا پہلا دن سال کا روز اول مقرر ہوا۔ ۱۷۵۳ء اس لحاظ سے یاد رہنے کے قابل ہے کہ اسی سال لارڈ ہارڈوک کا مشہور قانون نکاح نافذ ہوا۔ ذلیل وفرومایہ پادریوں نے جو بعلت عدم ادائے قرض فلیٹ کے محبس میں قید ہوتے تھے یہ مشغلہ اختیار کر رکھا تھا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو ساتھ لیکر اُن کے پاس آتا اور ان کی مٹھی گرم کر دیتا تو وہ پوچھ گچھ کئے بغیر دونوں کا نکاح باندھ دیتے تھے۔ نئے قانون نے محبس کے نواح کی ان شرمناک نکاح خوانیوں کا قطعی طور پر سدباب کر دیا۔

ہارڈوک کا قانون نکاح ۱۷۵۳ء۔

لیکن اگرچہ ۱۷۴۸ء سے لے کر ۱۷۵۶ء تک برطانیہ کو اندرونی خرخشوں سے نجات رہی پھر بھی دنیا کے دو مختلف حصوں میں فرانس کے ساتھ کشمکش کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ یاد ہوگا کہ ملکۂ الزبتھ نے ۱۵۹۹ء میں انگریزی سوداگروں کی ایک جماعت کو ممالک مشرقیہ میں ہندوستان کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے ایک شاہی سند عطا کی تھی (دیکھو صفحہ ۲۲۸) اس جماعت کو جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے موسوم تھی ہندوستان کے ساتھ تجارت کرتے ہوئے اب ڈیڑھ سو سال ہو چکے تھے اور اس عرصہ میں اُس نے ہندوستان کے مختلف ساحلی مقامات پر کارخانے اور کوٹھیاں قایم کر لی تھیں۔

انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی

سنہ ۱۶۱۳ء میں اس نے مغربی ساحل پر ایک کارخانہ بمقام سورت تیار کیا اور سنہ ۱۶۳۹ء
میں ایک اور کارخانہ کی بنا مشرقی ساحل پر قلعہ سینٹ جارج کے نام سے ڈالی
جس کے نواح میں رفتہ رفتہ شہر مدراس آباد ہوتا گیا (دیکھو نقشہ نمبر ۶) سنہ ۱۶۶۲ء میں
بمبئی جو سورت کے قریب واقع ہے انگلستان کو چارلس ثانی کی ملکہ کے جہیز میں ملا
اور سنہ ۱۶۹۸ء میں ایک اور انگریزی کمپنی نے دریائے ہگلی کے کنارہ فورٹ ولیم کی
بنیادیں استوار کیں جس کے گرد شہر کلکتہ کی آبادی بسی۔ بالاخر سنہ ۱۷۰۲ء میں دونوں
کمپنیاں مل کر ایک ہوگئیں۔ ان تینوں مرکزوں میں ایک ایک گورنر یعنی عامل مامور تھا اور
کارخانوں کی حفاظت کے لئے ایک مختصر سی فوج ہوتی تھی جس میں بیشتر دیسی سپاہی
ہوتے تھے۔ کمپنی اپنی اراضی کا سالانہ لگان اپنے علاقہ کے نواب یا مقامی فرمانروا
کو ادا کرتی تھی۔ یہ نواب صوبہ داروں کے ماتحت ہوتے تھے اور ان سب کا
سرتاج دولت مغلیہ ہندوستان کا شہنشاہ اعظم تھا۔

فرانسیسیوں کی بھی ایک ایسٹ انڈیا کمپنی تھی جس نے پانڈی چیری میں ایک
قلعہ بنا رکھا تھا۔ یہ مقام مدراس سے کوئی ایک سو میل جانب جنوب واقع تھا اور
اس کے جنوب میں انگریزوں کا ایک اور مرکز قلعہ سینٹ ڈیوڈ کے نام سے موجود تھا

فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی

انگریز اور فرانسیسی بستیوں والے ایک دوسرے کو سخت رشک
و حسد کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سنہ ۱۷۴۴ء
اور سنہ ۱۷۴۸ء کے درمیان جب دونوں قومیں یورپ میں دست و گریباں ہو رہی تھیں
تو یہاں بھی ان میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ فرانسیسیوں نے انگریزوں کو
شکست دے کر مدراس پر قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن جب ایکس لاشاپل کا صلح نامہ مرتب
ہوا تو مدراس انگریزوں کو واپس مل گیا۔

سنہ ۱۷۴۸ء میں دولت مغلیہ ہندوستان کے تاجدار اور نواب نظام دکن دونوں نے
وفات پائی۔ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی ملک میں ابتری ہوگئی اور مختلف علاقوں
کے نواب آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ پانڈی چیری کے گورنر ڈوپلے نے

جنوبی ہندوستان میں ڈوپلے کا اقتدار سنہ ۱۷۴۹ء۔

جو ایک بلند حوصلہ شخص تھا فتنہ و فساد کی اس آگ کو زیادہ
بھڑکا کر جنوبی ہندوستان کو خود دبا بیٹھنے کے منصوبے

گانٹھنے شروع کئے۔ چنانچہ نواب نظام دکن کا انتخاب اُسی کے جوڑ توڑ سے عمل میں آیا۔ علیٰ ہذا القیاس مسند ارکاٹ بھی ایک ایسے نواب کے حصہ میں آئی جو اُسی کا ساختہ پرداختہ تھا اور اس طور پر کچھ عرصہ کے لئے جنوبی ہندوستان حقیقت میں اُسیکا ہوگیا۔ بظاہر اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برطانوی تاجر مدراس سے نکال دئے جائینگے اس لئے کہ اُن کا حلیف نواب محمد علی ترچناپلی میں قلعہ بند تھا اور فرانسیسیوں نے چاروں طرف سے اُسے گھیر رکھا تھا۔ اس خطرہ سے کمپنی کے ایک نوجوان کارندے

کلایو کی بر وقت امداد ۱۷۵۱ء۔

رابرٹ کلایو نے اُنھیں نجات دی اور ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی بنیادیں اسی کی ہمت اور کوشش سے قایم ہوئیں۔ کلایو ایک وحشی مزاج نوجوان تھا جس کی سرکشی سے تنگ آکر اس کے ماں باپ نے ۱۷۴۴ء میں اُسے ہندوستان بھیج دیا تھا۔ ۱۷۴۶ء میں کلایو کو پہلے بھی فرانسیسیوں کے ساتھ لڑائی کا اتفاق ہوچکا تھا۔ اب اُس نے محمد علی کو کمک پہنچانے کا ایک منصوبہ ذہن میں قایم کیا اور دوسو گوروں اور تین سو دیسی سپاہیوں کی ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ ماہ اگست ۱۷۵۱ء میں عازم ارکاٹ ہوا قلعہ ارکاٹ کی فوج کو اُس کے آنے کا سان وگمان بھی نہ تھا۔ کلایو نے اچانک اُسے جا لیا اور شہر پر قبضہ کرکے کامل ایک مہینہ بیس دن تک غنیم کی مدافعت کرتا رہا تاآنکہ مرہٹے جو محمد علی کے حلیف تھے آپہنچے اور انگریزوں کے ساتھ مل کر دشمن کو بھگا دیا۔ ترچناپلی کا محاصرہ اب اُٹھ گیا اور محمد علی نے فرانسیسی خطرے سے نجات پائی۔ اس کے کچھ ہی دن بعد کلایو کا بالا دست افسر میجر لارنس انگلستان سے واپس آگیا اور انگریزی فوج کے پے در پے فتوحات سے مجبور ہوکر فرانسیسیوں نے مزید جد و جہد چھوڑ دی۔ ڈوپلے نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح اُس کا کھویا ہوا اقتدار بحال ہو جائے لیکن اس کی تمام کوششیں رایگاں گئیں۔ حکومت فرانس نے اُسے ہندوستان سے واپس بلا کر ۱۷۵۵ء میں انگلستان کے ساتھ صلح کرلی اور کچھ عرصہ کے لئے امن وامان قایم ہوگیا۔

لیکن انگریزوں اور فرانسیسیوں کی عداوت کے حقیقی اسباب بدستور قایم تھے۔ اور یہ آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ دونوں قوموں نے ہندوستان

میں تو صلح کرلی لیکن ابھی صلحنامہ کی سیاہی اچھی طرح خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ امریکہ میں ان کی لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ انگریز اسوقت شمالی امریکہ میں تیرہ سرسبز دبارونق نوآبادیوں پر قابض تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جداگانہ قوانین کی تابع اور اپنے جداگانہ صنعتی کارخانوں کی مالک تھی یہ تمام نوآبادیاں مشرقی ساحل پر واقع تھیں۔ ان کے شمال کی طرف فرانسیسیوں کا علاقہ پھیلا ہوا تھا جنھوں نے جنوبی کناڈا آباد کیا تھا کہ اب اسے صوبہ کوئبک کہتے ہیں (دیکھو نقشہ نمبر ۲ صفحہ ۴۲۵) شمال و مغرب کی طرف شمالی امریکہ کے قدیم سرخ رنگ باشندے آباد تھے اور جنوب ومغرب لوسیانا کی فرانسیسی نوآبادی واقع تھی۔ سرخ رنگ وحشیوں کا ملک انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک مدت سے مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی

فرانسیسی اور انگریز اور امریکہ
۱۷۵۴ء۔

کہ فرانسیسی گورنروں نے دریائے الیگھینز کے مغرب کے سارے علاقہ پر فرانس کا حق ملکیت قایم کرکے تمام انگریز نوواردوں کو یہاں سے نکال دیا۔ اس کے جواب میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو نواسکوشیا سے نکال باہر کیا اور ۱۷۴۹ء میں ایک انگریزی نوآبادی کی بنا ڈالی جس کا نام لارڈ ہیلی فیکس کے نام پر رکھا گیا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے دریائے اوہیو کی وادی میں پیش قدمی کرکے ایک مقام پر جہاں دریا دو شاخوں میں منقسم ہوجاتا ہے ایک قلعہ بنانا شروع کردیا۔ اس قلعہ کی تعمیر ہو ہی رہی تھی کہ کناڈا کے گورنر ڈوکوئین نے ۱۷۵۴ء میں ایک لشکر جرار روانہ کیا جس نے انگریزوں کو نکال کر وہاں خود ایک قلعہ بنالیا جو قلعہ ڈوکوئین کے نام سے موسوم ہوا۔ جارج واشنگٹن جس کی عمر اس وقت بائیس سال تھی فرانسیسیوں سے

قلعہ ڈوکوئین
۱۷۵۴ء۔

یہ قلعہ چھین لینے کے لئے بھیجا گیا لیکن دشمن کے مقابلہ میں اس کی جمعیت اسقدر کم تھی کہ ایک ابتدائی معرکہ میں کامیاب ہونے کے بعد اُسے مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ اب امیر مانٹکام نے جو ڈوکوئین کے بعد کناڈا کا گورنر مقرر ہوا تھا عزم بالجزم کرلیا کہ قلعہ ڈوکوئین قلعہ نائگرا اور قلعہ ٹکانڈروگا کو چھوٹے چھوٹے قلعوں کے ایک سلسلہ سے ملا کر مغربی علاقہ کے ساتھ انگریزوں کا تعلق بالکل منقطع کردے۔

فرانسیسیوں کا یہ منصوبہ حکومت انگلستان کی بے حد تشویش کا باعث ہوا اور اس کے نوٹڑ کے لئے میجر جنرل بریڈک دو ہزار سپاہیوں کیساتھ انگلستان سے روانہ کیا گیا۔ بریڈک کی قسمت اچھی نہ تھی۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ گھنے جنگلوں میں سے گزر رہا تھا کہ فرانسیسیوں اور سرخ رنگ وحشیوں نے کمین گاہ سے نکل کر اس کے سات سو سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا اور وہ خود بھی مارا گیا۔ معاملہ اب بہت طول کھینچ گیا تھا اور برطانیہ و فرانس کے جھگڑے کا دو ٹوک فیصلہ تلوار ہی کر سکتی تھی۔ بجز اس کے اور کوئی چارہ کار باقی نہ تھا۔

انگریزوں کو شکست ۱۷۵۵ء۔

اس کے علاوہ یورپ میں بھی ایک نئی جنگ کے سامان ہو رہے تھے۔ عہد نامہ ایکس لاشاپل کے سپرد قلم ہونے کے وقت سے ملکہ میریا تھریزا کی برابر یہی آرزو تھی کہ کسی طرح سلیسیا کا علاقہ اُسے واپس مل جائے اور فریڈرک ثانی شاہ پروشیا کو حال ہی میں اس امر کا علم ہوا تھا کہ اُس کی روز افزوں طاقت کے کچلنے کی غرض سے فرانس سویڈن روس اور سیکسنی ملکہ موصوفہ کی امداد پر آمادہ ہیں۔ فریڈرک نے ازراہِ دور اندیشی سیکسنی کے خلاف اعلان جنگ اور برطانیہ کے ساتھ اتحاد قایم کر کے حملہ میں پہل خود کی۔ اب برطانیہ اور پروشیا نے ایک طرف اور فرانس روس آسٹریا اور سیکسنی نے دوسری طرف ہو کر وہ خوفناک لڑائی شروع کی جو "جنگ ہفت سالہ" کے نام سے مشہور ہے۔

جنگ ہفت سالہ ۱۷۵۶ء۔

انگلستان اس تصادم کیلئے بالکل تیار نہ تھا فوج کی حالت کیطرف حکومت نے ذرا توجہ نہ کی تھی اور صرف تین پلٹنیں اس قابل تھیں کہ شریک جنگ ہو سکیں۔ قوم میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی کہ مبادا فرانس یکایک انگلستان پر چڑھ دوڑے اور لینے کی دینے پڑ جائیں۔ ایسے نیوکیسل جو اپنے بھائی ہنری پلہم کی وفات پر وزیر اعظم مقرر ہوا تھا ایک بودا اور چلبلا شخص تھا جس میں مطلق یہ قابلیت موجود نہ تھی کہ ایسے بڑے خطرے کا مقابلہ کر سکے۔ ایک بہت بڑی زک ملک کو پہلے ہی مل چکی تھی جس کی کیفیت یہ ہے کہ فرانسیسیوں نے قبل از اعلان جنگ جزیرہ منارکا پر قبضہ

انگلستان پے در پے تباہیاں ۱۶۵۶ء۔

کرلیا تھا اور امیر البحر بنگ جس کے ماتحت میں دس ناقص جنگی جہاز مقابلہ کیلئے بھیجے گئے تھے دشمن کو زیادہ طاقتور پاکر ایک چھوٹی سی جھڑپ کے بعد پسپا ہو گیا تھا۔ اس شکست کا حال سن کر لوگوں کی برہمی کی کوئی انتہا نہ رہی اور نیوکیسل نے جو جمہور کے غصہ کی یہ حالت دیکھ کر سہم گیا تھا وعدہ کیا کہ جب بنگ انگلستان واپس آئیگا تو اُس پر جنگی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ دوسرے سال جب کہ نیوکیسل عہدہ وزارت سے سبکدوش ہو چکا تھا بنگ پر حقیقت میں مقدمہ قایم کیا گیا اور اگرچہ جنگی عدالت نے اُس کی جان بخشی کی بہت کچھ سفارش کی اور اپنے فیصلہ میں یہ رائے ظاہر کی کہ گو قانوناً وہ مجرم ہو لیکن اخلاقاً بیگناہ ہے پھر بھی یہ بہادر امیر البحر ۱۴ مارچ ۱۷۵۷ء کو گولی سے اڑا دیا گیا

منارکا پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۵۶ء۔

امیر البحر بنگ کا قتل ۱۷۵۷ء۔

منارکا کے ہاتھ سے نکل جانے کا صدمہ ابھی قوم کے دل میں تازہ ہی تھا کہ ہندوستان سے ایک اور بھی زیادہ مہیب واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہندوستان کے ایک مقامی رئیس نواب سراج الدولہ حاکم بنگالہ کی انگریزی سوداگروں سے ٹکرار ہو گئی سراج الدولہ نے آکر کلکتہ پر قبضہ کر لیا اور ایک سو چھیالیس برطانوی قیدیوں کو قلعہ کے ایک سنگین حجرے میں جو "بلیک ہول" (زندان سیاہ) کے نام سے موسوم تھا ماہ جون کی ایک گرم رات کے وقت بند کر دیا یہ حجرہ پورا بیس فٹ مربع بھی نہ تھا اور اس میں ہوا کی آمد و رفت کے لئے صرف دو چھوٹی چھوٹی سلاخ دار کھڑکیاں لگی تھیں۔ بدنصیب قیدیوں کا گرمی کی شدت سے دم گھٹا جاتا تھا۔ وہ بہتیرا چیختے چلاتے رہے کہ ہمیں چھوڑ دیا جائے لیکن اُن کی نالہ و فریاد پر کسی نے کان نہ دھرا۔ صبح کو جب قید خانہ کا دروازہ کھولا گیا تو ایک سو چھیالیس میں سے صرف تیئیس زندہ نکلے[1] اس کے بعد سراج الدولہ نے

کال کوٹھڑی کا واقعہ کلکتہ میں جون ۱۷۵۶ء۔

[1] "زندان سیاہ" کی داستان کا شمار اُن روایات میں ہے جو ایک مورخ کے قلم کی بجائے ایک فسانہ نویس کے قلم کو زیادہ زیب دیتی ہیں۔ اور ہالول جو فسانہ "زندان سیاہ" کا مصنف تھا بالکل ناقابل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے کچھ عرصہ ہوا ایک انگریز نے اخبار "اسٹیٹسمین" کلکتہ میں ایک سلسلہ مضامین لکھ کر ثابت کیا تھا کہ "بلیک ہول" (کال کوٹھڑی) کا قصہ محض ایک دروغ بے فروغ ہے۔ بقیہ مضمون صفحہ آئندہ۔

فورٹ ولیم میں ہندوستانی فوج تعینات کر کے انگریزوں کو کلکتہ میں بودوباش رکھنے کی ممانعت کر دی اور کلکتہ کا نام علی نگر رکھا جس کے معنی خدا کی بندرگاہ کے ہیں[2]۔

برطانیہ کی حالت کبھی ایسی پست نہ ہوی تھی جیسی ۱۷۵۶ء اور ۱۷۵۷ء کے درمیان ہوگئی۔ براعظم یورپ میں فریڈرک ثانی کو اپنی ہی حالت سنبھالنی مشکل ہوگئی تھی امیر کمبرلینڈ کو فرانسیسی فوج کے مقابلہ میں پسپا ہو کر کلاسٹر زیون میں اس شرط کو ماننے پر مجبور ہونا پڑا تھا کہ فرانسیسی ہینوور پر قبضہ کر لیں۔ کناڈا میں بھی ہر جگہ فرانسیسی ہی کامیاب ہو رہے تھے ہندوستان میں انگریزوں کی بیکسی کا یہ عالم تھا کہ اُن کے بھائی بند قتل کر ڈالے گئے اور وہ قاتلوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ انہیں واقعات سے متاثر ہو کر مشہور انگریزی مدبر چیسٹر فیلڈ کو بحسرت کہنا پڑا کہ اب ہمارا شمار دنیا کی قوموں میں نہیں رہا۔

انگریزوں کو یورپ میں شکست ۱۷۵۷ء۔

لیکن گردش کے یہ دن جلد ختم ہو گئے۔ انگلستان کی خوبی تقدیر سے عنان اقتدار اس وقت ولیم پٹ کے ہاتھوں میں آئی جو ایک زمانہ میں جماعت "محبان وطن" کا پیشوا تھا اور آگے چل کر لارڈ چیتھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ پٹ کے دل میں اپنے وطن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ بڑا صاف گو اور دھن کا پکا تھا۔ انصاف کی حمایت اور جبر و استبداد کی مخالفت میں اُس کو کبھی لغزش نہ ہوتی تھی چنانچہ بنگ کی جان بچانے کے لئے اس نے اپنی قوت بیانیہ کا پورا جوش و خروش صرف کر دیا۔ انہیں اوصاف کی بدولت اُس نے سالہا سال سے اہل انگلستان کے دل میں گھر کر رکھا تھا لیکن جارج ثانی اُسے اچھا نہ سمجھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہینوور کے خلاف کئی تقریریں کی تھیں۔ ۱۷۵۶ء میں اس وقت کے وزیر اعظم امیر کیبر ڈیون شایر نے

ولیم پٹ

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ اور دوسری دلیلوں کے علاوہ اگر اس روایت کو اوراق تاریخ میں جگہ دیتے وقت انگریز مورخوں نے صرف اتنی سی بات پر غور کر لیا ہوتا کہ آیا ایک ایسے حجرہ میں جس کا رقبہ بیس فٹ مربع بتایا جاتا ہے ایک سو چھیالیس آدمی سما بھی سکتے ہیں یا نہیں تو بھی اس قصے کا فرضی ہونا ثابت ہو جاتا۔ مترجم

[2] معلوم نہیں علی نگر کے یہ معنی کس لغت سے لئے۔ مترجم

پٹ کو وزارت صیغۂ خارجہ کے لئے منتخب کیا۔ لیکن بادشاہ نے چند مہینے بعد اُسے برطرف کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیرازۂ حکومت بکھر گیا اور امیر نیوکیسل نے جس کے سپرد نئے وزیروں کے انتخاب کی خدمت ہوئی تھی بادشاہ سے صاف کہہ دیا کہ میں پٹ کی مدد کے بغیر حکومت کی کل کسی طرح نہیں چلاسکتا۔ غرض جارج کو با دل ناخواستہ پٹ کے تقرر پر رضامند ہونا پڑا (اور رئیس العوام کہ لوگ پٹ کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے) آیندہ چار سال تک منصب وزارت خارجہ پر مامور رہا۔ اس اثنا میں اگرچہ وزیر اعظم نیوکیسل ہی رہا اور اس عہد کے دستور کے مطابق اراکین دار العوام کو رشوت دے دلا کر حکومت کے ہم آہنگ بنانے کی خدمت انجام دیتا رہا۔

پٹ کا انتظام حکومت ۱۷۵۷ء لغایت ۱۷۶۱ء

لیکن حکومت کی باگ در اصل پٹ کے ہاتھ میں تھی اور وہی تمام سیاہ وسفید کا مالک تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس نے خود بڑے دعوے سے کہا کہ "میں ہی انگلستان کو تباہی سے بچاسکتا ہوں۔ یہ روگ بجز میرے اور کسی کے بس کا نہیں"۔ یہی بھروسا تھا جس کے بل پر اُس نے چار سال کے اندر اندر برطانیہ کو یاس وناامیدی سے نکال کر قوت واقبال کی بلندی تک پہنچا دیا۔ پٹ کی ذات میں بہت سے عیوب تھے۔ وہ غصیلا بھی تھا کینہ توز بھی تھا اور احسان فراموشی بھی اُس کی عادت میں داخل تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ بے غرضی حب وطن اور ہمت وجراءت کے محاسن سے بھی اُس کی سیرت مزیّن تھی۔ دولت جمع کرنے کے مواقع اُسے کثرت سے حاصل تھے لیکن ان موقعوں سے اُس نے کبھی فائدہ نہ اُٹھایا اور اپنے ملک کی خدمت کا حق باحسن وجوہ ادا کیا۔

ماہ جون ۱۷۵۷ء میں حکومت کی عنان اقتدار پٹ کے ہاتھوں میں آئی اور چند ہی دنوں میں اُس کی انتظامی قابلیت سے ملک کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی۔ انگلستان کے طول وعرض میں فوج ردیف کی جمعیتیں تیار کی گئیں۔ قوت بحری بڑھا دی گئی اور اسکاٹلینڈ کے کوہستانیوں کی پلٹنیں مرتب کی گئیں۔ پٹ نے کلاسٹر زیون کے قابل عار معاہدے کو تسلیم کرنے سے قطعاً انکار کر دیا اور امیر کمبرلینڈ کو واپس طلب کر کے فرڈیننڈ امیر برنسوک کو جو ایک قابل اور آزمودہ کار افسر تھا برطانوی اور ہینووری فوج کی

کمان پر مقرر کیا۔ شاہ فریڈرک کے لیے ساتھ لاکھ پاؤنڈ کے سالانہ وظیفے کی منظوری دی گئی اور اُس نے اب برطانیہ کی امداد کی طرف سے مطمئن ہو کر نئی ہمت اور نئی جرأت کے ساتھ اپنے دشمنوں کا مقابلہ شروع کیا۔ چنانچہ ۵؍ نومبر ۱۷۵۷ء کو اُس نے سیکسنی میں بمقام راسباک فرانسیسیوں اور جرمنوں کی متحدہ افواج پر فتح پائی اور ایک مہینے بعد لیوتھن کے میدان میں جو صوبہ سیلیشیا میں واقع ہے ایک بہت بڑی آسٹروی فوج کو شکست دی۔ ان پے در پے فتوحات نے شاہ پروشیا کا نام دنیا میں روشن کر دیا اور تاریخ میں اگر وہ فریڈرک اعظم کے لقب سے مشہور ہے تو اس کا باعث وہ شجاعت ہے جس کے بل پر اتنے دشمنوں سے اُس نے اپنے ملک کو اُن دنوں میں تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا جبکہ یورپ کی طاقتوں میں پروشیا کی کوئی ہستی نہ تھی۔

راسباک و لیوتھن کی لڑائیاں ۱۷۵۷ء۔

پٹ نے جنگ یورپ میں اگرچہ اپنی مساعی جمیلہ سے ایک نئی روح پھونک دی لیکن اُس کی توجہ کا بڑا حصہ امریکہ پر مبذول رہا کیونکہ برطانیہ کا نفع و نقصان زیادہ تر اسی سرزمین کے ساتھ وابستہ تھا۔ اُس نے برطانوی نوآبادیوں کے نام اس مضمون کا پیغام روانہ کیا کہ کوئبک اور مانٹریل پر حملہ آور ہونے کے لئے فوجیں فراہم کریں اور تمام مغربی علاقے پر قابض ہو جائیں ان افواج کے مقامی افسروں کو وہی عہدے اور درجے دئیے گئے جو شاہی فوج کے افسروں کو حاصل تھے اور اس ترکیب سے پٹ نے ان کا دل مٹھی میں لے لیا برطانیہ سے وہ گولی بارود ہتھیار اور رسد کے ذخیرے برابر بھیجتا جاتا تھا اور کمک کے لئے نئی کوہستانی پلٹنیں بھی روانہ کرتا جاتا تھا سپہ سالاری کے منصب پر جرنیل ابرکرامبی کا تقرر عمل میں آیا اور ایمرسٹ ولف اور ہو جیسے نوجوان اور اسی کے ساتھ لائق افسر اس کی ماتحتی میں دئیے گئے۔ ادھر پٹ نے امیر البحر بسکاوں کو ایک جنگی بیڑا دے کر شمالی امریکہ کی طرف روانہ کیا کہ لوئی برگ پر حملہ کر کے کناڈا والوں کو سمندر کی طرف سے کسی قسم کی مدد نہ پہنچنے دے۔

کناڈا میں جنگ ۱۷۵۷ء و ۱۷۶۰ء۔

اس کے بعد تین سال تک کناڈا میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش آتے رہے۔ ۲۶؍ جولائی ۱۷۵۸ء کو لوئی برگ اور راس برٹن کے سارے علاقے پر

انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۲۵ نومبر کو جرنیل فاربس اور واشنگٹن کی سرکردگی میں کوہستانیوں اور امریکنوں کی ایک متحدہ جمعیت نے قلعہ ڈوکوئین کو از سر نو مسخر کر لیا اور انگلستان کے نامور وزیر کے نام پر اس کا نیا نام پٹسبرگ رکھا گیا (دیکھو نقشہ نمبر ۷ صفحہ)

قلعہ ڈوکوئین کی تسخیر ۱۷۵۸ء۔

انگریزوں کو ٹکانڈروگا کے میدان میں البتہ ہزیمت اٹھانی پڑی اور اس معرکہ میں لارڈ ہو تو کام آیا اور جرنیل ابر کرامبی نے شکست کھائی لیکن دوسرے ہی سال یعنی ۱۷۵۹ء میں ٹکانڈروگا کراون پائنٹ اور نانگرا سب انگریزوں کے ہاتھ آ گئے۔

اس اثنا میں بہادر فرانسیسی سپہ سالار مانٹ کام جسے فرانس سے بہت ہی کم کمک پہنچی تھی ولف کے مقابلہ میں کناڈا کے سب سے بڑے شہر کوئبک کی حفاظت میں دل و جان سے کر رہا تھا۔ کوئبک کی دریائے سینٹ لارنس کے بائیں کنارے سر بفلک چٹانوں پر واقع ہے اور اسکے عقب میں ایک اور دریا سینٹ چارلس بہتا ہے۔ شہر کے شمال کیطرف ایک سنگلاخ سطح مرتفع جو وادی ابراہیم کے نام سے موسوم ہے پھیلتی ہوئی چلی گئی ہے۔ جنوبی حصہ نشیب میں واقع ہے اور مانٹ کام نے اپنی فوج کی صف بندی کے لئے یہی مقام تجویز کیا تھا۔ ماہ جون ۱۷۵۹ء میں جہازوں کا ایک زبردست بیڑا جرنیل ولف کی فوج کو لئے ہوئے دریائے سینٹ لارنس کے دہانے میں داخل ہو کر آگے بڑھا لیکن اگرچہ اس بیڑے نے شہر پر گولہ باری بھی کی اور فوج نے جہازوں سے اتر کر حملہ بھی کیا جس میں بہت سے سپاہی کھیت رہے پھر بھی ولف سے یہ مستحکم شہر سر نہ ہو سکا۔ اس ناکامی نے ولف کو دل شکستہ کر دیا۔ اس کے علاوہ فوج میں بخار پھیل گیا اور بکثرت سپاہی ضائع ہو گئے۔ وہ خود بھی بیمار ہو گیا اور اسی خیال سے اس نے مناسب سمجھا کہ سر دست حملہ ملتوی کر دیا جائے اور موسم سرما کے گزرنے کے بعد کوئی نئی تدبیر کیجائے۔ لیکن ایک دن جب وہ کوئبک کی شمالی جانب ساحل کے کنارے دیکھ بھال کر رہا تھا اس کی نظر اتفاقاً ایک تنگ پگڈنڈی پر پڑی جو ڈھلواں چٹان کے پہلو پر پیچ و خم کھاتی ہوئی وادی ابراہیم کی طرف جاتی تھی۔ یہ دیکھتے ہی اس نے قصد کر لیا کہ اس رستے سے شبخون مارے اور شہر پر اچانک جا پڑے۔

تسخیر کوئبک ماہ ستمبر ۱۷۵۹ء

ستمبر کی بارھویں تاریخ کو آدھی رات کے وقت کیل کانٹے سے لیس ہو کر اُس نے کوچ کیا اور گھنٹہ بھر بعد اُس کے سپاہی دو دو کی قطار میں شانہ بشانہ پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ سپاہی تو بڑھے چلے جاتے تھے اور ولف انگلستان کے مشہور شاعر گرے کا وہ پر درد مرثیہ زیر لب گنگناتا جاتا تھا جو چند ہی سال قبل سپرد قلم ہوا تھا۔ جب وہ اس مصرعہ پر پہنچا کہ:- رہرو جادۂ عظمت کی لحد منزل ہے۔
تو بے اختیار پکار اٹھا کہ "اس نظم کا مصنف ہونا کوئبک کے فاتح ہونے سے بمراتب افضل ہے" پو پھٹ رہی تھی کہ حملہ آوروں کی قلیل التعداد جمعیت وادی ابراہیم میں پہنچ گئی۔ مانٹ کام غنیم کی اس ناگہانی تاخت سے ہکا بکا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اُسکے اوسان خطا نہ ہوئے اور وہ بسرعت تمام اپنی فوجیں لئے ہوئے مقابلے کو بڑھا۔ فرانسیسی سپاہی اپنے حریفوں پر بے تابانہ جھپٹے لیکن برطانوی بندوقچیوں نے ایک ایسی باڑھ ماری کہ اُن کی صفیں چھلنی ہو کر رہ گئیں۔ مانٹ کام نے اپنی فوج کو بہتیرا بڑھاوا دیا۔ اُس کے سپاہیوں کی بہادری میں بھی کلام نہ تھا لیکن وہ قواعدداں اور جنگ آزمودہ نہ تھے۔ گولیوں کا مینھ برسانے کے بعد انگریزوں نے اُنھیں سنگینوں کی نوک کے آگے رکھ لیا جس سے اُن کے قدم اکھڑ گئے ولف ایک کاری زخم کھا کر اپنے ایک افسر کے آغوش میں دم توڑ رہا تھا۔ فرانسیسیوں کو میدان جنگ سے منھ موڑتے دیکھکر یہ افسر چلایا کہ "وہ بھاگے وہ بھاگے" ولف نے جب پوچھا کہ "کون بھاگے" اور افسر نے حقیقت حال بیان کی تو ولف نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ "اب میں نہایت خوشی سے جان دیتا ہوں" بہادر مانٹ کام بھی زخمی ہو کر میدان جنگ میں کام آیا۔ عالم نزع میں جب اُسے اپنی ناکامی اور غنیم کی کامیابی کی کیفیت معلوم ہوئی تو بحسرت کہنے لگا کہ "جو کچھ ہوا اچھا ہوا شکر ہے کہ میں جیتے جی

ولف اور مانٹ کام کی موت۔

تو کوئبک کو غنیم کے حوالہ ہوتے نہ دیکھوں گا" یہ دونوں بہادر سپہ سالار جو اپنے فرائض منصبی کے بجا لانے میں کام آئے پہلو بہ پہلو دفن کئے گئے وادی ابراہیم میں ایک منارہ ان کی یادگار میں کھڑا ہے جس پر دونوں کے نام کندہ ہیں۔ اگرچہ جنگ اُس کے بعد بھی اور ایک سال جاری رہی تا آنکہ ۸ ستمبر ۱۷۶۰ء کو مانٹریل پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا

لیکن کناڈا کی اصلی فتح جس نے امریکہ میں فرانسیسیوں کی قوت کا خاتمہ کر دیا انگریزوں کو کوئبک ہی کے مسخر کرنے سے حاصل ہوئی۔
اس وقت پٹ کو اپنی ذات پر جسقدر بھی فخر ہوتا کم تھا اس لیئے کہ یہ ساری کامیابیاں اُسی کی مدبرانہ سرگرمی اور امداد و اعانت کا ثمرہ تھیں۔ مثل مشہور ہے۔

یورپ میں برطانوی فتوحات
"خدا جب دیتا ہے تو چھپّر پھاڑ کر دیتا ہے"۔ اسی سال یورپ میں بھی انگریزوں کو فتح پر فتح حاصل ہوئی۔ مِنڈن واقع صوبۂ ویسٹ فیلیا میں برطانویوں اور ہینوویوں کی متحدہ افواج

سنہ ۱۷۵۹ء

نے امیر کبیر فرڈیننڈ کے زیر کمان فرانسیسیوں کو ماہ اگست سنہ ۱۷۵۹ء میں شکست دی۔ اور اسی مہینے امیر البحر بوسکاون نے پانچ فرانسیسی جہاز پرتگال کے ساحل پر لیگاس کے قریب غرق کر دیئے۔ نومبر میں امیر البحر ہاک نے فرانسیسی بیڑے کے بچے کھچے جہازوں کو فرانس کے مغربی ساحل پر خلیج کوبران میں چلتے جھکڑ کے اندر شکست دی۔ انگریزوں کے کان ان فتح و نصرت کی خبریں سننے کے ایسے عادی ہو گئے تھے کہ سابق وزیر اعظم کا بیٹا ہارس والپول ایک جگہ تحریر کرتا ہے کہ "آج کل تو ہمکو صبح اٹھ کر سب سے پہلے یہی سوال کرنا پڑتا ہے کہ آج کس فتح کی خبر آئی کیونکہ فکر رہتی ہے کہ کہیں کسی فتح سے ہم بے خبر نہ رہ جائیں"۔
امریکہ و یورپ کی فتوحات کیساتھ ساتھ دنیا کے ایک دوسرے حصے سے خبر آئی کہ برطانیہ کا اقبال ایک اور اقلیم کو مسخر کر رہا ہے۔ کلایو سنہ ۱۷۵۳ء میں بیمار ہو کر گھر آیا تھا اور قلعہ سنیٹ ڈیوڈ کی گورنری پر مامور ہو کر مدراس واپس گیا ہی تھا کہ زندان سیاہ کے سانحۂ جانگداز کی خبر موصول ہوئی۔ یہ خبر سنتے ہی حکومت انگلستان نے فیصلہ کر لیا کہ امیر البحر واٹسن اور کلایو کو کلکتہ کے دوبارہ تسخیر کرنے پر مامور کیا جائے چنانچہ چھ مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے

تسخیر کلکتہ
سنہ ۱۷۵۷ء

کہ برطانوی جھنڈا پھر فورٹ ولیم پر لہرانے لگا اور سراج الدولہ کو مجبوراً صلح کرنی پڑی لیکن سراج الدولہ نے عہد کی پابندی نہ کی اور جب کلایو کو معلوم ہوا کہ وہ فرانسیسیوں کیساتھ مل کر انگریزوں کو بنگال سے نکالنے کے منصوبے سوچ رہا ہے اور پلاسی میں ایک بہت بڑی فوج بھی جمع کر چکا ہے[1] تو اس نے

[1] یہ اور ہندوستان کے متعلق جو واقعات اس تاریخ میں آگے لکھے ہیں وہ بہت بقیہ مضمون بر صفحۂ آئندہ

جنگ پلاسی
۲۳ ؍ جون ۱۷۵۷ء

مصمم ارادہ کرلیا کہ سراج الدولہ کو تخت سے اُتار کر اُس کے ایک افسر میر جعفر کو مسند پر بٹھائے۔ نواب سراج الدولہ کے ساٹھ ہزار کے لشکر کے مقابلے میں اگرچہ کلایو کی فوج صرف تین ہزار تھی پھر بھی اُس نے تن بہ تقدیر طرح جنگ ڈال دی اور ۲۳ ؍ جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کے میدان میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ یہ پہلا بڑا معرکہ تھا جو ہندوستان میں انگریزوں کو پیش آیا۔ ہندوستانی فوج برطانوی توپخانے کی تاب نہ لاکر بے ترتیبی کے ساتھ پسپا ہوئی۔ سراج الدولہ نے سراسیمہ ہوکر راہ فرار اختیار کی اور میر جعفر انگریزوں کی حمایت میں مسند پر بٹھایا گیا۔ اس جنگ نے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا اور اس ملک میں انگریزی سلطنت کی بنیاد قائم ہوگئی

ہندوستان میں برطانوی قوت کا غلبہ۔

کلایو تین سال تک بحالی امن و امان و نظم و ترتیب کی غرض سے ہندوستان میں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس نے انگلستان کو مراجعت کی اور لارڈ کلایو کے لقب سے ملقب ہوکر طبقۂ امرائے آئرلینڈ میں داخل ہوا۔ لیکن مدراس میں جنگ کا سلسلہ ابھی تک قائم تھا۔ کرنیل آئرکوٹ نے فرانسیسیوں کو ۱۷۶۰ء میں بمقام وندواش شکست دی اور ۱۷۶۱ء میں انگریز پانڈیچیری پر قابض ہو گئے اگرچہ آگے چل کر ۱۷۶۳ء میں فصیل تڑوا کے یہ مقام فرانسیسیوں کو پھر دے دیا گیا لیکن مقامی امیروں اور فرمانرواؤں کی نظریں اب انگریزوں ہی کی طرف اُٹھنے لگیں اور انگریزوں ہی کے ظل حمایت میں آنا سلامتی کا موجب سمجھا جانے لگا۔ جب لارڈ کلایو ۱۷۶۵ء میں ہندوستان واپس آیا تو فرمانروائے سلطنت مغلیہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ڈھائی لاکھ پاؤنڈ سالانہ خراج کے معاوضے میں بنگال بہار اور اُڑیسہ کی سند دیوانی عطا کی جس سے انگریزوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔

ادھر یہ واقعات پیش آرہے تھے اُدھر برطانیہ میں صورت حالات بدل رہی تھی۔ جارج ثانی نے ۲۶ ؍ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو وفات پائی اور اس کا پوتا

بقیۂ مضمون صفحہ گزشتہ۔ بے سروپا اور بعض بالکل غلط ہیں۔ تاریخ ہند کے طالب علم بخوبی واقف ہیں کہ سراج الدولہ کے خلاف خود کلایو نے سازش کی تھی۔ مترجم۔

جارج ثالث اُس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ نیا بادشاہ صلح کا خواہشمند تھا بخلاف اس کے پٹ چاہتا تھا کہ جنگ جاری رہے بلکہ وہ ہسپانیہ کے خلاف بھی جس نے خفیہ طور پر فرانس کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا اعلان جنگ کرنا مناسب خیال کرتا تھا۔ لیکن پارلیمنٹ جنگ کے مصارف سے تنگ آگئی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح لڑائی بند ہو جائے۔ والپول کی طرح پٹ کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ یہ دیکھکر کہ اُس کی کوئی نہیں سنتا وہ وزارت ہی سے مستعفی ہو گیا اور بادشاہ نے اُسکے بجائے ۵ر اکتوبر سنہ۱۷۶۱ء کو امیر بیوٹ کا تقرر کیا۔ پٹ کی رائے صحیح ثابت ہوئی اسلئے کہ تین ہی مہینے بعد جنوری سنہ۱۷۶۲ء میں برطانیہ کو ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لڑائی اور ایک سال تک ہوتی رہی

پٹ کی وزارت سے علٰحدگی۔ سنہ۱۷۶۱ء

ہسپانیہ کے ساتھ جنگ سنہ۱۷۶۲ء۔

اور انگریزی فوج اور بیڑے نے جس کی حالت پٹ کی انتظامی قابلیت نے بہت کچھ سدھار دی تھی فرانس اور ہسپانیہ کے مقابلے میں شاندار فتوحات حاصل کیں۔ لیکن بیوٹ نے اُس وظیفے کے جاری رکھنے سے انکار کر دیا جو فریڈرک اعظم کو برطانیہ کی طرف سے ملا کرتا تھا اور چونکہ فریڈرک کو اب روس کی تائید حاصل ہو گئی تھی اس لئے اُس نے میریا تھریزا کے ساتھ بمقام ہیوبرٹسبرگ جداگانہ صلح کر لی جس کی رو سے سِلیشیا کا صوبہ اُس کے ہاتھ آگیا بالآخر سنہ۱۷۶۳ء میں برطانیہ فرانس ہسپانیہ اور پرتگال کے مابین بمقام پیرس ایک معاہدہ قلمبند ہوا جس کی رو سے "جنگ ہفت سالہ" موقوف ہو گئی۔ اس معاہدے کی بنا پر برطانیہ کو کناڈا فلاریڈا اور دریائے مسسیپی کے مشرقی جانب نیو آرلئینس کو چھوڑ کر باقی تمام فرانسیسی مقبوضات مل گئے اور ہندوستان میں اب اُس کی حیثیت فرمانروایانہ ہو گئی۔ فرانسیسیوں نے منارکا بھی برطانیہ کے حوالہ کر دیا۔ لیکن چند ہی سال بعد یہ جزیرہ اور نیز فلاریڈا ہسپانیہ کے قبضے میں آگیا۔

صلحنامہ ہیوبرٹسبرگ فروری سنہ۱۷۶۲ء۔

عہدنامہ پیرس فروری سنہ۱۷۶۳ء۔

تیئیسواں باب
نوآبادی ہائے امریکہ کی آزادی
جارج ثالث سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۸۲۰ء
دور اول سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۷۸۴ء

جب سنہ ۱۷۶۳ء میں عہد نامۂ پیرس سپرد قلم ہوا تو جارج ثالث کو تخت انگلستان پر بیٹھے ہوئے تین سال گزر چکے تھے۔ جس سلطنت میں اُس کے نام کا سکہ چلتا تھا وہ اب ایک بڑی طاقت کے درجے پر پہنچ گئی تھی۔ ہارس والپول نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو ایک چھٹی لکھی تھی جس کے ایک فقرے سے اس طاقت کی عظمت و وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے۔ "آج تم اپنے وطن کو اگر واپس آؤ تو اسے پہچان بھی نہ سکو۔ جب تم گئے تھے تو یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس کی گزران اپنی ہی پیداوار کے ذرائع پر ہوتی تھی۔ لیکن اس وقت یہی جزیرہ ہفت اقلیم کا دار السلطنت بنا ہوا ہے۔" اس زبردست اور عظیم الشان قلمرو کی حکومت جارج ثالث کے حصے میں ضرور آئی مگر اسی کے ساتھ وہ ایسے بادشاہوں کا جانشین ہوا جنھیں بہت کم اقتدار حاصل تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر جارج ثانی کو کہنا پڑا کہ انگلستان کی بادشاہی تو اصل میں یہاں کے وزیر کرتے ہیں۔" ان وزرا کا تعلق ملک کے اُن بڑے بڑے وھگ خاندانوں سے تھا جو پارلیمنٹ میں آدھے مبعوثین منتخب کرکے بھیجتے تھے اور جب کبھی انھیں کوئی قانون نافذ کرنا منظور ہوتا تھا تو باقی مبعوثین کی رائیں بھی روپیہ دے دلا کر خرید لیا کرتے تھے۔ اُن کے دربار شاہانہ کروفر کے ساتھ منعقد ہوتے تھے اور تمام وہ لوگ جنھیں کسی سرکاری عہدے کی تمنا یا حکومت کی کسی اور نوازش کی آرزو ہوتی تھی ان درباروں میں حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتے تھے اس لیئے کہ فرمانروایان وقت کو بدیسی ہونیکے باعث

دولت برطانیہ کی عظمت

زیادہ تر اپنے وزراہی کے صلاح و مشورہ پر کاربند ہونا پڑتا تھا۔ اس طور پر رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قوم کی طرف سے پارلیمنٹ کے آزادانہ انتخاب کا دستور موقوف ہوگیا اور بادشاہ کو بھی پارلیمنٹ پر کچھ بہت زیادہ اختیار باقی نہ رہا۔ غرض برطانیہ کے نظام حکومت میں اب وہی پرانی شان نظر آنے لگی جو "جنگ گلاب" کے وقوع میں آنے سے پہلے تھی کہ حکومت کا کاروبار ملک کے بڑے بڑے امرا چلاتے تھے۔ جارج ثالث کے عہد کے پہلے بیس سال کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور دو بڑی کشمکشوں میں صرف ہوا۔ بادشاہ کی طرف سے تو یہ جدوجہد ہوتی رہی کہ کسی طرح وزرا کے مقابلے میں اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو از سر نو حاصل کرے اور قوم کی جانب سے نہ صرف برطانیہ بلکہ امریکہ میں ان حملوں کی مزاحمت ہوتی رہی جن سے اس کی آزادی کے سلب ہوجانے کا اندیشہ تھا۔

اسی کے ساتھ خود قوم کی حالت میں ایک تغیر عظیم پیدا ہو رہا تھا۔ ایجادات و اکتشافات کے دور کی ابتدا ہونے لگی تھی۔ ہاتھ کی محنت کی جگہ کلوں نے لے لی تھی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ صنعت و حرفت کے کارخانوں کی روز افزوں ترقی کی بدولت آیندہ پچاس سال کی مدت کے اندر اندر اُن مقامات میں بڑے بڑے شہر آباد ہوگئے جہاں پہلے کوئی بستی موجود نہ تھی۔ ۱۷۶۱ء میں ایک نئے نال کی ایجاد کے باعث جلاہے معمول سے دگنا کپڑا بننے کے قابل ہوگئے۔ ۱۷۶۷ء میں ہارگریوز نے ایک نئی وضع کا چرخہ اور آرکرائٹ نے کاتنے کی ایک اور کل ایجاد کی۔ اس کے چند ہی سال بعد ڈاکٹر کارٹ رائٹ نے دخانی کارگاہ بنائی اور اب پارچہ بافی کا کام ہاتھ کی بجائے کل سے لیا جانے لگا۔ جہلا نے اول اول ان ایجادات کی سخت مخالفت کی۔ کلوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ بیلی گھروں کو آگ لگا دی اور نئے کارخانوں کی تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ مخالفت کم ہوتی گئی اور چند ہی سال میں سوت کاتنے اور کپڑا بننے کی صنعتیں بہت کچھ رونق پکڑ گئیں۔ اس کے بعد یہ راز دریافت ہوا کہ معدنی کوئلے سے کچے لوہے کو صاف کرنے کا کام لیا جاسکتا ہے

کلیں اور دخانی طاقت

> نہروں کا احداث
> ۱۷۵۸ء تا ۱۸۳۰ء

اور ۱۷۶۹ء میں واٹ نے دخانی انجن ایجاد کیا۔ اس پر شمالی علاقے میں کوئلے کی کانوں کے قرب وجوار میں لوہے کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے۔ غرض انگلستان کے باشندے اب اپنی پوری توجہ کارخانوں کے قیام اور مصنوعات پر صرف کرنے لگے تھے۔ صرف ایک مشکل باقی رہ گئی تھی کہ مال ایک مقام سے دوسرے مقام اور بندرگاہوں تک کس طرح پہنچایا جائے۔ لیکن اس مشکل کو ایک بڑی حد تک امیر کبیر برج واٹر کی مستعدی نے رفع کر دیا۔ ۱۷۵۹ء میں امیر موصوف نے پارلیمنٹ سے منظوری حاصل کی کہ وارسلی سے جہاں اس کی کوئلے کی کانیں تھیں مانچسٹر تک ایک چھ میل لمبی نہر تیار کرے۔ شروع شروع میں اس کی یہ تجویز شیخ چلی کا منصوبہ سمجھی گئی اس لیئے کہ مجوزہ نہر ہری اور ارول کی گھاٹیوں کو صرف اسی صورت میں عبور کر سکتی تھی کہ دو سو گز لمبا پل نارا ج بہا ان گھاٹیوں پر تعمیر کیا جائے لیکن جب مشہور و معروف انجنیئر برنڈلے کی ہنرمندی اس مشکل پر غالب آگئی تو نہر مذکور ایسی کامیاب ثابت ہوئی کہ اس کی دیکھا دیکھی دوسری نہریں بھی بہت جلد بنالی گئیں اور طول وعرض انگلستان میں مال کا لانا لے جانا نہروں کے راستے کشتیوں میں ہونے لگا۔

صنعت وحرفت کی اس ترقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آبادی بہت جلد بڑھ گئی اور اشیاء خوردنی کا بھاؤ چڑھ گیا۔ آج کل کی طرح اس زمانے میں اناج اور دوسرے سامان خورونوش کے ذخیرے غیر ممالک سے نہیں آتے تھے اس لیئے کہ ایسے مال درآمد پر حکومت بھاری محصول لگاتی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ۱۷۶۰ء سے لے کر ۱۷۶۵ء تک جس اناج کی قیمت کا اوسط تیس شلنگ فی کوارٹر تھا آیندہ پانچ سال میں ڈیوڑھے دام پاکر پینتالیس شلنگ فی کوارٹر کے حساب سے فروخت ہوا اور اس نرخ میں بھی آیندہ پچاس سال تک برابر روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ جن کسانوں کو کاشتکاری کے بہترین طریقے یاد تھے انھوں نے اس موقع سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا کر ہاتھ رنگ لیئے۔ اناج۔ چارہ۔ شلغم۔ اور دوسری جڑیلی ترکاریوں کے بونے کے لیئے ہر سال بنجر زمین کے بڑے بڑے

رقبے آباد کیئے جانے لگے ۱۷۶۰ء سے لے کر ۱۷۷۴ء تک چودہ سال کے عرصے میں سات سو سے کم قوانین حدبندی اراضی نہ جاری کئے گئے ہوں گے۔ ان قوانین کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ زمین کی کاشت بہتر طریقے پر ہونے لگی اور صاف ستھری سڑکیں بھی بن گئیں جن کی وجہ سے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے نشیمن اجڑ گئے۔ لیکن اس نفع کے مقابلے میں یہ ایک نقصان بھی ہوا کہ چراگاہوں کا رقبہ بہت گھٹ گیا۔ مزدوری پیشہ لوگ پہلے غیر آباد زمینوں میں اپنے گھوڑے اور گائیں چرنے کے لیئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اب یہ زمینیں زیر کاشت آگئیں۔ اور چونکہ خوراک اور لباس کی قیمت پہلے کی بہ نسبت بہت بڑھ گئی تھی اس لیئے اُن کی حالت ایسی اچھی نہ تھی جیسی سو سال پہلے تھی۔ اب اس مشکل کا آغاز ہوا جس کی پیچیدگیاں آج کے دن تک بڑھتی رہی ہیں یعنی جو دولتمند تھے وہ زیادہ دولت مند ہوتے گئے اور جو مفلس تھے اُنکی قلاشی اور

حدبندی اراضی افتادہ ۱۷۶۰ء لغایت ۱۷۷۴ء

بھی بڑھتی گئی۔ قانون مساکین جو الزبتھ کے عہد میں مفید ثابت ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۲۶۲) اب محنت کرنے والی آبادی کے حق میں اجیرن ہوگیا کیونکہ غربا و مساکین کی معاش کا بار انھیں پر پڑنے لگا تھا۔ اب وہ وقت آن پہنچا کہ اہل انگلستان کی معاش کا انحصار کھیتی پر نہ رہے۔ کارخانہ دار، کان کن اور تجارت پیشہ جماعتیں بہت بڑھ گئیں۔ بحری جنگی غیر ممالک کے ساتھ تجارتی معاہدات اور مقامی محصولات ایسے مسائل تھے جو زراعت اور اس کے متعلقات سے زیادہ اہم سمجھے جانے لگے اور ان مسائل میں نہ صرف متمول کارخانہ دار تاجر اور زمیندار دلچسپی لینے لگے بلکہ اہل حرفہ اور کارخانوں کے دستکاروں کو بھی ان کے ساتھ شغف ہوگیا۔ ان تمام مسائل کا تصفیہ پارلیمنٹ

افلاس اور قلاشی کا اضافہ

کرتی تھی اور پارلیمنٹ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ان بڑے بڑے زمینداروں اور اُن کے طرفداروں سے مرکب تھی جن کا انتخاب قوم کی طرف سے نہ ہوتا تھا حالانکہ وہ قوم ہی کے مبعوث سمجھے جاتے تھے اور اسی حیثیت سے من مانے قوانین وضع کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں دارالعوام کی طرف سے جب کوئی قانون

طبقۂ متوسط کی روزافزوں اہمیت

نافذ ہوا تو جمہور کی جانب سے سخت ہنگامہ بلند ہوا اور ملک بھر میں ہنگامے اور فتنے بپا ہوئے۔

لیکن اول اول سب سے بڑی کشمکش بادشاہ اور اُس کے وزرا کے درمیان ہوئی۔ جارج ثالث جی میں یہ ٹھان کر تخت پر بیٹھا تھا کہ اپنے آگے کسی کی چلنے نہ دے گا۔ اُس کے باپ فریڈرک شہزادۂ ویلز کا ۱۷۵۱ء میں

جارج ثالث کی سیرت

انتقال ہو چکا تھا اور تخت سلطنت اُسے براہ راست اپنے دادا جارج ثانی سے ترکے میں پہنچا تھا۔ اُس کی ماں ایک بلند حوصلہ جرمن شہزادی تھی جس کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ اُس کا بیٹا حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر رعایا کے ساتھ پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرے چنانچہ وہ ہمیشہ بیٹے کو یہی نصیحت کیا کرتی تھی کہ جارج یاد رکھ تو بادشاہ کا بیٹا ہے بادشاہ بن کر دکھا۔ اس نصیحت کا جارج کے دل پر خاص اثر ہوا اور اپنے طویل شصت سالہ عہد حکومت میں وہ برابر اس پر عمل کرتا رہا۔ وہ ایک سیدھا سادا نیک دل اور پابند مذہب شخص تھا جسے لگی لپٹی نہ آتی تھی۔ بی بی بچوں کے ساتھ وہ الفت اور شفقت سے پیش آتا تھا۔ ملکہ شارلوٹ کے بطن سے خدا نے اس کو پندرہ بچے دیئے تھے۔ اور اس کی خانگی زندگی ایسے امن وسکون کے ساتھ بسر ہوتی تھی کہ گھر میں کبھی کوئی فساد یا جھگڑا نہ ہونے پاتا تھا۔ جنون کے دورے اُسے بھی کبھی کبھی اُٹھا کرتے تھے۔ مگر وہ زبان پر حرف شکایت لائے بغیر اس مصیبت کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرتا تھا۔ انھیں خصائل کی بدولت رعایا اُسے عزیز جانتی اور اس کا ادب کرتی تھی اور جب اُس کا نام زبان پر آتا تھا تو لوگ بسا اوقات اُسے "ہمارا پیارا بادشاہ جارج" کہہ کر پکارتے تھے لیکن ان خوبیوں کے ساتھ وہ تنگ نظر کم فہم سخن پرور اور خودرائے بھی تھا۔ کبھی کسی کی رائے نہ مانتا بلکہ اپنی ہی مرضی پر چلتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس سے بڑی بڑی غلطیاں ہو جاتی تھیں۔ برطانیہ کو اس کی ذات سے یہ فائدہ ضرور پہنچا کہ اہل انگلستان کے اطوار بہتر ہو گئے مذہب کا پہلے کی بہ نسبت زیادہ ادب و احترام کیا جانے لگا اور رعایا مجموعی حیثیت سے زیادہ وفادار ہو گئی لیکن اس میں بھی

کلام نہیں کہ پارلیمنٹ پر غلبہ حاصل کرنے کے لیئے اُس نے بازار رشوت گرم کر دیا۔ آئرلینڈ کے حق میں عدل و انصاف کو بالائے طاق رکھ دیا بردہ فروشی کی تائید کی اور امریکن نو آبادیاں اُس کے عہد حکومت میں انگلستان کے ہاتھ سے نکل گئیں ؛

ہم دکھا چکے ہیں کہ تخت پر بیٹھتے ہی جارج ثالث نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پٹ کو وزارت سے الگ کر کے خود اپنے اتالیق لارڈ بیوٹ کو وزیر اعظم مقرر کیا تاکہ فرانس کے ساتھ صلح کی جا سکے یہ کارروائی اُس نے کچھ

بیوٹ کے عہد وزارت میں فریق ٹوری کا احیا۔

اس وجہ سے نہ کی تھی کہ اُسے جنگ ناپسند تھی بلکہ وہ فریق وھگ کا اقتدار سلب کرنے کے لیئے قوت پیدا کرنی چاہتا تھا۔ فریق ٹوری کو اب خاندان اسٹوارٹ کے برسر حکومت ہونے کی طرف سے قطعاً نا امیدی ہو چکی تھی اور یہ جماعت ایک ایسے بادشاہ کا ساتھ دینے کے لیئے آمادہ نظر آتی تھی جو خاک انگلستان سے پیدا ہوا تھا۔ غرض جارج ثالث نے شاہی اختیارات سے کام لے کر ایک جماعت ایسے اشخاص کی تیار کر لی جو "بادشاہ کے ہوا خواہ" کہلاتے تھے۔ ہنری فاکس جو ایک زیرک وطباع لیکن بے اصول تر تھا بیوٹ کے ساتھ مل گیا اور اس کی طرف سے وعدہ ہوا کہ صلح کی تائید میں دارالعوام کے غلبۂ آرا کا انتظام کسی نہ کسی طرح کر لیا جائے گا۔ فاکس کی تدبیر کارگر ہو گئی۔ ۱۷۶۲ء میں صیغۂ اغراض خفیہ کے موازنہ میں سے پورے بیاسی ہزار پاؤنڈ کی رقم اراکین دارالعوام کی مٹھی گرم کرنے پر صرف کی گئی اور پٹ کی مخالفت کے باوجود پینسٹھ آرا کے مقابلہ میں تین سو انیس آرا کے غلبے سے فرانس کے ساتھ صلح کر لینے کا فیصلہ ہو گیا ؛

لیکن لارڈ بیوٹ کی وزارت زیادہ دنوں قائم نہ رہنے پائی۔ وہ اسکاٹلینڈ کا متوطن تھا اور اسکاٹلینڈ والوں کو انگریز اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اس لیئے کہ ۱۷۴۵ء کی بغاوت کے وقت سے انگلستان میں اسکاٹلینڈ کا ہر باشندہ جیمز

ارتشا و بیدا رہیوٹ کا استعفا۔

کا طرفدار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بیوٹ پر بادشاہ کی ماں کی خاص نظر عنایت تھی اور اس بات کو لوگ اچھا نہ سمجھتے تھے اسکی بے عنوانیاں اس حد تک

بڑھ گئی تھیں کہ اُس نے تمام سرکاری ملازموں کو جو فریق وھگ کے مقرر کیئے ہوئے تھے یک قلم برطرف کردیا یہاں تک کہ دفاتر کے چھوٹے چھوٹے اہلکاروں اور سررشتۂ آبکاری کے کارندوں کو بھی موقوف کردیا اور سیب کی شراب پر ایک نیا محصول لگا دیا جس کی وجہ سے عوام میں بڑی ناراضی پھیل گئی۔ بیوٹ ایسا بدظن ہوگیا تھا کہ عرصۂ دراز تک گلی کوچوں میں سے گزرتے وقت پہلوانوں کی ایک جمعیت کو وہ حفاظت کے لیئے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ آخر عوام میں اُس کی مخالفت یہاں تک بڑھ گئی کہ اُس نے گھبرا کر استعفا دیدیا۔

گرینول کی وزارت سنہ ۱۷۶۳ء

بیوٹ کے بعد جارج گرینول جو فریق وھگ سے تعلق رکھتا تھا وزیر اعظم مقرر ہوا لیکن اس کی وزارت بھی کچھ زیادہ کامیاب نہ ثابت ہوئی اور بادشاہ کو جلد معلوم ہوگیا کہ اس شخص پر قابو پانا آسان نہیں۔ گرینول کے بے لوث اور نیک نیت ہونے میں کلام نہیں لیکن اس کا طرز عمل انگلستان اور امریکہ دونوں ملکوں میں خرابیاں پیدا کیئے بغیر نہ رہا پہلی مشکل جو اُسے پیش آئی اس میں چنداں اس کا قصور نہ تھا بات صرف یہ تھی کہ اجلاس پارلیمنٹ کے التوا کے موقع پر بادشاہ نے جو تقریر کی تھی اس پر اخبار "نارتھ برٹن" کے پینتالیسویں نمبر میں بڑی سخت لے دے ہوئی۔ اس اخبار کا مدیر ایک ناکارہ مگر ہردلعزیز شخص ولکس نامی تھا جو پارلیمنٹ میں حلقۂ ایلبری کا مبعوث تھا گرینول نے ایک عام حکمنامہ اس مضمون کا جاری کیا کہ اخبار مذکور کے مضمون نگاروں چھاپنے والوں اور اشاعت کرنے والوں کو گرفتار کرلیا جائے چنانچہ ولکس اور اڑتالیس دوسرے اشخاص پکڑ کر حوالات میں بند کردیئے گئے لیکن

ولکس کی گرفتاری حکمنامجات گرفتاری عمومی

قانون شہادت ذاتی کے تحت میں ولکس نے جلد ہی آزادی حاصل کرلی اور آزاد ہوتے ہی سرکار پر مقدمہ دائر کردیا کہ کیوں اُس نے پارلیمنٹ کے ایک رکن کو گرفتار کیا اور ایک ایسا عام حکمنامہ جاری کردیا جس میں گرفتار ہونے والے اشخاص کے نام بصراحت درج نہ تھے یہ مقدمہ تو اس نے جیت لیا لیکن پارلیمنٹ نے ازالۂ حیثیت عرفی کی علت میں نئے سرے سے اس کا چالان کیا۔ اس پر ملک میں بڑی خطرناک

شورشیں برپا ہوگئیں۔ عوام الناس نے "ولکس کی جے" اور "آزادی کی فتح" کے نعرے بلند کرنے شروع کیے اور بادشاہ اور اُس کی ماں کے خلاف اس کثرت سے ہتک آمیز مضامین شائع ہوئے کہ دو سو اہل مطابع سپرد فوجداری کیے گئے ولکس ایک دست بدست مقابلے میں زخمی ہوا اور چونکہ پارلیمنٹ نے اُسے دائرۂ قانون سے خارج کر دیا تھا اس لیے وہ فرار ہو کر فرانس چلا گیا۔

یہ ہنگامہ فرو ہوا ہی تھا کہ گرینول سے ایک اور غلطی سرزد ہوئی جس نے امریکہ کی نوآبادیوں کے ساتھ جھگڑے کی بنیاد قائم کر دی۔ امریکہ میں بسنے والے برطانوی ایک مدت دراز سے اپنے ملک کا انتظام در اصل خود کرتے چلے آتے

نوآبادیہائے امریکہ کے ساتھ جھگڑے کی ابتدا۔

تھے اور برطانوی وزرا اُن کے معاملات میں بہت کم دخل دیتے تھے لیکن گرینول نے یہ روش بدل کر اپنا سکہ اُن پر بٹھانا چاہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ ہی انگریزوں کے قبضے سے نکل گیا۔ نوآبادیوں کے لیے انگلستان کی پارلیمنٹ نے یہ قانون وضع کر رکھا تھا کہ بجز برطانیہ کے وہ اور کسی ملک کے ساتھ تجارت نہ کرنے پائیں۔ اس احمقانہ قانون کی پابندی سے یہ لوگ ایک عرصے تک پہلو تہی کرتے رہے اور سپانوی امریکہ کے ساتھ تجارت کر کے بہت منافع اٹھاتے رہے گرینول نے قانون کی اس خلاف ورزی کو روکنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور چونکہ گزشتہ جنگ امریکہ کے مصارف کی وجہ سے انگلستان بہت کچھ زیر بار ہو گیا تھا اس لیے ساتھ ہی ساتھ

قانون کاغذ مہور ۱۷۶۵ء

توفیر مداخل شاہی کیلیے اُس نے "قانون کاغذ مہور" کے نام سے ایک نیا قانون جاری کرنا چاہا جس کی رو سے یہ بات لازمی قرار پاگئی کہ امریکہ میں تمام قانونی دستاویزات پر اسٹامپ چسپاں ہوا کرے جس طرح انگلستان میں عملدرآمد تھا۔ اس پر یہ لوگ بہت بگڑے۔ یہ بات تو سراسر قرین انصاف تھی کہ اہل امریکہ ایک ایسے جھگڑے کے اخراجات میں انگلستان کے ساتھ اپنے حصے کے موافق شریک ہوں۔ جو انھیں کے فائدہ کے لیے مول لیا گیا تھا لیکن یہ امر بھی نظر انداز ہونے کے قابل نہیں کہ وہ اپنے محصول آپ ہی تجویز کرنے کے عادی تھے اور اگر یہ محصول

انھیں خود ہی وصول کر لینے دیئے جاتے تو وہ رقم مطلوبہ بطیب خاطر انگلستان کو دیدیتے غرض انھوں نے قانون مذکور کے نفاذ کے خلاف ایک محضر پیش کیا لیکن حکومت برطانیہ نے اس پر مطلق توجہ نکی اور قانون کاغذ مہور ۱۷۶۵ء میں نافذ ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست ورجینیا کی دیکھا دیکھی امریکہ کے تمام باشندوں نے ہر قسم کے برطانوی مال کی خریداری ترک کرنے کا آپس میں عہد کر لیا اور انگلستان کے بہت سے کارخانے تباہ ہو گئے۔

انھیں ایام میں بادشاہ کو پہلی مرتبہ جنون کا دورہ اٹھا۔ جب چند دن کے بعد اس کا مزاج درست ہوا تو اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک قانون نیابت نافذ کیا جائے تاکہ اگر اُسے پھر مرض لاحق ہو تو نائب السلطنۃ ہونے کی حیثیت سے اُس کی علالت کے دوران میں کوئی شخص حکمرانی کے فرائض انجام دے سکے۔ مسودہ قانون مجوزہ میں بادشاہ کی ماں کا نام درج نہ ہونے پایا۔ اس پر بادشاہ اس قدر برہم ہوا کہ گرینول کو مجبوراً مستعفی ہونا پڑا۔

مسودۂ قانون نیابت ۱۷۶۵ء

قلمدان وزارت اب لارڈ راکنگھم کو ملا اور اس نے قانون کاغذ مہور کو جس نے نوآبادیوں میں ایسی سخت بددلی پھیلا رکھی تھی منسوخ کرنے کا قصد کر لیا پٹ ان دنوں بیمار تھا لیکن علالت کے باوجود اس نے پارلیمنٹ میں آکر ایک پرجوش تقریر کی اور کہا کہ نوآبادیہائے امریکہ کا کوئی نائب پارلیمنٹ میں موجود نہیں جو اس بات کی نگرانی کر سکے کہ وہاں جو محصول لگائے جاتے ہیں وہ واجبی ہیں یا غیر واجبی۔ ایسی حالت میں برطانیہ کو امریکہ والوں پر محصول لگانے کا کوئی حق نہیں۔ پس قانون کاغذ مہور قطعاً اور فوراً منسوخ ہو جانا چاہیئے۔ غرض قانون منسوخ ہو گیا۔ لارڈ گریفٹن وزیراعظم مقرر ہوا اور بادشاہ کی استدعا پر پٹ مجلس وزرا میں شریک ہو گیا۔

تنسیخ قانون کاغذ مہور ۱۷۶۶ء

لیکن پٹ کا قدیم رسوخ اب باقی نہ رہا تھا۔ امارت کا درجہ قبول کرنے اور دارالامرا میں امیر چیتھم کی حیثیت سے شریک ہونے کے باعث وہ اُس پر اپنے اثر کو

کھو بیٹھا تھا جو اُسے کبھی عوام کے "وکیل اعظم" ہونے کی بدولت حاصل تھا اُس کے

ٹون شینڈ کا قانون مالگذاری
سنہ ۱۷۶۷ء

علاوہ اس کی صحت ایسی خراب تھی کہ اپنی خدمات کی انجام دہی اس کے لیئے دو بھر تھی۔ اُس کی غیبت میں وزیر خزانہ ٹون شینڈ نے اس خیال سے کہ پارلیمنٹ نے قانون کاغذ مہور کو منسوخ کرکے اپنی کمزوری کا ثبوت دیا ہے ایک نیا قانون مالگزاری جاری کر دیا جسکی رو سے چاء شیشہ سرخ اور سفید سیسے نقاشی کے رنگ اور کاغذ جس کی درآمد امریکہ میں ہوتی تھی محصولات عائد کر دیئے گئے۔ اور اس طور پر وہاں کے لوگوں میں پھر ناراضی پیدا ہو گئی۔

پھر بھی امریکہ میں بسنے والوں کے دل سے اپنے پرانے وطن کی یاد محو نہ ہوئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس وقت تک وہاں کوئی ہنگامہ برپا نہ ہونے پایا فساد اگر ہوا تو خود انگلستان میں ہوا جہاں پارلیمنٹ اور قوم کے باہمی تعلقات بہت ہی

ولکس کا انتخاب حلقہ مڈل سیکس کی طرف سے سنہ ۱۷۶۹ء

کشیدہ ہو گئے۔ سنہ ۱۷۶۹ء میں ولکس انگلستان واپس آیا اور حلقہ مڈل سیکس کی طرف سے جہاں کے انتخاب کنندہ نسبتہً زیادہ آزاد واقع ہوئے تھے منتخب ہوا۔ بادشاہ اس پر ایسا برافروختہ ہوا کہ حکومت نے اس کے اصرار سے مداخلت کی اور ولکس ازالہ حیثیت عرفی کی اُسی پرانی علت میں جس نے اُسے چند سال قبل فرانس میں پناہ لینے پر مجبور کیا تھا قید کر دیا گیا۔ لندن میں اب سخت بلوہ ہو گیا۔ درات تک بلوائیوں کی دھمکیوں سے مجبور ہو کر ہر شخص کو ولکس کے انتخاب کی تقریب پر اپنے گھر میں چراغاں کرنا پڑا۔ سفیر آسٹریا گاڑی سے کھینچ کر نیچے اتار لیا گیا اور اس کے جوتے کے تلوں پر کھریا مٹی سے "نمبر ۴۵" کا نشان بنا دیا گیا۔ شاہی عدالت کی حوالات پر جس میں ولکس قید تھا عوام الناس کے ہجوم نے اس تندہی سے حملہ کیا کہ سرکاری حکام کو باضابطہ طور پر قانون مفسدہ سنانا پڑا اور اس کے بعد متعدد اشخاص گولی کا نشانہ بنائے گئے۔ ان تمام واقعات کے پیش آنے پر بھی دارالعوام کو برابر اسی بات پر اصرار رہا کہ ولکس اجلاس پارلیمنٹ میں شریک ہونے کا ہرگز اہل نہیں چنانچہ باقاعدہ طور پر اس فیصلہ کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ اور جب باوجود اس انتباہ کے ولکس کا انتخاب ایک نہ دو بلکہ چار مرتبہ پے درپے

انتخاب کنندوں کے حقوق میں پارلیمنٹ کی دست اندازی

عمل میں آیا تو پارلیمنٹ نے ایک ایسا طرز عمل اختیار کیا جس کا اسے کوئی حق نہ تھا۔ یعنی ولکس کے مدمقابل کرنیل لٹرل کے باضابطہ طور پر منتخب ہو جانے کا اعلان کر دیا حالانکہ ۱۱۴۳ آرا کے مقابلے میں اُس نے صرف ۲۹۶ رائیں حاصل کی تھیں۔ انتخاب کنندوں کے حقوق میں اس سے بڑھ کر مداخلت ہونی ممکن نہ تھی۔ پارلیمنٹ اگر اپنے اراکین کو خود ہی نامزد کر لیا کرے تو قوم کو اپنے قوانین کے وضع کرنے میں کیا اختیار باقی رہ جاتا ہے۔ غرض ساری قوم کو اس واقعے پر ایسا اشتعال ہوا کہ جب بادشاہ پارلیمنٹ کا اجلاس برخاست کرنے کے لیئے ایوان پارلیمنٹ میں داخل ہوا تو اس کی علانیہ توہین کی گئی اور اس پر سوقیانہ آوازے کسے گئے۔ اور جب ماہ اپریل ۱۷۷۰ء میں ولکس قید سے رہا ہوا تو "مینشن ہاؤس" (بیت الجمہور) کے سامنے کی دیوار پر لفظ "آزادی" تین فٹ روشن موٹے حرفوں میں جھلکتا ہوا نظر آیا اور ولکس کو شہر لندن کا "پنچ" (الڈرمین) منتخب کر لیا گیا۔

دوسرے سال ماہ فروری ۱۷۷۱ء میں پارلیمنٹ کا قوم کے ساتھ ایک اور جھگڑا ہوا اور اس نزاع میں بھی پالا ولکس اور عوام الناس ہی کے ہاتھ رہا۔ ۱۶۹۵ء سے جو اخبارات کی آزادی کا سال ہے آزاد اخبارات کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا چلا آیا تھا۔ ایک فقط لندن ہی میں سترہ اخبار شائع ہوتے تھے۔ اور اگرچہ یہ بات دارالعوام کی ایک مستقل ہدایت کے خلاف تھی کہ اس کے کسی

پارلیمنٹ کی روئداد کی اشاعت ۱۷۷۱ء

اجلاس کی کارروائی کسی اخبار میں چھپے پھر بھی اراکین دارالعوام کی اکثر اہم تقریریں بہت سے اخبارات میں برابر شائع ہوتی رہتی تھیں۔ چونکہ کسی اخبار کے آدمی کو پارلیمنٹ میں آکر اس کی روئداد قلمبند کرنے کی اجازت نہ تھی اس لیئے اخباروں کے بیانات غلط اور ایک طرفہ ہونے کے علاوہ اراکین دارالعوام کی اہانت کا پہلو لیئے ہوئے ہوتے تھے۔ غرض پارلیمنٹ نے اس خرابی کو دور کرنا چاہا اور "اسپیکر" (صاحب النطق) کے حکم سے آٹھ اخبار والے ایسے غلط بیان چھاپنے کے جرم میں گرفتار کر لیئے گئے ان میں سے دو نے عدالت میں مرافع دائر کیا اور ولکس اور ایک اور ناظم عدالت

آلیور نے ان کے عذرات سن کر دونوں کو اس بنا پر بری کر دیا کہ قانوناً ان پر کوئی جرم ثابت نہ تھا۔ ایک اور ناظم عدالت مارٹن نے جسے شہر کی عصا برداری کا منصب حاصل تھا خود صدر بیت العوام کے اردلی ہی کو اس الزام میں حوالات میں بھیج دیا کہ اخبار والوں کی گرفتاری کے حکمنامہ پر شہر کے کسی ناظم فوجداری کے دستخط ثبت نہ تھے۔

اس پر اہل لندن اور پارلیمنٹ میں شدید نزاع پیدا ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رئیس بلدیہ اور آلیور قلعے میں قید کر دیئے گئے۔ ان کی گرفتاری سے شہر والوں میں بڑا جوش پھیل گیا۔ رستے میں دونوں طرف عوام الناس کا ایک جم غفیر تحسین و آفرین کے نعروں سے ان کی مشایعت کے لیئے موجود تھا اور جب چھ ہفتے کے بعد یہ قید سے چھوٹے تو سارے لندن میں اس تقریب پر چراغاں کیا گیا۔ اس اثنا میں اخبار والے برابر آزاد رہے اور اس جنگ میں میدان آخر انھیں کے ہاتھ رہا اس لیئے کہ اس دن سے لے کر آج کے دن تک پارلیمنٹ کی کارروائی اخبارات میں برابر شائع ہو رہی ہے اور کسی کی طرف سے اس میں دست اندازی نہیں ہونے پائی۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں اچھے اچھے اخبار نکلنے شروع ہو گئے۔ اخبار "مارننگ کرانیکل" اول اول ۱۷۶۹ء میں شائع ہوا۔ "مارننگ پوسٹ" ۱۷۷۲ء میں نکلا۔ اور "ٹائمز" ابتداءً ایک چھوٹی سی مربع تقطیع پر ۱۷۸۵ء میں جاری ہوا۔ ۱۷۷۴ء میں حلقۂ مڈل سیکس کی طرف سے ولکس کا انتخاب مکرر عمل میں آیا اور اس مرتبہ اُسے پارلیمنٹ میں آنے کی اجازت مل گئی ۱۷۸۲ء میں پارلیمنٹ نے علانیہ اعتراف کر لیا کہ کرنیل لٹرل کے انتخاب کے مسئلے میں مداخلت کا جو طریقہ اس نے اختیار کیا وہ غلط اور ناروا تھا اور اس غلطی کی تلافی اس طرح کی کہ اپنے روزنامچے سے اس واقعے کی ساری روداد خارج کر دی۔

اہل شہر اور پارلیمنٹ میں جھڑپ

صحافت دور جدید

اس تمام اثنا میں اہل امریکہ کی بے چینی برابر بڑھ رہی تھی ۱۷۷۰ء میں لارڈ نارتھ وزیر اعظم مقرر ہوا اور بادشاہ کے اشارے پر چلنے لگا امیدواران لطف و کرم اب دیوان وزارت کے بجائے ایوان شاہی کا طواف کرنے لگے اور جارج کو اتنی مدت کے بعد یہ اطمینان

نو آبادیہائے امریکہ میں بے چینی۔ ۱۷۷۰ء

نصیب ہوا کہ اب "میں حقیقی معنوں میں بادشاہ ہوں"۔ غرض اس نے اپنے جی میں ٹھان لی کہ جو ہو سو ہو امریکہ کے بسنے والوں پر اپنی بادشاہی کا حق منوا کر چھوڑے گا اس رائے میں پارلیمنٹ اور ساری قوم کو بھی اس سے اتفاق تھا۔ انگریزوں نے اصل میں نوآبادیوں کو اپنی ذاتی جائداد سمجھ رکھا تھا اور اس بات کو بالکل بھلا دیا تھا کہ جن لوگوں نے کڑیاں جھیل کر اور مشقتیں اٹھا کر کالے کوسوں دور نئے گھر جا بسائے ہیں انھیں اپنی محنت کا ثمرہ سب سے اول ملنا چاہیئے۔ امریکہ کچھ بچہ نہ تھا کہ ماں باپ ذرا ذرا سی بات پر گھرک دیں اور اُسے چون وچرا کیئے بغیر ان کی ہر بات ماننی پڑے۔ وہ اب جوان ہو گیا تھا اور ظاہر ہے کہ جوان اولاد کو اپنے گھر کا انتظام خود کرنے کا پورا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نکتے کو کچھ لارڈ چیتھم اور آئرلینڈ کا مشہور مقرر برک جیسے بڑے آدمی ہی سمجھ سکتے تھے۔ سطحی نظر رکھنے والے انگریزوں میں یہ دور اندیشی کہاں تھی۔ سنہ ۱۷۷۰ء میں لارڈ نارتھ نے بجز اس محصول کے جو چاء پر لیا جاتا تھا امریکہ والوں کے باقی تمام شاہی محصول معاف کر دیئے۔ چاء کے محصول کو برقرار رکھنے کا بادشاہ نے قطعی فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ خزانہ عامرہ میں اس محصول سے سال میں تین سو پاؤنڈ سے کچھ ہی اوپر رقم داخل ہوتی تھی۔ لندن میں جس دن یہ فیصلہ ہوا اسی دن بوسٹن میں اہل شہر اور فوج کے سپاہیوں کے درمیان فساد ہو گیا اور چند آدمی اس ہنگامے میں مارے گئے۔ مدبرین انگلستان میں اگر عقل ہوتی تو اس واقعے کی اطلاع ہونے پر وہ سمجھ جاتے کہ امریکہ والوں کو بلا وجہ دق کرنے اور بیٹھے بٹھائے ایک مفت کا جھگڑا مول لینے کے لیئے یہ وقت ہرگز موزوں نہ تھا۔

اس پر بھی تین سال کی مدت گزر گئی اور کوئی فساد نہ ہوا۔ اہل امریکہ چاء کی خریداری سے قطعاً انکار کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو نقصان ہوا اس پر لارڈ نارتھ نے امریکہ جانے والی چاء کا وہ محصول تو معاف کر دیا جو انگریزوں کو دینا پڑتا تھا مگر امریکہ والوں کا محصول بدستور برقرار رکھا۔ اب ایسٹ انڈیا کمپنی نے امریکہ کی منڈیوں کو اپنی چاء سے جبراً بھرنا چاہا اور ۱۶ دسمبر سنہ ۱۷۷۳ء کو چاء سے لدے ہوئے کئی جہاز بندرگاہ بوسٹن میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی

چاء کا بوسٹن کی بندرگاہ میں پھینک دیا جانا۔ ۱۷۷۳ء

لوگ تلے بیٹھے تھے کہ ہرگز یہ مال اپنے ملک میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ جہاز بندرگاہ میں آئے ہی تھے کہ کچھ آدمی جو امریکہ کے قدیم وحشیوں کا بھیس بدلے ہوئے تھے بجالا کی تمام اُن پر چڑھ گئے اور چاء کے صندوقوں کو اپنے کلھاڑوں سے کھول کر ساری چاء سمندر میں پھینک دی۔ اس جرم کی پاداش میں لارڈ نارتھ نے ۱۷۷۴ء میں ایک مسودۂ قانون نافذ کیا جس کی رو سے قرار پایا کہ بندرگاہ بوسٹن بند کر دی جائے تاکہ اس شہر کے ساتھ بیرونی دنیا کی کسی قسم کی تجارت نہ ہونے پائے ایک اور قانون کے ذریعے ایک پوری ریاست میسیچوسٹس کی سند آزادی چھین لی گئی۔ اور اس علاقے کے انتظام کے لیئے ایک مجلس مقرر کی گئی جس کے اراکین بادشاہ کی طرف سے نامزد کیئے گئے ؛

اگرچہ امریکہ اور انگلستان کے درمیان اور ایک سال کوئی مڈبھیڑ نہ ہوئی لیکن موجودہ واقعات نے اس بات کو یقین کے درجے تک پہنچا دیا تھا کہ جنگ چھڑے بغیر نہ رہے گی۔ امریکہ کا مشہور فلسفی اور اہل الرائے فرینکلن بھی

امریکہ میں پہلا جمہوری جلسہ۔ ۱۷۷۴ء

جو اس غرض سے انگلستان آیا تھا کہ دونوں ملکوں کی کشیدگی کو کسی طرح رفع کر دے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور دل شکستہ ہو کر واپس چلا گیا۔ ۱۷۷۴ء کے ماہ ستمبر میں پچپن اشخاص کی ایک مجلس نے جس کا انتخاب جارجیا کو چھوڑ کر باقی تیرہ کی تیرہ نوآبادیوں کی طرف سے عمل میں آیا تھا فلاڈلفیا میں جلسہ کر کے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ جب تک میسیچوسٹس کے حقوق بحال نہ ہوں برطانیہ کے ساتھ تجارت نہ کیجائے اسی کے ساتھ اس مجلس نے ایک فوجی جمعیت بھی تیار کر لی کہ اگر جنگ کرنی پڑے تو یہ فوج کام آئے۔ لیکن بادشاہ نے اس پر بھی نہ مانا۔ ۱۷۷۵ء میں پارلیمنٹ نے میسیچوسٹس والوں کے باغی ہونے کا اعلان کر دیا اور ۱۹ اپریل کو جب میسیچوسٹس کے حاکم اعلیٰ جرنیل گیج نے سپاہیوں کا ایک دستہ اس غرض سے

آغاز جنگ ۱۹ اپریل ۱۷۷۵ء

روانہ کیا کہ بوسٹن کے قریب کنکارڈ کے مقام میں (دیکھو نقشہ نمبر ۷) ایک ذخیرۂ اسلحہ کو تلف کر دے تو وہیں پہلا معرکہ

ہوا۔ کسانوں اور دست کاروں کی ایک جماعت نے پہلے تو لیکسنگٹن میں اور اسی دن کچھ دیر بعد دریائے کنکارڈ کے کنارے سپاہیوں کا مقابلہ کیا اور سپاہیوں کو زک اُٹھانی پڑی۔ اس معرکے کے مقام وقوع پر ۱۸۳۶ء میں ایک مینار نصب کیا گیا جس پر ایمرسن کی یادگار نظم "سرود رود کنکارڈ" کے حسب ذیل افتتاحی اشعار کندہ ہیں:-

چڑھی ندی کی موجیں پیچ و خم کھاتی ہوئی نکلیں — اک ان گھڑ پُل کی محرابوں سے لہراتی ہوئی نکلیں
اسی پُل پر علم کچھ بن چلے تیغ آزماؤں کا — کھلونا بن گیا اپریل کی سرکش ہواؤں کا
یہ وہ تیغ آزما ہیں شغل جن کا قلبہ رانی تھا — زمیں کو جوتنا جن کا مدار زندگانی تھا
اب انکے ہاتھ میں ہل کی جگہ بندوق آئی ہے — گرج جس کی خدائی بھر کے کانوں میں سمائی ہے

آیندہ آٹھ سال تک امریکہ والوں سے انگریزی فوج کی برابر جنگ ہوتی رہی۔ معرکۂ کنکارڈ کے مہینہ بھر بعد "کانگرس" (مجلس جمہوری) نے ورجینیا کے باشندے جارج واشنگٹن کو سپہ سالار مقرر کیا۔ یہ جارج واشنگٹن وہی جوانمرد تھا

جارج واشنگٹن

جس نے ۱۷۵۴ء میں پٹسبرگ پر قبضہ کر لیا تھا (دیکھو صفحہ ۴۰۵)۔ اب اس نے اپنے آپ کو اپنی فوج اور اپنے ملک کے لیئے وقف کر دیا۔ جو زبردست جد و جہد اسے درپیش تھی اُس میں طرح طرح کی مصیبتیں سہہ کر بھی اُس نے کبھی ہمت نہ ہاری اور شکست و فتح میں کبھی استقلال اور جمعیت خاطر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جنگ و صلح میں اُس کا قدم ہمیشہ سب سے آگے پڑتا تھا۔ اور اُس کے ہم وطن اُسے خاص قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخر وقت تک وہ اس خیال کا مؤید رہا کہ امریکہ اور برطانیہ کا اتحاد برقرار رہنا چاہیئے لیکن جب یہ امید کسی طرح پوری ہوتی نظر نہ آئی تو آخر ۱۷۸۹ء میں وہ آزاد و خود مختار ریاستہائے متحدہ کا پہلا جمہوری رئیس (پریذیڈنٹ) مقرر ہوا۔

لیکن اگرچہ جنگ چھڑ چکی تھی پھر بھی امریکہ کی خود مختاری کا یہ زمانہ ابھی بہت دور تھا۔ واشنگٹن کے منصب سپہ سالاری پر مامور ہونے سے پہلے بوسٹن کے قریب جنگ بنکرہل وقوع میں آئی تھی اور اگرچہ اس جنگ میں

جنگ بنکر ہل
مئی ۱۷۷۵ء

فتح انگریزوں کو حاصل ہوئی لیکن امریکہ والوں نے مقابلے میں داد شجاعت و مردانگی دے کر کامیابی کے ساتھ اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ لڑنے میں بودے نہیں ہیں۔ ۱۷۷۵ء میں امریکہ والوں نے کناڈا پر فوج کشی کی اور انگریزوں نے اُنہیں شکست دی لیکن اس کے جواب میں اگلے سال واشنگٹن نے لارڈ ہو کو بوسٹن کی ناکہ بندی سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ اور دونوں حریف برابر ہو گئے رفتہ رفتہ امریکہ والوں نے مادر وطن (برطانیہ) سے قطع تعلق کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ برطانیہ نے جنگ جاری رکھنے کے لیئے جرمن افواج سے مدد لی ہے تو اُن کا ارادہ اور بھی راسخ ہو گیا۔

۲ جولائی ۱۷۷۶ء کو امریکہ کی مجلس جمہوری نے جان آدمس فرینکلن اور شرمن کے سے بات کے پورے اور وطن کے پکے رہ نمایان قوم کے مشورے سے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ نو آبادی ہائے متحدہ آزاد و خود مختار ریاستیں قرار دی جائیں

اعلان آزادی
۴ جولائی ۱۷۷۶ء

چنانچہ ٹامس جفرسن ساکن ورجینیا نے اعلان آزادی کا ایک مسودہ مرتب کیا جس کا آخری فقرہ حسب ذیل پر شوکت الفاظ پر ختم ہوتا تھا: "ہم نمایندگان ریاست ہائے متحدۂ امریکہ جو اس مجلس عمومی میں جمع ہیں خداوند عالم کو اپنی نیتوں کے خلوص کا واسطہ دے کر صدق دل کے ساتھ علی رُوس الاشہاد اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ یہ نو آبادیہائے متحدہ عرفاً اور استحقاقاً ریاستہائے آزاد و خود مختار ہیں۔" اس اعلان کو ساری قوم نے منظور کر لیا اور بتاریخ ۴ جولائی باضابطہ طور پر اس پر عمل شروع ہو گیا سال آیندہ بتاریخ ۱۷ اکتوبر ۱۷۷۷ء انگریزی فوج جس کا قائد جنرل برگائین تھا سارا ٹوگا میں گھیر لی گئی اور اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا۔ فرانس نے جو

برگائین کی فوج سارا ٹوگا میں ہتھیار ڈالدیتی ہے
۱۷ اکتوبر ۱۷۷۷ء۔

جنگ ہفت سالہ کی رسوائی کا انتقام لینے پر تلا بیٹھا تھا اس موقع کو غنیمت جانا اور اہل امریکہ کا حلیف بن گیا۔

یہ تمام واقعات ایک مدت سے لارڈ چیتھم کی دوربین آنکھ کے سامنے تھے۔ بڑھاپے اور بیماری کی ناتوانی نے اگرچہ

اُسے نکما کر رکھا تھا پھر بھی وہ جوں توں کر کے ۶ فروری ۱۷۷۸ء کو پارلیمنٹ میں آیا کہ اہل امریکہ کی کماحقہ دادرسی کیجائے۔ لیکن اس کی تقریر رائگاں گئی اُس کے بعد

چیتھم کی وفات ۱۷۷۸ء

۷ اپریل کو وہ واقعہ پیش آیا جو پارلیمنٹ کے وقائع نگار کو کبھی نہ بھولے گا۔ یعنی اپنی ساری قوتیں سمیٹ کر یہ کہن سال مدبر آخری مرتبہ تقریر کرنے کے لیئے اٹھا کہ امریکہ کے ساتھ مصالحت کے برتاؤ کی سفارش کرے اور اپنے پرانے دشمن فرانس کو جنگ کے لیئے للکارے امیر رچمنڈ نے اس کے جواب میں ایک کمزور سی تقریر کی چیتھم پھر کچھ بولنے کے لیئے اٹھا لیکن قوت گویائی جواب دے گئی اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اس کے ایک مہینہ بعد ۱۱ مئی ۱۷۷۸ء کو اُس نے وفات پائی اور اس کی آنکھ بند ہوتے ہی صلح کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہوگیا ؛

آیندہ چار سال کا زمانہ برطانیہ کے لیئے بڑی مصیبت اور پریشانی کا زمانہ تھا۔ ۱۷۷۹ء میں ہسپانیہ نے فرانس کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور جبرالٹر کا محاصرہ کر لیا جرنیل ایلیٹ نے تین سال تک اس قلعے کے غنیم کے

محاصرہ جبرالٹر ۱۷۷۹ء لغایت ۱۷۸۲ء

مقابلے میں کامیابی کے ساتھ حفاظت کی یہاں تک کہ ۱۳ ستمبر ۱۷۸۲ء کو سرخ دہکتے ہوئے گولوں سے اُس نے دشمن کے بیڑے کو تباہ کر دیا اور اس کے بعد اُسے لارڈ ہو کی کمک پہنچ گئی۔ ۱۷۸۰ء میں روس سوئیڈن اور ڈنمارک نے ایکا کر کے برطانیہ کے مقابلے میں جارحانہ غیر جانبداری کی روش اختیار کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ان میں سے کسی کے جہاز میں اگر کوئی ایسا مال بھرا ہوا ہو جس کا لانا لے جانا ممنوع ہو تو برطانیہ کو ایسے جہاز کی تلاشی لینے سے روکا جائے اس ایکے میں کچھ ہی دن بعد پروشیا اور ہالینڈ بھی شریک ہو گئے ؛

اس خطرے کی زد میں برطانیہ ممالک غیر کی جانب ہی سے نہ تھا بلکہ اندرونی مشکلات بھی پیدا ہو گئی تھیں۔ آئرلینڈ کی فوجیں امریکہ بھیج دی گئی تھیں اور چوں کہ فرانس فوج کشی کی دھمکی دے رہا تھا اس لیئے آئرلینڈ والوں کو اپنی حفاظت کیلئے رضاکاروں کی ایک فوجی جمعیت تیار کرنی پڑی۔ یہ جمعیت جس کا بیشتر حصہ پراٹسٹنٹوں

سے مرکب تھا بہت جلد بڑھ کر ایک لاکھ کی تعداد تک پہنچ گئی اور ڈر تھا کہ مبادا ایسی بڑی زبردست فوج کے بل پر اہل آئرلینڈ جو عرصۂ دراز سے تجارتی قیود کی سختیاں سہتے چلے آتے تھے کہیں امریکہ کی پیروی نہ کر بیٹھیں یہ خوف بلاوجہ نہ تھا۔ ہنری گریٹن نے جو ایک عالی مرتبہ اور فصیح مقرر تھا آئرلینڈ کی پارلیمنٹ میں یہ تحریک پیش کی کہ باشندگان آئرلینڈ کو اپنا مال تجارت غیر ممالک میں بھیجنے کا آزادانہ حق حاصل ہونا چاہیے۔ لارڈ نارتھ کو جس کا قافیہ ہر طرف سے تنگ ہو رہا تھا آئرلینڈ والوں کا یہ مطالبہ تسلیم کرتے ہی بنی۔ چنانچہ ۱۷۸۰ء میں اس نے ایک قانون منظور کر کے اون اور شیشے کی برآمد کا حق انھیں دے دیا۔

آئرلینڈ کو مال تجارت کی آزادانہ برآمد کا حق۔ ۱۷۸۰ء

انگلستان میں بھی بے چینی کے آثار پیدا ہو رہے تھے جو ایک دوسری شکل میں نمودار ہوئے۔ کیتھولک جماعت کے خلاف جو قوانین ملک میں رائج تھے ان میں سے بعض سخت قوانین کو پارلیمنٹ نے ۱۷۷۸ء میں منسوخ کر دیا تھا اس پر پراٹسٹنٹوں کا انتہا پسند طبقہ بگڑ بیٹھا۔ اور لارڈ جارج گارڈن ایک احمق مذہبی دیوانہ ساٹھ ہزار آدمیوں کے جم غفیر کیساتھ قانون زیر بحث کے خلاف محضر پیش کرنے کے لیے پارلیمنٹ کے دروازے پر آپہنچا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عامۂ خلائق کی طرف سے اتنا بڑا محضر پارلیمنٹ کے اجلاس میں پیش کیا گیا۔ لیکن محضر گزار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ حامیوں کے اس انبوہ نے قابو سے باہر ہو کر پہلے تو دارالامرا کے اراکین کی بے عزتی کی پھر دارالعوام کے پیش دالان میں گھس گئے جہاں سے انھیں دھکے دے کر باہر نکالا گیا۔ واپسی پر انھوں نے بلوہ کر دیا اور لندن میں چار دن تک بازاریوں کی حکومت رہی۔ کیتھولک گرجاؤں میں آگ لگا دی گئی اور ہوبرن میں سخت بدعنوانیاں ہوئیں جہاں شراب کی ایک بھٹی کو توڑ کر آگ لگا دی گئی۔ اور بہت سے بلوائی شراب کے نشے میں بدمست آگ میں جا گرے۔ آخر بڑی مشکلوں میں دس ہزار سپاہیوں کی مدد سے امن و امان قائم ہوا۔

ہنگامۂ گارڈن ۱۷۸۰ء

لارڈ نارتھ کی وزارت بہت ہی ناپسندیدہ ہوتی جاتی تھی۔ اس لیے

کہ جنگ کے اخراجات بہت بڑھ گئے تھے ادھر تجارت رک گئی تھی اور برک پارلیمنٹ میں علانیہ اعتراض کر رہا تھا کہ حکومت ملک کا روپیہ وظیفوں اور رشوتوں میں لٹا رہی ہے۔ اس کے بعد ۱۷۸۱ء میں برطانوی فوج پر امریکہ میں ایک اور خوفناک بلا کے نازل ہونے کی خبر آئی لارڈ کارنوالس چار ہزار فوج کی کمان کر رہا تھا کہ واشنگٹن نے اُس کا سلسلۂ رسد رسانی خشکی کی طرف سے منقطع کر دیا اور فرانسیسی بیڑے نے سمندر کی طرف سے اُس کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر فاقوں سے مجبور ہو کر اُس نے ۱۹ اکتوبر ۱۷۸۱ء کو یارک ٹاؤن میں ہتھیار ڈال دیئے۔

یارک ٹاؤن میں انگریزی فوج کی سپر اندازی۔ ۱۹ اکتوبر ۱۷۸۱ء۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دشمن اب اس کو نیست و نابود کر دیں گے لارڈ نارتھ پران واقعات سے یاس کی حالت طاری ہو گئی اور وہ تلخی کے لہجے میں پکار اٹھا کہ "بس اب ہمارا خاتمہ ہے"۔ چنانچہ ماہ مارچ ۱۷۸۲ء میں وہ وزارت سے مستعفی ہو گیا۔ نئے وزرا نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ قانون پائننگ (دیکھو صفحہ ۱۹۳) کو جس کی رو سے برطانوی پارلیمنٹ آئرلینڈ کے منظور کیئے ہوئے تمام قوانین میں رد و بدل کرنے کی مجاز تھی منسوخ کر کے اہل آئرلینڈ کی بے چینی رفع کی۔ اسی کے ساتھ انھوں نے فوراً امریکہ فرانس اور ہسپانیہ کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی لیکن صلح ہونی کچھ آسان نہ تھی اس لیئے کہ ہسپانیہ جبرالٹر مانگتا تھا اور فرانس بنگال طلب کرتا تھا اور یہ دونوں علاقے برطانیہ کے نزدیک بہت بڑی قدر و قیمت رکھتے تھے۔ ابھی صلح کی کوئی شرط طے ہونے نہ پائی تھی کہ قسمت نے یاوری کی اور چشم زدن میں واقعات کا نقشہ بدل گیا کاؤنٹ لاگراس فرانسیسی بیڑا لیئے جمیکا پر قبضہ کرنے کی غرض سے جا رہا تھا کہ رستے میں انگلستان کے ایک نامی ناخدا امیر البحر راڈنی سے اُس کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ اور فرانسیسی بیڑے نے شکست فاش کھائی۔ یہ واقعہ ۱۲ اپریل ۱۷۸۲ء کو پیش آیا اور اس کے چند ہی مہینے بعد جبرالٹر کا محاصرہ بھی اٹھ گیا۔ ان فتوحات کی بدولت برطانیہ کو عزت و آبرو کے ساتھ صلح کر لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ

تنسیخ قانون پائننگ ۱۷۸۲ء

راڈنی کی بحری فتح۔ ۱۷۸۲ء

عہد نامہ وارسیل کی رو سے جو ماہ جنوری ۱۷۸۳ء میں سپرد قلم ہوا فرانس کو تو کچھ بھی

عہد نامہ وارسیل
جنوری ۱۷۸۳ء

حاصل نہ ہوا اور ہسپانیہ کو صرف منارکا اور فلاریڈا ہاتھ آئے۔ جبرالٹر کا مستحکم قلعہ جو بحر روم کی کنجی ہے بدستور انگریزوں کے قبضے میں رہا۔ برطانیہ اور ریاستہائے متحدۂ امریکہ کے درمیان بھی ماہ نومبر ۱۷۸۲ء میں صلح کے شرائط طے ہو چکے تھے جن کی رو سے برطانیہ نے اپنے پاس صرف کناڈا نووا اسکوشیا اور نیو فاؤنڈ لینڈ کے علاقے رکھے اور ریاستہائے متحدہ کی آزادی و خود مختاری کو تسلیم کر لیا۔ اس معاہدے کی توثیق ۳ ستمبر ۱۷۸۳ء کو فرانس کے ساتھ صلح ہو جانے کے بعد عمل میں آئی ؛

غرض جارج ثالث اور اس کے وزیر کی یہ کوشش کہ ایک زبردست نوآبادی پر جبراً محصول لگایا جائے رائگاں گئی اور اتنا بڑا ملک مفت میں ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر بادشاہ و وزیر عقلمند ہوتے اور اہل نوآبادی کو آزادی کے واجبی حقوق انھوں نے دیدیئے ہوتے تو عجب نہ تھا کہ امریکہ ابھی تک سلطنت برطانیہ کا

برطانیہ کی طرف سے امریکہ
کی خود مختاری کا اعتراف
۱۷۸۳ء

ایک حصہ ہوتا۔ اب دونوں ملکوں کا پیوند ایک دوسرے سے الگ ہو گیا۔ پھر بھی اپنے قدیم وطن کی محبت امریکہ والوں کے دلوں میں بدستور موجود ہے اور خود برطانیہ کو بھی اُس طاقتور قوم پر ناز ہے جو اسی کی خاک سے پیدا ہوئی تھی ؛

انگلستان کی تاریخ کا یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ عین اسی زمانے میں جبکہ امریکہ کے تعلقات برطانیہ سے قطع ہو رہے تھے انگریز دنیا کے دوسرے کنارے جدید نوآبادیوں کا ڈھنگ ڈالنے میں مصروف تھے۔ ۱۷۶۸ء میں ٹون شینڈ کے

کک کے بحری سفر
۱۷۶۸ء لغایت ۱۷۷۹ء

منحوس قانون مالگزاری کے نفاذ کے کچھ ہی دن بعد "رائل سوسائٹی" (شاہی مجلس علمیہ) نے یارک شائر کے ایک باشندے کپتان کک کو آفتاب کے سامنے سے زہرہ کے گزرنے کا مشاہدہ کرنے کے لیئے بحر الکاہل کے ایک جزیرۂ ٹاہیٹی میں بھیجا۔ اس علمی مہم سے واپس ہوتے ہوئے کک نے نیوزیلینڈ میں لنگر ڈالا جسے تسمان نے ۱۶۴۲ء میں دریافت کر کے اپنے نام سے موسوم کیا تھا۔ اس جزیرے میں کچھ بیج بو کر اور کچھ سُور افزائش

نسل کے لیئے کھلے چھوڑ کر کک آسٹریلیا گیا جو اُن دنوں نیو ہالینڈ (ہالینڈ جدید)
کہلاتا تھا اور اس کے جنوبی و مشرقی حصے کی دیکھ بھال کرکے یہاں برطانوی جھنڈا
نصب کردیا اور اس ملک کا نام نیو ساؤتھ ویلز (نیا جنوبی ویلز) رکھا۔ ۱۷۸۶ء میں

آسٹریلیا میں کالا پانی ۱۷۸۶ء

جبکہ کک کو بمقام ہوائی قتل ہوئے آٹھ سال کا زمانہ گزر چکا
تھا حکومت انگریزی نے فیصلہ کیا کہ نیو ساؤتھ ویلز میں قیدی
لیجا کر بسائے جائیں۔ چنانچہ ۱۷۸۸ء میں پٹ نے آٹھ سو کے اس
سزایافتہ مردوں اور عورتوں کو کپتان آرتھر فلپ کی نگرانی میں وہاں بھیج دیا کپتان فلپ
پہلے خلیج باٹنی میں پہنچا اور وہاں سے روانہ ہو کر پورٹ جیکسن میں لنگر انداز ہوا جہاں
اس نے قیدیوں کی بستی بسائی اور اس کا نام امیر سڈنی کے نام پر سڈنی رکھا قیدیوں
کو اول اول سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ بسا اوقات انھیں فاقے پر فاقے گزر جاتے
تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ نئے حالات کے خوگر ہوتے گئے اور اس نئی سرزمین میں
امن و آسائش سے رہنے لگے۔ وہ مجرم ضرور تھے لیکن یہ بات نظر انداز نہیں کیجا سکتی
کہ یہ ملک جو اب برطانیہ کی ایک نہایت ہی سرسبز و ترقی یافتہ نوآبادی بن گیا ہے
انھیں مجرموں کی محنت کا ثمرہ ہے۔

اس اثنا میں ہندوستان کے حالات جلد جلد بدل رہے تھے اور ان تغیرات
کی بدولت وہ تمام تجارتی مرکز جو انگریزوں نے اس ملک میں قائم کر رکھے تھے
انگریزی حکومت کی ماتحتی میں آگئے تھے۔ ۱۷۶۷ء میں لارڈ کلایو کے انگلستان چلے

وارن ہیسٹنگز کا تقرر ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے ۱۷۷۳ء

آنے کے بعد انگریزی سوداگروں نے باشندگان ہند پر ظلم کرنا
اور ان سے جبراً روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ اُن کی بیداد و جفا
کی شکایتیں ایسی عام ہوئیں کہ ۱۷۷۳ء میں وزرائے انگلستان
کو معاملات ہند میں دست اندازی کی ضرورت محسوس ہوئی
چنانچہ اُنھوں نے وارن ہیسٹنگز کو جو بنگال کا گورنر تھا بنگال بمبئی اور مدراس کے
تینوں احاطوں کا گورنر جنرل مقرر کیا۔ جو کام ہیسٹنگز کے سپرد کیا گیا وہ بڑا مشکل
تھا۔ وزارت برطانیہ نے اُس کے اختیارات صاف طور پر مقرر نہیں کیئے تھے
اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کی انگریزی کونسل کا ایک رکن سر فلپ فرانسس جو

مرہٹوں کی پہلی لڑائی ۱۷۷۹ء لغایت ۱۷۸۳ء

حکومت میں اس کا شریک بناکر بھیجا گیا تھا بات بات پر اُسے ٹوکتا اور اُسکے طرز عمل پر نکتہ چینی کرتا رہتا تھا۔ لیکن مجموعی حیثیت سے اُس کی حکومت کی روش عمدہ اور منصفانہ تھی۔ اُس نے ہندوستانی زمینداروں کے بجائے جو مالگزاری کی تحصیل میں رعایا پر طرح طرح کی سختیاں کرتے تھے انگریزی کلکٹر مقرر کرکے ہندوستانی کاشتکاروں کو ظلم سے بچایا اور عدالتوں میں رشوت ستانی کی بہت کچھ روک تھام کی مرہٹوں کے مقابلے میں جو دکن کی زبردست ہندو سلطنت کے مالک تھے اُسے ایک کٹھن جنگ کا سلسلہ جاری رکھنا پڑا اور آخر ۱۷۸۲ء میں اُس نے اُن سے صلح کرلی۔

تحفظ مدراس ۱۷۸۳ء

اسی سال اُس نے ہندوستانی سپاہ کے ایک دستے کو خشکی کی راہ سے اور سر آیر کوٹ کو سمندر کی طرف سے مدراس کی حفاظت کے لیئے روانہ کیا جو ایک من چلے فوجی سردار حیدر علی اور اُس کے حلیف فرانسیسیوں کے نرغے میں آگیا تھا۔ اگرچہ غنیم کی تعداد بہت زیادہ تھی پھر بھی کوٹ نے برابر مدراس کو بچائے رکھا تا آنکہ ۱۷۸۲ء کے آخر میں حیدر علی کا انتقال ہوگیا اور ۱۷۸۳ء میں عہدنامۂ وارسیل کے قلمبند ہونے پر فرانس اور برطانیہ میں صلح ہوگئی؛

غرض ۱۷۸۵ء میں جب وارن ہسٹنگز نے انگلستان کو مراجعت کی تو ہندوستان کے برطانوی مقبوضات میں ہر طرف امن وامان قائم تھا اور انگریزی حکومت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر اچھی طرح بیٹھ چکا تھا۔ اہل بنگال اُسے ادب واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے اس لیئے کہ اپنے فاتحانہ کارناموں کے علاوہ وہ اُن کے حقوق کا محافظ اور انکا بہی خواہ ثابت ہوا تھا۔ لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اپنی مطلب براری کے لیئے وہ جو ذرائع اختیار کرتا تھا وہ انصاف وراستی پر مبنی نہ ہوتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اُس سے ہر وقت روپیہ طلب کرتی رہتی تھی۔ ایک موقع پر اس مطالبے کو پورا کرنے کے لیئے اُس نے وزیر الہ آباد[1] سے چار لاکھ پاونڈ کی رقم لے کر انگریزی فوج رہیلکھنڈ کے آزاد علاقے

---

[1] یعنی والی اودھ۔ مترجم

کی تسخیر کے لیئے دے دی۔ چنانچہ روہیلے پٹھانوں کا یہ ملک برباد کر دیا گیا اور وہ لونڈی غلام بنا لیئے گئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بڑی بڑی رقموں کی خاطر وارن ہسٹینگز ہندوستان کے مقامی رئیسوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ روا رکھتا تھا۔ ان بے عنوانیوں اور دوسری قابل گرفت کارروائیوں کے لحاظ سے اُس پر ۱۷۸۸ء میں دارالامرا کی عدالت میں الزام قائم کیا گیا۔ الزام لگانے والوں میں برک بھی خصوصیت سے شامل تھا جسے اس بات کا بڑا خیال تھا کہ ہندوستان میں انگریزوں کو انصاف اور رحم کے ساتھ حکومت کرنی چاہیئے۔ مقدمہ کی سماعت ماہ فروری ۱۷۸۸ء میں شروع ہوئی اور سات سال سے بھی زیادہ عرصے تک جاری رہی۔ آخر ماہ اپریل ۱۷۹۵ء میں ہسٹینگز بری ہو گیا۔ جو لوگ اسے قابل الزام سمجھتے تھے انھیں غالباً اُن مشکلات کا علم نہ تھا جو اُسے درپیش تھیں۔ سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ کلایو کے بعد ہسٹینگز ہی وہ سب سے بڑا انگریز ہے جس نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیادیں مضبوط کیں ؛

وارن ہسٹینگز پر مقدمہ ۱۷۸۷ء لغایت ۱۷۹۵ء

بہر حال اس تحقیقات سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بدعنوانیوں کا حال کھلنے کے بعد حکومت ہند کی اصلاح کے سامان پیدا ہو گئے۔ اس وقت دارالعوام کی جماعتوں میں دو بلند پایہ مدبر شریک تھے ایک امیر چیتھم کا بیٹا نوجوان پٹ تھا اور ۱۷۸۳ء میں وزیر اعظم مقرر ہوا۔ دوسرا چارلس جیمز فاکس تھا۔ یہ فاکس اُس ہنری فاکس کا بیٹا تھا جس نے بیوٹ کا ساتھ دیا تھا اور آگے چل کر لارڈ ہالینڈ کے لقب سے ملقب ہوا تھا فاکس کا چال چلن اگرچہ اچھا نہ تھا۔ جوا کھیلا کرتا تھا اور فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ لیکن دماغ مبدا فیاض سے اچھا لے کر آیا تھا۔ وہ ایک ذہین اور فصیح البیان اہل الرائے تھا جس کے دل میں اپنے ابنائے جنس کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور ظالموں اور جفا کاروں سے اُسے قلبی نفرت تھی۔ ۱۷۸۳ء میں اُس نے ایک مسودۂ قانون ہند مرتب کرکے پارلیمنٹ میں پیش کیا لیکن دارالامرا نے اُسے نامنظور کیا۔ پٹ نے اب ایک نیا

پٹ اور فاکس

مسودۂ قانون ہند کا نفاذ۔ ۱۷۸۴ء

مسودۂ قانون ہند پیش کیا جس کا منشا یہ تھا کہ وزرائے سلطنت کی ایک مجلس مقرر کی جائے جو سیاسی امور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے فیصلوں کو منسوخ اور باشندگان ہند کے حقوق کی نگہداشت کرنے کی مجاز ہو۔ یہ مسودۂ قانون منظور ہوگیا اور اس کے نفاذ کے بعد سے ہندوستان پر زیادہ انصاف سے حکومت ہونے لگی اور یہ ملک حقیقی معنوں میں سلطنت برطانیہ کا ایک جزو بن گیا۔

چوبیسواں باب

انقلاب فرانس

نپولین اور برطانیۂ عظمی

جارج ثالث۔ دور ثانی ۔ ۱۷۸۴ء لغایت ۱۸۲۰ء

۱۷۸۴ء جس میں قانون ہند جاری ہوا برطانیہ کے لیئے ایک نہایت اہم سال تھا اس لیئے کہ اسی سال کے ماہ مارچ میں ایک زبردست وزارت قائم ہوئی اور اس وزارت کا قلمدان انگلستان کے ایک بہت ہی بڑے مدبّر کو تفویض ہوا۔ جب جواں سال ولیم پٹ ماہ دسمبر ۱۷۸۳ء میں جب کہ اس کی عمر صرف چوبیس سال تھی وزیر ہوا تو فریق وھگ جس کا پیشوا فاکس تھا اس کی ہنسی اڑاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کل کا چھوکرا کیا خاک وزارت کرے گا لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہی "کل کا چھوکرا" کامل سترہ سال تک انگلستان کا وزیر اعظم رہے گا

چھوٹے پٹ کی وزارت ۱۷۸۳ء لغایت ۱۸۰۱ء

پارلیمنٹ میں پٹ کے طرفداروں کی کثرت بھی نہ تھی چنانچہ پانچ مرتبہ غلبۂ آراء اس کے خلاف رہا۔ پھر بھی اس نے اپنی جد و جہد برابر جاری رکھی کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اہل ملک عام طور پر اس کے طرفدار ہیں اور اگر اس نے ثابت کر دیا کہ وہ مفاسد کی اصلاح اور حکومت کے بگڑے ہوئے کل پرزوں کی درستی کا آرزومند ہے تو بڑے بڑے وھگ سرداروں کی رشوت ستانی کا سد باب ہو جائیگا اور اُسے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس کا یہ خیال صحیح نکلا اس لیئے کہ جب ماہ مارچ ۱۷۸۴ء میں پارلیمنٹ اپنی میعاد مقررہ پر موقوف ہوئی تو نئے انتخابات میں اکثریت کا پلہ اُس کی طرف بہت جھک گیا اور آیندہ آٹھ سال کے اندر جبکہ برطانیہ کسی ملک سے برسر جنگ نہ تھا اُس نے فلاح قوم کے لیئے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے۔

آدم اسمتھ نے ۱۷۷۶ء میں "دولت اقوام" کے نام سے ایک بہت کارآمد

کتاب شائع کی تھی جس میں سب سے پہلی مرتبہ یہ اصول سکھایا گیا تھا[1] کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہونا چاہیئے کہ اپنی محنت سے جس قدر دولت چاہے کمائے اور ایسے قوانین جو دو ملکوں کی باہمی تجارت میں رکاوٹ ڈالیں موجب نقصان ہیں۔ پٹ نے یہ کتاب پڑھی تھی اور اس کی تعلیم کا اُس پر خاص اثر ہوا تھا۔ چنانچہ عنان اقتدار ہاتھ میں لیتے ہی اُس نے سب سے پہلے ایک کام یہ کیا کہ چاء اور شراب کے محصول میں تخفیف کر دی اور تمام محصولات کی تحصیل

پٹ کا مالی انتظام۔

کا طریقہ والپول کی تجویز کے مطابق بہت سادا اور آسان کر دیا۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مال تجارت چھپے چوری لانے کی ترغیب کم ہوگئی۔ سوداگر اپنا مال کھلم کھلا چنگی خانہ میں لاکر مقررہ رسوم ادا کرنے لگے۔ اور مالگزاری اس طریقے سے اتنی بڑھ گئی کہ پٹ نے بہت سے محصولات جو رعایا کے حق میں سختی کا موجب تھے معاف کر دیئے۔ وہ تو اس بات پر بھی آمادہ ہوگیا تھا کہ برطانیہ اور آئرلینڈ کی باہمی تجارت کو آزاد قرار دے کر محصول سے بالکل مستثنیٰ کر دے لیکن آئرلینڈ کی پارلیمنٹ اب اپنے قوانین خود جاری کرنے لگی تھی اور اس میں انگلستان کی مداخلت روا نہ رکھتی تھی۔ اودھر برطانوی سوداگر آئرلینڈ والوں کو رشک وحسد کی نظر سے دیکھتے تھے اُودھر اہل آئرلینڈ اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات ماننے کے لیئے آمادہ نہ تھے۔ غرض آئرلینڈ کے محبان وطن گریٹن فلڈ اور کرن نے مسودۂ قانون آزادی تجارت کو جو انگلستان میں منظور ہوا تھا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ساری چھوڑ آدھی سے بھی گئے۔ فرانس کے ساتھ جداگانہ تجارتی معاہدہ کرنے میں پٹ کو زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس معاہدہ کی رو سے اُن اشیا پر سے جن کی تجارت دونوں ممالک کے درمیان ہوتی تھی اکثر محصول اُٹھ گئے۔

پٹ کی وزارت کے اس ابتدائی عہد میں برطانیہ کو جو ثروت اور خوش حالی نصیب ہوئی ایک عرصۂ دراز سے میسر نہ ہوئی تھی۔ جنگ امریکہ ختم ہو چکی تھی بازار تجارت گرم تھا۔ برطانوی مال کی کھپت کے لیئے ہندوستان میں ایک نئی منڈی کھل گئی تھی۔ کلوں کے رواج کی بدولت کارخانہ دار مصنوعات کو زیادہ سرعت کے ساتھ تیار کرنیکے

[1] اہل انگلستان کو۔ مترجم

قابل ہو گئے تھے اور کارخانوں میں کام کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کے

قومی قرضے کی تخفیف۔

علاوہ پٹ نے کفایت، شعاری و دیانت داری سے کام لے کر قومی قرضے کو بھی گھٹانا شروع کر دیا۔ تمام رقوم جو خزانۂ عامرہ میں داخل ہوتی تھیں یا منجانبِ سرکار ادا کی جاتی تھیں ان کا وہ باقاعدہ حساب شائع کرتا تھا اور جب روپیہ قرض لیتا تھا تو علی الاعلان تعہد کے طریقے پر لیتا تھا۔ اس طور پر اُسے سب سے کم سود پر رقم مل جاتی تھی اور دلاّلی کا وہ روپیہ جو پہلے اس لین دین میں سرکاری عہدہ دار کھا جاتے تھے بچ رہتا تھا۔ پٹ نے دار العوام تک کی اصلاح کی کوشش کی تھی اور اس غرض سے ایک مسودۂ قانون بدیں مضمون پیش کیا تھا کہ جن حلقوں میں انتخاب کنندوں کا عدم وجود برابر ہے اُن سے یہ حق لے کر سب سے بڑے اضلاع اور لندن و ویسٹ منسٹر کے شہروں کو دے دیا جائے۔ لیکن یہ مسودہ منظور نہ ہونے پایا اس لیے کہ جن لوگوں کی مٹھی ان حلقوں کی بدولت گرم ہوتی تھی وہ پٹ کی تجویز کے

پٹ کی مسودۂ قانون اصلاح انتخاب کی نامنظوری ۱۷۸۵ء

سراسر مخالف تھے اور قوم نشۂ تمول میں ایسی سرشار تھی کہ اُسے انتخاب کے مسئلے میں بہت کم دلچسپی باقی رہ گئی تھی۔ غرض بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ امن و سلامتی اور فراخی و فرخی کا جو دور شروع ہوا ہے وہ ایک مدت مدید تک قائم رہے گا۔ ۱۷۸۸ء کے آخر میں بادشاہ کو جنون کا دورہ

دوسرا مسودۂ قانون نیابت سلطنت ۱۷۸۸ء

دوسری مرتبہ اٹھا اور یہ سوال درپیش ہوا کہ شہزادۂ ویلز کو بادشاہ کے دورانِ علالت میں نائب السلطنۃ مقرر کیا جائے۔ شہزادۂ ویلز کا چال چلن نہایت خراب تھا۔ پٹ اور فاکس میں یہ بحث چھڑ گئی کہ نائب السلطنۃ ہونے کی حیثیت سے شہزادے کو کس قدر اختیارات ملنے چاہئیں اور آیا پارلیمنٹ کو اُس کی نگرانی کا حق بھی حاصل ہو گا یا نہیں یہ بحث ابھی بیچ ہی میں تھی کہ بادشاہ کو صحت ہو گئی۔ اس بحث کے دوران میں آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کا جداگانہ وجود پھر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے والا ثابت ہوا۔ ادھر تو برطانوی پارلیمنٹ نائب السلطنۃ کے اختیارات کو محدود کرنے کی فکر میں تھی اور اُدھر اہل آئرلینڈ نے اپنی پارلیمنٹ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ شہزادۂ ویلز کو پورے شاہی اختیارات حاصل ہونے چاہئیں۔ حسن اتفاق سے بادشاہ نے صحت پائی اور یہ گتھی آپ سے آپ سلجھ گئی۔ عامۂ خلائق کو اس واقعے سے جو خوشی ہوئی

اُس کا اندازہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ جب بادشاہ شکرانہ صحت ادا کرنے کلیسائے سینٹ پال میں گیا تو شہر میں گھر گھر خوشیاں منائی گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پٹ کی وزارت کو لوگ اپنے لیئے امن وسلامتی کا موجب جانتے تھے اور نہ چاہتے تھے کہ نظام حکومت میں کوئی تبدیلی ہو۔ لیکن اُنھیں یہ معلوم نہ تھا کہ ایک بلائے مہیب ایک اور گوشے سے عنقریب سر نکالنے والی ہے ۱۷۸۹ء میں یہ بلا بشکل انقلاب فرانس نمودار ہوئی۔ سارے یورپ کو اُس نے تہ و بالا کردیا اور آیندہ چھبیس سال تک ہنگامۂ جنگ وفساد گرم رہا۔

یورپ کی تمام قوموں میں مدت سے یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ حکومت بادشاہوں اور امیروں ہی کے فائدہ کے لیئے نہیں ہونی چاہیئے بلکہ متوسط اور مزدوری پیشہ جماعتوں کا بھی اس میں برابر کا حق ہے۔ برطانیۂ عظمیٰ میں تو وقتاً فوقتاً اس قسم کی اصلاحیں ہوتی رہیں کہ وہاں جمہوریت کا یہ جذبہ بھڑکنے نہ پایا لیکن فرانس میں گذشتہ ڈیڑھ سو سال کے اندر کسی قسم کی اصلاح نہ ہوئی تھی اور مظلوم و ستم رسیدہ عوام کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی تھی فرانسیسی قوانین ایسے ظالمانہ تھے کہ دہقان اور مزدور تو طرح طرح کے محصولوں کے بوجھ سے دبے جاتے تھے اور امرا کو کسی قسم کا محصول ادا نہ کرنا پڑتا تھا بلکہ وہ شاہی دربار میں عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جاگیروں سے اُن کا اگر کوئی تعلق تھا تو فقط اس قدر تھا کہ رعایا کی کھال کھینچیں اور جو کچھ بن پڑے اُن سے ہتھیالیں۔ اسامیوں کو سال میں کئی دن مالکان اراضی کے کھیتوں اور سڑکوں کا کام بیگاریوں کی طرح بلامعاوضہ انجام دینا پڑتا تھا۔ کسانوں کے جھونپڑے اور کھیت اجڑتے جاتے تھے اور آئے دن کے قحط نے ان مصیبتوں کو اور بڑھا رکھا تھا۔ شہروں میں امرا کے فسق وفجور اور اسراف وتبذیر کے ساتھ ساتھ غربا کے نہایت ہی دردناک افلاس کا بھیانک منظر دکھائی دیتا تھا اور فرانس کی عسرت وناداری روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔

انقلاب فرانس ۱۷۸۹ء

فرانس میں بدانتظامی واقتصادی ظلم

آخر لوئی شانزدہم نے جو اپنے دو سابق پیشروؤں کی بہ نسبت زیادہ نیک ضمیر واقع ہوا تھا فرانس کی مجلس عالیہ کو عمدہ قوانین بنانے کے واسطے جمع کیا لیکن اس جلسے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی بے چینی اور بڑھ گئی عوام کے نائبین نے جو

انعقاد مجلس عالیہ ۵ مئی ۱۷۸۹ء

"حکومت سوئم" کے عرف سے مشہور تھے مباحثہ میں غالب آگر مجلس عالیہ کی نوعیت ہی بدل دی اور اُسے "مجلس قومی" بنا دیا۔ اس مجلس کی کارروائیوں نے ایک نئی شکل اختیار کی اور تمام قاعدہ اور قانون بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ ۱۴۔ جولائی ۱۷۸۹ء کو پیرس میں بغاوت برپا ہوگئی۔ پایۂ تخت فرانس کے مشہور صدر محبس "بیسٹیل" کو بلوائیوں نے حلہ کر کے سر کر لیا۔ اور ایک انقلابی جماعت پیرس پر حکومت کرنے کے لئے مقرر کی گئی۔ چند ماہ کے بعد عوام الناس نے شاہ لوئی

لوئی شانز دہم کی اسیری او موت ۱۷۸۹ء لغایت ۱۷۹۳ء۔

کو وارسیل میں گرفتار کر لیا اور وہ تین سال تک پیرس میں گویا قیدی کی حیثیت سے رہا۔ آخر ۱۷۹۲ء میں آسٹریا اور پروشیا نے مل کر اس غرض سے فرانس پر حملہ کر دیا کہ لوئی کو پھر تخت سلطنت پر بٹھا دیا جائے۔ لیکن فرانسیسی فوج اُن دونوں حریفوں سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئی اور پیرس کی آبادی نے غیظ و غضب میں آکر بتاریخ ۱۲۔ ستمبر ۱۷۹۲ء بادشاہ کے تمام طرفداروں کا قتل عام کر دیا اور ۲۱۔ جنوری ۱۷۹۳ء کو خود اپنے بادشاہ کی گردن جلاد کے حوالہ کر دی۔ لوئی شانز دہم کے اس عبرت انگیز انجام کے بعد وہ دور شروع ہوا جو "عہد ہیبت" کہلاتا ہے۔ اس مہیب زمانہ میں یکے بعد دیگرے ایک فریق اپنے فریق مخالف کے تمام افراد کو تلوار کے گھاٹ اتارتا رہا اور بیچاری ملکہ میری انٹائنٹ بھی اسی طرح کام آئی۔

برطانیہ سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔ بہت سے انگریز اوّل اوّل خوش تھے کہ اچھا ہوا جو فرانسیسیوں نے اپنے ملک کے خود غرض امیروں کے خلاف یوں سر اٹھایا۔ فاکس اس انقلاب کو انسانی آزادی کا ایک زبردست نشان

برک کا اثر۔

سمجھ کر جامے میں پھولا نہ سماتا تھا اور خود پٹ کو بھی ابتداءً میں خیال تھا کہ یہ طوفان خود بخود فرو ہو جائے گا انگلستان کی طرف سے فرانس کے معاملات میں مداخلت ہونی ٹھیک نہیں لیکن برک کی دقیقہ سنج نگاہ سے یہ حقیقت مخفی نہ تھی کہ لوگ اگر یوں بے سرے ہوگئے اور انھیں آئین کا ادب اور قانون کا پاس نہ رہا تو اس کے بڑے برے نتائج پیدا ہوں گے اور یہ اسی کی تحریروں اور تقریروں کا اثر تھا کہ آخر برطانیہ فرانسیسی خطرے کی نوعیت سے آگاہ ہوگیا۔ انقلاب پسندوں کے حوصلے روز بروز بڑھتے چلے۔ اُنھوں نے ندرلینڈ میں آسٹروی فوج کو شکست دے کر

سیوائے اور نائس پر قبضہ کرلیا اور اس کے بعد ہالینڈ پر جو برطانیہ کا حلیف تھا حملہ آور ہونے کی دھمکی دی۔ اب پٹ کو مخالفت پر مجبور ہونا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوئی شانز دہم کی وفات کے ایک مہینے کے اندر اندر یکم فروری ۱۷۹۳ء کو فرانس نے برطانیہ ہالینڈ اور ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔

آیندہ نو سال تک برطانیہ جمہوریۂ فرانس سے برسر جنگ رہا۔ اور دوسری قومیں پہلے ایک فریق اور پھر دوسرے فریق کی طرفدار ہو کر ایک عجب ناگوار تلون کا ثبوت دیتی رہیں ابتداءً برطانیہ ہسپانیہ ہالینڈ آسٹریا اور پروشیا کے مابین ایک اتحاد پنجگانہ قائم ہوا اور برطانیہ کو اپنے حلیفوں کے لئے مصارف جنگ کا بڑا حصہ ادا کرنا پڑا مگر یہ ایکا نہایت ناکامیاب ثابت ہوا۔ لارڈ ہو کو بریسٹ کے نواح میں بتاریخ یکم جون ۱۷۹۴ء فرانسیسی بیڑے کے مقابلے میں ایک فتح عظیم ضرور حاصل ہوئی۔ لیکن خشکی پر فرانسیسی ہر جگہ غالب رہے ۱۷۹۵ء میں اُنھوں نے ایمسٹرڈم پر اپنا جھنڈا جا گاڑا اور ہالینڈ کے بیڑے کو گرفتار کر لیا۔ تاجدار ہالینڈ فرار ہو گیا اور ہالینڈ کے جمہوریت پسند طبقے نے فرانسیسیوں کے ساتھ شامل ہو کر اپنے ملک میں حکومت جمہوری کے قیام کا اعلان کر دیا۔ شاہ پروشیا بھی جو جنگ میں اس وجہ سے شامل رہ سکا تھا کہ برطانیہ نے اپنے خزانے کا منہ اس کے لئے کھول رکھا تھا اس کشمکش سے الگ ہو گیا اور ہسپانیہ جو انگریزوں کی بحری قوت کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ فرانسیسیوں سے جا ملا۔ انگریزوں نے انھیں ایام میں ہالینڈ کی نو آبادی واقع راس امید اور سیلون اور ملاکا پر قبضہ کر لیا۔ ولندیزی بستی والوں نے انگریزی قبضے کو غنیمت جانا کہ اس حیلے سے فرانسیسیوں کی محکومی سے تو بچے رہیں گے۔

فرانسیسی بیڑے کو لارڈ ہو کے ہاتھوں شکست یکم جون ۱۷۹۴ء

ایمسٹرڈم اور ولندیزی بیڑے پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء

راس امید ملاکا اور سیلون پر انگریزوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء

برطانیہ کے حلیفوں میں اب صرف ایک آسٹریا ہی باقی رہ گیا جو مصارف جنگ کے لئے پینتالیس لاکھ پاونڈ کا متقاضی تھا۔ اگر پٹ کے امکان میں ہوتا تو وہ اس وقت جھٹ صلح کر لیتا اس لئے کہ جنگ کے اخراجات اور نقصانات کی وجہ سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ تین سال سے بھی کم مدت میں اُن گرانبار مصارف کے باعث

جو ملک کو برداشت کرنے پڑے قومی دولت بہت ہی گھٹ گئی تھی اور اگر پٹ نے ۱۷۹۷ء میں اس مضمون کا ایک قانون جاری نہ کر دیا ہوتا کہ بیس شلنگ سے زائد ہر رقم طلائی سکہ کے بجائے کاغذ (نوٹ) کی شکل میں ادا کی جائے گی تو انگلستان کے بہت سے بینک دیوالہ نکالنے پر مجبور ہو گئے ہوتے یہ قانون بائیس سال تک رہا۔ رعایا بھاری بھاری محصولوں کے بوجھ میں دبی جاتی تھی تجارت کا کاروبار قریباً بند تھا۔ اور دو سال تک پیہم فصل نہ ہونے سے سخت قحط پڑ گیا تھا۔ لندن کے عوام الناس کا ہجوم بادشاہ کی سواری کے پیچھے پیچھے "روٹی روٹی" کہتا ہوا دوڑتا تھا۔ جابجا فساد برپا ہوتے تھے جلسوں میں طیش آلود تقریریں کی جاتی تھیں۔ اور بغاوت انگیز مضامین کی اشاعت روز بروز بڑھتی جاتی تھی برمنگھم میں ڈاکٹر پریسٹلی نے فرانسیسیوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ انبوہ عوام نے ۱۷۹۱ء میں اس کے مکان کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا۔

برطانیہ پر جنگ کا اثر

لیکن فرانس کے جمہوریت پرستوں کے ساتھ بعض انجمنوں کی ہمدردی پٹ سے نہ دیکھی گئی اور اس کا طرز حکومت جابرانہ ہو گیا۔ قانون شہادت ذاتی بالائے طاق رکھ دیا گیا اور افراد رعایا عدالت میں پیش ہوئے بغیر قید ہونے لگے۔ ٹام پین نے "حقوق انسان" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں بادشاہ کی ذات پر حملہ تھا۔ اس کتاب کی اشاعت کی پاداش میں ایک کتب فروش سزایاب ہوا۔ ایک اور تاجر کتب سیاسی اصلاح کے موضوع پر ایک رسالہ فروخت کرنے کی علت میں قید کر دیا گیا۔ اور تین سر برآوردہ انگریز ہارن ٹک، ہارڈی اور تھلوال نامی چند دیگر اشخاص کے ساتھ پارلیمنٹ کے خلاف عوام الناس کے جذبات کو بھڑکانے کے الزام میں ماخوذ ہوئے۔ ان پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا لیکن عدالت نے انھیں بری کر دیا۔

پٹ کی مطلق العنانی

ان ناگوار واقعات کے سلسلے کو فرانسیسیوں کے حامی آئرلینڈ نے اور زیادہ بڑھا دیا ۱۷۸۲ء میں گریٹن نے وزارت انگلستان کو ان قوانین کی تنسیخ پر مجبور کر دیا تھا جن کی رو سے برطانوی پارلیمنٹ کو آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کے فیصلوں میں مداخلت کرنے کا اختیار حاصل تھا (دیکھو صفحہ ۳۴۴) اور اب اہل آئرلینڈ کو حکومت خود اختیاری حاصل تھی کہ اپنے ملک کے لیے

جس قسم کے قوانین چاہیں جاری کریں۔ آئرلینڈ کی اس پارلیمنٹ کا دروازہ کیتھولک لوگوں کے لئے بند تھا اور قریب قریب تمام ارکین پراٹسٹنٹ امرا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ گریٹن کی طرح بہت کم محبان وطن ایسے تھے جو کیتھولک جماعت یا آئرلینڈ کی زراعت پیشہ آبادی کے ساتھ مساوات اور انصاف کا سلوک روا رکھتے ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کیتھولک مذہب کے شرفا اور ان کسانوں نے جن پر مالکان اراضی کے گماشتے انواع واقسام کی سختیاں کرتے تھے ایکا کر کے آتش فتنہ فساد مشتعل کردی اور ملک میں ایک طرح کی خانہ جنگی بپا ہوگئی۔ اس کشمکش میں ایک فریق توان وفاداران حکومت پراٹسٹنٹوں یا "آرنجیوں" کا تھا جنھوں نے سنہ ۱۷۹۰ء میں شمالی آئرلینڈ میں اپنی بستیاں الگ جا بسائیں۔ دوسرے فریق میں آئرلینڈ کی متحدہ آبادی" شریک تھی یعنی وہ کیتھولک اور جمہوریت پسند پراٹسٹنٹ جنھوں نے سنہ ۱۷۹۱ء میں برطانیہ کے تسلط کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے کے لئے ایکا کیا تھا۔ متحدہ اہل آئرلینڈ کے سربرآوردہ اکابر ہیملٹن روون ولف ٹون اور لارڈ ایڈورڈ فٹز جیرلڈ نے فرانسیسیوں سے امداد مانگی جو اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ جرنیل ہوش کی سرداری میں ایک فرانسیسی لشکر آئرلینڈ پر حملہ آور ہو۔ ۱۶۔ دسمبر سنہ ۱۷۹۶ء کو رات کے وقت ۴۳ جہازوں کا ایک بیڑا جس میں پندرہ ہزار فوج سوار تھی اس قصد سے روانہ ہوا کہ آئرلینڈ میں دریائے شینن کے دہانے اور انگلستان میں بندرگاہ برسٹل کے اندر داخل ہو جائے اگر فرانسیسی سپاہ سالار منزل مقصود پر پہنچ جاتا تو صورت حالات نہایت اندیشہ ناک ہو جاتی لیکن رات اندھیری تھی اور سمندر میں طوفان چل رہا تھا۔ ایک بڑا جہاز تو اس طوفان میں غرق ہوگیا اور باقی جہازوں کے ایک حصے کو جھکڑ کے تند جھونکے ڈھکیل کر خلیج بنٹری کی طرف لے گئے جہاں کہرے نے مطلع کو چار دن تک ایسا مکدر رکھا کہ جرنیل ہوش کے انتظار میں وہ نقل وحرکت کے قابل ہی نہ رہے۔ لیکن جرنیل ہوش کو طوفان کے تھپیڑوں نے لاروشل کی بندرگاہ میں پہنچا دیا تھا۔ اس لئے اسکے منتشر شدہ ساتھیوں کا انتظار رائگاں گیا اور فرانسیسی بیڑا آئرلینڈ پر حملہ کئے بغیر بے نیل مرام واپس چلا گیا۔

آئرلینڈ میں فساد

آئرلینڈ پر فرانس کی فوج کشی سنہ ۱۷۹۶ء

ان تمام مشکلات کی وجہ سے پٹ چاہتا تھا کہ کسیطرح جلد صلح ہو جائے چنانچہ

حکومت فرانس کے ساتھ جواب "ڈائیرکٹری" (نظامت) کہلاتی تھی شرائط صلح کے بارہ میں اس کا نامہ و پیام بھی ہوا۔ لیکن پیرس میں تازہ تر سیاسی انقلاب رونما ہو رہے تھے اور پے در پے فتوحات سے فرانسیسیوں کے حوصلے بہت ہی بڑھ گئے تھے۔ بلجیم اور ہالینڈ کے علاوہ اُن کے جواں سال کار سیکائی سپہ سالار نپولین بوناپارٹ نے اٹلی کا کچھ علاقہ آسٹریا سے چھین لیا تھا۔ پٹ نے جب صلح کی تحریک کی تو انھوں نے ان ممالک کی واپسی سے صاف انکار کر دیا۔ اسی کے ساتھ وہ ہالینڈ فرانس اور ہسپانیہ کے متفقہ بیڑوں سے ابنائے انگلستان میں انگریزی بیڑے پر حملہ کر کے اُسے نیست و نابود کر دینے کی تیاریوں میں مصروف تھے تاکہ انگلستان کے پاس حفاظت کے لیئے کوئی حربہ باقی نہ رہے۔ ایسی حالت میں برطانیہ کے لیئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو جنگ کا سلسلہ برابر جاری رکھے یا اپنی تجارت اور طاقت کو بالکل ہی کھو بیٹھے۔ غرض پٹ نے دشمن کو شکست دینے کا تہیہ کر لیا اور مصارف جنگ کے لیئے مدد مانگی جو تاجروں اور سرمایہ داروں نے بڑی خوشی سے دی۔

صلح کے لیئے پٹ کی بے سود کوشش ۱۷۹۶ء۔

اب وہ وقت آگیا کہ برطانیہ کا جنگی بیڑا جس کی عظمت و شوکت الزبتھ کے عہد سے قائم چلی آتی تھی برطانیہ کو خطرے سے بچا لے اور ثابت کر دے کہ انگریزی جہاز رانوں میں اب بھی وہی دلیری موجود ہے جو ان کے آبا و اجداد یعنی اینگلیا کے بحری قزاقوں اور ناروے اور ڈنمارک کے ملاحوں کا خاصہ تھی ولندیزی بیڑا ابھی لنگر اٹھانے بھی نہ پایا تھا کہ امیر البحر سر جان جروس نے جس کا مددگار نلسن تھا ہسپانوی بیڑے کو راس سینٹ ونسنٹ کے قریب جا لیا اور شکست دے کر کیڈز کی جانب پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ پھر بھی فرانسیسی اور ولندیزی بیڑوں کی طاقت بدستور قائم تھی اور انھیں کسی قسم کا ضعف نہ پہنچا تھا اگر ان دونوں کا میل ہو جاتا تو انگریزی بیڑے کو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا اس لیئے کہ عین اسیوقت اسپٹ ہیڈ اور نور میں برطانوی ملاحوں نے غدر کر دیا لیکن خوبی تقدیر سے موسم کی خرابی نے ولندیزوں کو فرانسیسیوں سے ملنے نہ دیا۔ مفسدہ کے اسباب یہ تھے کہ ملاحوں کو خوراک بڑی سی دی جاتی تھی معاوضہ بہت کم ملتا تھا اور اُن کے ساتھ سخت برتاؤ

جنگ سینٹ ونسنٹ ۱۴۔ فروری ۱۷۹۷ء۔

مفسدہ نور مئی ۱۷۹۷ء

کیا جاتا تھا۔ ایسی حالت میں اُن کی شکایات واجبی تھیں۔ امارت بحری نے بڑی عقلمندی
کی کہ مفسدہ کے استیصال میں تو سخت گیری سے کام لیا لیکن ساتھ ہی ان شکایتوں کو
بھی رفع کردیا مفسدے کے سب سے زیادہ سرکش سرغنوں کو جب سزا مل چکی تو وہ اپنی
خدمت پر حاضر ہوگئے اور چند ماہ بعد امیر البحر ڈنکن کی سرداری میں ایک خونریز بحری جنگ

جنگ کیمپرڈون ۱۱۔ اکتوبر ۱۷۹۷ء

میں ولندیزی بیڑے کو کیمپرڈون کے قریب جو ہالینڈ میں واقع ہے
شکست فاش دی۔

ان بحری فتوحات نے برطانوی بیڑے کی تباہی کے منصوبوں کا خاتمہ کردیا لیکن
فرانسیسی جنھوں نے حال ہی میں آسٹریا کے ساتھ بمقام کیمپو فارمیو صلح کرلی تھی ابھی تک
اس بات پر تُلے ہوئے تھے کہ جس طرح بن پڑے اپنے رہے سہے رقیب انگلستان
کو کچل کر رکھ دیں۔ نپولین بوناپارٹ جو اسوقت فرانسیسی فوج کے بہت بڑے حصے کا سپہ سالار
تھا اگرچہ بظاہر تو یہی کہتا تھا کہ میں ساحلِ انگلستان پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف

نپولین کے منصوبے۔

ہوں لیکن درپردہ نظامت فرانس کو یہ ترغیب دے رہا تھا کہ
اسے فوج دیکر مصر بھیجا جائے تاکہ وہاں سے وہ ہندوستان
پہنچ کر انگریزوں کی خبر لے۔ دراصل نپولین نے فرانس میں بادشاہ بن جانے کا ارادہ کرلیا
تھا۔ لیکن چونکہ اس منصب کو فوراً حاصل کرلینا ناممکن تھا اس لیے وہ چاہتا تھا کہ
ممالک غیر میں نمایاں فتوحات حاصل کرے اور ایک عظیم الشان فاتح بنکر اپنے وطن میں
واپس آئے۔

جس شخص نے نپولین کی اس آرزو کا خون کردیا وہ انگلستان کا سب سے بڑا امیر البحر
ہوریشیو نلسن تھا۔ لڑکپن ہی سے نلسن کو جہازرانی کے ساتھ ایک خاص لگاؤ تھا۔ اور جب
تیرہ سال کی عمر میں وہ اپنے باپ سے جو نارفاک کا پادری تھا رخصت ہوکر صیغۂ بحری میں ملازم
ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر اسی کا ہو رہا۔ اس وقت جب وہ برطانیہ کے سب سے زیادہ

جنگ نیل یکم اگست ۱۷۹۸ء

زبردست اور خطرناک دشمن کے تعاقب و سرکوبی کی خدمت پر
مامور کیا گیا تو اس کی عمر چالیس سال تھی۔ اور تجربہ بھی اسی نسبت سے
تھا۔ دو مہینے سے زیادہ عرصے تک وہ اس بیڑے کو ڈھونڈتا پھرا جس میں نپولین کا لشکر
سوار ہوکر گیا تھا۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر یکم اگست ۱۷۹۸ء کو اس کی اپنے حریف سے

دریائے نیل کے دہانے کے اندر خلیج ابوکر میں مڈ بھیڑ ہوگئی۔ فرانسیسی بیڑا لنگر ڈالے پڑا تھا۔ اور اپنے موقع کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔ لیکن نلسن نے اپنے کچھ جہاز فرانسیسی بیڑے اور ساحل کے بیچوں بیچ کر دشمن کو دونوں طرف سے توپوں کی باڑ کے آگے رکھ لیا اور اس ترکیب سے اُس مشہور و معروف بحری معرکہ میں فتحیاب ہوگیا جو "جنگ نیل" کہلاتا ہے۔ بیڑے کی تباہی کے بعد فرانسیسی فوج کو براہ تری مصر سے نکلنے کی کوئی سبیل باقی نہ رہی اور نپولین نے شام کو فتح کرنے کا قصد کرلیا۔ ریگستان سے گزر کر اُس نے پہلے تو یافہ کو سر کیا۔ پھر آگے بڑھ کر عکہ کا جا محاصرہ کیا لیکن یہاں ترکوں نے بڑے سخت مقابلے کے بعد سر سڈنی اسمتھ کی مدد سے اُسے شکست دی۔ اور اُسے مصر کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ اسکندریہ کے قریب ابوکر کے میدان میں ترکوں کی اُس سے پھر جنگ ہوئی جس میں نپولین کامیاب رہا۔ اب یہ خبر آئی کہ یورپ میں فرانسیسیوں کو شکستیں مل رہی ہیں یہ اطلاع پاتے ہی فوج کی کمان اپنے جرنیلوں کے سپرد کرکے نپولین فرانس چلا گیا جہاں ۱۱۔ نومبر ۱۷۹۹ء کو وہ صدر قونصل مقرر کیا گیا۔ چند مہینے بعد اُس نے اٹلی میں آسٹریوں کا مقابلہ کرنے کے لیئے پھر میدان جنگ کی راہ لی اور ماہ جون ۱۸۰۰ء میں انھیں مارنگو کے مقام پر شکست دے کر بتاریخ یکم فروری ۱۸۰۱ء لونے ول میں صلح پر مجبور کر دیا۔

برطانیہ اب بے یار و مددگار پھر یکہ وتنہا رہ گیا۔ روس جس نے کچھ مدت تک اس کا ساتھ دیا تھا جہازوں کی تلاشی لیے جانے کے معاملے میں بگڑ بیٹھا اور پچرہ بالٹک میں جنگ شروع ہوگئی۔ پٹ بھی وزارت سے الگ ہوچکا تھا اور اس کی علیحدگی کی وجہ ہم اب بیان کرتے ہیں۔

۱۷۹۶ء سے جب کہ فرانسیسیوں کی فوجی مہم آئرلینڈ سے ناکام پلٹی وہاں کے لوگوں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی برطانیہ کے ساتھ ان کی یہ مخالفت برابر بڑھتی گئی یہانتک کہ ۱۷۹۸ء میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باغیوں نے شکست کھائی اور ان کی چھاؤنی پر جو ضلع وکسفرڈ میں وینیگرہل پر تھی انگریزوں نے قبضہ کرلیا باوجودیکہ یہ واقعہ پیش آچکا تھا پھر بھی فرانسیسیوں نے کچھ فوج سیو کی بندرگاہ میں لااتاری جسے آئرلینڈ کے حاکم لارڈ کارنوالس کے مقابلے میں شکست ہوئی فٹز جیرلڈ تو مارا گیا اور ولف ٹون پھانسی پر لٹکا دیا گیا لیکن یہ بات

بغاوت آئرلینڈ ۱۷۹۸ء

ظاہر ہو گئی کہ جب تک آئرلینڈ کی خود اپنی پارلیمنٹ موجود رہے گی آئرلینڈ والے کبھی چین سے نہ بیٹھیں گے۔ غرض پٹ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ آئرلینڈ کی پارلیمنٹ بالکل ہی توڑ دی جائے اور قانون اتحاد انگلستان و آئرلینڈ کے نام سے ایک قانون نافذ کیا جائے جس کی رو سے

اتحاد آئرلینڈ و انگلستان

آئرلینڈ والوں کو انگریزی پارلیمنٹ میں شریک ہونے کا حق اسی طرح حاصل ہو جائے جس طرح اسکاٹلینڈ کے لوگوں کو ملکہ این کے عہد میں حاصل ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۴۰۳)۔ آئرلینڈ کے مبعوثین کو رشوتیں دے کر اور خطابات و اعزازات سے پرچا کر پٹ نے یہ تجویز آئرلینڈ کی پارلیمنٹ سے منظور کرالی اور رومن کیتھولک فریق کو اس وعدے سے راضی کر لیا کہ تمھیں بھی پراٹسٹنٹ جماعت کے ساتھ مساوی حقوق ملیں گے۔ ۲۔ اگست ۱۸۰۰ء کو قانون اتحاد نے شاہی منظوری حاصل کر لی اور اٹھارویں صدی کے آخری دن یعنی ۳۱۔ دسمبر ۱۸۰۰ء کو بادشاہ نے برطانوی پارلیمنٹ بند کر دی اور ماہ جنوری ۱۸۰۱ء میں "شہنشاہی پارلیمنٹ" کی حیثیت

یونین جیک۔

سے اس کا افتتاح کیا۔ اس حیثیت سے آئرلینڈ کے ایک سو مبعوث دارالعوام میں شریک ہوئے اور چار اسقف اور چوبیس امرا کو دارالامرا میں جگہ ملی یونین جیک (علم اتحاد) پر سینٹ جارج اور سینٹ اینڈرو کی صلیبوں کے علاوہ سینٹ پیٹرک کی صلیب کا نشان بھی بنا دیا گیا۔ اور اسوقت سے لے کر آج کے دن تک انگلستان اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے قوانین شہنشاہی پارلیمنٹ ہی میں وضع ہوتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ جارج سوم نے پٹ کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ رومن کیتھولک لوگوں کو پراٹسٹنٹوں کے برابر حق دینے کی تجویز پیش کرے جس کا اُس نے عہد کیا تھا اور بادشاہ کے ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے اُسے یہ سمجھا دیا کہ کیتھولک فرقے کو برابری کا حق دلوانا اُس حلف کے خلاف ہو گا جو آپ نے (یعنی بادشاہ نے) اپنی تاج پوشی کے وقت اٹھایا تھا۔ ادھر پٹ کی آبرو پر اس عہد کے پورا نہ کرنے سے جو اُس نے رومن کیتھولک فریق سے کیا تھا حرف آتا تھا۔ ایسی حالت میں اُس کے لیے بجز اسکے چارہ نہ رہا کہ وزارت سے مستعفی ہو جائے۔

بادشاہ کو پٹ کے مستعفی ہونے کا ایسا سخت صدمہ ہوا کہ خلل دماغ کا عارضہ پھر کچھ عرصے کے لیئے اسے لاحق ہو گیا۔ پٹ اس واقعے سے بیحد مغموم ہوا اور فوراً نئے

وزیر اعظم مسٹر ایڈنگٹن کو کام میں مدد دینے پر آمادہ ہوگیا۔ یہ وزیر جو آگے چل کر لارڈ سڈمتھ کے لقب سے ملقب ہوا دار العوام کا رئیس النطق رہ چکا تھا۔

برطانیہ کا ابھی تک دشمنوں کے ایک ہجوم سے مقابلہ تھا لیکن جلد ہی تھوڑے دن کے واسطے صلح ہوگئی۔ یعنی جب سر رالف ایبر کرامبی نے فرانسیسیوں کو اسکندریہ کی جنگ میں بتاریخ ۲۱۔ مارچ ۱۸۰۱ء شکست دی اور انگریزوں کی کمک کے لیے ہندوستان سے تازہ فوج آگئی اس لیئے ۲۷۔ اگست کو تمام فرانسیسی فوج ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئی۔ ادھر نلسن نے ۲۔ اپریل کو ڈنمارک کے بیڑے پر بمقام کوپن ہیگن غلبہ حاصل کیا یہ جنگ ایسی سخت تھی کہ لڑائی کا نقشہ بگڑا ہوا دیکھ کر انگریزی سردار سرہائیڈ پارکر نے اپنے جہاز پر سے پسپائی کے حکم کی جھنڈی دکھادی۔ نلسن اس اشارے سے خوب واقف تھا۔ لیکن دوربین اُٹھا کر اور اپنی بے نور آنکھ میں لگا کر اس نے اپنے جہاز والوں سے کہہ دیا کہ مجھے تو کوئی علامت نظر نہیں آئی۔ یہ کہہ کر وہ دشمن پر ٹوٹ پڑا اور بالآخر فتحیاب ہوا

جنگ اسکندریہ و جنگ کوپن ہیگن ۱۸۰۲ء۔

اس وقت نپولین انگلستان پر چڑھائی کی تیاریوں میں مصروف تھا اور اس مقصد کے لیے بولون میں جہاز فراہم کر رہا تھا لیکن مصر میں جو شکستیں فرانسیسیوں کو ملی تھیں اُنھوں نے اسے ایک عارضی صلح پر آمادہ کر دیا۔ غرض ماہ مارچ ۱۸۰۲ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان بمقام امیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے فرانس کو اطالیہ کا جنوبی علاقہ خالی کرنا پڑا اور برطانیہ سیلون اور ٹرنیڈاڈ کے علاوہ اپنی تمام فتوحات سے دست بردار ہوگیا۔ اسی کے ساتھ شاہان انگلستان نے شاہ فرانس کا لقب جو انھوں نے ایڈورڈ سوم کے وقت سے اختیار کر رکھا تھا ترک کر دیا۔

عہد نامہ امیان مارچ ۱۸۰۲ء۔

لیکن کوئی عہد نامہ نپولین کی اُمنگ کو نہ روک سکتا تھا۔ امیان کے معاہدے کو سر قلم ہوئے چند مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اُس نے پیڈمانٹ اور پارما کا فرانس کے ساتھ الحاق کر لیا اور ایک لشکر جرار سے سوئٹزرلینڈ پر دھاوا کر دیا۔ دولت برطانیہ کی طرف سے جب اعتراض ہوا تو اُس نے اور اُلٹا یہ مطالبہ کیا کہ تمام وہ فرانسیسی مفرورین

جو انگلستان میں جابسے ہیں ملک بدر کردیے جائیں اور مالٹا فرانس کو دے دیا جائے ان باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ نپولین آمادۂ فساد ہے۔ وزارت انگلستان کو اب ناچار اعلان جنگ کرنا پڑا اور اس وقت سے لیکر ۱۸۱۵ء تک نپولین کے ساتھ برطانیہ کی جدوجہد کا سلسلہ برابر قایم رہا۔ صدر قونصل بننے کے وقت سے نپولین نے فرانس میں عمدہ اور مفید قوانین جاری کیے تھے اور بے انتظامی اور فساد کو دور کرنے سے فرانس کو پھر ایک بڑی سلطنت کے درجے پر پہنچا دیا تھا۔ ۱۸۰۴ء میں وہ فرانس کا شہنشاہ ہو گیا۔ لیکن اس کی اولوالعزمی کسی اس سے بھی اونچے مرتبہ کی خواہشمند تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ تمام یورپ کو اپنا مطیع بنالے اور چونکہ برطانیہ ہی ایک ایسا آزاد ملک باقی رہ گیا تھا جو اُس کی تمناؤں کا سنگ راہ تھا اسلیے اُس کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ جس طرح بن پڑے اس ملک کو خاک میں ملادے چنانچہ ایک مرتبہ اُس نے علانیہ یہ خیال ظاہر بھی کردیا کہ اگر ہم چھ گھنٹے کے لیے آبنائے انگلستان پر مسلط ہو جائیں تو ساری دنیا ہمارے قبضے میں آجائے۔

برطانیہ کے ساتھ شہنشاہانہ حیثیت سے نپولین کی جنگ ۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۱۵ء۔

برطانیہ کی مشکلات جیسی جیسی بڑھتی گئیں اُس کی بہادری اور شجاعت کے جوہر کھلتے گئے۔ ۱۸۰۴ء میں پٹ دوبارہ وزیر اعظم مقرر ہوا۔ تین لاکھ سے بھی اوپر رضاکاروں کی جماعت اپنے ملک کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو گئی اور نلسن فرانسیسی اور ہسپانوی بیڑوں کے تعاقب میں جزایر غرب الہند کی طرف روانہ ہو گیا۔ نپولین کے حکم سے یہ بیڑے انگلستان پر حملہ آور ہونے اور اُن چوڑے پیندے والی کشتیوں کی محافظت کرنے کے لیے پلٹ آئے تھے جن میں وہ ایک لاکھ فوج سوار کرکے ساحل انگلستان پر اتارنا چاہتا تھا۔ لیکن رستے میں راس فنسٹر کے نزدیک ہسپانوی بیڑے کا مقابلہ سر رابرٹ کالڈر سے ہو گیا جس نے غنیم کو کیڈز کی طرف بھگا دیا۔ اُدھر نلسن نے جو حریف کی خبر پاکر الٹے پاؤں ہوا سے باتیں کرتا ہوا پلٹا تھا فرانسیسی بیڑے بتاریخ ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۰۵ء راس ٹریفالگر کے نواح میں جالیا۔ اب وہ یادگار زمانہ معرکہ وقوع میں آیا جس میں اس نامور امیر البحر نے اپنی جان اپنے ملک پر نثار کردی۔ جنگ کے شروع ہونے سے پہلے نلسن نے اپنی بحری جمعیت کو اس شہرۂ آفاق پیغام سے مخاطب کیا کہ "آج کے دن انگلستان اپنے ہر ایک فرزند سے

انگلستان پر نپولین کے حملہ آور ہونے کی طیاریاں ۱۸۰۵ء

جنگ ٹریفالگر اکتوبر ۱۸۰۵ء

فرض کی بجا آوری کی امید رکھتا ہے"۔ یہ ولولہ انگیز لفظ رہتی دنیا تک انگریزوں کے کان میں گونجا کریں گے۔ بہادر امیر البحر اپنے جہاز "وکٹری" (فتح) کے عرشہ پر کھڑا ہوا کمان کر رہا تھا کہ اُسے ایک بندوق کی گولی آگر لگی۔ زخم کاری تھا اور جان لبوں پر آچکی تھی۔ لیکن دم توڑتے توڑتے اس نے فرانسیسیوں کی شکست کا مژدہ اپنے کانوں سن لیا۔ جو کام اُس کے سپرد کیا گیا تھا۔ اُس سے عہدہ برآمد ہونے میں ہمت مردانہ کا کوئی دقیقہ نہ تھا جو اس جواں مرد نے اٹھا رکھا ہو۔ اُس کی ساری عمر خود احکام کی اطاعت میں صرف ہوئی تھی اور وہ سادہ الفاظ جو اس کی زبان سے آخری وقت میں نکلے بہترین ترکہ تھے جو وہ اپنے ملک کے لئے چھوڑ سکتا تھا۔

برطانیہ کا سب سے بڑا امیر البحر کام آچکا تھا اور وقت قریب تھا کہ اُس کے سب سے بڑے مدبر کی حیات مستعار بھی پوری ہو جائے پٹ کی عمر نے اتنی وفا تو کی کہ اُس نے فتح ٹریفالگر کی خوش خبری سن لی لیکن زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ نپولین کے مظفر و منصور ہونے کی وحشتناک خبر بجلی بن کر اُس پر آگری۔ آسٹرلٹز کے میدان میں جو وائنا کے قریب واقع ہے نپولین نے آسٹریا اور روس دونوں کی فوجوں کو بتاریخ ۲۔ دسمبر ۱۸۰۵ء شکست فاش دیکر ان دونوں طاقتوں کا خاتمہ کر دیا ولبرفورس لکھتا ہے کہ واقعہ آسٹرلٹز پٹ کی جان لیکر رہا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس حادثے کے بعد اُس نے سر نہ اٹھایا ۲۳۔ جنوری ۱۸۰۶ء کو جب ملک کے اس جاں نثار خادم نے وفات پائی تو اس کی صرف سینتالیس سال کی تھی۔

جنگ آسٹرلٹز اور پٹ کی وفات

پٹ کی وفات پر فاکس نے لارڈ گرینول کے ساتھ مل کر ایک نئی وزارت بنائی جو "وزارت جامع کمالات" کے نام سے مشہور ہے۔ اس وزارت کا یہ احسان تاریخ کو کبھی فراموش نہ ہو گا کہ رسم بردہ فروشی کی موقوفی جس کے لیے پٹ اور اُس کے احباب مدت سے جدوجہد کر رہے تھے اس کی کوششوں سے عمل میں آئی۔ وہایٹ فیلڈ اور ویسلی کی پند و تلقین نے جب سے ایک جماعت کثیر میں مذہبی بیداری کی روح پھونکی تھی ہمدردی بنی نوع کے جذبات میں ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا تھا اور لوگ اپنے ابنائے جنس کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے متاثر ہونے لگے تھے ۱۷۷۳ء میں خلق اللہ کے ایک خیر خواہ جان ہاورڈ نے جو پہلو میں دردمند دل رکھتا تھا اپنی زندگی انگلستان کے تکلیف وہ

وزارت جامع کمالات ۱۸۰۶ء۔

اصلاح محابس۔

اور عفونت انگیز قید خانوں کی حالت کی اصلاح کے لیے وقف کر دی۔ وہ ان ناپاک زندانوں میں خود پیادہ پا جاتا تھا اور ہر وقت اسی کوشش میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح مصیبت زدہ قیدیوں کی مصیبت رفع ہو جائے۔ چالیس سال بعد ایک نیک نہاد بی بی مسنر فرائی نے بھی اسی نیک کام کا بیڑا اٹھایا اور جان ہاورڈ کی طرح اپنی زندگی محابس انگلستان کی اصلاح کی کوشش میں گزار دی۔ ۱۷۸۷ء میں دلبر فورس ٹامس کلارکسن اور زکاری مکالے نامی تین شخصوں نے

بردہ فروشی کی موقوفی ۱۸۰۷-۱۷۷۳ء۔

مل کر ایک انجمن اس غرض سے قائم کی کہ افریقہ سے جو حبشی غلام جنوبی امریکہ میں لے جا کر بیچے جاتے ہیں ان کی تجارت قطعاً روک دی جائے اس تجارت کا بڑا حصہ انگریزوں کے ہاتھ آ گیا تھا اور لونڈی غلاموں کی خرید و فروخت سے زیادہ تر انگلستان ہی کے بردہ فروش ہاتھ رنگتے تھے۔ غلاموں پر جو خوفناک ظلم ہوتے تھے اُن کی تفصیل سے قلم لرزتا ہے۔ غریب حبشیوں کو بردہ فروش اُن کے جھونپڑوں سے جبراً پکڑ لاتے تھے اور جہاز کی تختہ بند منزلوں کے درمیان تنگ چوبی خانوں میں بھیڑ بکری کی طرح بند کر دیتے تھے جہاں بھوک پیاس کی آئے دن کی مصیبت اور دم گھٹنے کے عذاب کے علاوہ ان بدبختوں کو اور بھی انواع و اقسام کی عقوبتیں سہنی پڑتی تھیں۔ عرشہ پر اُنھیں کبھی کبھی لا کر تازہ ہوا ضرور دکھلائی جاتی تھی اور چابک مار مار کر اُنھیں اچھلنے کودنے پر بھی مجبور کیا جاتا تھا تاکہ اُن کے ہاتھ پاؤں کھل جائیں۔ لیکن یہ صرف اُنھیں زندہ رکھنے کی ترکیبیں تھیں تاکہ وہ کسی طرح نخاس تک پہنچ کر ٹھکانے لگ جائیں۔ جو غلام بیمار پڑتے تھے اُنھیں اُن کے بیدرد سوداگر یا تو قتل کر ڈالتے تھے یا اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیتے تھے۔ ان ہیبت ناک مظالم کا اکابر انگلستان کو بھی اچھی طرح علم تھا۔ لیکن غلاموں کی خرید و فروخت یا منفعت اس درجہ تھی کہ اُن لوگوں نے جو اس تجارت سے مالا مال ہو گئے تھے ایک مدت تک بردہ فروشی کے مخالفوں کی ایک پیش نہ جانے دی اور کہیں بیس سال کی لگاتار کوشش کے بعد آخر ۱۸۰۷ء میں پارلیمنٹ اس مضمون کا قانون نافذ کر سکی کہ جو شخص کسی برطانوی جہاز میں غلاموں کو

فاکس کا انتقال ۱۸۰۶ء۔

بغرض فروخت لیجائے گا وہ مجرم قرار پائے گا۔ فاکس جس نے اپنی ساری عمر اس کوشش میں گزار دی تھی کہ بردہ فروشی موقوف ہو جائے اس قانون کا نفاذ جیتے جی نہ دیکھنے پایا اور ۱۳ ستمبر ۱۸۰۶ء کو مر گیا۔ اگرچہ اس قانون سے

بردہ فروشی رُک گئی لیکن برطانوی نوآبادیوں میں اُس کی وجہ سے غلامی موقوف نہ ہوئی بلکہ اور اٹھائیس سال یعنے ۱۸۳۴ء تک بدستور قایم رہی ہو

ادھر تو برطانیہ اپنے نظام حکومت کی اصلاح میں مصروف تھا اُدھر نپولین اُسکی تجارت کی بربادی کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ ۱۸۰۶ء میں روس اور پروشیا پر ایک اور فتح پاکر اور ییناکی مشہور جنگ جیت کر وہ قریب قریب سارے یورپ کا مالک ہوگیا اب اُس نے ۲۱ نومبر ۱۸۰۶ء کو برلن سے ایک فرمان جاری کر کے تمام برطانوی بندرگاہوں کی ناکہ بندی کا اعلان کر دیا اور برّ اعظم یورپ کی اقوام کو فہمایش کر دی کہ برطانیہ کے ساتھ تجارت نہ کریں۔ انگلستان کے سوداگروں کو اس سے سخت نقصان پہنچا اور وزرائے سلطنت نے نپولین کے فیصلے کے جواب میں فرانس اور اس کے حلیفوں کی تمام بندرگاہوں کی ناکہ بندی کا اعلان کر دیا۔ اسی کے ساتھ اُنھوں نے ماہ ستمبر ۱۸۰۷ء میں ڈنمارک کے جنگی بیڑے کو بھی گرفتار کر لیا اس لئے کہ یہ خبر گرم تھی کہ نپولین بیڑا لے کر انگلستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

فرمان برلن ۲۱۔ نومبر ۱۸۰۶ء

یورپ کے بندرگاہوں کی اس ناکہ بندی نے انگلستان اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا کر دی جس کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ کے جو جہاز فرانس کے ساتھ تجارت کرتے تھے اب انگریزوں کی گرفتاری کی زد میں آگئے۔ کچھ تو اس مزاحمت سے اور کچھ اس واقعہ سے برہم ہو کر کہ امریکہ کے جہازوں کی تلاشی برطانیہ کے بھاگے ہوؤں کو پناہ دینے کے شبہ میں لی گئی تھی امریکہ کی کانگرس نے ۱۸۱۲ء میں برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور اس جنگ کا سلسلہ ۱۸۱۵ء تک قایم رہا۔

خشکی پر نپولین کی فوجیں ہر جگہ کامیاب ہو رہی تھیں اور وہ یورپ کے ملک اپنے بھائی بندوں میں بانٹ رہا تھا لیکن اس ملک گیری کے رکنے کا زمانہ قریب آچلا تھا۔ ماہ مئی ۱۸۰۸ء میں ہسپانیہ کے شاہی خاندان کا آپس میں تنازع ہوگیا جس سے نپولین کو یہ موقع مل گیا کہ تاج ہسپانیہ اپنے بھائی جوزف بوناپارٹ کے سر پر رکھ دے۔ ساتھ ہی اُس نے پرتگال پر حملہ کر دیا اور اس ملک کے نایب السلطنت نے بھاگ کر برازیل میں پناہ لی۔ نپولین نے ہسپانیہ کے تخت پر اپنے بھائی کو بیٹھا تو دیا لیکن ساری عمر میں اس نے ایک یہی غلطی ایسی کی جس کی

ہسپانیہ کے تاج و تخت پر نپولین کا قبضہ اور پرتگال پر چڑھائی ۱۸۰۸ء۔

تلافی اس کے امکان سے خارج تھی۔ ہسپانیہ کے خود دار باشندوں نے جب دیکھا کہ ایک ایسا شخص اُن کی مرضی کے خلاف اُن کا بادشاہ بنا دیا گیا ہے جسے کل تک کوئی پوچھتا بھی نہ تھا تو اُن کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی ہر جگہ بغاوتیں برپا ہوگئیں اور ہسپانویوں نے برطانیہ سے مدد مانگ بھیجی۔

اس واقعے کے ظہور سے کچھ ہی دن پہلے سر آرتھر ولزلی (جو بعد میں امیر ولنگٹن کے لقب سے ملقب ہوا) ہندوستان میں ۱۸۰۳ء سے لیکر ۱۸۰۵ء تک مرہٹوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد انگلستان واپس آیا تھا اور وزیر آئرلینڈ مقرر ہوا تھا۔ جارج کیننگ وزیر خارجہ نے جو ایک نوخیز اور ہونہار مدبر تھا، ہسپانیہ کی فریاد پر کان دھرنے اور جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں نپولین سے لڑنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چنانچہ دو مختصر سی فوجیں ولزلی اور جرنیل سر جان مور کے ماتحت فوراً پرتگال روانہ کردی گئیں اور وہ لڑائی جو "جزیرہ نما کی جنگ" کے نام سے مشہور ہے شروع ہوگئی۔ بڑی خرابی یہ ہوئی کہ اس مہم پر جو فوجیں بھیجی گئیں اُن کی تعداد بہت ہی قلیل تھی اور ولزلی اور مور جبرالٹر کے گورنر اور ایک اور افسر اعلیٰ کے ماتحت کردئے گئے۔ پس اگرچہ ولزلی نے فرانسیسی جرنیل جونو پر میرد کے میدان میں ۲۱ اگست ۱۸۰۸ء کو فتح تو پائی لیکن وہ اس فتح سے پورا فائدہ نہ اٹھا سکا بلکہ اس کے افسر نے سنترا کے مقام پر فرانسیسیوں کے ساتھ ۳۰ اگست کو صلح کرلی اور ولزلی انگلستان واپس بلا لیا گیا۔

آغاز جنگ جزیرہ نما ۱۸۰۸ء

اب سر جان مور کو حکم ملا کہ ہسپانیہ کی طرف پیش قدمی کرکے ہسپانوی فوج کے ساتھ جا ملے۔ لیکن رستے میں اُسے معلوم ہوا کہ نپولین میدان جنگ میں خود آپہنچا ہے اور ہسپانوی لشکر کا کام تمام کرکے میڈرڈ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ نپولین کے پاس ستر ہزار فوج تھی۔ اس کے مقابلے میں انگریز صرف پچیس ہزار تھے۔ یہ دیکھ کر مور نے جو ایک بہادر اور آزمودہ کار افسر تھا ساحل کی طرف پلٹ جانے اور اپنی فوج کو جہازوں پر سوار کرکے رخصت ہو جانے کا فیصلہ کرلیا۔ جس صفائی سے وہ پسپا ہوا اور اپنے لشکر کو خطرے سے نکال لے گیا وہ اس کی سپہ سالاری کا کمال ظاہر کرتا ہے پہلے اُس نے سیدھا ویگو کا رخ کیا۔ اور نپولین کو جو تعاقب میں تھا اپنی گرد تک نہ پہنچنے دیا۔ مگر رستے میں خبر ملی کہ اس بندرگاہ سے فوجیں جہاز پر سوار نہ ہوسکیں گی۔ یہ سن کر اُس نے کارنا کی راہ لی جو علاقہ گلیشیا کی ایک بندرگاہ ہے۔ ۱۰ جنوری کو جب وہ یہاں پہنچا

انگریزی فوج کی پسپائی اور جنگ کارنا ۱۸۰۹ء

تو معلوم ہوا کہ انگریزی بیڑے کو مخالف ہواؤں نے سمندر میں روک رکھا ہے۔ بیڑے کو آتے آتے چار دن لگ گئے۔ اتنے میں فرانسیسی فوج بھی مارشل سولٹ کی قیادت میں آپہنچی اور حملہ کے لئے صف بستہ ہوگئی۔ ۱۶۔ جنوری کو دوپہر ڈھلے فرانسیسیوں نے حملہ شروع کردیا۔ انگریزوں نے برابر کا جواب دیا اور مقابلہ میں پامردی اور ثابت قدمی دکھائی۔ فرانسیسیوں نے ہر طرف زک اٹھائی اور انگریزی فوج تین ہزار فرانسیسی لاشیں میدان میں چھوڑ کر آدھی رات ہوتے ہوتے جہازوں پر سوار ہوگئی۔ لیکن اسکاٹلینڈ کا وہ بہادر فرزند جس نے اپنی فوج کو بچا لیا تھا خود مارا گیا اور اُس کے رفیق اُسے میدان جنگ ہی میں دفن کرکے چپ چاپ غم کی تصویر بنے ہوئے رخصت ہوگئے۔ انگلستان کے شاعر ولف نے "جنازہ سرجان مور" کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے جس میں اس واقعہ کی تصویر اس طرح کھینچی ہے:۔

جب اُسکی لاش کو لشکر چلا اُٹھائے ہوئے
کہیں بلند کوئی ماتمی نوا نہ ہوئی۔
کہ تھا سکوت صف تعزیت بچھائے ہوئے
کوئی تفنگ سلامی کے واسطے نہ چلی۔
تمام فوج کے افسر تھے سر جھکائے ہوئے
بنے ہوئے تھے سپاہی غم والم کی شبیہ
وہ اپنے خون میں تھا آپ ہی نہائے ہوئے
جب اُسکو خاک کے اندر لٹا دیا ہم نے
نہ قبر پر کوئی گنبد ہے سر اُٹھائے ہوئے
نہ کوئی مرثیہ ہے نقش سنگ تربت پر۔
جہاں زمانہ ہوا گھر اُسے بنائے ہوئے
وہاں وہ آپ ہے یا اُسکی شان عظمت ہے

ہسپانوی فوج کی تباہی اور مور کی پسپائی کی خبر جب انگلستان پہنچی تو انگریزوں کے حوصلے پست ہوگئے لیکن کیننگ نے ایک بہت بڑی فوج فراہم کرکے ولزلی کو اس کی سرداری دی اور اسے فوراً پرتگال بھیج دیا۔ ولزلی برابر چار سال تک فرانسیسیوں سے لڑتا رہا اور اس عرصے میں نپولین کے قابل ترین جرنیلوں کو شکستیں دے دے کر اُس نے سرزمین ہسپانیہ سے باہر نکال دیا۔ ابھی تک اُسے وہ شہرت حاصل نہ تھی جو نپولین کے حصے میں آچکی تھی۔ دوران جنگ میں فوجی کمک اور رسد اُسے کبھی کافی مقدار میں دستیاب نہ ہوئی۔ اس کا مقصد بھی بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ اپنا فرض منصبی بجا لاتا رہے اور اپنے کام سے کام رکھے۔ لیکن اس بات کا اُسے پختہ یقین تھا کہ حق و راستی کا پلہ اسی کی طرف جھکا ہوا ہے اور انجام کار وہ اس ظالم پر ضرور غالب آئے گا جو تمام یورپ کو پامال کر رہا ہے۔ وہ اپنے سپاہیوں کی جان کو بہت قیمتی

ولنگٹن اور نپولین۔

سمجھتا تھا اور انھیں کبھی غیر ضروری خطرے میں نہ ڈالتا تھا بخلاف اس کے نپولین اپنی فوجوں کو بے دریغ کٹوا دیتا تھا۔ ولزلی کو اس بات کا بھی بڑا خیال رہتا تھا کہ اس کے لشکری رعایا کو لوٹنے نہ پائیں۔ وہ جو چیز لیتا تھا اس کے دام اسی وقت چکا دیتا تھا۔ غرض پورے استقلال اور ثابت قدمی سے کام لیکر اس نے بتدریج ثابت کر دیا کہ فرانسیسی افواج پر فتح حاصل کی جا سکتی ہے اور اس طور پر اس نے وہ طلسم توڑ دیا جس کے زور سے نپولین نے تمام یورپ پر اپنی سطوت کا سکہ جما رکھا تھا۔

ولزلی نے مارشل سولٹ کو بتاریخ ۱۲ مئی اپورٹو کے میدان میں شکست دی اور ۲۸۔ جولائی ۱۸۰۹ء کو مارشل وکٹر پر بمقام تلاویرا فتح پائی۔ اس فتحیابی کے صلہ میں حکومت انگلستان نے اسے امیر ولنگٹن کے لقب سے سرفراز کیا۔ جنگ تلاویرا کے بعد وہ پیچھے ہٹتا ہوا پرتگال چلا آیا جہاں موسم سرما میں اس نے قلعوں کے تین مستحکم سلسلے تعمیر کیے جو ٹارس وڈراس کے مورچوں کے نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ جب ۱۸۱۰ء میں مارشل میسینا اس

ہسپانیہ میں ولنگٹن کی فتوحات ۱۸۰۹ء تا نہایت ۱۸۱۳ء۔

خدمت پر مامور ہوا کہ انگریزی فوج کو جا کر سمندر میں دھکیل دے تو پہلے تو اسے بتاریخ ۲۹۔ ستمبر ۱۸۱۰ء بوساکو کے معرکے میں زک ہوئی اور اس کے بعد اسے پہلے خط دفاع پر پہنچ کر رکنا پڑا۔ مورچہ بند انگریزی فوج پر حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ حملہ آوروں کے پاس رسد بھی نہ تھی۔ اس لیے کہ ولنگٹن نے تمام فصلیں تباہ کر دی تھیں اور آس پاس کے علاقے میں کوئی مواشی نہ رہنے دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میسینا کی پینتالیس ہزار فوج کچھ تو چھوٹی چھوٹی مٹھ بھیڑوں میں کچھ بیماری سے اور کچھ بھوک کے عذاب سے تباہ ہو گئی اور اسے مجبوراً ہسپانیہ کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ یہاں ہسپانویوں نے مسلح دستے کوہ و دشت میں پھیلا رکھے تھے جو اپنی کمین گاہوں سے نکل نکلکر فرانسیسی فوج کا قافیہ تنگ کرنے لگے۔ پیچھے پیچھے ولنگٹن کی فوج تھی جس نے آگے بڑھ کر فرانسیسیوں پر پے در پے حملے کیے اور متعدد معرکوں میں فتوحات حاصل کیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور پانچ معرکے ہیں۔ سیوڈاڈ راڈریگو اور باجوز کے قلعے ۱۸۱۲ء کی دو لڑائیوں میں مسخر ہوئے۔ جنگ سلامنکا ۱۸۱۲ء اور جنگ وٹوریا ۱۸۱۳ء میں واقع ہوئی اور سینٹ سباسٹین کا طویل محاصرہ ۱۸۱۳ء کے موسم سرما میں ہوا جس کے ساتھ ہی ہسپانیہ میں فرانسیسی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔

ولنگٹن کی فتوحات نے ہسپانیہ کو آزاد کرنے کے ساتھ اقوام یورپ کے بھی حوصلے بڑھا دیے اور ان کو اس قابل کر دیا کہ اپنے مشترک دشمن کے خلاف مردانہ وار اٹھ کھڑے ہوں۔

ماسکو کی آتشزدگی اور فرانسیسیوں کی پسپائی ۱۸۱۲ء۔

نپولین نے جس کے سر میں ابھی تک ملک گیری کا سودا سمایا ہوا تھا ۱۸۱۲ء میں روس پر چڑھائی کی اور ایک خونریز جنگ کے بعد جو ۷۔ دسمبر ۱۸۱۲ء کو بورو ڈینو کے میدان میں ہوئی یلغار کرتا ہوا ماسکو جا پہنچا لیکن روسیوں نے جنھیں ولنگٹن کا دیا ہوا سبق ازبر تھا شہر کو آگ لگا دی۔ اب نہ کھانے کو روٹی رہی نہ سر چھپانے کو کہیں کوئی مکان رہا۔ اور نپولین کے سپاہی واپسی پر مجبور ہو گئے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ ہوا برف میں ڈوبی ہوئی تھی سرد میدانوں کی منزلیں سامنے تھیں۔ ہزاروں سپاہیوں کا کام آئے دن رستے ہی میں تمام ہونے لگا۔ چار لاکھ جانبازوں میں سے صرف بیس ہزار جان سلامت لیکر واپس آئے۔ اُدھر تو فرانسیسی فوج یوں تباہ ہو رہی تھی۔ اُدھر روس تعاقب کرتا چلا آتا تھا۔ اور آسٹریا اور پروشیا پہلو پر حملے کر رہے تھے۔ فرانس پہنچ کر نپولین نے ایک نئی فوج آراستہ کی اور دشمنوں کے مقابلے کے لیے پھر پلٹا۔

نپولین کی تخت سے علیحدگی

یہ یورش اس بلا کی تھی کہ لٹزن باٹزن اور ڈریسڈن کے تین معرکوں میں اُسے فتح پر فتح حاصل ہوتی گئی۔ لیکن اب وہ چاروں طرف سے دشمنوں کے ہجوم میں گھر چلا تھا۔ چنانچہ لائپزگ کے میدان میں ۱۹۔ اکتوبر ۱۸۱۳ء کو تین دن کی مسلسل جنگ کے بعد اُس نے شکست فاش کھائی اب وہ دریائے راین کے کنارے کی جانب ہٹ آنے پر مجبور ہو گیا اور ۱۸۱۴ء کے اوائل میں اپنے دشمنوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ بڑی پامردی سے کرتا رہا۔ لیکن بالآخر جب ۳۱۔ مارچ کو اُس کے حریف فاتحانہ حیثیت سے پیرس میں آداخل ہوئے تو وہ تخت سے دست بردار ہو گیا۔ اور بتاریخ ۲۰۔ اپریل ۱۸۱۴ء جزیرہ البا میں بھیج دیا گیا۔

نوجوان ولیعہد فرانس جس کا انقلاب فرانس کے دوران میں انتقال ہو چکا تھا لوئی ہفدہم کہلاتا تھا اس لیے اب لوئی یازدہم کا بھائی تخت پر بٹھایا گیا اور لوئی ہژدہم کے لقب سے ملقب ہوا۔ لیکن ابھی تک کچھ چنگاریاں دبی ہوئی تھیں جو بھڑک کر لپکتے شعلے کی صورت اختیار کرنے والی تھیں۔ صلح کو پورے گیارہ مہینے بھی نہ ہوئے تھے کہ یورپ بھر میں اس خبر نے تھلکہ ڈال دیا کہ نپولین

نپولین کی واپسی۔ مارچ ۱۸۱۵ء

جزیرۂ البا سے فرار ہوگیا ہے اور کینے کی بندرگاہ میں لنگرانداز ہوکر اپنے دیرینہ رفیقوں اور ہواخواہوں کے ایک بہت بڑے جتھے کے ساتھ پیرس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نپولین کی اس پیش قدمی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس کی سرعت کا یہ عالم تھا کہ تین ہفتے کے اندر اندر تخت شہنشاہی نے پھر اُس کے قدم چوم لیے اور شاہ فرانس کو راہ گریز اختیار کرنی پڑی۔ ادھر اتحادی ریاستیں بھی مقابلے کے لیے بے درنگ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ولنگٹن جو وائینا گیا ہوا تھا ماہ اپریل ہی میں برسلز پہنچ گیا اور برطانوی پروشیائی آسٹروی اور روسی فوجیں حملہ آوری کے لیے جمع ہونے لگیں۔ اس وقت صرف برطانیہ اور پروشیا کی فوجیں کیل کانٹے سے لیس تھیں۔ نپولین اس فکر میں تھا کہ اُنھیں آپس میں ملنے نہ دے اور پہلے ہی الگ الگ دونوں سے سمجھ لے۔ چنانچہ بتاریخ ۱۶۔ جون اُسنے پروشیائیوں کو لگنی کے میدان میں شکست بھی دی لیکن ولنگٹن نے اسی دن کواٹر براکے مقام پر فرانسیسی جرنیل مارشل نے کو زک دے کر واٹرلو کے گاؤں کے قریب جو برسلز سے نومیل کے فاصلے پر واقع ہے سینٹ جین کی پہاڑیوں پر مضبوطی سے اپنے مورچے جما لیے۔

۱۸۔ جون کو نپولین اور ولنگٹن کا پہلی مرتبہ دوبدو مقابلہ ہوا۔ جو فوج ولنگٹن کی ماتحتی میں دی گئی تھی اس کو لڑانا بڑا ہی دقت طلب کام تھا اُس کے قریب قریب تمام کارآموزدہ سپاہی امریکہ کے میدان جنگ میں بھیج دیے گئے تھے۔ اُس کی انگریزی فوج کے سپاہی نوعمر اور ناتجربہ کار تھے۔ اور اُس کی آدھی سے زیادہ جمعیت ندرلینڈ ہینوور نساڈاور برنزوک والوں کی تھی۔ پروشیا والے جو اس کے حلیف تھے ابھی تک اس سے بہت دور تھے۔ البتہ پروشیائی سپہ سالار بلوشر کا قاصد سترویں تاریخ کو یہ پیغام لایا تھا کہ اُس کی فوج کل تک سہ پہر سے پہلے ہی یلغار کرتی ہوئی ولنگٹن کی فوج کے ساتھ آملے گی۔

جنگ واٹرلو ۱۸۔ جون ۱۸۱۵ء

اٹھارھویں جون والے دن دوپہر کے وقت نپولین نے آگے بڑھکر حملہ کردیا۔ اُس وقت ولنگٹن زیادہ سے زیادہ صرف اتنا کرسکتا تھا کہ کمک پہنچنے تک اپنی جگہ پر جارہے۔ فرانسیسی رسالے برطانوی پیدل فوج کی صفوں پر جو بشکل مربع برا جائے آہنی دیواروں کی طرح اپنی جگہ قائم تھیں۔ کبھی ایک سمت سے کبھی دوسری سمت سے رہ رہ کر حملے کرتا تھا اور ہر دفعہ اُن کی

توپ و تفنگ کی برستی آگ سے بھسم ہوکر رہ جاتا تھا۔ اسی حالت میں دو پہر ڈھل گئی اور چار بھی بج گئے۔ دن بھر کی تھکی ماندی انگریزی فوج اپنے حلیفوں کے انتظار میں چشم براہ تھی۔ لیکن ان کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آخر پانچ بجے کے قریب معلوم ہوا کہ فرانسیسی فوج کا پروشیائی فوج کے ساتھ نظروں سے اوجھل کسی مقام پر مقابلہ ہو رہا ہے۔ پروشیائی فوج غنیم کی صفوں کو چیرتی ہوئی برابر بڑھتی چلی آئی۔ سات بجے تھے کہ فرانسیسیوں نے جان توڑ کر برطانوی جمعیت پر ایک آخری حملہ کیا اور اس میں بھی منہ کی کھائی اور میدان سے فرار ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ اگر پروشیائی فوج عین وقت پر نہ پہنچ جاتی تو یہ عظیم الشان فتح کبھی حاصل نہ ہوئی ہوتی۔ پچیس ہزار سے اوپر فرانسیسی کھیت رہے اور برطانوی فوج کے بھی تیرہ ہزار سپاہی کام آئے۔ اتنا بڑا نقصان جان تو ہوا لیکن آخر جنگ ختم ہو گئی۔ نپولین بھاگ کر پیرس چلا گیا۔ اور اپنے بیٹے کو تخت دے کر خود دست بردار ہو گیا

نپولین کی وفات ۱۸۲۱ء

اب اس نے چاہا کہ فرانس چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کو چلا جائے لیکن یہ دیکھ کر کہ تمام بندرگاہوں پر پہرے بیٹھے ہوئے ہیں اور بچ نکلنے کے تمام راستے بند ہیں اس نے اپنے آپ کو برطانوی جہاز بلرفان کے ناخدا کپتان میٹ لینڈ کے حوالے کر دیا۔ انگریز اسے جزیرہ سینٹ ہلینا میں لے گئے جہاں اس کی نظربندی احتیاط کے ساتھ ہوئی اور وہیں ۵۔ مئی ۱۸۲۱ء کو اس نے انتقال کیا۔ لوئی ہژدہم اب پیرس واپس آگیا اور تین سال تک اتحادی فرانس پر قابض رہا تا آنکہ انقلاب حکومت کے تمام خدشے مٹ گئے۔ اس دن سے لیکر آج کے دن تک اگرچہ فرانسیسی اور انگریز شیر و شکر تو نہیں ہوئے لیکن اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ دونوں قوموں کے درمیان مصالحت کی راہ نکل آئے اور جب کبھی میدان میں اترے ہیں تو بھی حلیف بن کر لڑے ہیں حریف ہو کر مقابلہ پر نہیں آئے۔

جب صلح کا اعلان ہوا تو انگریزوں کی حالت مارے خوشی کے دیوانوں کی سی ہو گئی۔ حصول آزادی کی خاطر ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے لگاتے انھیں پورے

صلحنامۂ پیرس ۱۸۱۵ء

بارہ سال ہو گئے تھے اور گزشتہ تین سال کا زمانہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ جنگ کرنے میں بسر ہوا تھا جس میں کناڈا کے ہاتھ سے نکل جانے کا کھٹکا لگا ہوا تھا اور ابھی پچھلے ہی دنوں ۱۸۱۵ء

کے اوائل میں امریکہ کے ساتھ صلح ہوئی تھی اگرچہ اس عرصہ میں تجارت کو ایک حد تک فروغ ضرور ہوا اس لئے کہ صرف برطانیہ ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں جنگ کے شرارے اڑکر نہ پہنچنے پائے تھے اور اس کے علاوہ مال تجارت کا جہازوں میں لاد لیجانا زیادہ تر انگریزوں ہی کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن پھر بھی محصولات کی بڑھی ہوئی شرح اناج کے چڑھے ہوئے بھاؤ اور جنگ نے ہر شخص کے چھکے چھڑا رکھے تھے۔ ۱۸۱۰ء میں بادشاہ جو ایک عرصۂ دراز سے عارضۂ خلل دماغ میں مبتلا تھا۔ بالکل ہی مسلوب الحواس اور فاتر العقل ہوگیا۔ اور شہزادۂ ویلز نائب السلطنت قرار پایا۔ پارلیمنٹ جنگ کے معاملات

شہزادہ ویلز بحیثیت نائب السلطنت ۱۸۱۱ء لغایت ۱۸۲۰ء

میں اتنی مصروف تھی کہ وزرائے اعظم امیر کبیر پورٹلینڈ (۱۸۰۷ء لغایت ۱۸۰۹ء) مسٹر پرسیول (۱۸۰۹ء لغایت ۱۸۱۲ء) اور لارڈ لیورپول (۱۸۱۲ء لغایت ۱۸۲۱ء) کو نئی اصلاحات کرنے کا کوئی موقعہ ہی نہ ملا۔ اسی کے ساتھ اس بے چینی اور انتشار نے جو واقعہ انقلاب فرانس کا پیدا کیا ہوا تھا قوم کی تمام جماعتوں کو ایک دوسری کی طرف سے بدظن کر رکھا تھا صلح کے بعد جب پہلا جوش فرو ہوا تو قوم کو اس طویل و مدید جنگ کے گوناگوں اثرات محسوس ہونا شروع ہوئے۔

قومی قرضے کی مقدار بڑھ کر چوراسی کروڑ پاونڈ ہوگئی تھی اور سارا ملک اس قرض کے بوجھ تلے دب چلا تھا۔ اگرچہ ۱۸۱۹ء میں ایک قانون عمل میں آچکا تھا جس کی رو سے بینک انگلستان طلائی سکہ میں رقوم ادا کرنے لگا تھا لیکن پھر بھی کاغذ زر کی ایک مقدار کثیر ملک میں موجود تھی۔ فوج اور بیڑے کے برطرف شدہ سپاہیوں اور ملاحوں نے میدان جنگ سے واپس آکر بے کاروں کی تعداد اور بڑھادی کارخانہ داروں کے پاس جنھوں نے دوران جنگ میں سامان حرب بہم پہنچایا تھا مزدوروں کے لئے کوئی کام نہ رہا۔ اور اہل حرفہ کی حالت بھی پتلی ہوگئی غیر ممالک سے اجناس کے بکثرت

قانون غلہ کی سختیاں ۱۸۱۵ء

درآمد ہونیکے باعث غلے کا بھاؤ گر گیا کاشتکاروں اور زمینداروں نے جنکے لئے یہ ارزانی موجب نقصان تھی پارلیمنٹ سے کہہ سن کر غلے کا ایک قانون ۱۸۱۵ء میں نافذ کرالیا جس کے بموجب ۸۰ شلنگ فی کوارٹر (کوارٹر = ۲ من) سے کم نرخ پر اناج کی درآمد ممنوع قرار پائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۱۸۱۶ء میں

فصل اچھی نہ ہوئی تو تمام ملک میں قحط پڑ گیا۔ اب ہر طرف بلوے ہونے لگے۔ ضلع کینٹ کی زراعت پیشہ آبادی میں الگ شورش بپا ہوگئی۔ انگلستان کے اضلاع متوسط و مغربیہ کے کان کن اور زغال بردار الگ فساد پر اتر آئے۔ ادھر ناٹنگھم میں ایک جماعت جو کلوں کی مخالفت کے باعث "آلہ شکن" کے نام سے موسوم تھی پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی اور کارخانوں میں جا جا کر کلوں کو توڑنے پھوڑنے لگ گئی چار سال تک حکومت کو طرح طرح کی اندرونی مشکلات کا سامنا رہا۔ "ویکلی پولٹیکل رجسٹر" (ہفتہ نامہ سیاست) کے نام سے ولیم کابٹ نے ایک اخبار نکالا جس میں مزدوری پیشہ جماعت کو یہ تعلیم دی جاتی تھی۔ کہ پارلیمنٹ کی اصلاح سے اُن کی تمام مشکلات و مصائب کا خاتمہ ہو جائے گا سیاسی جلسے اس کثرت سے منعقد ہونے لگے اور ان جلسوں کا رویہ ایسا اندیشہ ناک ہو گیا کہ حکومت کو قانون شہادت ذاتی پھر معطل کرنا پڑا۔ اور چونکہ مانچسٹر میں ایک ہنگامہ ہو گیا تھا جس میں فوجی سواروں کے ہاتھوں پچاس سے اوپر آدمی سخت مجروح ہوئے تھے اس لیے پارلیمنٹ نے رعایا کی آزادی کم کرنے کے لیے چھ تعزیری قوانین جاری کیے جو "قوانین ششگانہ" کے نام سے موسوم ہوئے۔

مانچسٹر کا قتل عام اگست ۱۸۱۹ء

نائب السلطنت سے بھی نہایت ہی لوگ بیزار تھے ۱۷۸۵ء میں اُس نے ایک حسین و جمیل بیوہ مسز فٹز ہربرٹ سے عقد کیا تھا لیکن چونکہ وہ مذہباً رومن کیتھولک تھی اور اس کے علاوہ "قانون مناکحت خاندان شاہی" مصدرہ ۱۷۷۲ء کی رو سے شاہی خاندان کے کسی رکن کو بادشاہ کی اجازت کے بغیر ۲۵ سال سے کم عمر میں عقد کرنے کا اختیار نہ تھا اس لیے یہ شادی قانوناً ناجائز تھی۔ غرض ۱۷۹۵ء میں ولیعہد نے مسز فٹز ہربرٹ سے کنارہ کش ہو کر ایک پھوہڑ اور بدسلیقہ عورت شہزادی کیرولائن رئیسۂ برنزوک سے نکاح کر لیا۔ مگر میاں بی بی میں بہت جلد ان بن ہو گئی۔ اس شہزادی کے بطن سے ایک ہی لڑکی شہزادی شارلوٹ جسے رعایا دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی پیدا ہوئی۔ اس کا عقد سیکس کوبرگ کے امیر شہزادہ لیوپولڈ سے ہوا۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ ۶۔ نومبر ۱۸۱۷ء کو عین عالم شباب میں اسکا انتقال ہو گیا۔ اور اُس کا اکلوتا بچہ بھی اسی کے ساتھ چل بسا۔ اب ولیعہد کا

شہزادی شارلوٹ کی وفات ۱۸۱۷ء

کوئی صلبی وارث باقی نہ رہا۔ بادشاہ کے تین بیٹوں میں سے جن کی شادیاں ۱۸۱۸ء میں ہوئیں صرف امیر کینٹ ہی مقبول خاص و عام تھا۔ اس نے شہزادہ لیوپولڈ کی بہن سے عقد کیا۔ اور ہماری ملکہ الگزنڈرینا وکٹوریا آنجہانی جو ۲۴۔ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی اسی کی بیٹی تھی۔ مگر اس کا سن ابھی آٹھ ہی مہینے کا تھا کہ باپ کا سایہ ہمیشہ کے لیے اس کے سر سے اٹھ گیا۔

شاہی خاندان کی عروسیاں

جارج ثالث کی عمر کا رشتۂ دراز اب قطع ہونے کے قریب تھا۔ اگرچہ بینائی جاتی ہی تھی حواس مختل ہو چکے تھے اور غلطیاں بھی اُس سے رہ رہ کر بہت سی سرزد ہوتی تھیں لیکن پھر بھی اس دیرینہ سال بادشاہ کے ساتھ رعایا کو بڑی محبت تھی چنانچہ جب بیاسی سال کی عمر پاکر فرمانروائی کے ساٹھویں سال میں ۲۹۔ جنوری ۱۸۲۰ء کو اُس کی آنکھ بند ہوگئی تو ساری قوم رنج و غم میں ڈوبی ہوئی تھی تخت نشینی کیوقت سے جبکہ وہ نوجوانی کے جوش میں اس ارادے کیساتھ تخت پر بیٹھا تھا۔ کہ میں رعایا کو دکھادوں گا کہ بادشاہوں کی شان کیسی ہوا کرتی ہے، اس وقت تک بڑے بڑے عظیم الشان واقعات ظہور میں آچکے تھے۔ امریکہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ہندوستان پر انگریزی حکومت تسلط بٹھا چکی تھی۔ پٹ خرابیوں کی اصلاح کر کے ملک کو عروج پر لا چکا تھا۔ انگلستان کی تباہی میں نپولین ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا چکا تھا۔ اور نلسن اور ولنگٹن اُس کی ڈوبتی ناؤ کو بھنور سے نکال کر ساحل نجات پر لا چکے تھے۔ آئرلینڈ اپنا نام برطانیہ کو دے چکا تھا۔ اور ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ اس ظاہری یکجہتی کے ساتھ یہ دونوں ملک ایک دن دل سے بھی ایک ہو جائیں گے۔ برطانیہ اُس ناپاک دھبے کو جو حبشی غلاموں کی خرید و فروخت نے اس کے دامن پر لگا رکھا تھا دھو چکا تھا اور ۱۸۱۶ء میں برطانوی اور ولندیزی بیڑے الجیریا پر گولہ باری کر کے وہاں کے مقامی فرمانروا کو اُن تمام مسیحیوں کی رہائی پر مجبور کر چکے تھے جنھیں فرمانروائے مذکور نے بدامنی کے پرآشوب ایام میں گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا تھا۔

جارج ثالث کی وفات ۱۸۲۰ء

ان سیاسی واقعات کے پہلو بہ پہلو علمی ایجادات و اکتشافات کی ترقی بھی جاری تھی۔ ۱۸۰۷ء میں امریکہ کے دو موجد فلٹن اور لونگ سٹن نامی ایک دخانی انجن کی مدد سے ایک جہاز کو دریائے ہڈسن کے دھارے دھارے

اکتشافات و ایجادات

نیویارک سے البنی تک سے گئے۔ اور ۱۸۱۳ء میں ایک دخانی جہاز دو کشتیاں نہر کلائڈ کے اندر کھینچ کر لے گئی۔ دخانی گاڑیوں کی ایجاد کا بھی کئی صناعوں کو خیال آیا لیکن اُن کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ نئی نئی کلوں کی ایجاد اور برطانیہ کی بحری قوت کی بدولت تجارت و صنعت و حرفت میں بہت بڑی ترقی ہو گئی ادھر انھیں لڑائیوں کے دوران میں فرانس میں لیمارک کیوویر اور لیواژیر اور انگلستان میں ہمفری ڈیوی اور پریسٹلی جیسے مشاہیر اپنے شاندار اکتشافات سے معلومات انسانی میں اضافہ کرتے چلے جاتے تھے۔

ادبیات میں الزبتھ کے عہد کے بعد یہ سب سے زیادہ قابل ذکر دور تھا۔ آدم اسمتھ کی کتاب "ویلتھ آف نیشنس" (دولت اقوام) ۱۷۷۶ء میں شائع ہوئی رابرٹسن کی تصانیف "تاریخ اسکاٹلینڈ" "وقائع شہنشاہ چارلس پنجم اور تاریخ امریکہ" ۱۷۵۹ء اور ۱۷۷۷ء کے "درمیانی زمانے میں سپرد قلم ہوئیں۔ اور گبن کی مشہور تصنیف "ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۸ء کے درمیان لکھی گئی۔ انگلستان کا مشہور ادیب سیموئل جانسن (۱۷۰۹ء لغایت ۱۷۸۴ء) جو درشت کلامی کے باوجود نیکدلی کے جوہر سے آراستہ تھا اپنی یادگار زمانہ "ڈکشنری" (فرہنگ) جارج ثانی کے عہد میں شائع کر چکا تھا لیکن وہ بھی گولڈ اسمتھ کے نوحہ خواں معاصرین میں ہے جس نے ۱۷۲۸ء سے لیکر ۱۷۷۴ء کا زمانہ پایا ہے اور جس کی کتاب "وکار آف ویکفیلڈ" (ویکفیلڈ کا پادری) اور "ڈزرٹڈ ولیج" (اجڑی بستی) اور نیز دوسری تصانیف سب کی سب جارج ثالث ہی کے زمانے میں شائع ہوئیں۔ ناٹک کے فن میں گولڈ اسمتھ کی کتاب "شی اسٹوپس ٹو کانکر" یا شیریڈن کی تصانیف "رالوس" اور "اسکول فار اسکنڈلس" سے زیادہ دلفریب کتابیں ہماری نظر سے کم گزرینگی۔ ان ناٹکوں کے تماشے کے لیے ایکٹروں کی بھی کمی نہ تھی اس لیے کہ گیرک فوٹ کمبل اور مسز سڈنس کا تعلق اسی زمانے سے ہے یہ دور شعرا کی کثرت کے لحاظ سے بھی ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ کوپر برنس شیلی کیٹس اور بائرن اسی عہد کی یادگار ہیں۔ اور جارج ثالث کی وفات سے قبل پہلے کیمبل کالرج ورڈسورتھ سودی والٹر اسکاٹ اور ٹامس مور کی شاعری کا سکہ دلوں پر بیٹھ چکا تھا۔ ۱۷۵۳ء میں سر ہنس اسلون کچھ بیش قیمت کتابیں چھوڑ مرا تھا۔ اور اس نادر علمی مجموعے سے عجائب خانہ برطانیہ کی بنیاد پڑی آگے چل کر جارج ثانی

اور جارج ثالث کے شاہی کتب خانوں کا ذخیرہ اس میں شامل ہوگیا اور اب اس عجائب خانہ نے ایک بہت بڑے قومی کتب خانے کی صورت اختیار کرلی تھی۔ ۱۸۱۶ء میں وہ مشہور و معروف سنگ مرمر کی سلیں جو ایتھنز کے آثار قدیمہ سے تعلق رکھتی ہیں قومی سرمائے سے خریدی اور عجائب خانے میں لاکر رکھی گئیں۔ اس طور پر عہد قدیم کی صنعت کے نمونے سب سے پہلی مرتبہ انگریزوں کے دیکھنے میں آئے۔ نقاشی کے فن میں جارج ثالث کا عہد سر جوشوا رنیالڈس اور گینس برو جیسے بلند پایہ استادوں کے نام پیش کرسکتا ہے۔ سنگ تراشی میں چنٹری اور فلیکس مین کو درجۂ امتیاز حاصل ہے اور کوزہ گری میں جوسایا ویجوڈ کا نام مشہور ہے اس کے بنائے ہوئے برتن اس کے نام کی مناسبت سے ظروف ویجوڈ کہلاتے ہیں۔ ان ظروف کا نقشہ فلیکس مین تیار کردیا کرتا تھا غرض جب جارج ثالث کا انتقال ہوا تو برطانیہ کے تمدنی اور دماغی ارتقا کا مستقبل ہر اعتبار سے حوصلہ افزا تھا۔ کمی اگر تھی تو صرف دو باتوں کی ایک یہ کہ پارلیمنٹ کی اندرونی حالت درست کی جائے دوسرے یہ کہ قوانین تجارت کی اصلاح ہوجائے۔

فنون لطیفہ۔

———❖———

پچیسواں باب
زمانۂ حال کی تاریخ
جارج رابع سنہ ۱۸۲۰ء لغایت سنہ ۱۸۳۰ء
ولیم رابع سنہ ۱۸۳۰ء لغایت سنہ ۱۸۳۷ء

جارج رابع جو اب مسند حکومت پر بیٹھا اتنی مدت تک نائب سلطنت رہ چکا تھا کہ اُس کی تخت نشینی نظام حکومت میں کسی خاص تغیر کا باعث نہ ہونے پائی۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو سب سے پہلے اُس کی ملکۂ کیرولائن کی طلاق کے مسئلے پر بحث ہوئی۔ بدنصیب کیرولائن جس کے تعلقات خاوند سے بگڑے ہوئے تھے گزشتہ چھ سال سے پردیس میں زندگی کے دن کاٹ رہی تھی اُس کے ہواخواہوں نے اُسے بہتیرا سمجھایا لیکن اُس نے ایک نہ مانی اور بادشاہ بیگم ہونے کی حیثیت سے اپنے حقوق تسلیم کرانے کے لئے انگلستان چلی آئی۔

ملکۂ کیرولائن کا مقدمہ سنہ ۱۸۲۰ء۔

وزرائے سلطنت کا بادشاہ سے وعدہ تھا کہ کیرولائن اگر آئے گی تو پارلیمنٹ میں طلاق کا مسودۂ قانون پیش کر دیا جائے گا اس وعدے کا ایفا اب عمل میں آیا اور ملکہ پر مقدمہ قائم کیا گیا۔ ملکہ کی طرف سے مشہور و معروف مقنن بروہیم پیروکار تھا۔ مقدمہ عرصے تک چلتا رہا اور بالآخر مسودۂ قانون مسترد ہو گیا۔ لیکن بادشاہ برابر اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اول تو اس نے ممانعت کر دی کہ کلیسا کے خطبے میں ملکۂ کیرولائن کا نام شامل نہ کیا جائے۔ اور جب رسم تاجپوشی کے موقع پر وہ خانقاہ ویسٹ منسٹر میں داخل ہونے لگی تو کھڑے کھڑے نکلوا دی گئی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد اس بیچاری کا انتقال ہو گیا اور اہل انگلستان جو اس کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ شاہ جارج رابع کو پہلے سے بھی زیادہ برا سمجھنے لگے۔ لیکن جارج رابع اور اُس کے بھائی ولیم رابع کو جو اُس کے بعد تخت پر بیٹھا رعایا کی بددلی

کی مطلق پروا نہ تھی اس لئے کہ دونوں بھائی سلطنت کے نظم و نسق میں کچھ زیادہ دخل نہ دیتے تھے۔ جنگ واٹرلو کے بعد بجز ایک بحری لڑائی کے جو ۱۸۲۷ء میں بمقام نیویرینو یونانیوں کی حمایت میں ٹرکی اور مصر کے خلاف ہوئی یا چند مقامی مہمات کے جو ہندوستان اور افریقہ میں پیش آئیں برطانیہ کو تقریباً چالیس سال تک امن و امان کا زمانہ نصیب ہوا۔ اس دور کی ابتدائی سات منزلوں میں بہت سی پریشانیاں اور بدگمانیاں راعی اور رعایا کے لئے قدم قدم پر سنگ راہ بنتی رہیں۔ واقعۂ انقلاب فرانس نے تاجداران یورپ کو اپنی اپنی رعایا کی طرف سے بہت کچھ خائف و ہراساں کر دیا تھا۔ اور انھیں ہر وقت یہی کھٹکا لگا رہتا تھا کہ مبادا اُن کی رعایا آزادانہ طرز حکومت کے قیام پر انھیں مجبور کر دے اور اُن کی خودمختاری کا خاتمہ ہو جائے۔

امن و سکون کا زمانہ

انھیں خطرات کو پیش نظر رکھ کر شہنشاہان روس آسٹریا اور شاہان پروشیا فرانس و ہسپانیہ نے ۱۸۱۵ء میں باہمی طور پر ایک معاہدہ کیا جو "اتحاد مقدس" کے نام سے موسوم ہے۔ اس عہد نامہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی فرمانروا کی مملکت میں رعایا علم بغاوت بلند کرے تو اُس کے دوسرے حلیف باغیوں کی سرکوبی میں اُس کے ممد و معاون ہوں۔ چنانچہ جب اہل ہسپانیہ نے حکومت سے سرتابی کی تو ایک فرانسیسی فوج نے آکر اُس مفسدے کو فرو کیا۔ علیٰ ہذا القیاس اطالویوں کی ایک جمہوری شورش کو آسٹریا کی فوجی قوت نے باہر سے آکر دبایا۔ برطانیہ اگرچہ اس اتحاد مقدس میں شریک نہ تھا لیکن سب جانتے تھے کہ وزیر خارجہ لارڈ کیسل ری اس "مقدس" معاہدے میں شریک ہونے کا دل سے آرزومند ہے۔ اس کے علاوہ "قوانین ششگانہ" نے جو ۱۸۱۹ء میں جاری کیے گئے لوگوں کے دلوں میں یہ خدشہ پیدا کر دیا کہ انگریزی حکومت بھی جبر و استبداد کا شیوہ اختیار کرے گی۔ جارج رابع کو تخت پر بیٹھے ایک مہینہ گزرا تھا کہ ایک شخص تھسلوڈ نامی کی سرگروگی میں پچیس آدمیوں نے مل کر ایک ضیافت کے جلسے کی تقریب پر جو لارڈ ہیروبی کے مکان میں ہونیوالا تھا۔

اتحاد مقدس ۱۸۱۵ء

سازش کوچۂ کیٹو ۲۳ فروری ۱۸۲۰ء

تمام وزرائے سلطنت کو قتل کر ڈالنے کا منصوبہ باندھا۔ مگر کسی نہ کسی طرح اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور سازشی ایک اصطبل میں گرفتار کر لئے گئے۔ ان میں سے چار کو سزائے موت دی گئی۔ پانچ عمر بھر کے لئے جلاوطن کئے گئے اور اس طور پر یہ معاملہ دب دبا گیا۔ لیکن اُس سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ قوم میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور اس ہمہ گیر خلفشار کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ جب ۱۸۲۲ء میں لارڈ کیسل ری کو عارضۂ جنون لاحق ہو گیا اور وائنا کی ایک بین الاقوامی مجلس میں شرکت کی غرض سے گھر سے قدم باہر رکھتے ہی اس نے خودکشی کر لی تو عوام الناس اُس کی ناگہانی موت پر خوش ہوئے لوگوں کی رائے اس بارے میں کچھ بہت زیادہ غلط نہ تھی۔ کیسل ری کی راست بازی اور نیک نیتی میں کلام نہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جو ارکان سلطنت رعایا کو دبائے رکھنا چاہتے تھے وہ ان سب میں پیش پیش تھا۔ اور لوگوں کی بد دلی کے اسباب دریافت کرنے کی تکلیف گوارا نہ کرتا تھا۔ اُس کے انتقال کے ساتھ ہی ایک جدید حکمت عملی کا دور شروع ہوا جو برطانیہ کے لئے خوش حالی کا باعث ہوئی

کیسل ری کی خودکشی
۱۲؍ اگست ۱۸۲۲ء

لارڈ لورپول ۱۸۱۲ء سے وزارت عظمیٰ کے منصب پر مامور تھا۔ لیکن مجلس وزارت میں متعدد تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ اب ۱۸۲۲ء میں رابرٹ پیل جو ایک پنبہ باف کا بیٹا تھا ناظر داخلہ مقرر ہوا کیننگ نے جسکی حکمت عملی ہسپانیہ میں نپولین کی ہزیمت کا باعث ہوئی تھی نظارت خارجہ کا جائزہ لیا اور اگلے برس ولیم ہسکسن جسے پہلے بھی سلطنت کی چھوٹی چھوٹی خدمتیں تفویض ہو چکی تھیں۔ مجلس تجارت کا صدر نشین مقرر کیا گیا۔ یہ تینوں شخص جاگیر دار نہ تھے بلکہ انگلستان کے زبردست طبقہ متوسط سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اسی لئے اُن کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ملک کو کن کن اصلاحات کی ضرورت ہے۔

کیننگ پیل اور ہسکسن

کیننگ کی خارجہ حکمت عملی

کیننگ پٹ کا شاگرد تھا۔ اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ برطانیہ کے تعلقات دوسرے ممالک کے ساتھ صلح و آشتی پر مبنی ہوں اور

ہر قوم آزاد ہو کہ اپنے ملک کے لئے جو طریق حکومت چاہے مقرر کرے۔
چنانچہ اتحاد مقدس میں حصہ لینے سے اُس نے صاف انکار کر دیا۔ اور اگرچہ
اُسے یونانیوں کے ساتھ جو ترکی سیادت کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے
کے لئے ہاتھ پیر مار رہے تھے دلی ہمدردی تھی۔ اور جنوبی امریکہ کی نوآبادیہائے
میکسیکو۔ پیرو۔ وچلی کی اُس جد وجہد کو بھی جو یہ ملک ہسپانیہ کے مقابلے میں
حصول آزادی کے لئے عمل میں لا رہے تھے وہ ہمدردانہ نظروں سے دیکھتا تھا
تاہم کسی ملک کی حکومت اور اُس کی رعایا کے باہمی جھگڑوں میں پڑنا اُس کے
اُصول کے خلاف تھا۔ البتہ جب جنوبی امریکہ والے اپنی کوششوں سے آزاد
ہو گئے تو اُس نے اُن کی آزادی تسلیم کر لی۔ اور ان ملکوں میں برطانوی
قونصل بھیجکر اس بات کا اعلان کر دیا کہ انگلستان اس بات کا روادار نہ ہوگا
کہ کوئی غیر قوم ہسپانیہ کو ان ملکوں کے دوبارہ فتح کر لینے میں مدد دے۔ چند سال
بعد ۱۸۲۶ء میں جب ایک فرانسیسی فوج نے ہسپانیہ کے ساتھ مل کر پرتگال پر
چڑھ دوڑنے کی دھمکی دی اور پرتگیزوں نے کیننگ سے مدد کی التجا کی تو اس نے
فوراً انگریزی فوجیں روانہ کر دیں جسکا اثر یہ ہوا کہ جنگ ہوتے ہوتے رک گئی۔
عدل وانصاف کے اسی جذبے نے جو اُسے ممالک غیر میں کمزور قوموں کی حمایت
پر برانگیختہ کرتا تھا اس کوشش پر بھی اُسے آمادہ کیا کہ انگلستان کی رومن کیتھولک
آبادی کو اُس کے حقوق عطا کئے جائیں اور امریکہ میں غلاموں کی مصیبت پر
توجہ کی جائے۔ یہ کوشش اگرچہ ناکام ثابت ہوئی لیکن کیننگ کی نیک نیتی
میں کلام نہیں۔

ضابطۂ فوجداری کی اصلاح ۱۸۰۸ء لغایت ۱۸۲۴ء

ادھر پیل نے ناظر داخلہ ہونے کی حیثیت سے برطانیہ کے قانون فوجداری
کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ یہ قانون نہایت ہی سخت تھا۔
اس کی سختی کا اندازہ اس واقعے سے کیا جاسکتا ہے کہ دوسو
مختلف جرائم کے لئے جن میں سے اکثر بہت ہی خفیف تھے
سزائے موت مقرر تھی جعل یا قتل عمد کا مجرم تو خیر قابل دار تھا ہی لیکن کسی بزاز
کی دکان سے کپڑے کا ایک ٹکڑا چرا لینے یا کسی کے تالاب سے ایک آدھ مچھلی

پکڑ لینے کی علت میں بھی ہر عورت یا مرد سولی پر لٹکایا جاسکتا تھا۔ غرض موت کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا۔ جلاد کو دم لینے کی فرصت نہ تھی بیس بیس پچیس پچیس آدمی ایک ساتھ ایک قطار میں پھانسی پر چڑھے ہوئے نظر آتے تھے۔ اسی کیساتھ اکثر ملزم سزا پائے بغیر ہی چھوٹ جاتے تھے۔ اس لئے کہ اہل جوری یعنی عدالتی پنچایتوں کے ارکان اس خیال سے کہ ایک خفیف سے جرم کی پاداش میں ملزم کو سزائے موت بھگتنی پڑیگی اکثر صورتوں میں اُسے مجرم ہی نہ قرار دیتے تھے۔ اول اول سر سیمویل رامِلی کو ۱۸۱۰ء میں ان ظالمانہ قوانین کی ترمیم کا خیال پیدا ہوا چنانچہ جیب کترنے کی علت میں سزائے موت کا دیا جانا اس کی توجہ سے موقوف ہوگیا۔ اس کے انتقال کے بعد یہ کام سر جیمس میکنٹاش نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ آخر ۱۸۲۳ء میں پیل نے ایک سو سے زائد خفیف جرائم کو ان جرائم کی فہرست سے خارج کر دیا جن کے لئے موت کی انتہائی سزا مقرر تھی اور رفتہ رفتہ قانون زیادہ نرم ہوتا گیا۔

لیکن اہل انگلستان کے حق میں شاید سب سے زیادہ مفید اصلاح جو ہسکسن کی کوششوں سے عمل میں آئی ان قوانین کی ترمیم تھی جن کی وجہ سے ملکی تجارت کو بہت کچھ نقصان پہنچ رہا تھا۔ کرامول کے قانون جہازرانی (دیکھو صفحہ ۲۹۹) کی رو سے جو ابھی تک جاری تھا مال تجارت کو لانے لیجانیکے جملہ حقوق انگریزی جہازوں کو حاصل تھے اور جو مال ممالک غیر کے جہازوں میں لد کر آتا تھا اس پر بڑا بھاری محصول وصول کیا جاتا تھا یہ ترکیب کچھ دن تو خوب چلی لیکن آخر دوسرے ملکوں نے بھی بدلہ لیا یعنی تمام اُس مال تجارت پر جو انگریزی جہازوں میں بار ہو کر وہاں پہنچا بھاری محصول لگا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کی تجارتی ترقی ایک بڑی حد تک رک گئی ۱۸۲۳ء میں ہسکسن

قانون محصول بحری علی سبیل معاوضہ ۱۸۲۳ء۔

نے ایک نیا قانون جاری کیا جس کی رو سے قرار پایا کہ غیر قوموں کے جو جہاز انگریزی بندرگاہوں میں داخل ہوں ان کو وہی حقوق دیئے جائیں جو انگریزی جہازوں کو حاصل ہیں بشرطیکہ غیر ممالک کی بندرگاہوں میں انگریزی جہازوں

کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہو۔ ریشم اور اون کے محصول میں بھی اُس نے تخفیف کردی تاکہ اس پیداوار کے فراہم کرنیوالوں اور کارخانہ داروں کو یکساں آسانیاں حاصل ہوں۔ اس کے علاوہ اُس نے وہ قوانین بھی منسوخ کرا دیئے جنکی رو سے مجسٹریٹوں کو مزدوروں کی شرح اجرت کے مقرر کرنے کا اختیار حاصل تھا اور مزدوروں کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ محنت مزدوری کے لیئے ملک کے مختلف حصوں میں سفر کرسکیں ہیسکسن کو ان تدابیر کے اختیار کرنیمیں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں اس لیئے کہ تاجر کارخانہ دار اون بیچنے والے اور مزدور سب کے سب اس بات کے شاکی تھے کہ فائدہ دوسروں کو ہوا اور گھاٹے میں ہم رہے۔

اصلاح قوانین تجارت ۱۸۲۴ء۔

لیکن بالآخر یہ شکایتیں خود بخود جاتی رہیں۔ تاجروں کو پہلے کی بہ نسبت دوگنا فائدہ ہونے لگا۔ مزدوروں کی شرح اجرت بمقابلہ سابق بڑھ گئی اور عوام کو مال واجبی قیمت پر ملنے لگا۔

جنگ کے بعد جب دنیا میں امن قائم ہوا تو انگلستان کی تجارت تمام ممالک خصوصاً جنوبی امریکہ کی نو آزاد شدہ آبادی ہائے برازیل ومیکسیکو کے ساتھ دفعتہً رو بہ ترقی ہوگئی اور جو مفید نتائج ہسکسن کی اصلاحات سے مترتب ہوے تھے اس فوری بیشی سے نقصان اٹھائے بغیر نہ رہے۔ حسب معمول ہر شخص اس زریں موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا مشترکہ سرمائے کی

تجارتی منصوبہ بازیاں ۱۸۲۴ء۔

کمپنیاں جابجا قائم ہوگئیں اور طرح طرح کی سادہ لوحانہ تجاویز پر روپیہ پانی کی طرح بہا دیا گیا۔ مثلاً ایک کمپنی گوالنوں کی اس غرض سے بنائی گئی کہ بیونس ایریس کے جنگلی ڈھوروں کا دودھ دوہ کر مکھن بنایا جائے۔ یہ مکھن جب تیار ہو کر بازار میں آیا تو کسی نے بھی نہ خریدا۔ قصہ مختصر یہ کہ جو جنون بحر جنوبی والی کمپنی کے قیام کے وقت لوگوں کے سر پر سوار تھا اسی کا پھر دورہ پڑا ایک سال تک اس کا عمل رہا۔ پھر ردّ عمل شروع ہوا۔ ساٹھ ستر بینک چھ ہفتے کے اندر اندر دیوالہ نکال گئے۔ لوگوں میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی۔ اور یہ طوفان کہیں اسوقت جاکر فرو ہوا۔ جب حکومت نے دار الضرب میں نئے طلائی ساورن ڈیڑھ لاکھ یومیہ کے حساب سے مسکوک

اکراکر بینک انگلستان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تاجروں کو اُن کے مال کی کفالت پر روپیہ قرض دے دیا جائے۔ انگلستان کے متوسطین اور ادنیٰ درجے والے اس گڑبڑ سے بہت پریشاں حال ہوے۔ غربا کی نوبت پھر فاقہ کشی تک پہنچ گئی۔ جابجا بلوے ہونے لگے۔ بلوائیوں نے کارخانوں کی کلیں توڑ پھوڑ ڈالیں اور روٹی کا مطالبہ اس بلند آہنگی سے کیا کہ آخر حکومت کو بدرجۂ مجبوری قانون کی مقررہ شرح سے کم نرخ پر غیر ملکی اناج منگانا پڑا۔ اناج کے جو ذخیرے گودیوں میں اس طور پر آکر جمع ہوئے ان کی مقدار اگرچہ کافی نہ تھی پھر بھی اس کی وجہ سے جو تھوڑا بہت افاقہ ہوا اس نے لوگوں کو بتادیا کہ غیر ملکی اناج کی بندش محض اس غرض سے کہ کاشتکاروں اور زمینداروں کو فائدہ ہو عام لوگوں کے حق میں بڑے ظلم کی بات ہے۔ غرض ۱۸۲۸ء میں جب ہسکسن نوآبادیوں کا وزیر تھا ایک نیا قانون جاری کیا گیا۔ جس کی رو سے قرار پایا کہ جب غلّے کا بھاؤ چڑھ جائے تو محصول گھٹ جائے اور جب بھاؤ اتر جائے تو محصول بڑھ جائے۔ تاکہ خریداروں کو تکلیف نہ ہو۔ محصول کی یہ گھٹتی بڑھتی شرح "اتار چڑھاؤ" کے اصطلاحی نام سے موسوم ہوئی جس نے آزادیٔ تجارت غلّہ کی بنا ڈالی جو کہیں اسّی سال کے بعد انگلستان کو پوری طرح سے حاصل ہونیوالی تھی۔

خوراک کی قلت ۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۶ء

محصول غلہ کا اتار چڑھاؤ ۱۸۲۸ء۔

جو سختیاں اہل انگلستان کو اس زمانے میں برداشت کرنی پڑیں اُن سے ایک اور نہایت اہم نتیجہ نکلا۔ یعنی مزدوری کی کمیابی اور خوراک کی قلت نے حکومت کو خیال دلایا کہ لوگ نوآبادیوں میں بسائے جائیں۔ انیسویں صدی کے شروع ہی سے مفلس و نادار لوگوں کو وقتاً فوقتاً روپیہ دیا جاتا رہا تھا کہ نقل وطن کرکے کناڈا میں جا آباد ہوں اور ۱۸۱۲ء میں پانچہزار زن و مرد کیپ کالونی میں بھیج دیئے گئے تھے۔ اب چونکہ انگلستان کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ مزدوری پیشہ لوگ چاہتے تھے کہ انھیں کام ملے مگر نہ ملتا تھا اس لیئے نوآبادیوں کی وزارت نے مسئلۂ نقل وطن پر توجہ صرف کرنی شروع کی اور ایک خاص سررشتہ

نقل وطن ۱۸۲۶ء

نقشہ نمبر ۸

آسٹریلیشیا

نوآبادیوں کے سلسلہ قیام کے لحاظ سے نقشہ رنگین کیا گیا ہے لہٰذا جن جن حصوں کا رنگ بہت زیادہ گہرا ہے وہ سب سے پہلے آباد ہوئے سمجھنا چاہیے۔

خط استوائی

مغربی آسٹریلیا

برتھ

البنی

جنوبی آسٹریلیا

بندرگاہ ڈارون

کوئینز لینڈ

برسبین

نیو ساؤتھ ویلز

سڈنی

وکٹوریہ

میلبورن

تسمانیہ

ہوبرٹ

نیو گنی

نیو کیلیڈونیا

جزائر فجی

جزائر نارفک

نیوزی لینڈ

جزیرہ شمالی

جزیرہ جنوبی

آک لینڈ

ولنگٹن

نلسن

بحرالکاہل

اسی غرض سے قائم کیا گیا۔ اول اول اس صیغے میں بہت کم کام ہوا۔ مگر جب ایک مجلس تحقیقات کے لیئے مقرر ہوئی اور اس نے پارلیمنٹ میں اپنی رپورٹ پیش کی تو بہت سے لوگ اپنے خرچ پر نوآبادیوں میں جابسنے کے لیئے آمادہ ہو گئے ۱۸۲۶ء میں تیرہ ہزار اشخاص گھربار چھوڑ کر کناڈا کیپ کالونی اور آسٹریلیا میں آباد ہو گئے۔ اور اس کے بعد حالت یہ ہوئی کہ جس سال وطن میں تنگی معاش کے آثار ظاہر ہوئے اسی سال نقل وطن کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اس طور پر سمندر پار ایک ایسا برطانیہ آباد ہونے لگا جس کی عظمت برطانیۂ عظمیٰ پر بھی فوق لے گئی۔

نوآبادیہائے آسٹریلیا کا قیام ۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۳۶ء

آسٹریلیا میں نیو ساؤتھ ویلز کی نوآبادی ابھی سے بڑی بارونق ہو چکی تھی اس نوآبادی کے قیام کے واقعات یہ ہیں کہ ۱۸۰۳ء میں لفٹننٹ مکارتھر نے مرینو نسل کی کچھ بھیڑیں کیپ کالونی میں خرید کر نیو ساؤتھ ویلز کے وسیع و کشادہ قطعات میں جا ڈیرا جمایا۔ ۱۸۱۰ء میں کرنیل مکویری قیدیوں کی بستی کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ اُس نے سوچا کہ اس علاقے میں حکومت کرنیکا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ جن قیدیوں کا چال چلن اچھا ثابت ہو انھیں آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسے قیدیوں کو اُس نے مضافات شہر سڈنی میں سڑکیں بنانے اور قرب و جوار کے علاقے کی آبادی کے کام پر لگا دیا۔ ۱۸۲۲ء میں جب وہ انگلستان واپس گیا اور اُس کی جگہ سر ٹامس برسبین مقرر ہوا تو بہت سے آزاد تارکان وطن اُس نوآبادی کو اپنا گھر بنا چکے تھے اس کے بعد ۱۸۲۶ء کا بُرا وقت آیا اور ہزارہا اشخاص وطن چھوڑ کر یہاں چلے آئے۔ نیو ساؤتھ ویلز کے شمال کی جانب جو شاداب مرغزار پھیلے ہوئے ہیں ان میں برسبین کے قیدیوں کی بستی کے گرداگرد اول اول اسی سال نئی آبادیاں قائم کی گئیں اور اس طور پر وہ نوآبادی وجود میں آئی جو ۱۸۵۹ء میں نیو ساؤتھ ویلز سے جدا ہو کر کوئینس لینڈ کہلائی۔ کچھ مدت کے بعد مشرقی آسٹریلیا ایسا خوشحال ہو گیا کہ لوگوں نے صاف کہدیا کہ آیندہ یہاں قیدی نہ لائے جائیں چنانچہ اب وہ مشرقی آسٹریلیا کے بجائے مغربی آسٹریلیا

میں بھیجے جانے لگے جو ۱۸۲۹ء میں آباد کیا گیا تھا۔ مگر بدانتظامی کی وجہ سے رونق پذیر نہ ہوا تھا جارج رابع کے عہد میں یہی آسٹریلیائی نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ البتہ آزاد آبادکار جزیرۂ وان ڈیمنس لینڈ میں جہاں قیدی لاکر رکھے جاتے تھے آ آکر آباد ہونے لگے۔ یہ جزیرہ اب ٹسمانیا کہلاتا ہے۔ آگے چلکر ولیم رابع کے عہد کے خاتمہ کے قریب ایک نئی آبادی جنوبی آسٹریلیا کے نام سے قائم ہونی شروع ہوئی اور اس کا پایۂ تخت ولیم رابع کی ملکہ کے نام پر ایڈیلیڈ رکھا گیا۔ اس کے بعد ۱۸۳۵ء میں کچھ لوگ پورٹ فلپ کے ساحل پر آباد ہو گئے اور انھوں نے اپنے پہلے شہر کا نام اس زمانے کے وزیر اعظم کے نام کی مناسبت سے ملبورن تجویز کیا ۱۸۵۱ء میں یہ نوآبادی نیوساؤتھ ویلز سے جدا ہو کر ملکۂ معظمہ کے نام پر وکٹوریا کہلائی۔ ۱۸۲۶ء کے پر آشوب سال میں آسٹریلیا کی ان نوآبادیوں کا جو سب سے اول قائم ہوئیں ابھی ابتدائی دور تھا لیکن اس سال کی اقتصادی سختیوں نے بہت سے لوگوں کو قسمت آزمانے کے لیئے نئی سرزمینوں میں بھیج دیا جہاں محنت کا بہتر معاوضہ ملتا تھا۔

۱۸۲۷ء میں لارڈ لورپول جو پندرہ سال سے وزارت عظمیٰ کے منصب پر مامور چلا آتا تھا رعشے میں مبتلا ہو کر مستعفی ہو گیا۔ وہ کوئی غیر معمولی دل و دماغ رکھنے والا مدبر نہ تھا لیکن قابل اور دوراندیش ضرور تھا۔ اس کے جانشین کیننگ کی ذات سے لوگوں کو بڑی بڑی اُمیدیں تھیں لیکن وہ بھی بیمار ہو کر ۸ اگست ۱۸۲۷ء کو انتقال کر گیا۔

کیننگ کی وفات ۱۸۲۷ء

اور لارڈ گاڈرچ کی وزارت کے بعد جو بیچ میں تھوڑے دن رہی، قلمدان وزارت امیر کبیر ولنگٹن کے قبضے میں آیا۔ اگر یہ انتظام چند سال قبل ہوا ہوتا تو ملک کے لیئے بہت بڑی خرابی کا باعث تھا اس لیئے کہ ولنگٹن سپاہیانہ قابلیت رکھتا تھا مگر مدبّر نہ تھا۔ اس کے بس کی بات ہوتی تو وہ پارلیمنٹ پر بھی فوج کی طرح حکومت کرتا لیکن کیننگ اگرچہ گزر چکا تھا پھر بھی آزادی اور انصاف کی وہ روح جو کسی کے دبائے نہ دبتی تھی اُس کی یادگار باقی تھی۔ چنانچہ ولنگٹن کے عہد وزارت

ولنگٹن کی وزارت ۱۸۲۷ء لغایت ۱۸۳۰ء

میں دو اہم تجاویز خود ولنگٹن کی مرضی کے خلاف منظور ہوگئیں۔ اول تو ۱۸۲۸ء میں سر جان رسل کی تحریک پر ۱۶۶۱ء اور ۱۶۷۳ء کے وہ سخت قوانین منسوخ کردیے گئے جن کے بموجب کلیسائے انگلستان کے عقائد سے اختلاف رکھنے والوں کو ہرسال خاص قانونی منظوری حاصل کیے بغیر کسی سرکاری خدمت پر مامور ہونے کا حق حاصل نہ تھا۔ دوسرا اہم مرحلہ "قانون آزادی جماعت کیتھولک" کا نفاذ تھا۔ ۱۸۱۷ء سے فرقۂ کیتھولک کے پیروؤں کو فوجی اور بحری صیغوں میں داخل ہونے کی اجازت ملنے لگی تھی۔ ہر شخص اچھی طرح جانتا تھا کہ اس جماعت کو پارلیمنٹ میں داخل ہونے سے زیادہ دنوں روکنا خارج از امکان ہے۔ دارالعوام میں دو قانون منظور ہو بھی گئے۔ کہ کیتھولکوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن جب یہ مسودے دارالامرا میں پیش ہوئے تو مسترد کردیے گئے۔ کیتھولک فرقہ کی ایک تعداد کثیر آئرش نسل سے تھی۔ اور ان لوگوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے ۱۸۲۳ء میں انجمن فرقۂ کیتھولک کے نام سے ایک انجمن بھی آئرلینڈ میں قائم کرلی تھی۔ ڈینیل اوکانل جو ایک ذہین اور فصیح و بلیغ بیرسٹر تھا اس انجمن کا صدر تھا۔ لیکن انجمن اور آرنجی فرقے کے درمیان ایسا سخت جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ کہ ۱۸۲۵ء میں انجمن تین سال کے لیے حکماً بند کردی گئی اور اگرچہ سر فرانسس برڈٹ نے ایک اور مسودۂ قانون کیتھولک فرقے کی تکالیف کے دور کرنے کی غرض سے دارالعوام میں پیش کرکے منظور کرالیا لیکن دارالامرا نے حسب معمول اُسے پھر خارج کردیا اور کوئی بات بننے نہ پائی۔ آخر جب ۱۸۲۷ء میں کیننگ کا انتقال ہوا تو اہل آئرلینڈ جنھیں معلوم تھا کہ ولنگٹن اور پیل دونوں کے دونوں کیتھولک فرقے کی آزادی کے مخالف ہیں، بہت گھبرائے ماہ جون ۱۸۲۸ء میں بہت سے لوگوں کی کثرت رائے سے اوکانل حلقۂ کلیر کا معبوث منتخب ہوا۔ کیتھولک ہونے کی وجہ سے پارلیمنٹ کے اجلاس میں اُس کی شرکت اگرچہ ممنوع تھی لیکن حکومت انگلستان اس بات کو بخوبی جانتی تھی کہ اُوکانل اسیطرح بار بار منتخب ہوسکے گا اور اس کے علاوہ وہ اپنے ہموطنوں کو آمادہ کریگا کہ آئرلینڈ

انجمن فرقۂ کیتھولک ۱۸۲۳ء۔

اوکانل کا انتخاب ۱۸۲۸ء۔

کے دوسرے حصوں میں بھی انھی کا انتخاب کریں جو مذہباً کیتھولک ہوں۔

اب اس مسئلہ کا زیادہ دنوں کھٹائی میں پڑا رہنا مشکل تھا۔ پارلیمنٹ میں کئی مہینے اُس پر بحث ہوتی رہی۔ اور آخر جب ۵ مارچ ۱۸۲۹ء کو دارالعوام میں مسودۂ قانون آزادی فرقۂ کیتھولک پھر منظور ہوا تو دارالامرا نے بھی مخالفت چھوڑ دی۔ اس قانون کے اجرا سے وہ سختیاں اٹھ گئیں جو فرقۂ کیتھولک مدت دراز سے سہتا چلا آتا تھا۔ اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سختیوں کی بڑی وجہ جیمز ثانی کی یہ کوشش تھی کہ انگلستان کو جبراً رومن کیتھولک بنا دیا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومن کیتھولک عقیدہ کے لوگوں کو انگریزوں کی قوم عداوت کی نظر سے دیکھنے لگی۔

قانون آزادی فرقۂ کیتھولک ۱۸۲۹ء۔

چند سال بعد ۱۸۳۳ء میں ایک اور قانون کا نفاذ عمل میں آیا جس کی رو سے فرقۂ کویکر اور دوسری جماعتیں جن کے نزدیک حلف اُٹھانا معیوب تھا اس قابل ہوگئیں کہ صرف اقرار پر اکتفا کریں لیکن پوری اصلاح کہیں ۱۸۵۸ء میں جاکر ہوئی یعنی حلف میں اس حد تک ترمیم کردی گئی کہ یہودی بھی پارلیمنٹ کی رکنیت کے قابل ہو گئے۔

قانون آزادی فرقۂ کیتھولک کے نافذ ہوتے ہی اوکانل حلقۂ کلیر کیطرف سے مکرر منتخب ہوکر پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوا لیکن اپنی قوم کی آزادی کے بارے میں اُس کا منتہائے نظر زیادہ وسیع تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ برطانیہ اور آئرلینڈ کا سیاسی اتحاد بھی قانوناً منسوخ کرایا جاسکتا ہے چنانچہ اسی غرض سے اُس نے ایک بے سود جدوجہد شروع کی جس سے اُس کی زندگی کے آخری دن تلخ کردیئے۔ ۱۵ مئی ۱۸۴۷ء کو اُس نے وفات پائی۔ مگر اس کی شہرت باقی ہے وہ اپنے متبعین کو ہمیشہ اسی اصول کی تلقین کرتا رہا کہ قانون کی ترمیم کی کوشش کرنے میں بھی انسان پر لازم ہے کہ قانون کی پابندی کرتا رہے۔

ولیم چہارم

سنہ ۱۸۳۰ء سے سنہ ۱۸۳۷ء تک

اگرچہ جارج چہارم کی موت سنہ ۱۸۳۰ء کے جون میں واقع ہوئی لیکن اُسکے سبب سے اُمورِ سلطنت میں زیادہ تغیر نہیں ہوا بجز اس کے کہ اُس کا بھائی ولیم چہارم اُس کی جگہ نظر آنے لگا" جس کے مزاج میں سادگی اور ظرافت تھی اور فن ملاحی کا دلدادہ تھا، لنڈن کے گلی کوچوں میں بغل میں چھتری دبائے پھرا کرتا اور جب قدیم آشناؤں سے آنکھیں چار ہوتیں تو نہایت تپاک سے مصافحہ کرتا تھا۔ انھی اوصاف کے سبب سے اُس نے قوم کے دل میں جگہ پیدا کر لی تھی۔

ولیم چہارم کے خصائل

ملک کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے نازک وقت میں ایسا ہر دلعزیز بادشاہ ہوا کیونکہ اُن دنوں فرانس میں وہاں کے بادشاہ چارلس دہم کے خلاف ایک جدید انقلاب شروع ہو گیا تھا۔ اور فرانسیسی اس بادشاہ کی خود مختاری مٹانی چاہتے تھے بالآخر چارلس سلطنت سے دست بردار ہو کر انگلستان میں پناہ گزین ہوا۔ اور ولیم نے اُس کو قصر ہولی روڈ میں ٹھیرا کر اپنی ہمدردی و مہمان نوازی کا ثبوت دیا۔ اہل فرانس نے چارلس کے بعد اُس کے چچا کے فرزند لوئی فلپ کو جو اورلینس کا ڈیوک تھا اپنا سپہ سالار مقرر کیا پھر شاہی بھی اُسی کو دی۔ اسی اثنا میں بلجیم اور ہالینڈ میں لڑائی چھڑ گئی جسکی وجہ سے اس واقعہ کے دو سال بعد بلجیم والوں نے سیکس کوبرگ کے شہزادہ لیوپولڈ کو جو شہزادی شارلیٹ کا شوہر تھا بادشاہی کیلئے منتخب کر لیا۔

فرانس کا دوسرا انقلاب سنہ ۱۸۳۰ء۔

دوسری قوموں کی ہل چل کا آخر کار برطانیوں پر اثر پڑا۔ یہاں پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق پھر چیخ پکار شروع ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اہل برطانیہ کی خواہشیں سچی اور قابل لحاظ تھیں برمنگھم مینچسٹر اور لیڈز جیسے بڑے شہروں کی پارلیمنٹ میں مطلقاً نیابت نہیں ہوتی تھی اگرچہ ان شہروں کی آبادی میں روزافزوں ترقی ہو رہی تھی لیکن پارلیمنٹ میں وہاں والوں کیطرف سے نہ تو کوئی گفتگو کرنیوالا تھا اور نہ ایسا شخص جو اُس کو توجہ دلاتا کہ وہاں کے باشندوں کو کن قوانین

کی ضرورت ہے۔ اس کے برعکس سبزہ زاروں اور جنگلوں کے مالکوں کو جن کے علاقوں میں معدودے چند گاؤں کہیں کہیں واقع ہوئے تھے نوس چھوٹے چھوٹے شہروں پر اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ یہ لوگ ان دیہات کی طرف سے جس شخص کو چاہتے نائب مقرر کر کے پارلیمنٹ میں روانہ کر سکتے تھے ان خرابیوں کے باوجود ویلنگٹن اپنے خیال پر اڑا ہوا تھا۔ اصلاح کی ضرورت پر اُسے کوئی قائل نہیں کر سکتا تھا۔ اب بھی وہ مسودۂ اصلاح کے خلاف ہی میں تقریر کرتا تھا اس لئے قوم اُس سے بے انتہا بدظن ہو گئی اور تنفر

ویلنگٹن کا مستعفی ہونا۔ ۱۶۔ نومبر ۱۸۳۰ء۔

کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک مرتبہ بادشاہ لندن آتا اور ویلنگٹن کو ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن راستے میں کسی زبردست بدرقہ کے بغیر ڈیوک کی حفاظت جان نہیں ہو سکتی تھی اس لئے بادشاہ کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا۔ لیکن جب بادشاہوں کے بدلنے پر انتخاب عمل میں آکر جدید پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا تو ملک نے کثرت سے اُس میں حامیان اصلاح کو روانہ کیا اور چونکہ خود ولیم چہارم ان مصلحین کا علانیہ طرفدار ہو گیا تھا اس لئے ویلنگٹن کو مستعفی ہونا پڑا۔ اُس کا حکومت سے دست بردار ہونا تھا کہ قوم پھر اُس کی قدردان بن گئی وہ اپنے "اولوالعزم ڈیوک" کی یادگار زمانہ فتوحات کو کبھی بھلا نہیں سکتی تھی اور اگرچہ انگریزوں کے دلوں پر ویلنگٹن کی جرات و پامردی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن اُس کے اصول سیاست سے اُنھیں اختلاف تھا۔ اس کے بعد بھی وہ اور بائیس سال یعنے ۱۸۵۲ء تک زندہ رہا اور اُس کی ہر دلعزیزی کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر لوگ جنھوں نے اسے واٹرلو کی مہم سر کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اب اُس کے خمیدہ ڈھانچے کو جب وہ باغ (ہائیڈ پارک) میں گھوڑے پر ہوا خوری کی غرض سے نکلتا ٹکٹکی باندھکر دیکھتے تھے اور بہت سے اسکو اسی ہیئت سے پہچانتے تھے اسکی وفات پر کل قوم نے اُس کا ماتم کیا اور جو اعزاز و احترام اُس کے جنازے کا کیا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادر برطانیہ اپنے سپوت بچوں کی کسقدر قدردان ہے۔

۱۸۳۰ء میں جدید حکومت قائم کرنے کی نسبت بادشاہ کا فرمان لارڈ گرے کو پہنچا یہ وہی شخص ہے جو گذشتہ چالیس سال سے پارلیمنٹ کی اصلاح کی ضرورت قوم کے ذہن نشین کر رہا تھا۔

لارڈ گرے کی وزارت ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۴ء تک

موقع پاتے ہی اُس نے اپنے ہم خیال شرکار انتخاب کیئے چونکہ یہ لوگ اصلاح کے سچے حامی تھے اور اس کے لیئے انھوں نے بیحد جاں فشانیاں کی ہیں اسلیئے ابھی تک ہمارے کان اِن ہی خواہان قوم کے ناموں سے آشنا ہیں۔ کون ہے جو لارڈ بروہام، لارڈ میل بورن، لارڈ پالمرسٹن، لارڈ جان رسل، آنریبل مسٹر اسٹنلی جو من بعد لارڈ ڈاربی ہوا اور لارڈ لینسڈون کے اسمائے گرامی سے واقف نہیں۔ ان قومی پیشواؤں کو گذرے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ اسطرح کی وزارت مرتب ہونے پر بھی حکومت مذکور کو کامل ایک سال تک مخالفین اصلاح کا سخت مقابلہ کرنا پڑا چنانچہ لارڈ جان رسل نے پہلا مسودۂ اصلاح یکم مارچ ۱۸۳۱ء کو پیش کیا تھا لیکن اُس کی مخالفت پر اسقدر زور دیا گیا کہ مسودۂ مذکور صرف ایک رائے کی کثرت (یعنے ۳۰۲ بمقابلہ ۳۰۱) سے منظور ہوا۔ اور جب وہی مسودہ بعد ازیں کمیٹی (جہاں مسودے کے ہر جزو اور فقرے اور لفظ لفظ پر بحث ہوتی ہے) کے سپرد کیا گیا تو شکست نصیب ہوئی اس لیئے وزارت مذکور نے بادشاہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کر دینے کا مشورہ دیا تاکہ انتخاب جدید کے ذریعے سے ملک کو اپنی خواہش ظاہر کرنے کا موقع مل سکے۔

قوم کا مقصود تو آشکارا ہی تھا یعنے پارلیمنٹ کی اصلاح امرا، پادری اور افواج بری و بحری اُس کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے لیکن کاریگر، مزدور پیشہ لوگ، اہل صنعت و حرفت، متوسطین کا تعلیم یافتہ طبقہ اور اُن شہروں کے باشندے جنکو اپنے نائب پارلیمنٹ میں روانہ کرنے کی شدید ضرورت تھی اصلاح کے مؤید تھے اُن کے اضطراب و جوش کی حد نہ تھی، انتخاب کے زمانے میں ہر ایک سمت سے یہی آوازیں سنائی دیتی تھیں "مسودہ پورا منظور ہو۔ بجز اُس کے ہم مانیں گے نہیں" اس انتخاب میں اس کثرت سے مصلحین منتخب کیئے گئے کہ جب ۲۔ ستمبر ۱۸۳۱ء کو بیت العوام میں دوسرا مسودۂ اصلاح پیش ہوا ہے تو ۱۰۹ (۳۴۵ بمقابلہ ۲۳۶) آرار کے غلبے سے منظور ہو گیا۔ لیکن جب لارڈ گرے نے اُسی مسودہ کو دارالامرا میں پیش کیا تو وہ نامنظور رہا۔

دارالامراء کی اس حرکت سے تمام قوم برہم ہو گئی، ملک کے ہر حصے میں

حکومت کی تائید میں جلسے منعقد ہونے لگے اور لوگوں نے ناراضی و نفرت کا اظہار شروع کر دیا چنانچہ برمنگھم کے ایک بہت بڑے جلسے میں مقررین نے علی الاعلان کہدیا کہ جب تک امرا اپنی مخالفت سے باز نہ آئیں ہم محصول نہیں ادا کرینگے یہی نہیں بلکہ ڈاربی، ناٹنگھم اور برسٹل میں سخت شورش و فساد برپا ہوا۔ لوگ خائف تھے کہ کہیں کوئی خوفناک انقلاب نہ ہو جائے۔ جب دسمبر میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اُس کے ارکان کے چہرے اُداس نظر آرہے تھے اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد جب ۱۸۔ دسمبر کو تیسرے مسودے کے پیش ہونے کی نوبت آئی تو وہ ۱۶۲ آرار کے غلبے سے منظور ہو گیا لیکن اسپر بھی جب دارالامرا میں مسودہ مذکور کو کمیٹی میں ۳۳۵ آرار کی مخالفت سے شکست ہوئی تو لارڈ گرے نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ امرا کو دھمکی دے کہ اگر مسودہ اصلاح منظور نہ ہو گا تو میں جدید امرا بنا کر مجلس مذکور میں داخل کرونگا جس کے سبب سے تمھاری مخالفت کچھ نہ چلیگی۔ اگرچہ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کرنے سے شروع میں انکار کر دیا تھا لیکن چونکہ ولنگٹن سے وزارت کی ترتیب نہ ہوسکی اسلیئے لارڈ گرے کے ہی ہاتھ میدان رہا۔ جب امرا کو معلوم ہو گیا کہ بادشاہ لارڈ گرے کے مشورے پر عمل کریگا تو انمیں کے ایسے چند ارکان جو اصلاح کی حمایت کو جرم خیال کرتے تھے مسودے کے دوبارہ پیش ہونے کے موقع پر دارالامراء سے غائب ہو گئے اسطرح دارالامرا میں بھی بالآخر مسودۂ مذکور ۸۴ آرا (۱۰۶ کے مقابلے میں ۲۲) کے غلبے سے منظور ہو گیا۔

اس مسودے کی رو سے اٹھاون چھوٹے شہروں کا حق نیابت جہاں سے مشترکاً ۱۱۲ مبعوث روانہ ہوتے تھے یک لخت سلب ہو گیا اور اس قسم کے دوسرے تیس (۳۰) شہروں کے لیئے بجائے ۲ کے فی شہر ایک مبعوث مقرر رہوا۔

اثرات مسودۂ اصلاح۔

اسطرح جو ۱۴۳ جائدادیں خالی ہوئیں انمیں سے اکثر انگلستان کے اضلاع اور بڑے شہروں کو مل گئیں اور باقی جائدادوں کے مالک اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ بن گئے۔ چونکہ قانون مذکور کی بدولت قوم کا کثیر حصہ جو سابق میں محروم تھا اب رائے زنی کے حق سے مستفید ہوا اس لیئے طبقۂ متوسطین کو وضع قوانین پر پہلے سے زیادہ اختیار حاصل ہوا،

اور ۱۸۳۲ء کی جدید پارلیمنٹ میں سابق سے زیادہ انصاف کے ساتھ قوم کی نیابت ہوئی لیکن افسوس ہے کہ اصلاح کی ضرورت کو تسلیم کرنے کے بعد بھی مدتوں اُس کی منظوری دینے میں حکومت تساہل کرتی رہی اور بے ضرورت اُس معاملے کو طول دیا گیا اس طرح لیت و لعل کرنیکا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نے اپنی خواہشوں کے منوانے کے لیے غوغا اور شورش سے کام نکالنا سیکھ لیا اور اُس وقت کے دنگہ فساد کے بُرے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔ اسی اصلاح کی کشمکش کے زمانہ میں کن زرویٹو (قدامت پسند) اور لبرل (حریت پسند) ناموں کا وجود ہوا۔ جو لوگ قدیم روایات و خیالات کی پابندی کرنا چاہتے تھے وہ پہلے نام سے ملقب اور جن لوگوں کو قوم کی خواہشوں کی تکمیل منظور تھی وہ دوسرے نام سے مخاطب ہوئے۔ بہر حال قدیم ٹوری اور وھگ نام بدل کر سیاسی دو بڑے فرقوں کے اس جنگ کے زمانے سے کن زرویٹو اور لبرل نام قرار پا گئے لیکن لفظ ریڈیکل (Radical) (یعنے انتہائی) کا اطلاق اس کے بہت پہلے ۱۸۱۹ء سے جبکہ ملک میں جنگ نیپولین کے بعد گرانی وغیرہ کے سبب سے ہنگامے ہو رہے تھے اور آفت برپا تھی اُن ارکان پارلیمنٹ پر ہو رہا تھا جو ہر ایک بات کی تہہ کو پہنچ کر اُس میں کامل یعنی انتہا درجہ کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔

کن زرویٹو، لبرل اور ریڈیکل اصطلاحات کا مفہوم۔

اس کے بعد پانچ سال تک باستثنا پانچ مہینوں کے از نومبر ۱۸۳۴ء تا اپریل ۱۸۳۵ء جبکہ سر رابرٹ پیل کی ماتحتی میں کن زرویٹو حکومت کا دور رہا پارلیمنٹ میں لبرل فرقے کو کامل اقتدار حاصل رہا اس مدت پنجسالہ میں اکثر مفید اصلاحات کی جو اس کے قبل پارلیمنٹ میں پیش ہو چکے تھے تکمیل ہوئی جس مہم کے سر کرنے میں ولبر فورس (Wilberforce) ایک مدت سے مصروف تھا وہ بالآخر ۳۰۔ اگست ۱۸۳۳ء کو انجام کو پہنچی اُس دن ایسا قانون منظور ہوا جس کے سبب سے کل برطانوی ممالک سے غلامی منسوخ ہوئی اور اُس کے ایک سال بعد یعنی ۳۱۔ اگست ۱۸۳۴ء کو دنیا کے جس جس حصے میں برطانوی رعایا مقیم تھی وہاں وہاں اُس کے کنیز و غلام آزاد ہوگئے اس پر بھی بعض غلاموں کا اُن کے مالکوں کے ساتھ ۱۸۳۹ء تک اُستاد و شاگرد کا تعلق رہا ہے۔ اگرچہ ولبر فورس چہتر سال کا ہو چکا تھا لیکن قسمت نے یاوری کی

کہ قانون تنسیخ غلامی کی دوسری پیشی کی منظوری کی خبر وہ سُن سکا اور اپنی کوشش کے بار آور ہونے کے سبب سے وہ شکر گزار دنیا سے اُٹھا۔ اس قانون کے سبب سے غلاموں کے جن مالکوں کو نقصان پہنچا تھا برطانوی قوم نے اُن کو اُسکا بیس ملین پونڈ معاوضہ ادا کیا۔ اگرچہ قوم کو خسارہ اُٹھانا پڑا لیکن یہ رقم کار خیر میں صرف ہوئی۔

اُسی سال، ۱۸۳۳ء میں لارڈ ایشلے جس کو بعد ازاں لارڈ شیافٹس بری کا خطاب ملا بعض قوانین کے منظور کرانے میں کامیاب ہوا۔ ان قوانین کی رو سے اُن بچوں کی حفاظت ہوئی جو کارخانوں میں تمام تمام دن مزدوری پر کام کرتے تھے اور محنت شاقہ اور مالکوں کی بدسلوکی کے سبب سے جن کی صحت اور نشو ونما میں خرابی ہوتی تھی اسی سال سب سے پہلے سرکار سے اُن مدرسوں کو رقمی امداد دی گئی جو غربا کے بچوں کی تعلیم کے لیئے جاری ہوئے تھے۔ اسی طرح آئرلینڈ کے تعلیمی کاموں کے لیئے ۱۸۳۱ء میں تیس ہزار پونڈ کی منظوری دیگئی۔ اُسی سال مشرقی ہند سے تجارت کرنیکی دنیا کے کل تجار کو اجازت ہوئی۔ ۱۸۳۴ء میں سابق کے قانون مفلسین میں تبدیل کی گئی لیکن یہ ترمیم بھی ضرورت سے پہلے عمل میں نہیں آئی۔ قدیم قانون مفلسین، قوم کی زیر باری کا سبب بنگیا تھا جو لوگ عمداً کام کرنا نہیں چاہتے تھے وہ اس قانون سے فائدہ اٹھاتے تھے اور قانون اُن کی مدد کرتا تھا۔ جو مزدور اور کاریگر وغیرہ کفایت شعار اور محنتی تھے اور اپنے زور بازو سے اپنا پیٹ پاتے تھے اُن کی آمدنی سے دوسرے کاہل سست اور بے حمیت لوگ پرورش پاتے تھے جدید قانون مفلسین کی رو سے انگلستان کے ہر حصے میں محتاج خانوں کا قائم کرنا قرار پایا اور جو لوگ کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش نہیں کر سکتے تھے اُن کو ان محتاج خانوں میں رہنا لازم ہوا بجز کسی خاص معقول وجہ کے جس صورت میں ایسے مفلس آدمیوں کو اپنے گھروں میں رہکر امداد پانے کی اجازت ملی تھی۔ اس تبدیل کی بدولت محصول مفلسین کی شرح بھی کم ہوئی، شرح اجرت میں اضافہ ہوا اور مزدور پیشہ لوگوں کی حالت درست ہوگئی اُس زمانے سے محتاجوں کی تعداد میں بتدریج کمی واقع ہورہی ہے جس کا نتیجہ

قوانین کارخانجات و تعلیم۔

جدید قانون مفلسین ۱۸۳۴ء۔

یہ ہے کہ پچاس برس قبل جو نسبت محتاجوں کی آبادی ملک سے تھی اب اُس کی نصف بھی نہیں رہی۔ لارڈ میل بورن کے عہد وزارت ۱۸۳۵ء میں حکومت بلادی کی اصلاح ہوئی جس کے سبب سے محصول ادا کرنے والوں کو اختیار رہا کہ آئندہ سے مے یر (میر بلد) اور آلڈرمین (شرکار میر بلد) کو وہ انتخاب کریں اور قومی روپے کے

اصلاح بلدی ۱۸۳۵ء۔

مصارف کے حسابات کی اشاعت مجالس بلدی پر لازم قرار دی گئی۔ ۱۸۳۶ء میں اس امر کی نسبت قانون بنا کہ ملک میں جو ولادتیں، اموات اور شادیاں واقع ہوں اُن کا اندراج ناظم اندراجات کے دفتر میں ہونا چاہیئے اس کے ساتھ ہی ڈسنٹر لوگوں کو یعنے جن کو مذہب پروٹسٹنٹ سے انحراف ہو اپنے گرجاؤں میں یا اپنے ضلع کے ناظم اندراجات کے روبرو رسم نکاح ادا کرنے کی اجازت مل گئی۔ جبکہ پارلیمنٹ میں ان کل اصلاحات کی تقدیم اور تکمیل ہو رہی تھی وضع قوانین کے دائرہ کے باہر بھی دوسرے امور وادارات میں قوم کی ترقی جاری رہی۔ ۱۸۱۶ء میں یعنی جنگ واٹرلو کے ایک ہی سال کے بعد لندن میں پہلی مرتبہ گیس کی روشنی ہوئی۔ اُس کے سبب سے

گیس کی روشنی اور کوتوالی

وہاں کے راستوں میں جو لوٹ مار ہوتی تھی وہ موقوف ہوئی۔ سولی پر چڑھانے کی سخت سزا سے ان جرائم کا اسقدر انسداد نہیں ہوا تھا جسقدر اس روشنی کے طریقے نے ان کا سدباب کر دیا اور جب سر رابرٹ پیل نے ۱۸۲۹ء میں قدیم نگہبانوں کو برطرف کر کے جوانان کوتوالی کو مقرر کیا (جو اُس کے نام کی مناسبت سے پیلرز اور بابیز (Peelors and Bobies) کہلاتے ہیں شہروں کی سڑکیں خواہ روز ہو کہ شب پہلے سے زیادہ مامون و محفوظ ہو گئیں۔ اسطرح اسکاٹ لینڈ کے ایک اندھے آدمی کے مشورے کی بدولت جس کا نام میک ایڈم (Mac Adam) تھا ممالک انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی کل شاہ راہوں اور بڑی سڑکوں کو بتدریج ترقی دیگئی۔ اس جدید طریقے کی سڑکوں پر زمین کھود کر پتھر کے ٹکڑے بچھائے جاتے ہیں جسکے

میکاڈمائزڈ سڑکیں

سبب سے ایسے میکاڈمائزڈ (Macadamized) راستوں پر ڈاک اور مسافر گاڑیاں (Coaches)

جو اُس کے قبل مثل چھکڑوں کے لڑکھڑاتی ہوئی نہایت سُست چلتی تھیں گھنٹے میں دس بارہ میل کی مسافت طے کرنے لگیں علاوہ بریں مال گاڑیوں کے پائے بھی کیچڑ اور دلدل میں اُترنے اور پھنس جانے سے محفوظ ہو گئے۔ انگلستان کی بڑی ریلوں میں سب سے پہلے لیورپول اور منچسٹر کے درمیان ریل بنائی گئی۔

لیورپول اور منچسٹر ریلوے کا افتتاح

اس کی کامیابی کا سہرہ جارج اسٹیفن سن کے سر ہے جو ایک مفلس کان کھودنیوالے کا فرزند تھا۔ کمال نے اس کو ایک نامی انجنیر بنا دیا اور اس میدان میں بھی سب پر بازی لیگیا اس نے ایک چلنے والا انجن بنایا جو ریل گاڑی کو ۳۵ میل فی ساعت کے حساب سے کھینچ لیجاتا تھا یہی نہیں بلکہ وہ ایک مشہور دلدل چیٹ ماس پر ریل کی پٹریاں بچھانے اور عبور کرنے میں کامیاب ہوا لیکن جس روز کہ اس ریل کا افتتاح ہوا اُسکی خوشی وعظمت ایک اندوہ ناک حادثے کے سبب سے مبدّل بہ رنج والم ہوگئی۔ ھسکی سن جسکی کوشش سے انگریزی تجارت کو فروغ حاصل ہوا ڈیوک آف ولنگٹن سے ایک مدت بعد ملنے کے لئے اپنے سیلون سے اُترا اور جب وہ ڈیوک کی گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑا ہوا اُس سے باتیں کر رہا تھا، ایک دوسری ریل گاڑی دفعتہً چلی آئی اور یہ اس میں کچل گیا اور بھینٹ چڑھ گیا۔ اگرچہ اس ناگہانی موت نے قوم کی خوشی کو کم کر دیا لیکن جو فائدہ عظیم اس ریل کی بدولت اُس روز ملک کو پہنچا اُس کے مقابلے میں اگر خود ھسکی سن سے دریافت کیا جاتا تو اپنی جان عزیز نہ کرتا۔ ریل کے انجن کی ایجاد کے پہلے سے انسان کلوں اور بھاپ سے اپنے ملازموں کے مانند لوہارخانوں معدنوں اور کارخانوں میں کام لے رہا تھا لیکن ریل کا سلسلہ پڑنا تھا کہ ان دو خادموں کے ذریعے سے اُس نے اپنا مال واسباب ازراہ تری وخشکی نہایت دور دراز مقامات کو بھیجنا شروع کر دیا۔

ان ترقیوں کے سبب سے قوم کے اعلیٰ ومتوسط طبقوں کے تموّل میں بھی اضافہ شروع ہو گیا اور جیسا جیسا ان لوگوں کے تموّل میں اضافہ ہوتا گیا ویسی ویسی بڑے شہروں کی عمارتوں، سڑکوں اور دوسرے انتظامات میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ لندن کے بازار دوبارہ بنے۔ وہاں کے راستوں اور سڑکوں

کی فرش بندی اور صفائی بہتر ہوگئی۔ ریجنٹ پارک تیار ہوگیا۔ ہائیڈ پارک اور سینٹ جیمیس پارک میں جدید طریقے پر درخت نصب کیئے گئے اور نئی گلکاری ہوئی اور یہ دونوں مقام گنجان مکانوں میں رہنے والوں اور ان شاہ راہوں سے گذرنیوالوں کے لیئے جہاں انسانوں اور گاڑیوں وغیرہ کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آتے ہوں تفریح کے لیئے نعمت غیر مترقبہ خیال کیئے جاتے ہیں۔ باغ حیوانات کا افتتاح ۱۸۲۸ء میں ہوا۔ یونیورسٹی کالج اور کنگس کالج کی بنا پڑی۔ اگرچہ بے مقدور اور بے وسیلہ لوگوں کی دستگیری کیجانب قوم کو ان سب امور کے بعد توجہ ہوئی لیکن یہ کام اسقدر مستحسن و مفید تھا کہ اُس کو دوسری اصلاحات سے افضل وانسب سمجھنا چاہیئے

دار المجانین

اس بنا پر لندن کے مضافات میں بمقام ہین ول ایک دار المجانین کا قیام ہوا جہاں بیچارے دیوانے لوگ رکھے جاتے ہیں اُن کے آرام و آسائش کا بخوبی انتظام ہے اور اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوتا ہے۔ اس کے پہلے دیوانے زنجیروں میں رکھے جاتے تھے اور اُن کی راحت و آسودگی کا کسی کو خیال نہ تھا۔

اُسی زمانے میں اہل ثروت کو بھی خیال پیدا ہوا کہ ہم خود تعلیم پائیں اور دوسروں کو تعلیم دلوائیں چنانچہ اس شوق کا ثبوت اسطرح دیا گیا کہ ۱۸۲۳ء میں دولتمندوں کی ایک جماعت نے جس کا صدر ڈاکٹر برک بیک تھا "انجمن تعلیم کاریگراں" قائم کی۔

پہلی انجمن تعلیم کاریگراں۔

دوسرے شہروں نے بھی اس معاملے میں لندن کی تقلید کی۔ چونکہ حکومت کی جانب سے کاریگروں اور مزدوروں کے بچوں کی تعلیم کے لیئے امداد ملتی تھی اس لیئے ان انجمنوں نے مزدور لوگوں کو شام کے وقت تعلیم دینی شروع کی۔ تعلیم کی اشاعت ہوئی تھی کہ پڑھنے کے لیئے کتابوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی اس بنا پر ۱۸۲۵ء میں لارڈ بروہام اور دوسروں نے ملکر "انجمن اشاعت علوم و فنون مفیدہ" قائم کی

ادب مفیدہ

جس نے تاریخ، سائینس اور دوسرے مضامین پر سلسلہ وار ارزاں کتابیں شائع کرنی شروع کردیں۔ ۱۸۳۶ء میں اخبارات کے ٹکٹ کی شرح میں کمی ہوکر ایک پینی کا ٹکٹ قائم ہوا جس کی وجہ سے لوگوں میں

اخبار بینی کا مذاق بڑھ گیا۔
اگرچہ کاریگروں اور مزدور پیشہ لوگوں کے طبقۂ اعلیٰ کو یہ سب فوائد نصیب تھے لیکن ادنیٰ اور مفلس لوگوں کی خواہ شہری ہوں یا دیہاتی بیماری و نکبت، جہالت و مصیبت میں بسر ہوتی تھی اور ۱۸۳۷ء میں جبکہ ولیم چہارم کی وفات ہوئی ہی اہل برطانیہ نہایت پریشان حال و درماندہ تھے۔ سچ بات یہ ہے کہ جب بڑے بڑے تغیرات کسی ملک میں ہوتے ہیں تو کچھ عرصے کے لیئے وہاں پریشانی اور مصیبت بڑھجاتی ہی اور اُس کا خسارہ سب سے زیادہ مفلسوں پر پڑتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں میں نئے حالات کا مقابلہ کرنے کی بہت ہی کم قابلیت ہوتی ہے۔ جنگ کے بعد جو بیس سال امن و عافیت میں بسر ہوئے تو ہر ایک شئے نے نہایت سرعت سے ترقی کی۔ قوم کو دفعۃً تجارت کا ہو کا ہو گیا۔ کلوں کی ایجاد اور اُن کا کثرت سے استعمال ہونا، ریلوں کی ایجاد و کثرت وغیرہ نے دفعۃً حالات کو بدلدیا۔ بالآخر یہی چیزیں اسقدر مفید ثابت ہوئیں اور مخلوق کے روزگار کا ذریعہ بنگئیں کہ اب مفلس سے مفلس آدمی بھی اُن کو خدا کی نعمتیں خیال کرتا ہے۔ لیکن اُن دنوں کچھ مدت کے واسطے بہت سے لوگ بیکار ہو گئے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ نئی ایجادوں نے ان مقامات کو جہاں محنت (مزدوروں) کی مانگ تھی اسی کے ساتھ محنت کی صورت کو بدل دیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اجرت کی شرح بالکل گھٹ گئی اور بہ نسبت پہلے کے مزدوری مشکل سے ملنے لگی۔ غذا (اشیاء خورونوش) اُسی طرح اب بھی بہت گراں تھیں اور مختلف محصولوں کی شرح بہت بڑھی ہوئی تھی، اگرچہ قانون مفلسین بدل گیا تھا لیکن اُسکے سبب سے ہنرمند اور مستعد کاریگروں کی محصول کی زیرباری میں کمی نہیں ہوئی تھی ان کے علاوہ اُن غریب آدمیوں کی جو محتاج خانوں میں نہیں رہتے بلکہ قدیم قانون مفلسین کی رو سے اپنے گھروں پر امداد پاتے تھے افلاس سے ناگفتہ بہ حالت تھی جن مزدوروں کی کھیتی باڑی میں بسر ہوتی تھی ان کی حالت اسقدر سقیم تھی کہ مشکل سے اُنھیں جو یا نہایت ادنیٰ قسم کے گیہوں کی روٹی میسر آتی تھی، بکری کا گوشت تو اُن لوگوں کے لیئے عنقا تھا شاید ہی کوئی خوش قسمت ایسا ہوگا جسے خنزیر کا نمکین گوشت ملتا ہو۔ اکثر اضلاع میں عوام اور ان کے اہل و عیال بھوکوں مر رہے تھے۔

چھبیسواں باب

(❖)

برطانیۂ عظمیٰ اور برطانوی نوآبادیاں

(❖)

وکٹوریہ از ۱۸۳۷ء تا ۱۹۰۱ء

ملکہ وکٹوریہ

۲۰ جون ۱۸۳۷ء کی صبح کے ساڑھے پانچ بجے ہی تھے کہ لارڈ چیمبرلین اور کنٹربری کے صدر اسقف نے آکر شہزادی وکٹوریہ کو خواب شیریں سے بیدار کیا اور ملکۂ انگلستان بننے کا مژدہ سنایا اگرچہ ملکہ کو اپنی عمر کے انیسویں زینے پر قدم رکھے ہوئے صرف ایک ہی مہینہ گزرا تھا لیکن اس کی تربیت اعلیٰ درجے کی ہوئی تھی اس لیئے اس کے مزاج میں سن رسیدہ لوگوں کی سی خودداری اور شعور تھا اور وہ دوسروں کی تکلیف اور ضرورتوں کا لحاظ کرتی تھی اور فرائض کی ادائی میں نہایت مستعد و جفاکش تھی چونکہ ڈیوک آف کینٹ کی اولاد میں جو جارج سوم کا چوتھا فرزند تھا یہی ایک باقی رہ گئی تھی اور ملکہ کے دوسرے بڑے بھائیوں نے کوئی وارث چھوڑے بغیر وفات پائی تھی اس لئے ولیم چہارم کی وفات سے برسوں پیشتر لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ آئندہ یہی حکومت کی وارث قرار پائے گی۔ اہل برطانیہ پر ڈیوک مذکور کی بیوہ ڈچیز آف کینٹ کا بے انتہا احسان ہے کہ اس نے شوہر کی ابدی مفارقت اور تنہائی کے زمانے میں اپنا دل اپنی اس سب سے چھوٹی لڑکی کی تربیت میں بہلایا اور یہ اس کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایک انصاف پسند سلطانۂ بنی نوع انسان کی ہمدرد ملکہ اور شوہر سے الفت رکھنے والی زوجہ جو عورتوں کے لیئے ایک نہایت عمدہ مثال ہوسکتی ہے اور ایک ایسی فرماں روا برطانیہ کو نصیب ہوئی

جس کا ظل عاطفت چونسٹھ سال انگریزی سلطنت پر رہا اور رعایا اسکو اس قدر عزیز رکھتی تھی کہ اس دور میں وہ کبھی اپنی ملکہ سے بدظن نہیں ہوئی ؛؛

برطانیہ سے ملک ہانوور کے تعلقات کا منقطع ہونا۔

چونکہ ملک ہانوور کے قانون کے لحاظ سے ذکور کو وراثت تخت و تاج پہنچتی ہے اس لئے ولیم چہارم کی وفات کے بعد ملک مذکور کا تعلق تاج برطانیہ سے منقطع ہوگیا اور ڈیوک آف کمبرلینڈ جو ملکہ کا چچا ہوتا تھا وہاں کا بادشاہ بنا۔ برطانیہ کی خوش قسمتی تھی کہ یورپ میں اس کے مقبوضات میں سے کوئی حصہ باقی نہیں رہا ورنہ یورپی مقبوضات کے سبب سے انگلستان بیرونی جھگڑوں میں الجھ جاتا "اس پر بھی آئندہ پچاس سال تک انگریزوں کو باہر کی لڑائیوں میں شریک ہونا پڑا لیکن ان کا سبب خواہ وہ بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ انگریزی مقبوضات ہندو افریقہ ہیں۔ اس لئے ان پچاس سال انگریزی تاریخ کا تعلق ان قوانین کے بنانے سے ہے جن کے ذریعہ سے قوم چاہتی تھی کہ ملک میں انصاف و عقل کی روح پھونکی جائے اور نوآبادیوں میں اچھی حکومت ہو۔

سب سے پہلے کینیڈا کے مسئلے پر غور کیا گیا پٹ نے ۱۷۹۱ء میں اس ملک کی شمالی اور جنوبی دو حصوں میں تقسیم کی تھی۔ ہر ایک حصہ ملک کے انتظام کے لئے ایک گورنر اور اس کی کونسل مقرر تھی۔ گورنر کا انتخاب شاہ برطانیہ کی جانب سے ہوتا تھا۔ اور مجلس کو وہاں کی رعایا منتخب کرتی تھی۔ کینیڈا اے شمالی میں یہ تو یہ انتظام نہایت کامیاب ثابت ہوا لیکن جنوبی کنیڈا میں جہاں کی رعایا کا زیادہ تر حصہ ابھی تک فرانسیسیوں پر مشتمل تھا اس انتظام کے سبب سے سخت دشواریاں پیدا ہوگئیں اور ان کا نتیجہ فساد و شورش اور یہ پھیلتے پھیلتے ۱۸۳۷ء میں شمالی کنیڈا میں

کنیڈا میں فسادات ۱۸۳۷ء

بھی بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی یہ وہی زمانہ تھا کہ ملکہ کی تخت نشینی ہوئی تھی۔ فتنے کے فرو کرنے کی غرض سے کنیڈا میں جنگی قانون نافذ کیا گیا اور ارل آف ڈرہم جو نہایت قابل اور دیانتدار آدمی تھا وہاں کا گورنر جنرل مقرر کر کے روانہ کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ وہ ایک جدید حکومت وہاں قائم کرنے کے متعلق سب سے اچھا طریقہ بتلائے۔ لیکن بدقسمتی

سے اُس نے رپورٹ کے ذریعے سے مشورہ دینے کے علاوہ ان نوآبادیوں کے باشندوں
کو قوانین وضع کرنے میں اپنی امداد کے لئے خود ہی طلب کیا۔ اگر اس معاملے کو یوں ہی
چھوڑ دیا جاتا تو لارڈ ڈرہم کی خود مختاری کے سبب سے کل کینیڈا خود مختار ہو جاتا

لارڈ ڈرہم گورنر جنرل مقرر ہونا۔ ۱۸۳۸ء

اس پر حکومت مرکزی نے شدید اعتراض کیا اور جب یہ اعتراض
ڈرہم تک پہنچا تو اسے اس قدر رنج ہوا کہ فوراً مستعفی ہو کر انگلستان
واپس چلا آیا، منظوری تک کا انتظار نہیں کیا۔ ۱۸۴۰ء میں اسکی
وفات ہوئی اور وہ دنیا سے ناکام و دل شکستہ ہی گیا ؎

اس پر بھی ڈرہم کی اسکیم اختیار کی گئی اور اس تجویز کے سبب سے اُن سب
آزاد اور خود مختار دستوری حکومتوں کی بنیاد پڑی جو برطانیہ نے اپنی نوآبادیوں کو

دستور کینیڈا۔

عطا کی ہیں۔ ۱۸۴۰ء میں کینیڈا کے دونوں حصوں کو ملا کر ایک
ملک کینیڈا قرار دیا گیا اور ان کو اپنے پر آپ حکومت کرنے کی
اجازت مل گئی لیکن ان ملکوں کے سب عہدہ دار اپنے فرائض کی انجام وہی کے متعلق وہاں
کی مجلس اعلیٰ و ادنیٰ کے سامنے ذمہ دار ہیں اور یہ دونوں مجلسیں انگلستان کے دارالامرا
اور دارالعوام کی تقلید میں قائم ہوئی ہیں۔ مگر صرف ایک شکل سے برطانیہ کی صدارت قائم
رکھی گئی تھی اور وہ یہ کہ گورنر جنرل کا تقرر بحیثیت نائب ملکہ حکومت برطانیہ کی جانب
سے ہوتا تھا۔ اُس کے ستائیس برس کے بعد ۱۸۶۷ء میں لارڈ ڈرہم کے سب سے آخری
مشورے پر عمل ہوا اور شمالی امریکہ کے کل برطانوی مقبوضات کو کینیڈا میں شامل ہونیکی
اجازت مل گئی۔ اس بنا پر نوواسکوشیا۔ نیو برنزوک۔ اور خلیج ہڈسن کے ممالک قلمروے کینیڈا

قلمروے کینیڈا ۱۸۶۷ء

میں ۱۸۶۷ء میں ہی شریک ہوئے مینی ٹوبا کی ریاست ۱۸۷۰ء
میں قائم ہوئی وینکوار اور اڈورڈ آئیلز نے ۱۸۷۳ء میں شرکت
کی جس کے سبب سے اس ایک وسیع قلمرو کا رقبہ ..... ۳۵ مربع میل
ہو گیا ہے جو تاج برطانیہ کے زیر نگیں ہے۔ اسی وسیع مملکت میں ایک بہت بڑی ریل بنائی گئی
ہے جس کا نام کینیڈین پیسیفک ریلوے ہے اور جسکا افتتاح ۱۸۸۶ء میں ہوا اگر کوئی
شخص اس ریلوے سفر کرے تو اس کو ریل کے ایک سرے پر ساحل اوقیانوس سے
دوسرے سرے نوواسکوشیا تک مسلسل سفر کرنے کا موقع ملتا ہے اور لطف یہ کہ اسقدر طولانی

مسافت طے کرنے کے بعد بھی وہ برطانوی علاقے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ شمالی امریکہ میں صرف
نیوفونڈلینڈ ایک ایسی برطانوی نوآبادی ہے جو قلمرو مذکور میں ابھی تک شریک نہیں ہوئی
ہے۔ اس ریل کی تعمیر میں وکٹوریہ کے عہد حکومت کا بہت سا زمانہ گزرا ہے اسلیئے کہ یہ کام
۱۸۸۵ء میں ختم ہوا۔ خیر اب ہم کینیڈا کے حالات کو اس مقام پر چھوڑ کر ملکہ کے عہد کی ابتدائی
ترقیوں پر جو ممالک قدیم میں ظہور پذیر ہوئیں سرعت سے ایک مورخانہ نظر ڈالتے ہیں ۱۸۳۷ء
میں وہیٹ اسٹن اور کک نے سب سے پہلے تار برقی کی نسبت حق ایجاد حاصل کیا اور سب سے

تار برقی کی ایجاد ۱۸۳۷ء

پہلے اُس کا استعمال بلیک وال کی ریل پر ہوا ۱۸۳۸ء میں دخانی جہازوں نے
جن میں سوائے بھاپ کے کسی دوسری قوت سے کام نہیں لیا گیا
تھا انگلستان سے نیویارک تک سمندر کو عبور کیا اور وہ اس قابل
بنائے گئے تھے کہ اس طولانی دریائی سفر کے لیئے کافی مقدار میں معدنی کوئلہ ان میں کھلجا سکے
اور ۱۸۳۹ء میں مسٹر ہل نے جو بعد میں سر رولینڈ ہل کے خطاب سے ممتاز ہوا مشورہ دیا کہ
ممالک متحدہ میں خط کا محصول ایک پینی قرار دیا جائے جو منظور ہو گیا۔ یہ کوئی معمولی کام

محصول خط کا ایک پینی مقرر ہونا۔

نہ تھا بلکہ ترقیات کے سلسلے میں اس امر کی سب سے زیادہ قدر
ہونی چاہیئے اس لیئے کہ برطانیہ میں محصول خط کے بار سے صرف
دولتمند لوگ معاف تھے یعنی ارکان پارلیمنٹ۔ یہ لوگ اپنے
اور اپنے دوستوں کے خطوط کو محصول ڈاک سے مستثنیٰ کر سکتے تھے اور ان کا یہ اختیار
فرانکنگ (حق آزاد کردن (Franking) کہلاتا تھا یعنی اگر کوئی رکن پارلیمنٹ اپنا
نام اپنے یا اپنے دوست کے خط پر لکھ دیتا تو وہ محصول سے معاف سمجھا جاتا تھا۔
اس کے برعکس غریب رعایا کو ڈاک سے خط بھیجنے کے لیئے بلحاظ مسافت چھ پینس
سے ایک شلنگ چار پینس تک محصول ڈاک ادا کرنا پڑتا تھا ۱۸۳۹ء میں ہر لفافہ
کے لیئے جس کا وزن نصف اونس سے زیادہ نہ ہو چار پینس محصول قرار پایا لیکن اسکے بعد
دہم جنوری ۱۸۴۰ء سے انگلستان، اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ میں خط کا محصول ایک
پینی مقرر کر دیا گیا۔

ان خوبیوں کے باوجود ملکہ کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ آلام و مصائب
سے خالی نہ رہ سکا۔ مفلسوں کی بُرے حالوں بسر ہوتی تھی اسی سبب سے اصلاحات

کی شدید ضرورت تھی۔ لیکن اس جدید پارلیمنٹ میں جس کا انتخاب ملکہ کے جلوس کے وقت ہوا تھا وزرا کی حمایت کرنے والے بہت ہی قلیل تھے اس لیئے وہ لوگ جدید اور مفید قوانین وضع نہ کر سکتے تھے اور چونکہ لارڈ میل بورن قدامت پسند آدمی تھا اور اسکی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ "زمانے کو اپنی رفتار پر چلنے دو" اس لیئے رعایا کو گمان تھا کہ وہ نوجوان ملکہ کو ان کی پریشان حالی اور تکلیف سے بے پروا بنا رہا ہے۔ اس کے سوائے مزدور پیشہ لوگ بھی حکومت وقت سے سخت ناراض تھے اس لیئے کہ دوکانداروں کو تو ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب کرنے کا حق عطا کیا گیا تھا لیکن وہ اس حق سے محروم رکھے گئے تھے۔ اسی بنا پر ملکہ کی رسم تاج پوشی کے چند ہی ہفتوں کے بعد جو ۲۸ جون ۱۸۳۸ء کو ادا ہوئی تھی عوام کے ایک مجمع کثیر نے ایک عظیم الشان جلسہ

چارٹسٹ لوگوں کی شورش ۱۸۳۸ء

بمقام برمنگھم منعقد کیا جس میں ایک اعلان مرتب ہوا جس کا نام اوکانل نے جو اس گروہ کا سرغنہ تھا پیپلس چارٹر سند رعایا (People's charter) رکھا تھا۔ اس میں جو اصلاحوں کا مطالبہ کیا گیا تھا :-

(۱) برطانیہ کی کل عورتوں کو حق رائے کا دیا جانا۔
(۲) ہر سال جدید پارلیمنٹ کا انتخاب کیا جانا۔
(۳) بیلٹ (قرعہ اندازی) کے ذریعے سے رائے کا دینا۔
(۴) جائداد غیر منقولہ نہ رکھنے والے اشخاص کا رکنیت پارلیمنٹ کے لیئے اہل سمجھا جانا۔
(۵) ارکان پارلیمنٹ کے لیئے تنخواہ کا مقرر ہونا۔
(۶) ملک کے رقبے اور آبادی کے لحاظ سے انتخاب کے مساوی حلقے بنائے جانا۔

ان میں سے پہلا، تیسرا اور چوتھا مطالبہ اب قانون بن گئے ہیں لیکن اس زمانے میں مصلحت وقت اُس کے خلاف تھی اس لیئے مطالبات مذکورہ کی منظوری سے انکار کیا گیا اور اگر حکومت ان کو غلطی سے مان لیتی تو اس کی کمزوری سمجھی جاتی۔ جن لوگوں نے سند پر دستخط کیئے تھے وہ چارٹسٹ (طالبان سند) کہلاتے تھے۔ بہر حال یہ چارٹسٹ نہایت مفسد و شریر تھے برمنگھم، شفیلڈ، نیو پورٹ اور اکثر مقامات پر

اُن کی وجہ سے فتنہ وفساد برپا ہوا تھا
مگر اسی اثنا میں چند باخبر اور خیر اندیش ان خرابیوں کو دفع کرنے کی تدبیر پر جن کے سبب سے ملک ظلم وسختی ہو رہی تھی غور کر رہے تھے اسی سلسلے میں بتاریخ ۱۸ ستمبر ۱۸۳۸ء بمقام مینچسٹر ایک جلسہ منعقد کرکے ایک انجمن اس غرض سے قائم کی گئی کہ حکومت کو درآمد غلہ کا محصول اٹھا دینے کے لئے مجبور کرے۔ اسطرح انجمن مخالف قانون غلہ کی ابتدا ہوئی جس کے مشہور سرگروہ رچرڈ کابڈن اور جان برائیٹ تھے پہلا شخص صلاحیت پسند اور راست باز تھا اور مینچسٹر میں چھاپے کے سوتی پارچے کا کام کرتا تھا اور دوسرا راش ڈیل میں قالین بناتا تھا۔ قوانین غلہ کے سبب سے جو ناانصافی غربا کے حق میں ہو رہی تھی اس سے یہ دونوں آدمی اور انکے شرکا عوام کو رسالوں لکچروں اور تقریروں کے ذریعے سے برابر پانچ سال تک آگاہ کرتے رہے۔ ان کی انجمن اس امر کو قوم کے ذہن نشین کرنا چاہتی تھی کہ اگر ممالک غیر کے لئے برطانوی بندرگاہیں مسدود نہ ہوں تو غریب آدمی کو روٹی موجودہ نرخ سے نصف قیمت پر میسر آسکتی ہے چونکہ باہر کا اناج روک دیا گیا ہے اسلئے اسی روٹی کی دوہری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور جو نصف قیمت کہ زیادہ لیجاتی ہے درحقیقت غریب آدمی سے محصول لیا جاتا ہے جس سے برطانوی کسانوں کو نفع پہنچتا ہے لہذا جو لوگ فاقہ کشی کے سبب سے ادھ موے ہو رہے ہیں ان سے الٹا محصول لیکر ملک کے خوشحال لوگوں کو پہنچایا جاتا ہے۔ مگر ان قوی دلائل کے باوصف مخالفین قانون غلہ کو قوم کے قائل کرنے میں ابتداءً بہت دقتیں اٹھانی پڑیں زمینداروں اور کسانوں کا خیال تھا کہ اگر مخالفین قانون غلہ کی بات منظور ہو جائے تو زراعت پیشہ لوگ اناج کی زراعت ترک کر دینگے اور اراضی کی قدر نہ رہیگی جس سے ملک تباہ ہو جائے گا مزدور پیشہ لوگوں کو بھی تنسیخ قانون غلہ سے چنداں اتفاق نہ تھا وہ صرف اپنی شرح اجرت بڑھانا چاہتے تھے اس لئے انھیں سند (چارٹر) کی منظوری کی پڑی تھی لیکن انجمن مخالفین کیجانب سے اصل واقعات اس صفائی اور صراحت سے پیش کئے جاتے تھے اور تنسیخ قانون غلہ کے متعلق اُن کی دلائل اس قدر صحیح اور معقول تھیں کہ بالآخر قوم کے دلوں پر انکا اثر ہو ہی گیا اور ملک نے قانون مذکور کو قابل تنسیخ مان لیا۔ اس نوبت کو پہنچنے کے پہلے ہی لارڈ میل بورن نے محصول غلہ کی شرح میں تخفیف کرنے کے متعلق تحریک کی تھی

لیکن جب دارالعوام میں اسکو اس تحریک نسبت کثرت آرا حاصل نہ ہوئی تو وہ ۱۸۴۱ء
میں مستعفی ہوگیا۔ جب سر رابرٹ پیل قدامت پسند وزارت کے صدر کی حیثیت سے
اُس کا جانشین بنا تو اُس کو خیال ہوا کہ اس معاملے میں کچھ کرنا چاہیے ؛
لارڈ میل بورن کی مفارقت کا نوجوان ملکہ کو بھی صدمہ ہوا اس لیے کہ وہ
نہایت باوفا اور سچا مشیر تھا لیکن ملکہ کو خوش قسمتی سے لارڈ میل بورن کا
بہت جلد نعم البدل گیا۔ البرٹ سے جو سیکس کوبرگ کا شہزادہ اور ملکہ کا ابن عم تھا

ملکہ کی شادی
۱۰ ؍ فروری ۱۸۴۰ء

۱۸۴۰ء کے ماہ فروری میں ملکہ کی شادی ہوئی۔ شاہزادہ البرٹ
ملکہ کے لیئے نہ صرف نیک شوہر ثابت ہوا بلکہ اس کا سب سے
بہتر رفیق و مشیر بھی۔ یہ شادی برطانیہ کے لیئے نہایت مسرت خیز
ثابت ہوئی شہزادے کو بھی ملکہ کے مثل راست گفتاری و راست بازی کی تعلیم
دی گئی تھی۔ وہ اپنی زوجہ اور زوجہ کی رعایا کا دل سے بہی خواہ تھا اسکی محبت
اور امداد سے ملکہ کی زندگی پر لطف ہو گئی یہی ہنیں بلکہ علم و ہنر کی سرپرستی اور
صاحبان کمال کی قدر افزائی سے اُس نے برطانیہ کی خوش حالی میں اضافہ کیا اُس کے
سوائے وہ بہت محتاط تھا۔ اس نے ملکہ اور اُس کی رعایا کے معاملات میں کبھی
دست اندازی ہنیں کی اور اپنی نیک کرداری کے لیئے لوگوں سے نہ تعریف چاہی اور
نہ صلہ کا خواہاں رہا ؛
اندنوں وزارت جدید کو سخت دشواریوں کا سامنا تھا۔ اوکانل ڈبلین
کا لارڈ میئر ہوگیا تھا اس خدمت پر پہنچتے ہی اس نے اتحاد (انگلستان یا آئرلینڈ)
کو منسوخ کرانے کے لیئے لوگوں کو آمادہ کرنا شروع کردیا لیکن اس بےچینی اور جوش
کا خاتمہ اُس وقت ہوا جبکہ اُس کی گرفتاری عمل میں آئی اور ۱۸۴۳ء اور ۱۸۴۴ء
کے درمیان اس پر مقدمہ قائم ہوا۔ اسکاٹ لینڈ بھی اُن اثرات سے محفوظ رہ سکا
پریسبیٹرین مذہب کے لوگوں میں سخت نزاع برپا ہوئی اور ۱۸۴۳ء میں وہاں
فری کرک (Freakirk) مقرر ہوگیا یعنی اسکاٹ لینڈ کے مذہب سے
علیحدہ ہوکر بعض لوگوں نے ایک ایسا کلیسا (مذہب) قائم کیا جس کے امور پر
حکومت ملک کی نگرانی نہ ہوتی ہو۔ ملک کے ہر مقام میں چارٹسٹ لوگ جلسے کررہے تھے

افیونوں سے متعلق چین سے جنگ ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۲ء

اور ۱۸۳۹ء سے انگریزوں اور چینیوں میں افیون کی بابت جنگ ہو رہی تھی حکومت چین کے خلاف مرضی برطانوی سوداگر اہل چین کے ہاتھوں افیون بیچتے تھے یہی سبب اس لڑائی کا تھا جو بالآخر ۱۸۴۲ء میں ختم ہوئی لیکن یہ لڑائی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ہندوستان سے خبر آئی کہ انگریزوں کی ایک فوج کا جو افغانستان کی مہم پر روانہ کی گئی تھی قتل عام کر دیا گیا ہے۔

اس واقعے کے بہت برسوں پہلے سے ہندوستان کے مختلف حصوں کا وہاں کی انگریزی حکومت بتدریج الحاق کر رہی تھی اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ انگریزی سرحد اور ایشیا کے اُن حصوں کے درمیان جہاں روسیوں کا بہت اثر تھا صرف پنجاب اور افغانستان (دیکھو نقشہ نمبر ۴) حائل رہ گئے تھے۔ چونکہ حکومت برطانیہ کو اس امر کا ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا کہ روسی لوگ افغانستان سے اتحاد پیدا کر کے ہندوستان پر حملہ نہ کر دیں۔ لہذا اُس کو روکنے کی غرض سے سر الکزانڈر افغانیوں سے ایک تجارتی صلح کرنے کے لیے ۱۸۳۷ء میں کابل روانہ کیا گیا تھا جس زمانے میں کہ یہ افغانستان میں تھا انگریزی حکومت ہند کو افغانوں کے سردار دوست محمد خاں کی نسبت روسیوں سے سازش کرنے کا شبہ ہوا اس بنا پر ہند کے گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ نے نہایت نادانی سے دوست محمد خاں کو معزول کر کے اُس کی جگہ کسی دوسرے سردار کو مقرر کرنے کے لیے ایک لشکر روانہ کر دیا۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ افغانیوں نے جو خونریزی، جنگ جوئی اور بے وفائی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے سر الکزانڈر برنس کو بتاریخ ۲ نومبر ۱۸۴۱ء قتل کیا اور اُس کے چھ مہینے بعد اُنھوں نے سر ڈبلیو میکناٹن کا بھی جو اُن سے شرائط صلح طے کر رہا تھا یہی حال کیا! اسکے بعد تو جنرل الفنسٹن کو کابل میں قدم جمانا مشکل ہو گیا لہذا اُس نے واپسی کا ارادہ کر کے افغانیوں کے سردار اکبر خاں سے وعدہ لیا کہ وہ انگریزی فوج کو صحیح سالم مراجعت کرنے دے گا۔ اس اقرار کے باوجود افغانی درۂ خرد کابل کے دونوں جانب پہاڑیوں میں چھپ رہے اور جو انگریزی سپاہ درے میں سے گزر رہی تھی اوپر سے اسکو

افغانستان میں انگریزی فوج کی تباہی ۱۸۴۱ء

اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا بہر حال یہ ایک اندوہناک قصہ ہے۔ سارا لشکر کا لشکر
اس طرح ہلاک ہوا اور بجز ڈاکٹر برائیڈن کے جو اس حادثے کے بیان کرنے کے لیئے
بچ گیا تھا درے کے اس طرف اُس فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ آسکا۔ ڈاکٹر مذکور
جب قلعہ جلال آباد پہنچا ہے تو ادھ موا تھا۔ اس قلعے کو سر رابرٹ سیل نے افغانیوں
کی دست بُرد سے بچا رکھا تھا اور یہ درۂ خرد کابل اور درۂ خیبر کے درمیان واقع ہے
برطانیہ نے بھی اس ہتک کا جواب دیا سر آر سیل اور جنرل پالک کی سرکردگی میں
ایک دوسری فوج بغرض انتقام روانہ کی گئی جس نے ان عورتوں اور بچوں کو جو
سابق کے لشکر سے بچ کر افغانستان میں مقید ہو گئے تھے رہا کیا لیکن باقاعدہ فوج
کے ۴۵۰۰ سپاہی اور فوجی کیمپ میں کام کرنے والے ۱۲۰۰۰ نفر اس خوفناک درے
میں مقتول پڑے رہے اور مشرق میں برطانوی اقتدار کو سخت صدمہ پہنچا ؛

بیرونِ ملک تو برطانیہ کو یہ نقصانات پہنچ رہے تھے لیکن اندرون ملک
حکومت کو مالی مشکلات کا مقابلہ تھا۔ لارڈ میل بورن کی وزارت کے اخیر پر

اجرائے محصول آمدنی ۱۸۴۲ء	خزانہ ڈھائی لاکھ پونڈ کا مقروض تھا جسکی ادائی ضروری تھی اس بنا پر پیل نے ایک محصول آمد کے اجرا کی ٹھان لی تھی۔ اس محصول کے بموجب جس شخص کی سالانہ آمدنی ۱۵۰ پونڈ سے زیادہ

ہو اُس کو فی پونڈ ایک مقررہ محصول ادا کرنا ہوتا تھا۔ اگرچہ ابتدائً محصول کی مدّت
صرف تین سال اور آمدنی کے ہر ایک پونڈ پر ۷ پنس وصول کیا جانا طے پایا تھا لیکن
۱۸۴۵ء میں مزید تین سال کے لیئے یہ محصول دوبارہ جاری ہوا اور اس کے بعد پھر کبھی
منسوخ نہیں ہوا۔ اس کی سب سے زیادہ شرح ایک شلنگ ۴ پنس ۱۸۵۵ء اور
۱۸۵۷ء کے درمیان وصول کی گئی اور سب سے کم نرخ ۲ پنس فی پونڈ ۱۸۷۴ء اور
۱۸۷۶ء کے درمیان لیا گیا ؛

اگرچہ پیل نے مصلحت وقت کے لحاظ سے محصول آمدنی تو مقرر کر دیا لیکن
رعایا کی زیر باری کم کرنے کی غرض سے اس نے ممالک غیر کے درآمد مال کے محصول

غلہ اور آلو کی فصل کا تلف ہونا ۱۸۴۵ء	کی شرح گھٹا دی خصوصاً پردیسی غلّے کا محصول تو برائے نام رہ گیا اس پر بھی افلاس میں کمی نہ ہوئی بلکہ اُس کے بعد تو اور بھی بدتر زمانہ

آیا چنانچہ ۱۸۴۵ء میں انگریزی غلے کی فصل تلف ہوگئی آئرلینڈ میں جہاں کے باشندوں کی بڑی غذا آلو ہے ایک مرض کے پیدا ہونے سے آلو کی فصل بگڑ گئی۔ بلائے قحط کے نازل ہونے میں اب کیا باقی رہا تھا۔ قوم نے بندرگاہوں کے کھول دیئے جانے اور غیر ملکوں کے اناج کے آنے کے متعلق ہل چل مچادی۔ چونکہ پیل کے دل پر کابڈن کے دلائل کا بتدریج اثر ہورہا تھا اس لیئے اب اُس کو کابڈن کے سچے ہونے کا یقین آگیا اور اُس نے

پیل کا آزادیٔ تجارت کی حمایت کرنا ۱۸۴۵ء

محصولِ غلہ کی تنسیخ کی نسبت ایک مسودۂ قانون پیش کردیا لیکن جب وہ دوسرے وزراکو اپنا ہمخیال نہ بنا سکا تو وزارت سے مستعفی ہوگیا اور ملکہ کو مشورہ دیا کہ لارڈ جان رسل اس خدمت پر مقرر کیا جائے اس لیئے کہ اُس نے قوانینِ غلہ کے خلاف نہایت شدومد سے ایک مضمون شائع کیا تھا اس کے بعد جو واقعات پیش آئے اُن سے اس امر کا پتا چلتا ہے کہ وزیراعظم کو کن کن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ لارڈ جان رسل اس خدمت سے ممتاز تو ہوا لیکن اس کے ساتھی لارڈ گرے اور لارڈ پالمرسٹن جو دل سے آزادیٔ تجارت کے حامی تھے امورِ خارجہ میں اُس سے متفق نہ ہوسکے اس لیئے وہ وزارت قائم نہ رکھ سکا۔ اس بناء پر ملکہ نے دوبارہ بمجبوری پیل کو ہی وزیراعظم بنایا اور یہی سبب ہے کہ ایک کنزرویٹو (قدامت پسند) وزارت ہی کے عہدِ حکومت میں قوانین غلہ کی منسوخی ہوئی۔

پیل کا وزارت پر واپس ہونا تھا کہ ملک میں خبر مشہور ہوگئی کہ وہ اپنے مسودے کو پھر پیش کرے گا جس کے سبب سے کُل قوم میں جوش و خروش پیدا ہوگیا بالآخر کابڈن کو اپنی محنت کو بار آور ہوتے ہوئے دیکھنے کا موقع ملا لوگوں نے ایک جلسہ مینچسٹر میں منعقد کرکے اس میں ساٹھ لاکھ پونڈ سے زیادہ

تنسیخ قوانینِ غلہ۔ ۲۶ جنوری ۱۸۴۶ء

اس تحریک کی تائید میں جمع کیا پیل نے بتاریخ ۲۲ جنوری ۱۸۴۶ء ایک فصیح و بلیغ تقریر کے ذریعے سے "اپنی حمایت" ترک کرنے کے اسباب و علل پارلیمنٹ میں بیان کرکے "آزادیٔ تجارت" کی تحریک پیش کردی جسکا مسودہ (قانون) ۲۵ جون کو

دارالامرا میں بھی منظور ہوکر قوانین غلہ منسوخ ہوگئے ۱۸۴۹ء کے فروری کے مہینے تک اناج کے محصول میں بتدریج کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ ایک کوارٹر (۸ا نار) اناج پر ایک شلنگ محصول باقی رہا اور یہ آخری شلنگ والا محصول بھی ۱۸۶۹ء میں اُٹھا دیا گیا جن اصلاحات کو پئیل نے انجام دیا ہے اُن میں سب سے آخری اور عظیم الشان یہی اصلاح تھی چونکہ اسکے سبب سے اُس کے قدیم ساتھی بھی اُس سے برہم ہوگئے تھے اور خصوصاً ڈزریلی جس کو بعد میں لارڈ بیکنز فیلڈ خطاب ملا اُس پر سخت لعن طعن کرنے لگا اس لیے اُسکو مزید اصلاحات کا موقع نہیں ملا۔ اس کے علاوہ خود پارلیمنٹ میں ایک فرقۂ "حمایت" بن گیا اور آئرلینڈ کے جرائم کے انسداد کی غرض سے جب پئیل نے مُسودۂ قانونِ جبریہ" کی تحریک کرنا چاہی تو لبرل فرقہ اُس کا ساتھ چھوڑ کر اس نئے فرقہ سے جا ملا جس روز امرا نے تنسیخ قوانینِ غلہ کی منظوری دی ہے اُسی شب پئیل کو مجبوری مستعفی ہونا پڑا اور اُس کی جگہ لارڈ جان رسل وزیر اعظم بنا۔

اس کے بعد ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۴ء تک جو آٹھ سال کی مدت گزری ہے وہ چار باتوں کیلئے مشہور ہے۔ چارٹسٹ لوگوں کا زوال، الحاقِ پنجاب، برطانوی نوآبادیوں میں سونے کی کانوں کا دریافت ہونا اور ۱۸۵۱ء کی عظیم الشان بین الاقوامی نمائش ۔ ۱۸۴۸ء میں ایک دوسرا انقلاب سلطنتِ پیرس میں شروع ہونے سے بادشاہ لوئی فلپ نے انگلستان کی طرف فرار کیا اور فرانس میں جمہوری حکومت قائم ہوگئی اس کے سبب سے کل یورپ متزلزل ہوا۔ چنانچہ الطالیہ، آسٹریا اور پروشیا میں ہنگامے برپا ہوئے اور وہاں کے سلاطین کو مجبور کرکے اُن ملکوں کی رعایا نے پارلیمنٹیں حاصل کیں ۔ ۱۸۴۷ء کے قحط کے زمانے میں ایک انتہا پسند فرقہ آئرلینڈ میں بن گیا تھا اور اپنا نام "نوجوانانِ آئرستان" رکھا تھا اس ہلچل سے اس فرقے نے بھی فائدہ اُٹھانا چاہا اور فوراً اسمتھ اوبرائن کی سرکردگی میں علمِ بغاوت بلند کردیا لیکن حکومت کی جانب سے یہ شورش بہت جلد فرو کردی گئی۔ انگلستان میں بھی چارٹسٹ لوگوں کو امید بندھی کہ وہ اپنے چارٹر کی نسبت بے چینی پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گے اس بنا پر فرقۂ مذکور نے

یورپ کا متزلزل ہونا ۱۸۴۸ء

عرضی تیار کی اور مشہور کیا کہ اس پر پچاس لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے دستخط کئے ہیں اور دہم اپریل ۱۸۴۸ء کو کیننگٹن کے میدان میں فیرگس اوکانر نے جو ناٹنگھم کی جانب سے پارلیمنٹ کا رکن تھا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا اور تحریک کی کہ کل حاضرین کا انبوہِ کثیر چل کر خود اس عرضی کو دارالعوام میں پیش کرے۔ اس سے تمام لندن والوں پر خوف طاری ہوا اور حکومت نے چارٹسٹ لوگوں کے جلوس نکلنے کی ممانعت کردی۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے لندن کے چپے چپے پر سپاہیوں کو چھپا رکھا تھا اور مختلف ویسٹری ہالوں میں دو لاکھ شریف آدمیوں سے حلف لیا گیا تھا کہ شورش کے فرد کرنے میں

فرقۂ چارٹسٹ کا زوال

وہ جوانان کوتوالی کے فرائض انجام دیں گے۔ لیکن اس ہنگامے کا جو اس قدر جوش سے شروع ہوا تھا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔ عرضی پیش کرنے کے لئے صرف پچیس ہزار آدمی جمع ہوئے اور جلوس تک نہ نکال سکے۔ آخر کار یہ عرضی ایک کیب (ایک گھوڑے کی گاڑی) میں ویسٹ منسٹر (مکان پارلیمنٹ) کو پہنچائی گئی اور جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس پر بیس لاکھ سے بھی کم اشخاص نے دستخط کئے ہیں اور ان میں سے اکثر دستخط فرضی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۴۲ء سے ملک کی خوشحالی بتدریج بڑھ رہی تھی چونکہ اس زمانے سے اشیائے خورد و نوش کی گرانی رفع ہوگئی تھی اس لئے عوام کو چارٹر کی پروا نہیں رہی تھی اسکے بعد چارٹسٹ فرقے کے متعلق پھر کچھ سننے میں نہیں آیا۔

اس کے دوسرے سال ۱۸۴۹ء میں قوانین ملاحی کی تنسیخ ہوئی اور ۱۸۵۰ء میں برطانوی مدبرین میں سب سے بہتر اور عقلمند شخص کے اٹھ جانے سے

سر رابرٹ پیل کی وفات ۱۸۵۰ء

ملک کا سخت نقصان ہوا یعنی گھوڑے پر سے گر کر سر رابرٹ پیل نے وفات پائی جس کے سبب سے قوم سخت رنج والم میں مبتلا ہوئی۔

اسی اثناء میں دنیا کے دوسری جانب برطانوی علاقوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں سر چارلس نیپئیر نے سندھ کے دیسی رئوسا پر فتح پاکر یہ صوبہ

انگریزی علاقے میں ملحق کر لیا۔ ۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۹ء کے درمیان قوم سکھ آپس میں جنگ کرتی
رہی یہ ایک جنگجو قوم ہے جس کا وطن پنجاب ہے۔ یہ کوئی چھوٹا ملک نہیں ہے بلکہ
رقبے میں انگلستان کے برابر ہے اور ہندوستان کے شمال ومغرب میں واقع ہے
سکھوں نے آپس میں لڑتے لڑتے برطانوی سرحد پر بھی جنگ شروع کر دی اس
سبب سے انگریزی حکومت کو سخت دشواریوں کا سامنا ہوا۔ آخرکار گجرات کی
لڑائی میں جب لارڈ گاف ۲۱ فروری ۱۸۴۹ء کو فتحیاب ہوا تو لارڈ ڈلہوزی نے
جو ہند کا گورنر جنرل تھا کل صوبۂ پنجاب کا الحاق کر کے اُس کی حکومت ایک بورڈ

الحاق پنجاب ۱۸۴۹ء

(مجلس) کے تفویض کی جس کے ارکان کرنل ہنری لارینس، اُسکا
بھائی جان لارینس اور چارلس گرین ول مینسل تھے۔ ان
دونوں بھائیوں نے خوب عزم واستقلال اور انصاف سے حکومت کی جس کے
سبب سے بہادر سکھوں کے دلوں پر اُن کی عزت وحرمت کا سکّہ بیٹھ گیا۔ اس کے
آٹھ سال بعد جب ہندوستان کے دہشتناک غدر کے سبب سے برطانیوں پر بُرا
وقت آپڑا تو سکھوں کی قوم نے حقِ رفاقت ادا کیا۔ کیلیفورنیا پر ریاستہائے متحدہ امریکہ
کا قبضہ ہو کر زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ۱۸۴۹ء میں وہاں سونے کی کان
برآمد ہوئی اور ۱۸۵۱ء میں وکٹوریہ اور آسٹریلیا میں بھی طلا کا موجود
ہونا ثابت ہوا۔ ان مقامات میں سونے کے برآمد ہونے کو ایک دوسری قسم

معادن طلا کا دریافت ہونا

کی ترقّی سمجھنی چاہیئے۔ سونے کی قیمت کے اتار چڑھاؤ کا
مسئلہ نہایت دشوار اور حل طلب ہے جو لوگ اس کے ماہر
ہیں اُن کی آرا اور قیاسات میں بھی اتفاق نہیں ہوتا لیکن
ان معادن طلا نے دو حقیقی نتیجے پیدا کیئے۔ برطانوی نوآبادیوں میں ۱۸۵۱ء
میں سونے کی کان دریافت ہونے سے برطانیہ میں اجناس کی قیمت ارزاں
ہو گئی اور ابنائے وطن میں حصول معاش کا ذوق وجوش بڑھ گیا جسکے سبب سے
اکثر اہل برطانیہ نے ہجرت کر کے نہ صرف معادن طلا کے مقامات بلکہ دوسری
نوآبادیوں کو جا بسایا۔ اُسی زمانے سے نوآبادیوں کی تاریخ کی بھی اہمیت
شروع ہوتی ہے۔ اگرچہ راس امید کی نوآبادی ہند کی راہ میں واقع ہوئی تھی

لیکن اس میں ڈچ بوئر لوگوں کی کثرت ہونے سے جو وہاں برطانیوں سے پہلے آباد ہو گئے تھے بہت ہی کم ترقی ہوئی تھی بوئر لوگ ہمیشہ اس ملک کے دیسیوں سے لڑتے رہتے اور برطانوی حکومت کو بھی ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بے سبب اُلجھا دیتے تھے۔ اور کافر اور زولو قوموں کے ساتھ معمولی لڑائیاں ہوتے رہنے کے باوجود اس ملک میں انگریزی علاقہ کی ترقی ہو رہی تھی ۱۸۴۳ء میں نٹال برطانوی نوآبادی قرار پاگیا اور اگرچہ ۱۸۵۰ء میں راس کی نوآبادی کو دستوری حکومت عطا ہوئی لیکن ۱۸۷۲ء سے پہلے ملک اپنی حکومت آپ چلانے کے قابل نہیں ہوا۔

کیپ نوآبادی کا دستور ۱۸۵۰ء

لیکن آسٹریلیشیا میں سرعت سے ترقی ہوئی۔ آسٹریلیا کے دیسی باشندے اس قدر پست ہمت، عاجز اور حقیر تھے کہ چند ہی روز میں گورے رنگ والوں کی تاب مقاومت نہ لاسکے نیوزی لینڈ کے قدیم باشندے میوری جو صاحب فہم و فراست تھے انگریزی حکومت کے اثر سے بہت جلد نیک اندیش اور امن پسند رعیت بن گئے ۱۸۳۷ء میں نیوزی لینڈ کو آباد کرنے کے لیئے ایڈورڈ گبن ویکفیلڈ نے جو بعد ازاں کینیڈا میں لارڈ ڈرہم کا معتمد بنایا گیا تھا لندن میں ایک کمپنی قائم کی اور اس کے بھائی کرنل ویکفیلڈ نے نیوزی لینڈ کے شمالی جزیرہ میں بندرگاہ نکل سن کے قریب جو کک کے آبنائے پر واقع ہے انگریزوں کو آباد کیا اور ان مقامات کے اطراف میں بتدریج صوبۂ ولنگٹن آباد ہوا۔ ۱۸۳۹ء میں برطانوی حکومت نے نیوزیلینڈ کو بذریعۂ اعلان شہنشاہی نوآبادی قرار دیا۔ اور ۱۸۴۰ء میں میوری قوم کے سرداروں نے بمقام ویٹنگی انگریزوں سے صلح کر کے اُن جزائر کی فرماں روائی برطانیۂ عظمیٰ کے حوالے کی لیکن جہاں جہاں اُن کی اراضی اور جنگلات واقع تھے اُن پر اپنا قبضہ رکھا۔ اور جن زمینوں اور صحراؤں کی قیمت انگریزی حکومت نے دی اُن سے بھی وہ دستبردار ہو گئے۔ اس کے بعد میوریوں کے ملک سے متصل جزیرہ کے شمال میں آکلینڈ کی نوآبادی قائم کی گئی پھر تو جزیرے کے

نیوزی لینڈ کا آباد ہونا ۱۸۳۹ء–۱۸۵۰ء

صلح ویٹنگی ۱۸۴۰ء

جنوبی حصوں کی آبادی کا سلسلہ پڑ گیا چنانچہ ۱۸۴۱ء میں نِل سن ۱۸۴۸ء میں اٹاگو اور ۱۸۵۰ء میں کنٹربری مع اُس کے پائے تخت کرائسٹ چرچ کے آباد ہوئے۔ چونکہ ویکفیلڈ کے طریقے کے بموجب مہاجرین کو زمین دی نہیں جاتی بلکہ اُن کے ہاتھ فروخت ہوتی تھی اور بیع اراضی سے جو روپیہ ملتا وہ سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا اس لیئے جو لوگ نیوزیلینڈ میں ابتداءً آباد ہوئے وہ ایسے اشخاص تھے جنھوں نے اپنی آمدنی سے تھوڑا سا روپیہ بچا کر حصول معاش کی فکر کی تھی۔

ماؤریوں سے جنگ ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۸ء

جبتک وہاں کے لوگوں میں جنگ ہوتی رہی یعنی ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۸ء تک ملک کی مرفہ الحالی رُکی رہی اس کے بعد سے وہاں کے دلیسی باشندوں اور برطانوی نوآبادوں میں گہرے دوستانہ تعلقات پیدا ہوگئے چنانچہ نیوزیلینڈ کی پارلیمنٹ میں قوم میوری کے نائب لیئے گئے ہیں۔

اس طرح اب آسٹریلیشیا میں سات برطانوی نوآبادیاں بن گئی تھیں۔

آسٹریلیا کی نوآبادیوں کا مسودۂ قانون ۱۸۵۰ء

نیوزیلینڈ، تسمانیا اور پانچ آسٹریلیا کی نوآبادیاں ۱۸۵۰ء میں لارڈ جان رسل نے ایک مسودۂ قانون منظور کر کے اجازت دی کہ نیو ساؤتھ ویلز (ویلز جنوبی جدید)، وکٹوریہ، جنوبی آسٹریلیا اور تسمانیا اپنے لیئے ایک برطانوی گورنر کے ماتحت دستوری حکومت قائم کریں۔ ان کو دستور ملنا ہی تھا کہ دوسری نوآبادیوں نے بھی اُن کی تقلید میں دستور طلب کرنا شروع کر دیا چنانچہ نیوزی لینڈ نے ۱۸۵۰ء میں دستور حاصل کیا۔ اس اثنا یعنے ۱۸۵۱ء میں سونا حاصل کرنے کا جو مرض اہلِ برطانیہ میں پیدا ہوا تو اُن انگریزی مہاجرین کا ان نوآبادیوں میں تانتا بندھ گیا اور پھر تو وطن قدیم اور ان ممالک میں ان نوآبادوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی اور چونکہ اُن کو آزاد حکومت ملی ہے تو وہ دل سے برطانیۂ عظمیٰ کے خیر طلب اور بہی خواہ ہو گئے ہیں۔

عظیم الشان نمائش ۱۸۵۱ء

اسی سال یعنے ۱۸۵۱ء میں صنائع بین الاقوامی کی عظیم الشان نمائش لندن میں ہوئی۔ اس کا اصلی بانی شہزادہ البرٹ ہے جو اس زمانے میں پرنس کانسرٹ کے خطاب سے

ملقب ہوگیا تھا۔ اُس کو خیال ہوا کہ مختلف ممالک کے صنائع اور ایجادوں کی ترقی کا اندازہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُن کے اصلی نمونے برطانوی کاریگروں اور صنّاعوں کے سامنے پیش کرنے سے برطانوی صنعتوں کو تقویت ہوگی اور ابنائے ملک کو صنعت و حرفت کا پہلے سے زیادہ شوق ہوگا اور برطانوی کاریگر اور مزدور اس امر سے واقف ہوں گے کہ دُنیا کے دوسرے حصوں میں کیا کیا چیزیں کس کس طرح بنتی ہیں اس بنا پر شہزادۂ مذکور نے اس نمائش کی نسبت غور و فکر کر کے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ قصر بلور جو سڈنہم کے مضافات میں واقع ہے سر جوزف پیکسٹن کی نگرانی میں مصنوعات کے رکھنے کیلئے تعمیر ہوا جس کی چمک دمک دیکھنے کے لائق تھی۔ بہرحال یہ نمائش نہایت کامیاب رہی اور چونکہ یہ دوسری نمائشوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اسلیئے یہ اُسوقت اور اُس کے بعد قوم کے حق میں بہت مفید پائی گئی۔ اس کے سبب سے اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ ایک دورِ جدید شروع ہوگا جس میں دنیا کی قومیں اصلی جنگ و جدل ترک کر کے امن پسند ہو جائیں گی اور جو کچھ نزاعات ہوں گے وہ تجارت، صنعت و حرفت کی مسابقت کے لیئے ہوں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ اُن توقعات کی سراب سے زیادہ ہستی نہ تھی اور پینتیس[۳۵] برس کا دورِ امن اُس کے ساتھ ختم ہو کر دنیا میں پھر مصائب و آلام کا سلسلہ قائم ہوگیا۔

نمائش مذکور کو ختم ہوئے مشکل سے کچھ دن گزرے ہوں گے کہ ایک بےچین کرنے والی خبر سے سارا انگلستان چونک پڑا۔ شہزادۂ لوئی نپولین نے جو اُس کے تین سال پہلے سے فرانس میں حکومت جمہوری کا میر مجلس رہ چکا تھا پیرس کی سڑکوں کو فوج سے بھر دیا اور جن لوگوں نے اُس کا مقابلہ کیا اُن پر بندوقوں سے آگ برسائی گئی اور جو شہزادے کے سیاسی دشمن تھے وہ قید کر لیئے گئے اس کے بعد اُس نے رعایا کو ترغیب دی کہ اس کو بطور شہزادہ دس سال کے واسطے میر مجلس بنایا جائے اور اُس کے ایک سال بعد وہ

پیرس کا ہنگامہ
۲ دسمبر ۱۸۵۱ء

شہنشاہ نپولین موسوم ہوگیا۔ جن لوگوں کو نیپولین اوّل کے زمانے کی آفات و تکالیف یاد تھیں وہ ہراساں ہوئے کہ ان ہی مصائب کا پھر سامنا ہوگا اور نوجوان انگریزوں نے اپنے ملک کو فرانسیسی حملوں سے بچانے کے لیئے رضا کاروں کی فوجیں بنانا شروع کردیں لیکن لارڈ پامرسٹن جو انگلستان کا وزیر خارجہ اور لوئی نیپولین سے بخوبی واقف تھا بالکل مطمئن تھا اور وہ جانتا تھا کہ لوئی مدتوں انگلستان میں رہا ہے اور انگریزوں سے اُس کو الفت ہے وہ کبھی برطانیہ پر حملہ نہیں کریگا۔ بہرحال پامرسٹن کا خیال صحیح نکلا نیپولین سوم نے زندگی بھر برطانیہ کے ساتھ دوستی نباہ دی لیکن پامرسٹن نے ہنگامۂ پیرس کی حمایت کرنے میں غلطی کی جس کے سبب سے ملکہ بھی اُس سے سخت ناراض ہوگئی۔

پہلے پہل انگریزوں کا رضا کار بننا۔ ۱۸۵۲ء

اگرچہ برطانیہ کو فرانس سے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی لیکن فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں لڑائی چھڑ جانے کے آثار پائے جاتے تھے دریائے ڈینیوب کے بعض علاقے ترکی حکومت میں شامل تھے ان علاقوں کے عیسائی باشندوں کی حفاظت اور یوراشلم کے متبرک مقامات کی بابتہ ۱۸۵۲ء میں روس اور ترکی کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ نکولس شہنشاہ روس کا خیال تھا کہ اگر برطانیہ ترکی کے ان علاقوں پر روس کے قابض ہونے میں ساتھ دے تو روس اُس کے بدلے میں مصر اور کنیڈا کے انتظام میں برطانیہ کی مدد کرے گا۔ بہرحال برطانیہ نے اپنے ہمسایہ ممالک کے چھیننے سے انکار کردیا اور دول یورپ نے شہنشاہ روس کو بہت کچھ سمجھایا کہ امن قائم رہے لیکن نکولس ایک ہی تندمزاج اور خودسر تھا اُس نے کسی کی نہ سنی بلکہ سمجھا کہ انگلستان لڑائی سے جی چراتا ہے۔ اس لیئے جب ترکوں نے اپنے علاقے کی عیسائی رعایا کو روس کی حمایت میں دینے سے انکار کیا تو اُس نے ڈینیوب ندی کے علاقوں میں روسی افواج

مسئلۂ مشرقی ۱۸۵۳ء

روانہ کیں۔ اس بناپر ترکوں نے دریائے ڈینیوب کو عبور کرکے روسیوں کو خشکی پر شکست دی اور روسیوں نے بھی ترکی جہازوں کے بیڑے کو بتاریخ ۳۰ نومبر ۱۸۵۳ء بمقام اسنوف جلاکر انتقام لیا۔ اگرچہ اس زمانے میں اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ اگر برطانیہ اس جنگ میں شریک نہ ہوتا تو مناسب تھا لیکن اُن دنوں بعض وجوہ کی بناپر اُس کو روسیوں کے خلاف لڑنا ہی پڑا۔ لارڈ ابرڈین نے جو وزیر اعظم تھا امن وصلح کے برقرار رکھنے کی بے انتہا کوشش کی لیکن وہ دوسرے وزرا کی آرا سے مغلوب ہوگیا اگرچہ لارڈ پامرسٹن اس جنگ کے زمانے میں وزیر خارجہ نہیں بلکہ وزیر داخلہ تھا لیکن اس کے اثر میں دوسرے وزرا تھے اور وہ دل سے چاہتا تھا کہ روسی قوت بحر اسود پر نہ رہنے پائے اسکے سوائے افغانستان میں روسی سازش کے سبب سے جو تباہی انگریزی فوج پر پڑی تھی اس سے خود انگریزوں کی قوم روسیوں سے ناراض تھی اس بناپر برطانیہ بھی ترکی کی امداد پر آمادہ ہوگیا۔ برطانوی اور فرانسیسی جہازوں کے بیڑے جو ۱۴ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو درۂ دانیال سے گزرے تھے اب بحر اسود میں داخل ہوگئے! اور ۲۸ مارچ ۱۸۵۴ء کو برطانیہ اور فرانس نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان دے دیا۔

اگرچہ یہ جنگ خطا پر مبنی نہ تھی پھر بھی جس طریقے سے اُس کی تکمیل ہوئی وہ ضرور غلط تھا۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ اصل میدان کارزار کریمیا قرار دیا گیا جو روس کے جنوب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ نما ہے یعنے ملک کا کچھ حصہ بڑھ کر بحرِ اسود میں آگے نکل آیا ہے اور چونکہ اکثر لڑائیاں کریمیا میں واقع ہوئیں اس لیئے دوسرے مقامات پر جو محاربات ہوئے ان سے حسب دلخواہ نتیجہ برآمد نہ ہوسکا۔ بحر ابیض میں بھی خفیف معرکے ہوے اور

جنگ کریمیا ۱۸۵۴ء
۱۸۵۶ء

یہاں آرچلینجل کا محاصرہ کیا گیا بحر بالٹک میں بھی نوک جھوک ہی روسی آرمینیا میں بھی جہاں ترکوں نے قارص کو جنرل ولیمز کی ماتحتی میں نہایت پامردی سے روسی حملے پسپا کر کے بچایا اور جنگ کے ختم ہونے کے چند ہی روز پہلے

بمجبوری اُس کو روسیوں کے حوالہ کیا۔ ۱۴ستمبر ۱۸۵۴ء کو اتحادی کریمیا پہنچے اور ۲۰ستمبر کو دریائے آلما پر اُنھیں پہلی فتح نصیب ہوئی اگر یہ لوگ اسی روز اور آگے بڑھتے تو سیباسٹوپل میں جو کریمیا کا بڑا اور مضبوط قلعہ تھا داخل ہو جاتے لیکن فرانسیسیوں کے جنرل سین آرناڈ نے فتح کے سلسلے میں آگے یورش کرنے سے انکار کر دیا اور اُس کو برطانوی جنرل لارڈ رگلین نے بھی مان لیا۔ اس طرح موقع ملتے ہی روسی انجنیر ٹاڈل بین نے قلعۂ مذکور کو اور بھی مستحکم کر دیا جس کے سبب سے جنگ نے اور ایک سال طول کھینچا۔ اس جنگ میں برطانوی اور فرانسیسی سپاہیوں کا رویہ قابل تعریف

لائیٹ بریگیڈ کا حملہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۴ء

رہا اسی مقام پر بلیک لاوا کی جنگ میں ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۴ء کو لائٹ بریگیڈ نے حملہ کیا تھا۔ یہ چھ سو انگریزی سپاہیوں کا ایک دستہ تھا جس کے افسر نے اشارے کے سمجھنے میں غلطی کی اور سمجھا کہ جرنیل نے حملے کا حکم دیا ہے اس کے غلط حکم کی بنا پر اس مختصر دستے نے پورے روسی لشکر پر دھاوا کر دیا اگرچہ سپاہی بخوبی جانتے تھے کہ اُن میں سے ایک بھی نہیں بچے گا لیکن جرأت کے جوش اور تعمیل حکم کے خیال نے اُن کے بڑھے ہوئے قدم کو رُکنے نہیں دیا۔ اس کے سوائے انکرمان کی لڑائی میں بھی جو ۵ نومبر کو واقع ہوئی برطانیوں نے ہمت و حوصلہ سے کام لیا، گارڈ یعنے نگہبان سپاہیوں کا ایک دستہ اور چند برطانوی رجمنٹوں نے مل کر روسیوں کے پورے لشکر کا جب تک کہ فرانسیسی فوج اُن کی امداد کے لئے پہنچے اور دشمن کو ہزیمت ہو مقابلہ کر کے اُس کو روک رکھا۔ لیکن اُن کی سرگردگی صحیح اصول پر نہ ہونے سے کثرت سے جانوں کا نقصان ہوا۔ اس کے بعد سیباسٹوپل کا وہ طول و طویل محاصرہ شروع ہوا جس سے محاصرین اور محصورین دونوں اُکتا گئے، مبارزین کو نہایت شدید موسم سرما میدان میں بسر کرنا پڑا۔ انگریزی سپاہ کا لباس بھی درست اور موسم

گڑبڑ اور سوءِ انتظام

کے موزوں نہ تھا اور اُن کی دوسری ضروریات کی فراہمی کی بھی نہایت بُری حالت تھی یہ سب خرابیاں انگریزی مرکزی حکومت کے

سوء انتظام کے سبب سے پیدا ہوئی تھیں غذا کے ذخائر ایسے مقامات کو روانہ کیئے جاتے تھے جہاں اُن کا اُتار نا ممکن نہ تھا ایک سامان کا جہاز صرف جوتوں سے لدا ہوا پہنچا اور لطف یہ کہ اس میں صرف بائیں پاؤں کے جوتے تھے۔ سپاہی بیمار ہو گئے اور سردی سے محفوظ رہنے کے لیئے اُن کے پاس لحاف تک نہ تھے، جن ٹھیکہ داروں کے ذمہ گھوڑوں کا چارہ تھا وہ گھانس کے پولوں میں سفالی اور لید بھر کر روانہ کرتے تھے لیکن ان سب خرابیوں اور بدنظمی کے باوجود اس جنگ میں ایک ایسا نیک کام ہوا ہے کہ اُس کے محرک و مجوز کا نام کبھی لوگوں کے دماغوں سے محو نہ ہو گا۔ سڈنی ہربرٹ وزیر جنگ کی خواہش پر فلارنیس نائٹ اینگل جس نے دایہ گری کی تعلیم پائی تھی برطانیہ کی شریف عورتوں کی ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لے کر میدان جنگ کے زخمی اور بیمار سپاہیوں کی تیمارداری کے لیئے روانہ ہوئی۔ اُن کا بیماروں کے ہسپتال (خستہ خانہ) واقع اسکوٹاری میں پہنچنا تھا کہ سب امور درست ہو گئے۔ زخموں کی مرہم پٹی اصول سے ہونے لگی، مریضوں کی تیمارداری اور مرنے والوں کے آرام و تسلّی کا انتظام ہو گیا۔ رحم دل اور شایستہ شریف مستورات نے نائٹ اینگل کو اپنے لیئے نمونہ قرار دے کر اس زمانے سے یورپ کی کل رزمگاہوں میں اپنی ذات سے زخمی اور علیل سپاہیوں کی امداد کی ہے۔

فلارنیس نائٹ اینگل صاحبہ

بیرون ملک انگریزی سپاہ پر جو آفتیں ٹوٹ پڑی تھیں اور مرکزی حکومت کی بے اعتنائی کے حالات سُن سُن کر آخر کار قوم میں صبر کا یارا نہ رہا اور اُس نے چیخ پکار شروع کر دی کہ لارڈ پامرسٹن کو حکومت کا سرگروہ بنایا جائے پارلیمنٹ کا اجلاس شروع ہوتے ہی لارڈ ابرڈین نے استعفا پیش کیا اور لارڈ پامرسٹن اُس کے بجائے جنوری ۱۸۵۵ء میں وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اس کے پہلے ہی سے افسران فوج اور حکام متعلقہ جنگ کے تجربے میں اضافہ ہونے سے حالات جنگ میں بھی بہتری شروع ہو گئی تھی۔ جاڑوں کے بعد جب گرمی کا موسم آیا تو اتحادی فوجوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ

محاصرے کو قائم رکھا یہاں تک کہ ۸ ستمبر ۱۸۵۵ء کو روسیوں نے قلعوں کو توڑ کر شہر خالی کر دیا اور سیباسٹوپل متحدین کو مل گیا اُس کے بعد کے موسم بہار میں امن قائم ہو کر ایک عہد نامہ صلح بمقام پیرس مرتب ہوا۔ ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء کو اس پر فریقین کے دستخط ہوئے اور اُس کی رو سے روس کو اقرار کرنا پڑا کہ بحرِ اسود میں اس کے جنگی جہازوں کا بیڑا نہیں رہے گا۔

صلح پیرس ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء

اس کے بعد سوائے ایک چھوٹی سی جنگ کے جو چین سے کرنی پڑی برطانیہ کی چند مہینوں کے لیئے امن و عافیت میں بسر ہوئی مگر اُسکے اختتام پر ایک خوفناک صدمے نے ملک کو ہلا دیا۔ ایک عرصے سے ہندی دیسی باشندوں کے قلب و جگر میں انگریزوں کی جانب سے آگ لگی ہوئی تھی لیکن وہ اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی تھی اُس کے چند وجوہ تھے انگریزوں نے ہند کی اکثر ریاستوں کا اپنی حکومت میں الحاق کر لیا تھا خصوصاً ۱۸۵۶ء میں ملک اودھ کے الحاق نے تو تقریباً کل ہند کو اُن سے برانگیختہ کر دیا اس کے علاوہ ایک عجیب وغریب سانحے کے پیش آنے سے دیسیوں کی نفرت کی آگ ۱۸۵۷ء میں مشتعل ہوگئی وہ یہ کہ کچھ دنوں پہلے ایک جدید بندوق ایجاد ہوئی تھی جس میں چربی لگے ہوئے کارتوس استعمال ہوتے تھے۔ ہندی سپاہیوں کو خیال ہوا کہ گائے یا سور کی چربی کارتوسوں کو لگائی جاتی ہے۔ ہندوؤں کے عقیدے میں گائے کی چربی کے استعمال سے اُنکے مذہب کی بے حرمتی تھی اور اہل اسلام کے ہاں سور کی چربی نجس ہے جب انگریزی حکومت ہند کو ان اعتراضات کا علم ہوا تو چربی کے عوض نرم کاغذ کارتوسوں میں لگایا گیا اور فوجی افسروں نے اپنے اپنے علاقے کے دیسی سپاہیوں سے اُس کی بخوبی صراحت کر دی لیکن حکومت اور عہدہ داران فوج کے سمجھانے کا کچھ اثر نہ ہوا۔ سپاہی اپنے خیال پر اڑے رہے کہ انگریز اُن کو لامذہب کرنا چاہتے ہیں فروری و مارچ ۱۸۵۷ء میں

ہندی سپاہیوں کی شکایات

دو خفیف شورشیں بارک پور میں ہوئیں۔ اس کے بعد چند روز بظاہر کل ملک میں سکون رہا لیکن مقامی حکام کو علم ہو گیا تھا کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو چپاتیاں مخفی بھیجی جاتی تھیں۔ آخر کار یہ راز ۳ مئی ۱۸۵۷ء کو فاش ہوا جبکہ چند سپاہیوں نے غدر کیا اور جس کی سزا میں سر ہنری لارینس نے انھیں قید کیا۔ ۱۲ مئی کو میرٹھ میں جو دہلی سے قریب ہے تین رجمنٹوں نے بغاوت کر کے اپنے افسروں پر گولیاں چلائیں اور اس کے بعد رپ رپ کرتے ہوئے دہلی روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر ملک کے بوڑھے بادشاہ کو جو قدیم سلاطین مغلیہ کی یادگار تھا (اور جسے انگریزی حکومت ہند سے وظیفہ ملتا تھا) اُس کے محل سے باہر لائے اور اُس کی شہنشاہی کا اعلان کر دیا۔ اُس کے بعد ان سپاہیوں نے دوسری دیسی رجمنٹوں کو ترغیب دی کہ وہ بھی اپنے افسروں کو قتل کر کے بغاوت میں اُن کا ساتھ دیں۔

اس واقعے کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ تمام شمالی ہند میں فساد کے شعلے بھڑک اُٹھے اور چند ہزار گوروں کو لاکھوں آشفتہ سر ہندیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ انگریزوں کی خوش قسمتی تھی کہ اُس زمانے میں ہند کا گورنر جنرل لارڈ کیننگ تھا جو مثل اپنے باپ کے نہ صرف اعلیٰ درجے کا مدبّر سلطنت تھا بلکہ اُس کی جرأت، ہمت، استقلال اور قابلیت بھی کمال درجے کی تھی جن لوگوں کو ابھی تک وہ مہیب زمانہ یاد ہو گا اُن کی آنکھوں کے سامنے ہر وقت دو تصویریں پھرتی ہوں گی ایک تو برطانوی رعایا کا جس میں عورتیں اور بچے شریک تھے ظلم و جور سے قتل ہونا اور دوسرے انگریزی اعلیٰ و ادنیٰ حکام کا شریفانہ اور حوصلہ افزا سلوک جن کو اس شورش کے فرو کرنے سے تعلق تھا۔ اس خبر کے پاتے ہی سر جان لارینس نے جو پنجاب کا گورنر تھا فوراً اپنے سپاہیوں سے اُن کے ہتھیار رکھوا لیے اور اپنی جان کی پروا نہ کر کے اپنے علاقے کے انگریزی سپاہیوں کو دہلی کے محاصرے کے واسطے روانہ کر دیا اور اُن کی مدد کو اُن کے ساتھ

ہندوستان کا غدر ۱۸۵۷ء

یا دغا سکھوں کی پلٹنیں بھیجی۔ لیکن اودھ میں جہاں کا گورنر سر ہنری لارینس تھا یہ دریافت کر کے کہ باغیوں کی تعداد کثیر ہے لکھنؤ میں گورنر کی کوٹھی کو اُس نے زیادہ مستحکم و محفوظ کر دیا اور اس علاقے میں جہاں جہاں انگریز تھے اُن سب کو اس میں لے آیا تاکہ بصورت محاصرہ اچھی طرح سے مقابلہ ہو سکے۔ محاصرہ کے ایک مہینے کے بعد ایک توپ کے گولے سے وہ ہلاک ہوا اور مرتے وقت اپنے ساتھیوں کو نصیحت کی کہ "ہرگز خود کو حوالے نہ کرنا"

کانپور میں فوج کا افسر اعلیٰ جری اور بوڑھا سر ہیو ویلر تھا اُس کو ایک دیسی شہزادے نانا صاحب نے سخت فریب دیا۔ جب فوج نے بغاوت کی تو ویلر نے نانا صاحب پر بھروسا کر کے اُس سے مدد مانگی لیکن اُس نے کانپور پہنچ کر امداد کرنے کے بجائے باغیوں کا سردار بن کر الٹا ویلر پر حملہ کر دیا جو ۵۰۰ انگریز نا اور ۵۰۰ انگریزنوں اور بچوں کو لے کر چند پرانی بارکوں میں جا چھپا۔ سپاہیوں نے ان بارکوں کو محصور کر کے ان لوگوں پر آب و دانہ بند کر دیا تھے کہ کنویں سے پانی لانے کے لئے اُن میں سے کوئی باہر نکلتا تو محاصرین کی بندوقوں کا نشانہ بنتا تھا۔ نانا صاحب کے اصرار اور وعدے پر کہ اگر ویلر اور اُس کے ساتھی کشتیوں میں سوار ہو کر گنگا ندی کے راستے سے نکل جائیں تو انھیں امان ملے گی۔ آخر کار ویلر نے مجبوری اس بات کو قبول کیا اور یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر ندی پر کچھ آگے بڑھے تھے کہ سپاہیوں نے اُن پر بندوقوں کی آتشباری شروع کر دی۔ مشکل سے ۲۰۵ عورتیں اور بچے جاں بر ہوئے اور انھیں پھر کانپور میں پکڑ لائے جہاں یہ لوگ مرض اور خوف کی حالت میں اٹھارہ روز زندہ رہے اور ۱۵ جولائی کو جب اُن کی رہائی کے لئے جرنیل ہیولاک کانپور کے قریب پہنچا تو نانا صاحب نے اس اندیشہ سے کہ مبادا یہ چھڑا لئے جائیں آدمیوں کو بھیج کر ان سب کے ٹکڑے کروا دیئے اور

کان پور کا قتل عام ۱۵ جولائی ۱۸۵۷ء

لاشوں کو کانپور کے مشہور کنوئیں میں پھنکوا دیا۔

جب یہ خبر انگریزوں کو پہنچی تو وہ غم و غصہ کے مارے قریب تھا کہ دیوانے ہو جاتے انگریز بھی اس حرکت ناشایستہ کا اسی طرح جاہلانہ انتقام سے جواب دینے والے تھے لیکن کیننگ نے بہت مشکل سے انھیں سمجھا کر اُس سے باز رکھا۔ مگر وہ اپنے ارادے کا پکا تھا اس لیئے جو لوگ مجرم ثابت ہوئے صرف اُن ہی کو سخت سزائیں دلوائیں اور انگریزوں کی آیر و پر بیگناہوں کے خون کا دھبّا نہ آنے دیا۔ علاوہ بریں اس امر کا بھی ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ غدر کے زمانے میں اکثر ہندیوں نے انگریزی حکومت سے وفا کی اپنے وعدوں میں سچے ثابت ہوئے اور اپنی جان پر کھیل کر انگریزی عورتوں اور بچوں کی جانیں بچائیں۔ کان پور کے واقعے کے بعد ہی جنگ کا مدو جزر بدل گیا۔ ولایت سے ابھی تازہ فوجیں بھی نہ آئی تھیں کہ ستمبر میں دہلی فتح کر لی گئی اور لڑائی کا رخ بدل جانے سے جنگ کا مرکز لکھنؤ بن گیا جس کا محاصرہ چار مہینے تک نہایت زور سے کیا گیا۔ جو لوگ محصور تھے وہ فاقوں مر رہے تھے اور اُنھیں ہر وقت قتل ہونیکا خوف لگا ہوا تھا اور جو فوجی امداد اُن کی رہائی کے لیئے روانہ کی گئی تھی وہ ابھی راستے میں تھی۔ بہر حال سر جیمز اوٹرم نے جس کے ہمراہ ہیولاک بھی تھا اور جس کو فتح پر فتح نصیب ہو رہی تھی اپنی ہائیلینڈ کی پلٹنوں کی مدد سے ۲۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کی تاریخ لکھنؤ کی رزیڈنسی سے دشمنوں کا محاصرہ اٹھایا بوڑھے انگریزی سپاہیوں نے جان بچنے کے بعد جب اپنے بچوں کو چھاتی سے لگایا ہے تو خوشی کے مارے بچوں کی طرح رو دیئے اور خدا کا شکر کیا کہ کان پور کی سی بلا ان پر نازل نہیں ہوئی۔ اس کے چند روز بعد سر ہنری ہیولاک کا انتقال ہو گیا اور اوٹرم رزیڈنسی کو دشمنوں سے بچاتا رہا یہاں تک کہ نومبر میں سر کالن کیمبل ایک بڑے لشکر کے ساتھ پہنچا وہ قلعے کی

کیننگ کا انصاف سے پیش آنا

محصورین لکھنؤ کی رہائی ۲۳ ستمبر ۱۸۵۷ء

انگریزی فوج کو رزیڈنسی سے نکال کر ایک دوسرے بہتر اور محفوظ مقام پر لے گیا بالآخر لکھنؤ ۱۹ اپریل ۱۸۵۸ء میں فتح کر لیا گیا۔

۱۸۵۸ء کے موسم گرما میں سر ہیوروز کا وسطی ہند کی لڑائیوں میں کامیاب ہونا تھا کہ بتدریج حکومت نے دوسرے مقامات میں بھی باغیوں کو کچل ڈالا اور اس طرح بہت جلد شورش فرو کر دی گئی لیکن اس

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ۱۸۵۸ء

غدر سے ایک فائدہ ہوا ایک عرصے سے انگریز طرز حکومت ہند کو بدلنا چاہتے تھے لیکن غدر کے سبب سے جلد اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا گیا ۲ جون ۱۸۵۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی (جماعت تجار ہند مشرقی) کی موقوفی ہو کر ہندوستان کے کل انگریزی علاقے تاج برطانیہ کے تحت میں منتقل ہوئے اور پہلی نومبر ۱۸۵۸ء کو ملکۂ معظمہ کے فرماں روائے ہند ہونے کا اعلان کیا گیا۔ کمپنی کی جس قدر فوج تھی وہ ملکہ کی افواج میں شامل کر لی گئی اور لارڈ کیننگ جو گورنر جنرل تھا پہلا "وائسرائے" یعنے ملکہ کا قائم مقام قرار پایا۔ اس کے بعد کیننگ کے عہد حکومت میں ملک نے خوب ترقی کی۔ ایک دوسرے وائسرائے سر جان کی عملداری میں بھی جس کو بعد میں لارڈ لارینس کا خطاب ملا ہند کی خوش حالی وغیرہ میں اضافہ ہوا۔ نئی نئی نہروں کے سلسلے قائم کیے گئے اور ہند کی چپہ چپہ زمین

ہند اور ماتحتی تاج برطانیہ

پر تار برقی نظر آنے لگی۔ ۱۸۶۲ء میں تقریباً ۱۳۶۰ میل تک ریل کی سڑک پڑ گئی تھی۔ حکومت نے روئی کی کاشت کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور جب اُس کی سرپرستی ہوئی تو بڑی بڑی مقدار میں روئی مینچسٹر کے کارخانوں کے لیئے ہند سے برآمد ہونے لگی۔ ۱۸۶۶ء و ۱۸۷۳ء اور ۱۸۷۷ء میں نہایت شدید قحط سالی ہونے کے باوجود حکومت کی جانب سے مفلس دیسیوں کی پریشانی و تباہی رفع کرنے کے لیئے بہت کچھ امداد دی گئی۔ اس کے علاوہ ہر ایک صوبے میں مدرسے اور دارالعلوم رعایا کی تعلیم کے لیئے قائم کیئے گئے۔ رفتہ رفتہ

سرکاری ملازمت میں بھی دیسی لیئے جانے لگے اور لارڈ نارتھ بروک اور لارڈ مے یو کے عہد میں زیادہ منصفانہ قوانین وضع ہوئے اور سنگین محصولوں میں تخفیف ہوئی سنہ ۱۸۷۵ء میں ولی عہد برطانیہ (پرنس آف ویلز) نے کل ملک میں شاہانہ جلوس کے ساتھ دورہ کیا اور سنہ ۱۸۷۷ء میں ملکہ معظمہ نے "قیصرۂ ہند" کا خطاب اختیار فرمایا سنہ ۱۸۷۸ء میں جبکہ روس سے یورپ میں لڑائی ہونے کا اندیشہ کیا جا رہا تھا انگریزی عہد میں پہلے پہل ہندی فوجوں کو سمندر پار مالٹا روانہ کیا گیا اور سنہ ۱۸۸۲ء میں تو فی الواقع اُن کو برطانوی سپاہ کے پہلو بہ پہلو مصر میں لڑنا پڑا اور اُس کے بعد جب لندن میں فتح کا جلوس نکالا گیا تو ان کو بھی شریک کیا گیا اس طرح مشرق کے ایک بڑے ملک اور مغرب کے ایک چھوٹے جزیرے میں جو سلطنت برطانیہ کا مرکز ہے بتدریج اتحاد پیدا ہو رہا ہے۔ ہند وہی ملک ہے جس میں قدیم علم و ہنر کے چشمے اُس وقت جاری تھے جبکہ برطانیہ وحشی قوموں سے بھرا پڑا تھا اور اس پر جہالت و افلاس کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت اس بات کی پیشین گوئی کرنا دشوار ہے کہ آگے چل کر ہند میں انگریزی حکومت قائم رہ سکے گی کہ نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ برطانوی مدبران سلطنت اور برطانوی سلاطین نے ہند کی حکومت کو پُرامن اور رعایا کو خوشحال بنانے کے لیئے ہر ممکن تدبیر سے کام لیا ہے۔

وکٹوریہ قیصرۂ ہند

افغانستان اور افریقہ میں برطانوی محاربات سنہ ۱۸۶۷ء - سنہ ۱۸۸۶ء

ہندوستان کے غدر کے بعد جن محاربات میں برطانیہ مصروف رہا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

اول تو چین سے سنہ ۱۸۵۵ء میں لڑنا پڑا پھر اسی ملک سے سنہ ۱۸۶۰ء میں جبکہ برطانوی اور فرانسیسی افواج پیکن میں داخل ہوئی ہیں لڑائی ہوئی۔ دوسرے سنہ ۱۸۶۷ء میں چند انگریزوں کی رہائی کے لیئے جن کو تھیوڈر بادشاہ نے قید کر لیا تھا سر رابرٹ نیپیر کی سرکردگی میں کچھ سپاہ حبش کو روانہ کی گئی اور شاہ مذکور لڑتا ہوا اپنے قلعے میں مارا گیا تیسرے سنہ ۱۸۷۳ء میں سر گارنیٹ وُلزلی کے ماتحت اشانٹی قبائل کی

سرکوبی کے لئے جو انگریزوں کے زیرحمایت قبیلوں سے لڑ رہے تھے ایک دستۂ فوج گولڈ کوسٹ (ساحل طلا) پر بھیجا گیا۔ چوتھے افغانستان میں برطانوی سفیر سرلوئی کیویگ نری کے قتل سے پھر انگریزوں کے خلاف فساد برپا ہونے پر سر فریڈرک رابرٹس کے ماتحت فوج روانہ کی گئی جو نہایت کامیابی اور شان سے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنہ ۱۸۷۹ سے ۱۸۸۰ء تک کشت وخون کرتی ہوئی گذر گئی اور اس طرح سفیر کے خون کا انتقام لیا گیا۔ اس دوسرے سفیر کا قتل بھی اسی طرح واقع ہوا جس طرح سینتیس سال پیشتر سر الکزانڈر برنس ہلاک کیا گیا تھا۔ پانچویں دو ناکام لڑائیاں زولو اور بوئیر قوموں سے سنہ ۱۸۷۹ء اور ۱۸۸۱ء میں ہوئیں۔ چھٹے خدیو مصر کی مدد کے لئے برطانیہ کو سودانی عربوں سے سنہ ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۵ء تک جنگ کرنی پڑی۔ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ یورپ کی فوجوں نے کشتیوں کے ذریعے سے رود نیل پر اُس کے دہانے کی طرف چڑھائی کی۔ اسی جنگ میں اُس کا سورما جارلس جارج گارڈن خرطوم میں کام آیا۔ بہرحال اس باغی خلیفہ کا سودان پر ۲ ستمبر سنہ ۱۸۹۸ء تک قبضہ رہا۔ جبکہ سر ہربرٹ کچنر نے اس کو شکست فاحش دی اور ام درمان اور خرطوم پر قبضہ کرلیا۔ ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۹۹ء میں خلیفہ کو کرنل سر ایف ونگیٹ کے مقابلے میں بمقام ام ڈیبری گیٹ بار ثانی ہزیمت اُٹھانی پڑی اور وہ اپنے سرداران وفادار کے ساتھ دشمنوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

لارڈ پامرسٹن کے انتقال کے بعد سے جو سنہ ۱۸۶۵ء میں واقع ہوا برطانیہ کے دو مشہور سیاسی فرقوں کنزرویٹو (قدامت پسند) اور لبرل (حریت و جدت پسند) کے ہاتھ میں باری باری سے زمام حکومت آئی ہے مختلف لوگ اپنے اپنے وقت میں ان فرقوں کے سرگروہ بنے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلا لارڈ جان رسل ہوا ہے۔ اُس کے بعد ڈزریلی (جو سنہ ۱۸۷۶ء میں لارڈ بیکنس فیلڈ بنا) بعدازاں گلیڈ اسٹن لارڈ روزبری اور لارڈ سالسبری نے اس فرقے کی سرداری کی ہے۔ اگرچہ ان دونوں فرقوں کے اصول میں بہت کچھ اختلاف

رہا ہے لیکن دونوں نے کاریگر اور مزدور پیشہ لوگوں کی حالت درست کرنے
میں اور کل برطانوی قوم کو حکومت میں شریک کرنے کے لیئے سعی بلیغ اور

قوانین اصلاح از ۱۸۵۸ء تا ۱۸۸۵ء

ایثار کیا ہے ۱۸۵۸ء میں قدامت پسندوں نے لارڈ ڈربی
کی ماتحتی میں یہودیوں کو پارلیمنٹ کے ارکان بنانے
کی نسبت ایک مسودۂ قانون منظور کرایا پھر ۱۸۶۷ء
میں ایک مسودۂ اصلاح کے منظور ہو جانے سے ہر ایک شہر میں ہر مالک مکان
کو جو اپنے مکان کا ۴ پونڈ سالانہ کرایہ ادا کرتا ہو اور ہر کرایہ دار کو جو اُس کا
۱۰ پونڈ سالانہ کرایہ دیتا تھا حق رائے مل گیا۔ لیکن اضلاع و دیہات میں
رہنے والوں کے ساتھ کچھ رعایت نہیں کی گئی صرف اُسی شخص کو حق رائے
حاصل رہا جو ۱۲ پونڈ سالانہ کرائیہ مکان دیتا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں گلیڈاسٹن کی
حکومت میں فرقۂ جدت پسند نے قانون بیلٹ (قرعہ اندازی) جاری کیا
تاکہ ایک شخص کے ارادے سے کہ وہ کس کے واسطے رائے دینا چاہتا ہے
دوسرا واقف نہ ہو سکے ۱۸۸۵ء میں گلیڈاسٹن نے "نیابت قوم" کے
مسودۂ قانون کو منظور کیا جس کے سبب سے اب سکونت شہر اور دیہات
کا امتیاز باقی نہیں رہا۔ ہر مالک مکان یا کرایہ دار کو خواہ وہ شہر میں رہتا ہو
یا گاؤں میں اُس کو رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اس طرح ملک کے
کل مزدوروں اور کاریگروں کو حکومت میں دخل دینے کا اختیار ہے
اور اس قانون کے اجرا سے رجسٹر انتخاب کنندگاں میں پچیس لاکھ رائے
دینے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔

اس اثنا میں ممالک غیر کے جھگڑوں کا اثر برطانیۂ عظمیٰ پر پڑا ۱۸۵۸ء
میں آرسنی نام کے ایک اطالوی نے فرانسیسی شہنشاہ کی گاڑی پر بمب
کے گولے پھینک کر اُس کو قتل کرنے کا اقدام کیا۔ چونکہ اس سازش

آرسینی کا بمب کے گولے پھینکنا ۱۸۵۸ء

کے چند شرکا نے انگلستان میں پناہ لی تھی اسلیئے فرانسیسی
اس قدر انگریزوں سے برہم ہو گئے کہ لوگوں کو فرانس اور
انگلستان کے آپس میں لڑ مرنے کا اندیشہ ہو رہا تھا۔ اس بنا پر لارڈ پامرسٹن نے

رضاکاران رفل کی سرپرستی کر کے ان کے شوق کو بڑھایا اور جب لوگ
اس جماعت میں کثرت سے شریک ہونے لگے تو اس کی صدارت و نگرانی محکمۂ جنگ

تنظیم رضاکاراں ۱۸۵۵ء

کے تفویض کی گئی جس کے سبب سے یہ رضاکار بھی
برطانوی فوج کا ایک حصّہ سمجھے جانے لگے۔ اگرچہ یہ
سب اہتمام ہوا لیکن لڑائی کی نوبت نہیں آئی بلکہ ۱۸۶۰ء
میں کابڈن نے برطانیہ اور فرانس کے درمیان ایک مفید تجارتی صلح
کرادی جس کے سبب سے دونوں ملکوں میں ایسا قومی اتحاد پیدا ہو گیا کہ

فرانس اور پروشیا کی جنگ۔ ۱۸۷۰ء

۱۸۷۰ء کی فرانس اور پروشیا کی خوفناک جنگ سے بھی
اُس میں کسی قسم کا تزلزل نہ آسکا اور اُس کے برعکس محاصرۂ پیرس
اور شورش کمیون (فرانسیسی دیہات) کے زمانہ میں نپولین سوم نے
انگلستان میں پناہ لی جہاں ماہ جنوری ۱۸۷۳ء میں اُس کا انتقال ہوا۔ ۱۸۶۱ء
میں ایک دوسرا جھگڑا پیش آیا۔ بحر اوقیانوس میں تار برقی کے قائم ہونے اور
۱۸۵۸ء میں ملکۂ معظمہ کا ریاست ہائے متحدہ کے میر مجلس کو ایک بحری تار برقی
کا پیام ارسال کرنے کے سبب سے لوگوں کو امید بندھی کہ ان دونوں ملکوں
میں اتحاد کی بنیاد زیادہ مستحکم ہو گئی لیکن افسوس ہے کہ اس توقع کے ساتھ ہی

ریاست ہائے متحدہ کی جنگ از ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۵ء

ان ریاستوں میں خانہ جنگی کے آثار پیدا ہو گئے۔
ریاست ہائے شمالی میں انسان کا غلام بنانا ناجائز قرار
دیا گیا تھا اور غلاموں کی خرید و فروخت ممنوع کر دی گئی تھی
لیکن امریکہ کی جنوبی ریاستوں میں ابھی تک کنیز و غلام باقی
تھے اور جب ۱۸۵۰ء میں کیلیفورنیا کی جدید ریاست نے قانون بنا کر غلامی
کو ناجائز قرار دیا تو ان دوسری ریاستوں کی آتش غضب مشتعل ہو گئی ۱۸۶۰ء
تک ریاست ہائے متحدہ کے جس قدر میر مجلس گزرے ہیں وہ سب جنوبی ریاستوں
کے ہم خیال رہے لیکن اسی سال غلامی کے منسوخ کرنے والوں کو ابراہیم لنکن
کے انتخاب کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لنکن منصف مزاج اور اعتدال پسند
تھا اگرچہ غلاموں کے مالکوں سے اُسے ہمدردی نہ تھی لیکن اُس کو اُنکے قوانین کا

پاس تھا۔ اس بنا پر جنوبی ریاستوں نے شمالی ریاستوں سے قطع تعلق کر کے اپنے لیئے ایک دوسری اجتماعی حکومت بنانی چاہی جس کی وجہ سے ریاستوں کے ان دونوں مجموعوں میں جنگ شروع ہو کر چار سال تک جاری رہی۔ چونکہ جنوبی ریاستوں سے کپڑا بننے کے لیئے روئی انگلستان روانہ ہوتی تھی اور مخاصمت کی وجہ سے شمالی ریاستوں نے جنوبی ریاستوں کی بندرگاہوں کا محاصرہ کر لیا تھا اس لیئے ہزارہا کاریگر اور مزدور پیشہ عورتوں اور بچوں کا جو لنکاشائر کے کپڑے کے کارخانوں میں کام کرتے تھے کپاس کی درآمد موقوف ہونے سے روزگار بند ہو گیا اور قبل اس کے کہ مصر اور ہند سے خام روئی بہم پہنچائی جائے ان غریبوں کی فاقے میں بسر ہونے لگی۔ اگرچہ ان کی امداد پر کثیر رقمیں جمع اور صرف کی گئیں تاہم اُن کی تکلیف و عسرت ناقابل برداشت تھی۔ اُس پر بھی ان لوگوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور چونکہ خود اُن کے عقیدے میں کسی انسان کا لونڈی غلام بنایا جانا ناجائز تھا اس لیئے ان لوگوں نے جنگ کی طرفداری کی مگر انگلستان کے متمول باشندے اس قدر باشعور نہ تھے جس کے سبب سے وہ لوگ جنوبی ریاستوں کے طرفدار بن گئے اور بہت سے جنگی جہاز برطانوی گودیوں میں اُن کے لیئے تیار کرا کے اُن کے ہاں پہنچائے چنانچہ اُن میں کا ایک مشہور جہاز الاباما تھا۔ بالآخر ۱۸۶۵ء میں شمال نے فتح پائی اور غلامی منسوخ ہوئی لیکن ابراہیم لنکن نہ بچ سکا کسی نے دغا سے اُس کو ہلاک کر دیا۔ فرصت پاتے ہی اہل امریکہ نے برطانوی حکومت سے شکایت کی کہ اُس نے باغیوں کے جنگی جہازوں کو اپنے علاقوں میں کیوں بننے دیا۔ الاباما کے سبب سے جو نقصان شمالی حکومتوں کو پہنچا تھا اس کے متعلق برطانیہ اور امریکہ میں گفت و شنید ہوئی اور برطانیہ نے امریکہ کو تین ملین پونڈ تاوان میں ادا کیئے۔

لنکاشائر میں روئی کا قحط ۱۸۶۱ء

الاباما کے مقابل امریکہ کا دعوٰے

جبکہ مندرجۂ صدر واقعات ممالک غیر میں پیش آ رہے تھے انگلستان میں

وفات عقد التاج ۱۸۶۱ء

دو بڑے واقعوں کا ظہور ہوا تاریخ ۱۴ دسمبر ۱۸۶۱ء تپ محرقہ سے ملکہ کے شوہر البرٹ نیک دل نے رحلت کی سچ ہے کہ نیک آدمی کی قدر اُس کے جانے کے بعد ہوتی ہے۔ جو محبت و الفت اُس کو انگریزوں سے تھی اور جو محنت و جاں فشانی اُسنے اُن کی ترقی اور خوشحالی کے متعلق کی جو نیک و مفید مشورے اُس نے ملکہ کو دیئے اور جو تقویت کہ اُس کی ذات سے علم و ہنر کو پہنچی اور زندگی کے اعلیٰ فرائض کی بجا آوری کے قابل بنانے کے لیے جس طرح اُس نے اپنی اولاد کو تعلیم دی اُن سب اوصاف حمیدہ اور کارگزاریوں کی قدر انگریزوں کو اُس وقت ہوئی جب وہ اُن میں سے اُٹھ گیا۔ دوسرا واقعہ پرنس آف ویلز

ولی عہد کی شادی اور علالت

کی شادی تھی جو ۱۰ مارچ ۱۸۶۳ء کو الکزینڈرا دختر شاہ ڈنمارک کے ساتھ ہوئی قوم کے دل میں ولی عہد اور ولی عہد بیگم کی جانب سے بھی بے انتہا محبت تھی اور اُس کا ثبوت اس واقعے کے آٹھ سال بعد ملا جبکہ ۱۸۷۱ء میں ولی عہد بھی اُسی مرض میں مبتلا ہو کر جس سے اُس کے باپ کی وفات ہوئی تھی لب گور پہنچ گیا۔ جب شہزادے کی حالت اس قدر خطرناک ہوئی تو شہزادی بحالت اضطراب شوہر کے پہلو سے اُٹھی اور قریۂ سینڈ ریگم کے گرجا میں جا کر اُس کی صحت کے لیے دعا مانگنے لگی۔ بظاہر شہزادی گرجا کو تنہا روانہ ہوئی تھی لیکن انگلستان کے مردوزن کے قلوب اس کے ہمراہ تھے اور اجابت دعا کے لئے آمین کہہ رہے تھے جس کسی نے شہزادی کی مضطربانہ حالت دیکھی وہ افسردہ خاطر ہوا اور شہزادے کے دفع مرض کے لیئے اُس کے دل سے دعا نکلی صحت یابی کے بعد جب ملکۂ معظمہ مع ولی عہد اور ولی عہد بیگم جلوس شاہی کے ساتھ شکر الٰہی بجا لانے کے لیئے سینٹ پال کے گرجا کو تشریف لے گئیں تو تماشائیوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے نعرۂ مسرت نہ بلند کیا ہو۔

اسی عرصے میں جلد جلد ایک کے بعد دوسرا واقعہ پیش آتا گیا عوام نے ۱۸۶۶ء میں اصلاح حکومت کے متعلق غوغا مچایا کر ہائیڈ پارک میں بلوہ شروع

کر دیا جس کے سبب سے لارڈ ڈربی نے ۱۸۶۷ء میں اصلاح مذکور منظور کی (دیکھو صفحہ ۵۱۲) آئرلینڈ میں بھی ہلچل مچ گئی فنی ین لوگوں نے شورش کی اور انگلستان میں قلعۂ چیسٹر پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن جب حکومت سے مقابلہ ہونے کے بعد

انگلستان اور آئرلینڈ میں فتنہ و فساد

اکثر باغی گرفتار ہوئے اور کلرکینیل کے محبس میں اُن کو قید کیا گیا تو قید خانے کو اڑا دینے کے لئے باقی باغیوں نے سازش کی اور اگرچہ شہر کے اس حصہ میں جہاں مفلس آدمیوں کی گنجان آبادی تھی دھماکہ ہو کر غریبوں کے مکان منہدم ہو گئے لیکن قیدی اپنے کو رہا نہ کرا سکے۔ شفیلڈ میں بھی اسی طرح کے بڑے ہنگامے ہوئے لیکن اُن کے بانی انگریزی مزدور اور کارخانوں میں کام کرنے والے لوگ تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں اتفاق کیا تھا کہ کارخانوں کے مالکوں کو مجبور کر کے شرح اجرت کے اضافے کے متعلق شرطیں کریں گے۔ جس کی تکمیل کے لئے "تجارتی اتحادات" قائم کئے گئے تھے۔ جن مزدوروں اور کاریگروں نے تجارتی انجمنوں کی ہدایت و مشورہ کو نہ مانا اُن کی متحدین نے بُری گت بنائی اور زد و کوب کے سبب سے اکثر ہلاک بھی ہوئے بالآخر حکومت نے ان فسادات کو فرو کر کے دانشمندانہ قوانین بنائے کہ بہتر سے بہتر اور قوی سے قوی تجارتی اتحاد کے قائم کرنے کی قانوناً اجازت مل گئی اور مخفی سازشوں کا سدباب ہوا۔

اس کے بعد چند سال میں پارلیمنٹ نے قوم کے فائدے کے لئے اکثر قوانین جاری کئے ہیں۔ جب سے کہ ۱۸۳۲ء ۱۸۴۸ء اور ۱۸۵۳ء میں انگلستان میں ایشیائی ہیضے کی کثرت سے وارداتیں ہوئی تھیں مفلس لوگوں کے مکانوں اور اُن کے محلوں کی سڑکوں اور راستوں کی صفائی کے متعلق سخت کوششیں ہو رہی تھیں۔ اور ملک کے مختلف طبقاتِ آبادی کو قوانین صحت کا لحاظ ہو گیا تھا۔ ۱۸۶۶ء میں قانون حفظ صحت یا صحت عامہ کے اجرا سے عہدہ داران صفائی ہر ایک مالک مکان کو اُس کے مکان کی صفائی اور موریوں کے انتظام کے متعلق

قانون صحت عامہ ۱۸۶۶ء

ان حکام کو اختیار ہے کہ مکانوں میں کوڑا کرکٹ اور غلاظت نہ جمع رہنے کے لیئے اُن کے مالکوں اور کرایہ داروں کو توجہ دلائیں اور ہر ایک مکان اور حجرے میں ایک خاص تعداد سے زیادہ آدمیوں کو نہ رہنے دیں۔ غالباً ان اصلاحات کی وجہ سے تیس سال ہوئے کہ انگلستان ہیضہ ایشیائی کی وبا سے بالکل محفوظ ہے۔ لیکن اُس کے برعکس یورپ کے دوسرے ملکوں میں ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۶ء میں لکھوکھا آدمی وبائے مذکور کا شکار بنے۔ قانون صحت عامہ کا اجرا انگلستان کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا چنانچہ ۱۸۸۰ء سے اموات کی تعداد میں سالانہ ۴۱۰۰۰ کی کمی ہو رہی ہے۔

۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان آئرلینڈ کے فائدے کی بہت سی باتیں عمل میں آئیں۔ حکومت کے معین کردہ مذہب اور اس کے اخراجات کی موقوفی ہوئی کیتھولک کو پروٹسٹنٹ کے ساتھ مساوات دی گئی۔ ۱۸۷۰ء میں گلیڈاسٹن نے آئرلینڈ کے لیئے ایک قانون اراضی جاری کر کے وہاں کے مزارعین کو فائدہ پہنچایا۔ اراضی کے قبضہ و اقتدار کے متعلق اُن کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہو گئی۔

آئرلینڈ کے سرکاری مذہب اور اس کے اخراجات کی موقوفی ۱۸۶۹ء قانون اراضی ۱۸۷۰ء

۱۸۷۰ء میں انگلستان کے متعلق فورسٹر نے ایک قانون تعلیم جاری کرایا جس کے ذریعے سے طے پایا ہے کہ اگر ملک کے کسی حصے میں تعلیم اطفال کے لیئے سرکاری مدرسہ موجود نہ ہو تو وہاں کے باشندے قیام مدرسہ کے لیئے اپنی ایک کمیٹی قائم کر کے آبادی کے کل اطفال کی تعلیم کے لیئے مدرسہ جاری کریں۔ مدرسے کی تعمیر اور اُس کے اخراجات کیلیئے آبادی متعلقہ سے محصول لیا جائے اور مدرسے کی نگرانی اور انتظام وغیرہ کمیٹی کے تفویض رہے۔ اس کے چند سال بعد ایک اور قانون کے نفاذ سے تعلیم جبری کر دی گئی، ماں باپ پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں ایس قانون جبری کے سبب سے انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے

قانون تعلیم ۱۸۷۰ء

ابتدائی مدارس میں طلبہ کی تعداد بہ نسبت ۱۸۷۵ء کے اب دوچند ہو گئی ہے۔ اس سے قوم کی جہالت اور بدکاری میں کمی ہو رہی ہے اور کسی لڑکے کے لیے جو صحیح و توانا ہو لکھنے پڑھنے اور فرماں بردار بننے کے بغیر شباب کو پہنچنا ممکن نہیں۔ اس کے سوائے حکومت نے ملک کے ہر ہر گوشے میں علوم و فنون کے مدارس قائم کیئے ہیں جہاں کم صرف میں اعلیٰ درجے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ قوم کے متمول جماعتوں میں فرقۂ اناث کو تعلیم کی طرف خاص توجہ ہوئی ہے۔ آج کل کے مدارس میں لڑکیوں کو امور خانہ داری (سینے اور پکوان) کی بہ نسبت زیادہ تر تاریخ علم و ہنر اور دوسرے مضامین پڑھائے جاتے ہیں تاکہ اس قسم کی تعلیم سے اُن کے خیالات کی اصلاح ہو اور وہ زندگی کے نشیب و فراز سے واقف ہو کر اپنے فرائض کی انجام دہی کے قابل ہو سکیں۔ آکسفرڈ اور کیمبرج میں مستورات کے لئے مخصوص دار العلوم جاری ہوئے ہیں اب کتخدا عورتیں اور مائیں ان مضامین سے جنکی تحصیل اُن کے شوہر اور فرزند کریں ناواقف رہنا پسند نہیں کرتی ہیں۔
۱۸۷۱ء میں آکسفرڈ، کیمبرج اور ڈبلین کی یونیورسٹیوں نے مذہبی سوالات کرنے کا طریقہ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ان یونیورسٹیوں میں دوسرے مذہب والوں کے لیئے اب کوئی قید نہیں رہی اور "چرچ مین" (مذہب انگلستان کا پیرو) "دسنٹر" (اہل خلاف)، کیتھولک، ہندو اور مسلمان جس کا جی چاہے ان میں شریک ہو کر تعلیم پا سکتا ہے۔ اس سال ملکۂ معظمہ نے فوج میں "طریق خریداری" کو موقوف کر دیا جس کے سبب سے کوئی فوجی ملازم اپنی ترقی کو اب خرید نہیں سکتا بلکہ اس کے لیئے حسن خدمت اور مدت ملازمت معیار قرار پائے ہیں۔
۱۸۷۴ء میں ڈزرئیلی جو ۱۸۷۶ء میں لارڈ بیکنز فیلڈ کے خطاب سے سرفراز ہوا، دوبارہ وزیر اعظم بنا اور اس کے عہد حکومت میں ایک قانون مجریہ ۱۸۷۷ء کے ذریعے سے نیٹال، راس امید، خود مختار جمہوریت آرینج اور ٹرانسوال کی نو آبادیوں کو حکومت متفقہ قائم کرنے کی اجازت عطا ہوئی۔ اگرچہ اس قانون کے اجرا سے زیادہ اہم نتائج بر آمد نہیں ہوئے لیکن اسکی یاد واقعۂ ذیل کے سبب سے لوگوں کے دل پر مدتوں نقش رہے گی جس نے ماننے میں کہ

قانون مذکور کی بابت (پارلیمنٹ) میں بحث ہو رہی تھی آئرستانی ارکان نے
"رکاوٹ" کے ذریعے سے وضع قوانین میں رکاوٹ پیدا کر دی جس کے
سبب سے اکثر مفید و بکار آمد قوانین کا بننا دونوں وزارتوں
(قدامت پسند و جدت پسند) کے زمانے میں موقوف رہا۔
آئرلینڈ کے مبعوثوں نے حکومت کو دق کرنے کی ایک

آئرستانی رکاوٹ
از ۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۶ء

چال اختیار کی تھی۔ جو مسودۂ قانون پارلیمنٹ میں پیش ہوتا تھا خواہ اس سے
انھیں تعلق ہو کہ نہ ہو وہ غیر متعلق اور لایعنی بحث اُس پر شروع کر دیتے تھے
جس کے سبب سے معمولی معمولی مدارج طے کرنے میں پارلیمنٹ کا سارا
وقت صرف ہو جاتا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ اس طرح دق کرنے سے
انگریز انھیں آئرلینڈ کی حکومت واپس دے دیں گے اور ہم پھر برطانیہ کو
مجبور کر کے اپنی پارلیمنٹ دوبارہ حاصل کر لیں گے لیکن انگریزی حکومت نے
ایک تدبیر سے ان ارکان کو ہموار کر لیا۔ یعنی آئرلینڈ کے ان سب نقصانات
کی جو اُس کو اُس کی پارلیمنٹ کے لیے جانے سے پہنچے تھے تلافی کر دی۔
۱۸۸۰ء میں مسٹر گلیڈاسٹن نے دوبارہ وزارت پر آتے ہی ایک
دوسرا قانون اراضی برائے آئرستان ۱۸۸۱ء میں جاری کیا لیکن پارنل نے
جیسا کہ اس کے پہلے او کانل کرتا تھا مخالفت کو جاری رکھا۔ آئرلینڈ میں
عدم حکومت کی سی حالت ہو گئی تھی۔ قتل اور فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ ۶ مئی ۱۸۸۲ء کو
ڈبلین کے فی نکس پارک میں لارڈ فریڈرک کیونڈش جو دل
سے آئرستانیوں کا خیر خواہ اور جھگڑے کو مٹانے کی غرض سے
آئرستان گیا ہوا تھا مسٹر برک کے ساتھ قتل کر دیا گیا آخر کار

کیونڈش اور برک کا
قتل ۱۸۸۲ء

۱۸۸۶ء میں مسٹر گلیڈاسٹن نے "ہوم رول" (Homerule)
یعنی "حکومت خود اختیاری" کی ایک تجویز مرتب کی کہ آئرلینڈ والوں کا مطالبہ
پورا کیا جا سکے۔ مگر اس کے سبب سے فرقہ لبرل میں پھوٹ پڑ گئی۔ گوشین،
چیمبرلین، برائٹ اور اکثر دوسرے برآوردہ ارکان نے گلیڈاسٹن کا ساتھ
چھوڑ کر ایک علیحدہ گروہ بنایا جسے "یونینسٹ" (یعنی جمعیت پسند) کہتے ہیں کیونکہ

وہ آئرلینڈ کی علیحدگی کے مخالف تھے انھوں نے آپس میں عہد کیا کہ سلطنت کی جمیعت برقرار رکھیں گے۔ اس بنا پر ہوم رول کا مسودہ نامنظور اور پارلیمنٹ برخاست ہوئی۔ انتخاب جدید کے سلسلے میں قدامت پسندوں کے ہاتھ زمام حکومت آئی

ہوم رول کی نامنظوری ۱۸۸۶ء

لارڈ سالسبری وزیر اعظم بنا اور اُس کا بھتیجا مسٹر آرتھر بلفر آئرلینڈ کا سکرٹری مقرر ہوا ۱۸۸۷ء میں سنگین سزاؤں کا ایک مجموعۂ تعزیرات جاری اور مزارعین کے نفع کے لیئے ایک دوسرا قانون اراضی نافذ ہوا۔ آئرلینڈ پر کچھ عرصے تک سختی سے حکومت کی گئی جس کے سبب سے وہاں امن قائم رہا۔

ملکہ وکٹوریہ کو تخت حکومت پر آئے ہوئے پچاس سال گزر گئے اور اس عرصۂ دراز میں نہایت اہم تغیرات ظہور پذیر ہوئے ہیں لیکن جب تک اُن پر گہری تاریخی نظر نہ ڈالی جائے صحیح حالات کا اندازہ کرنا دشوار ہے عہد مذکور کا ابتدائی حصہ ملک کے لیئے ادبار و افلاس کا زمانہ تھا مزدوری کی شرح کم اور اشیائے خورونوش میں گرانی تھی۔ عام لوگ جاہل اور پریشاں حال تھے۔ ابنائے ملک کی ثروت اور قوت کا دارمدار زراعت پر تھا سنوامیں سے اسّی آدمی اراضی سے پیٹ پالتے تھے۔ اکثر شہروں کی جواب بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں اُس زمانے میں کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ ملک کی معدنی دولت کا بہت بڑا حصہ زمین میں مخفی تھا اور باربرداری کے مصارف زیادہ ہونے سے کان کنی کی طرف کم توجہ تھی۔ اگرچہ کلوں کے نکل آنے سے برطانوی مصنوعات میں اُن کا استعمال شروع ہوگیا تھا لیکن ترقی کی ابتدائی حالت تھی اس لیئے کلوں سے جس قدر فائدہ چاہیئے نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ گو ممالک غیر میں برطانوی تجارت کی تدریج ترقی ہو رہی تھی لیکن چونکہ بادبانی جہازوں سے مال تجارت کے پہنچانے میں تاخیر ہوتی تھی اس لیئے دور کے ملکوں کو سامان روانہ کرنا دشوار تھا اور تجارت کا دائرہ محدود ہوگیا تھا۔

لیکن اس پچاس سال کی مدت میں علم و حکمت کو ترقی ہونے سے نئی نئی

گزشتہ پچاس سال کی ترقیاں۔

باتیں معلوم ہوئیں اور اہل علم نے مفید اور ضروری چیزیں اختراع کیں۔ ان میں ملک کو سب سے زیادہ کلوں، ریلوں، دخانی جہازوں اور تاربرقی سے فائدہ پہنچا۔ چونکہ بھاپ کی قوت سے یہ سب چیزیں چلتی ہیں اس لیئے بھاپ کے ذریعہ سے مال و انسان کے حمل و نقل میں آسانی ہوئی۔ پہلی قسم کی ایجاد کے سبب سے مصنوعات پہلے کی بہ نسبت سو حصے زیادہ اور آناً فاناً میں بنتی ہیں اور جہاں پہلے ایک مزدور رکھا جاتا تھا اب وہاں پچاس مزدور مقرر ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے

رسل و رسائل کے جلد اور تیز ذرائع

اختراعات نے برطانیہ کو دور دور کے ملکوں سے قریب کر دیا۔ ملک مذکور اور امریکہ کے درمیان بحر اوقیانوس کے عبور کرنے میں مال اور مسافروں کے لیئے پہلے چھ ہفتے درکار تھے اب آٹھ روز میں یہی فاصلہ طے ہوتا ہے ایسا ہی برطانوی ساحل سے روانہ ہونے کے بعد ہند اور آسٹریلیا پہنچتے پہنچتے چھ مہینے گزر جاتے تھے لیکن اب اس سفر بحری کے لیئے تین ہفتے اور کچھ دنوں کی مدت کافی ہے۔ ان میں کی تیسری اور آخری ایجاد تاربرقی تمام اختراعات سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اگلے زمانے میں ہند یا آسٹریلیا کو مال روانہ کرنے کے بعد نو نو مہینے انگلستان میں اُس کے مالک تاجر کو مال کے بکنے اور قیمت وغیرہ کے متعلق اطلاع کے لیئے انتظار کرنا پڑتا تھا اسی طرح برطانوی وزیر بھی جس کے ذمے ممالک بعیدہ کی حکومت

تاربرقی

ہوتی تھی اُن کے حالات سے ناواقف رہتا تھا لیکن اب بہت جلد بلکہ گھنٹوں میں نیویارک، میلبورن اور کلکتہ کے حالات کی اطلاع انگلستان پہنچتی ہے اور تاجر و مدبر سلطنت کو امور متعلقہ کی روزانہ خبریں وصول ہوتی رہتی ہیں۔ ان اطلاعوں کے وصول ہونے میں اتنی بھی دیر نہیں ہوتی جتنی کہ تاخیر ملکہ الزبتھ کے زمانے میں ڈبلین اور اڈنبرگ سے خبر کے آنے میں ہوتی تھی اگرچہ ان مجبوریوں سے کسی زمانے میں برطانیہ کی حکومت ایک چھوٹے جزیرے میں محدود سمجھی جاتی تھی لیکن اب ان تیز رفتار وسائل آمد و رفت اور ذرائع خبر رسانی کی وجہ سے وہ تقریباً کل دنیا پر چھا گئی ہے۔

جس طرح زندگی کی معمولی باتوں میں انگریزوں نے ان پچاس برس میں ترقی کی اسیطرح اس عرصے میں ان لوگوں نے علم اور خیالات کی دنیا میں بھی قدم آگے بڑھایا عکسی تصاویر کا فن، برقی روشنی، رصدگاہیں (آفتاب اور دوسرے ستاروں اور مختلف قسم کی روشنی دیکھنے کے آلات) جن کے ذریعے ہماری دنیا میں رہنے والوں کو کرورں میل دور کے کروں کی حالت و ماہیت معلوم ہوتی ہے ٹیلیفون جس کے سبب سے ایک شخص دوسرے سے چند میل کے فاصلے پر بات کر سکتا ہے اور ان دونوں کو باوجود بعد کے ایک دوسرے کا لب ولہجہ تک بخوبی سنائی دیتا ہے اور اسی قسم کی بیسیوں دوسری چیزیں حال ہی میں ایجاد ہوئی ہیں۔ قدیم تاریخی قوموں کے حالات کی تحقیق کر کے اُن کے متعلق معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا ہے اور مصری اور سریانی کتبوں کے پڑھنے اور حل کرنے کا طریقہ نکل آنے سے امور ماضیہ کا انکشاف ہوا۔ اس کے ساتھ ہی علم الارض اور علم الحیات میں بہت سی نئی نئی باتیں دریافت ہوئیں۔ اس تحقیق میں لیال ڈارون اور ہربرٹ اسپنسر نے دنیا کے دوسرے محققوں پر سبقت کی اور آنے والی نسلوں پر نئی معلومات کا راستہ کھول دیا۔ کتابوں کی کثرت اور ارزانی ہوئی پہلے پہل ۱۸۵۰ء میں ایسے کتب خانوں کی بنیاد پڑی جن میں شہر کے جو باشندے چاہیں روپیہ صرف کرنے کے بغیر لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنی معلومات وسیع کرنا چاہیں اور جن کو علم کے ذریعے سے حصول معاش منظور ہو وہ اس ذریعے سے اپنے کو بخوبی لائق و فاضل بنا سکتے ہیں اور کثرت سے مفید اور ضروری علوم کا ذخیرہ بغیر کسی صرف کے دستیاب ہو سکتا ہے۔ اگر آسمان تاریخ کے گروٹ اور لارڈ میکالے آفتاب ہیں تو گرین، فریمین گارڈنر اور سلے کی کو ماہتاب سمجھنا چاہیئے۔ اقتصادیات میں جان اسٹورٹ مل اور فاسیٹ نے صحیح اصول قائم کر کے لوگوں کو اس مضمون پر غور کرنے اور نتائج اخذ کرنے کا طریقہ بتلایا۔ عالم فلسفہ میں کارل آئیل کی تلقین ہے کہ جھوٹ سے نفرت کرو اور رسکن فنون لطیفہ کے حسن و خوبی کی قدر کرنی سکھلاتا ہے تھیکرے، ڈکنز شارلٹ براَنٹے اور جارج الیٹ نے افسانہ گوئی میں

کمال کر دکھایا وہ جب چاہیں ہم کو ہنسائیں اور جس وقت چاہیں رُلا سکتے ہیں۔ ٹینی سن اور براوننگ نے شاعرانہ جذبات و تخیلات کی اصلی تصویریں کھینچ کر انگریزی زبان کو مالا مال کر دیا۔ سیر و سیاحت کی کتابیں بلکہ روزانہ اخبار تک اس طرز سے لکھے جاتے ہیں کہ اُن کے مطالعے سے موجودہ نسلوں میں جرأت شوق سیاحت اور ایثار کا مادّہ پیدا ہو اور ان اوصاف میں انکے بزرگوں نے جو کارنامے چھوڑے ہیں اُن کی یاد اُن کے دلوں میں تازہ رہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ حقیقت میں ہمارے زمانے کے انگریزوں میں اپنے بزرگوں کی خوبیاں موجود ہیں۔ ٹیوٹانی قوم کا شوق سیاحت ابھی تک برطانوی محققین اور سیاحین کو قطب شمالی اور افریقہ کے ملک متوسط کی سیاحت و دریافت پر آمادہ کرتا رہتا ہے اور جو تکالیف و خطرات پیش آتے ہیں جان پر کھیل کر یہ اُن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سر جان فرانک لِن اور لِوِنگ اسٹن نے ان ہی کوششوں میں جان گنوائی اور چارلس جارج گارڈن اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ان لوگوں کو ہلاکت سے بچانے کے لیئے جن کے ساتھ اُس کو محبت نہیں بلکہ عشق تھا خرطوم کی مہم پر روانہ ہوا لیکن افسوس ہے کہ نہ محصورین کی جان بچا سکا اور نہ خود جاں بر ہوا۔

جشن جوبلی ۱۸۸۷ء

۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی تخت نشینی کی پچاسویں سالگرہ ہوئی۔ اس واقعے کی بڑی خوشیاں منائی گئیں یورپ اور ایشیا کے اکثر سلاطین، شہزادے اور مشاہیر اس خوشی میں ملکہ کے شریک اور لندن میں مہمان آئے تھے ان شاہی مہمانوں کی ہمراہی میں ملکہ معظمہ کا جلوس خانقاہ ویسٹ منسٹر کو روانہ ہوا اور بری و بحری افواج کے نہایت شاندار اور پر لطف قواعد کے تماشے دکھلائے گئے۔ مگر اسی سال آئرلینڈ کے ایک شہر مائیکل اسٹن میں مفسدوں نے بلوا کیا اور ٹرافل گر اسکوائر (ٹرافل گر کی فتح کی یادگار میں لندن کا ایک چوک اس نام سے منسوب کیا گیا ہے) میں سیاسی شورش کرنے والوں نے جلسے کئے۔

۱۸۸۸ء میں ایک قانون کے ذریعے سے انگلستان اور ویلز میں مجالس اضلاع

مجالس اضلاع

(کونٹی کونسلوں) کا طریقہ رائج ہوا اور اُس کے بعد کچھ مدت میں حلقہ اور پیرش کی مجلسوں کا اجرا ہوا جس کے سبب سے اب ملک کا ہر ایک حصہ اپنا انتظام آپ کرتا ہے اور اس طرح ملک کے ذیلی اور تفصیلی انتظامات پارلیمنٹ سے لےکر اُس کا ہاتھ بٹاتا ہے۔

سنہ ۱۸۹۰ء میں پارلیمنٹ کے آئرستانی فرقے میں سخت پھوٹ واقع ہوئی مسٹر پارنل اور اُس کے ساتھیوں پر اخبار ٹائمز نے سخت الزامات لگائے تھے اس کی تحقیقات کے لیے سنہ ۱۸۸۸ء میں ایک کمیشن جاری ہوا اور اُس کا ایک سال تک اجلاس ہوتا رہا بعض الزامات صحیح اور بعض غلط ثابت ہوئے۔ لیکن سنہ ۱۸۹۰ء کے اختتام پر مسٹر پارنل طلاق کے ایک مقدمے میں پھنس گئے جس کے سبب سے مسٹر گلیڈ اسٹن اور نان کن فرمسٹ فرقے نے جو اُن کے حامی تھے ساتھ چھوڑ دیا بلکہ خود اُس کے پیروؤں میں اختلاف ہو جانے سے دو جداگانہ فرقے بن گئے ایک معتقدین پارنل اور دوسرا منحرفین پارنل کے لقب سے موسوم ہوا اور اُس کے چند روز بعد دارالعوام کی کمیٹی کے کمرہ نشان (۱۵) میں اس دوسرے فرقے کے ارکان نے سخت بحث و مباحثہ کرکے اپنی صدارت کے لیے مسٹر جسٹن میک کارتھے کا انتخاب کیا۔ مسٹر پارنل کا انتقال سنہ ۱۸۹۱ء میں ہوا اُس کا مرنا تھا کہ آئرستانی فرقے کا زور ٹوٹ گیا۔

پارنل کی ناکامی

مسٹر گلیڈاسٹن کا ماہ اگست سنہ ۱۸۹۲ء میں حکومت پر آنا تھا کہ مسئلہ ہوم رول چھڑ گیا اور اس مرتبہ گلیڈاسٹن نے چالاکی یہ کی کہ مسودۂ ہوم رول کو چند اجزا میں پیش کیا اور ان پر جلد بحث کو منقطع کرنے والے قاعدے کے ذریعے دارالعوام سے بجبر کل مسودہ منظور کرا لیا لیکن جب یہ دارالامرا کے سامنے آیا تو اُس کو ایک رائے کے مقابلے میں دس رایوں سے شکست ہوئی۔ اس بنا پر پارلیمنٹ برخاست ہوئی اور فرقۂ جدت پسند نے ملک کو بہت کچھ دارالامرا کے خلاف اکسایا اور سیاسی بے چینی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا

گلیڈاسٹن کی آخری وزارت از سنہ ۱۸۹۳ء تا سنہ ۱۸۹۴ء

اور قوم کا بڑا حصہ اسی بات سے خوش ہوا کہ ہوم رول کی نسبت ملک میں کسی قسم کی سرگرمی اور جوش نہ پیدا ہو سکا۔ بہر حال مسٹر گلیڈاسٹن نے اس مضمون پر سب سے آخری دفعہ یکم مارچ ۱۸۹۴ء کو تقریر کی اور ۱۹ مئی ۱۸۹۸ء کو سفر آخرت اختیار کیا۔

اس کے بعد کچھ اوپر ایک سال لارڈ روزبری کے ہاتھ میں زمام حکومت رہی اور سر ولیم ہارکورٹ نے زیادہ سنگین رسوم فوتی کے قانون کو ۱۸۹۴ء میں جاری کرایا۔

۱۸۹۵ء میں پارلیمنٹ کا عام انتخاب ہونے سے لارڈ سالسبری حکومت پر واپس ہوا اور مسٹر آرتھر بلیفر دار العوام کا صدر بنا۔ یہ وزارت ملکہ کی بادشاہی کے اختتام تک باقی رہی کیونکہ ۱۹۰۰ء کے انتخاب میں بھی فرقۂ قدامت پسند کو غلبہ رہا۔ اسی حکومت کے عہد میں ۱۸۹۸ء میں آئرلینڈ کے لیئے قانون حکومت مقامی نافذ ہوا۔

لارڈ سالسبری ۱۸۹۵ء

اس اثنا میں انگلستان میں معدنی کوئلہ گیاس اور انجنیرنگ کی تجارتوں میں کئی بار بڑی ہڑتال ہوئی اور وراثت تخت و تاج میں کچھ ترمیمات۔ ۱۸۹۲ء میں انفلوئنزا کی وبا انگلستان میں پھیلی ہوئی تھی اسی سال ولی عہد کے بڑے بیٹے ڈیوک آف کلیرنس کا اسی مرض سے انتقال ہوا۔ چونکہ ڈیوک موصوف ناکتخدا و لاولد دنیا سے گیا اس لیئے اس کا بھائی ڈیوک آف یارک جو ولی عہد کا دوسرا فرزند تھا باپ کے بعد وارث حکومت قرار پایا اور اُسکی ۶ جولائی ۱۸۹۳ء میں شہزادی میری سے جو ڈچیز آف ٹیک کی دختر تھی شادی ہوئی۔ ان شاہی دولھا و دُلھن کے مشکوئے معلیٰ میں بتاریخ ۲۳ جون ۱۸۹۴ء شہزادہ ایڈورڈ تولد ہوا۔

ڈیوک آف یارک کی شادی ۱۸۹۳ء

متوسط طبقے کے اکثر لوگوں نے بامید نفع و واپسی رقم اپنا اندوختہ روپیہ لیبرٹیر کمپنی میں لگایا تھا اور جب ۱۸۹۲ء میں اس راز کا انکشاف ہوا کہ کمپنی مذکور کی ہستی سراب سے زیادہ نہیں اور اس کے کاروبار پر زوال آگیا ہے تو انگلستان میں

لیبرٹر کمپنی کی دغابازی

اس خبر کو سن کر خاندان کے خاندان تباہ ہو گئے۔ کمپنی کا ڈائرکٹر (صدر منتظم) مسٹر جیمز بیلفر جنوبی امریکہ فرار ہو گیا اور بالآخر اس کو گرفتار کر کے لائے اور قید بامشقت کی سزا دی۔

انیسویں صدی کے آخری دور میں جو مفید قوانین بنے ہیں انمیں کا سب سے زیادہ فائدہ رساں قانون وہ ہے جس کے نفاذ پانے سے تمام سلطنت میں خط کا محصول ایک پینی قرار پایا۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سر رولینڈ ہل نے اس مبارک کام کی ابتدا کی اور صرف ریاستہائے متحدہ میں خط کا محصول ایک پینی مقرر ہوا تھا لیکن مسٹر ہینی کر ہیٹن کی ان تھک کوششوں نے اس نعمت سے دوسرے برطانوی مقبوضات، اور ممالک ہند کو بھی بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۸ء ایک قانون نافذ کر کے مستفید کیا۔

برطانوی سلطنت میں خط کا محصول ایک پینی مقرر ہونا

بہرحال انیسویں صدی کی تقدیر میں صلح و امن کے ساتھ ختم ہونا نہیں لکھا تھا۔ ملکہ کی بادشاہی کے ساٹھ سال گزرنے پر ۲۲ جولائی ۱۸۹۷ء کو دوسرا جشن جوبلی منایا گیا اس مرتبہ بھی ملکہ کی سواری کا لندن میں شاہانہ جلوس نکلا اور قبل اس کے کہ قصر بکنگھم سے جلوس روانہ ہو ملکۂ ممدوحہ نے اپنی وسیع سلطنت کے ہر ہر حصے کو جہاں جہاں سے مبارکباد کے تار آئے تھے اپنا تشکر و امتنان ذیل کے الفاظ میں روانہ فرمایا "میں اپنی کل رعایا کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں، ان سب پر خدا اپنی خیر و برکت نازل فرمائے"۔

دوسرا جشن جوبلی ۱۸۹۷ء

چونکہ اس مرتبہ سلاطین و رؤسا نہیں مدعو کئے گئے تھے بلکہ برطانوی سلطنت کے مختلف حصوں سے وہاں کے قائم مقام طلب ہوئے تھے نوآبادیوں کے وزرا کینڈا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، تسمانیا اور علاقہ راس امید کے فوجی رضاکار، ہند و افریقہ کی دیسی پلٹنیں اور نیوزی لینڈ کے میوری لوگ ملکۂ موصوفہ کی رکاب میں بوقت جلوس موجود تھے اور جب جلوس سینٹ پال کے گرجا کو پہنچا تو کبیر السن ملکہ نے توقف کیا اور گرجا کے زینوں پر ٹی ڈی ام (یعنی ترانۂ حمد) کی

نغمہ سرائی ہوئی بعد ازاں قومی راگ گایا گیا اور پھر مجمع منتشر ہو گیا۔
اس جشن کے چند سال بعد جب برطانیہ عظمیٰ اور اُس کی ملکہ کی ایک واقعہ کے سبب سے ہتک حرمت ہوئی تو لوگوں کو جشن جوبلی پر غور کرنے کا موقع ملا اور وہ فطرۃً اس نتیجے پر پہنچے کہ جوبلی کے موقع پر سلطنت کے مختلف حصص سے قائم مقاموں کا ایک جگہ جمع ہونا گویا اس اتحاد و رفاقت کا پیش خیمہ تھا جس کی ضرورت پیش آنے والی تھی۔ ۱۸۹۶ء میں مسٹر آرتھر بلیفر نے بمقام گلیس گو تقریر کرتے ہوئے ان الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی "جب کبھی انگلستان کی جان کے لالے پڑ جائیں اور وہ دشمنوں کے مقابلے کے لئے تلوار اُٹھائے تو میں اس امر کی پیشین گوئی کرنے پر آمادہ ہوں کہ اہل اسکاٹلینڈ، انگلستان اور آئرلینڈ اپنی علیحدہ قومیت کو بھول جائیں گے اور خواہ وہ اُس جزیرے میں رہتے ہوں یا برطانوی نوآبادیوں میں جو ہمارا مایۂ ناز و افتخار ہیں بغیر کسی فرق و امتیاز کے آپس میں شیر و شکر ہوں گے اور سلطنت کے ہر ایک حصے سے خطرے کا سدباب کریں گے۔ ان تینوں قوموں کا ایک متنفس بھی ایسا نہ ہوگا جس کو اس اتحاد و یکجہتی سے الفت نہ ہو اور جب وقت پڑے تو ہم سب ایک ہو کر دشمن کو دفع کریں گے"۔

یہ تقریر اس موقع پر کی گئی تھی جب اہل برطانیہ پر جنوبی افریقہ میں مصائب کا آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ اس جھگڑے کے سمجھانے کے لئے ہم کو ۱۸۷۷ء اور اُس کے بعد کے چند واقعات بیان کرنے ہوں گے۔ اُس سال ڈچ بوئروں نے جو دریائے وال کے شمالی ملک میں آباد تھے اور جس کے سبب سے خطۂ مذکور ٹرانسوال کہلاتا ہے زولو قوم کی یورشوں سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے کو برطانیہ کی حمایت میں دے دیا اسلئے ٹرانسوال بھی سلطنت برطانیہ کا ایک جزو بن گیا۔ لیکن ۱۸۸۰ء میں جب انگریزوں نے زولو قوم پر فتح پائی اور بوئروں کو اُن کا خوف جاتا رہا تو اُن لوگوں نے پھر اپنے کو خود مختار بنانا چاہا اور اس نیت سے انگریزوں کی جو قلیل فوجیں قلعوں میں تھیں اُن کو محصور کر لیا۔ اس خبر کے پاتے ہی سر پوم رائے کالی اپنے

ملک ٹرانسوال

لشکر کے ساتھ نیٹال سے محصورین کو رہا کرنے کے واسطے ٹرانسوال پہنچا لیکن اُسکے پاس اس قدر فوج نہیں تھی کہ وہ بوئروں کا قلع قمع کر سکتا بلکہ اسے ۲۷ فروری ۱۸۸۱ء کو بمقام کوہ میجوبا ہزیمت اُٹھانی پڑی۔

مسٹر گلیڈ اسٹن کو حکومت پر واپس ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا اور اس شکست کے چند ہفتوں کے بعد یعنی مارچ کے مہینے میں اُنھوں نے ٹرانسوال بوئروں کو واپس تو دے دیا لیکن ملک کی صدارت کو ملکہ کے ہاتھ میں رکھا اور شرط کی کہ کُل گورے باشندوں کے مساوی حقوق ہوں گے ایک گوری قوم کو دوسری گوری قوم پر بلحاظ حقوق فضیلت نہ ہوگی۔ وزیر اعظم کی اس نرم پالیسی کو تند خو اور مکّار بوئروں نے انگریزوں کی کمزوری پر محمول کیا اور اُس وقت سے انگریزوں کو بوئر ذلت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

افریقہ کی سند یافتہ کمپنیاں

اس کے بعد جو چند سال گزرے اُن میں دو بڑی کمپنیوں نے افریقہ میں تجارت کرنے کے لئے سند حاصل کی سیسل روڈز کی صدارت میں دی برٹش سوتھ افریکن کمپنی (جماعت تجّار افریقہ جنوبی) نے ۱۸۸۹ء میں دو مقام میٹابلے (Matabele) اور میشونالینڈ (Mashonaland) فتح کیئے۔ دی سنٹرل سوتھ افریکن کمپنی (جماعت تجار افریقہ متوسط وجنوبی) نے زیمبیسی کے پار اور جھیل نیاسا کے مغرب میں جو زمین ہے اُس پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۹۱ء میں حکومت برطانیہ نے ان نوآبادیوں کو اپنی حمایت وحفاظت میں لیا۔ اس کے بعد کچھ مدت امن وچین میں بسر ہوئی لیکن سونے کی کانیں جو ۱۸۸۶ء میں پریٹوریا کے قریب برآمد ہوئی تھیں اُن کے سبب سے جوہانسبرگ کے نام سے اُس مقام پر ایک بڑا شہر آباد ہو گیا اور یہ برطانوی اور دوسری قوموں کی معدنی کمپنیوں کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ یورپ خصوصاً برطانیہ سے جو لوگ آکر یہاں آباد ہوئے تھے اُن کو بوئر شبہہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُن کا نام اوٹ لینڈرس یا آیٹ لینڈرز (Out landers or uit landers) بیرونجات کے رہنے والے) یعنی پردیسی رکھا تھا۔ بوئروں کی حکومت نے اُن پردیسیوں کو اپنے ہاں کے شہریوں کے مساوی حقوق دینے سے انکار کیا اور اُن پر

بہت سنگین محصول لگا دیئے ؎

اس بنا پر ۱۸۹۵ء میں "پردیسیوں" نے ایک جماعت اصلاح قائم کی اور ڈاکٹر جیمسن سے جو برٹش ساؤتھ افریقن کمپنی کا ایک معزز افسر تھا امداد طلب کی۔ جیمسن اپنے ہمراہ ۵۰۰ سواران کوتوالی کی جمعیت لے کر طالبان امداد کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لیئے ٹرانسوال میں داخل ہوا۔ جیمسن کو بمقام کروگرز ڈراپ شکست کھانی پڑی اور مسٹر کروگر نے جو ٹرانسوال کا میر مجلس تھا جماعت اصلاح کے سربرآوردہ لوگوں کی باضابطہ تحقیقات کر کے اُن کے لیئے سزائے موت تجویز کی اور بعد ازاں بغرض تحقیقات و سزادہی برطانوی حکومت کے حوالہ کر دیا۔

جیمسن کی چڑھائی ۱۸۹۵ء

پردیسیوں کی اس سخت نادانی ولغزش کے سبب سے وزیر نوآبادیات مسٹر چیمبرلین کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور فرقۂ انتہا پسند کے عناد سے وزیر موصوف کی مشکلیں اور بھی بڑھ گئیں اس تلخ کامی کا سبب یہ تھا کہ ۱۸۸۶ء میں چیمبرلین نے فرقۂ مذکور سے اپنے کو علیحدہ کر لیا تھا۔ بہرحال جیمسن اور اُس کے ساتھیوں کو تحقیقات ہونے کے بعد سزائے قید بھگتنی پڑی اور اُس کے بعد کروگر پردیسیوں پر چار سال تک سنگین محصول عائد کرتا اور مظالم ڈھاتا رہا۔ ان لوگوں نے دق ہو کر مارچ ۱۸۹۹ء میں ملکہ کی حضور میں عرضی دی کہ ملکۂ موصوفہ ٹرانسوال کی صدر ہونے کی حیثیت سے اپنے اختیارات پر عمل کر کے اُن کی مدد فرمائیں۔

سر الفرڈ ملنر کی جانب سے جو راس امید کے علاقے کا ہائی کمشنر (صوبہ دار) تھا امن برقرار رکھنے کے لیئے ہر ایک قسم کی کوشش عمل میں لائی گئی لیکن کروگر اور خود مختار ریاست آرنج کے میر مجلس اسٹن نے جو چند سال پہلے سے جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے اور جن کو امید تھی کہ برطانیوں کو جنوبی افریقہ سے نکالنے میں کامیابی ہوگی ہرگز نہ مانا۔ اس پر بھی بتاریخ ۵ جون ۱۸۹۹ء معاملات کو سلجھانے کے لیئے فریقین کے درمیان بمقام بلوم فانٹین ایک کانفرنس ہوئی جس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ حکومت برطانیہ اور ٹرانسوال کے درمیان ابھی مراسلت جاری تھی اور

ہندوستان سے فوجیں نیٹال کی حفاظت کے لیئے روانہ ہو رہی تھیں کہ ۹ ہر اکتوبر ۱۸۹۹ء کو دونوں میر مجلسوں نے ملکہ کے نام ایک تہتک آمیز

بوئروں کا الٹی میٹم بھیجنا

آخری پیام (الٹی میٹم) روانہ کیا کہ انگریزی فوجیں ہٹا لیجائیں اور اُس کے ساتھ ہی نیٹال پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلی لڑائی بمقام گلینکو ۲۰ ہر اکتوبر ۱۸۹۹ء کو ہوئی بعد ازاں ایلینڈزلاگٹے اور نکل سن نک ۲۰ - اور ۳۰ ہر اکتوبر کو معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ سر جارج وائٹ تو اپنی فوج کے ساتھ پسپا ہو کر لیڈی اسمتھ میں محصور ہوا مگر کرنل بیڈن پاول کو میفکنگ میں اور کرنل کیک وخ کو مع مسٹر سسیل روڈز کمبرلی میں بوئروں نے بند کر دیا۔

اگرچہ لارڈ میتھیون نے ان آخری دو مقاموں تک اپنے کو پہنچانے کی بہت کوشش کی اور حصول مدعا کے لیئے ۲۳ ہر نومبر کو بیل مٹ ۲۴ کو گراسپن اور ۲۸ - کو دریائے ماڈر پر لڑائی لڑے لیکن کامیابی نہ ہوئی - جرنل گیاٹے کر نے ۲۹ - ڈسمبر کو بمقام اسٹارم برگ اور ۱۱ - ڈسمبر کو میتھیون نے بمقام مگر زفانٹین ہزیمت اُٹھائی - نیٹال کے علاقے میں انگریزوں کی کثیر التعداد فوج تھی اور اُس کا سپہ سالار اعظم جرنل ریڈورس بُلر تھا جس کو بتاریخ ۱۵ - ڈسمبر بمقام کالینزو اپنے مرکز سے ہٹنا پڑا اور اس معرکے میں لارڈ رابرٹس کا اکلوتا فرزند کام آیا۔

بہر حال ایسے وقت میں جبکہ اہل برطانیہ نتائج جنگ سے مایوس ہو گئے تھے اور عنان استقلال ابھی اُن کے ہاتھ سے نکلی نہ تھی کہ مسٹر بلیفر کی ۱۸۹۶ء کی پیشین گوئی بالآخر ظاہر ہو گئی - نہ صرف ایسے انگریز، اہل اسکاٹ لینڈ اور وہ آئرلینڈ کے لوگ جو ریاست ہائے متحدہ میں رہتے تھے خطۂ کارزار پر پہنچنے اور برطانیہ کی شان قائم رکھنے کے لیئے اُٹھ کھڑے ہوئے بلکہ کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ تسمانیا اور ہندا میں جس قدر گورے لوگ آباد تھے اُن سب نے برطانیہ کی مدد کرنے پر آمادگی ظاہر کی - انگریزی جھنڈے کے نیچے جمع ہونے اور جنوبی افریقہ کی مہم میں شریک ہونے کے لیئے کہرام مچا دیا - برطانوی رعایا کی یکدلی اور وفاداری کے متلاطم سمندر نے ہند کے دیسی باشندوں میں بھی جوش پیدا کر دیا۔

روانگی افریقہ اور شرکتِ جنگ کی ان لوگوں نے بھی درخواست کرنی شروع کردی لیکن انگریزی حکومت نے ہندیوں کو اس لیئے لڑائی پر روانہ کرنا مناسب نہ جانا کہ مبادا بوئروں کی جانب سے افریقہ کے دیسی باشندے انگریزوں کے مقابلے پر ہتھیار اُٹھائیں۔ اس بنا پر ہندوستانی رؤسا کو صرف گھوڑوں اور ذخائرِ حرب سے مدد کرنے کی اجازت دی گئی اور اس طرح ہندیوں کو اپنے جوشِ عقیدت و وفاداری کے اظہار کا موقع ملا۔

اس میں شک نہیں کہ جب ضعیف ملکہ کو اپنی رعایا کی وفاداری اور حُبّ وطن کے جوش کی اطلاع ملی ہوگی تو وہ وقت اُس کے واسطے نہایت فخر و مباہات کا ہوگا لیکن وہ اپنی سپاہ کی ہلاکت پر خون کے آنسو بہاتی تھی بہر حال ملکۂ ممدوحہ نے لارڈ رابرٹس کو طلب فرمایا اور بحیثیت سردار اسٹاف لارڈ کچنر کو اُن کے ہمراہ کیا۔ ان میں سے پہلا تو انگلستان سے اور دوسرا سوڈان سے جہاں اُس کو فتح پر فتح حاصل ہو رہی تھی فوراً جنوبی افریقہ روانہ ہوا اور لارڈ رابرٹس نے راس امید کی سرزمین پر پہنچتے ہی ۱۰ ؍جنوری ۱۹۰۰ء کو فوج کی کمان لی۔

اگرچہ بوئر لوگ ملک کی حالت سے بخوبی واقف اور انگریز ناواقف تھے پھر انگریزوں کو رسد کے پہنچانے اور آلاتِ حرب و ذخائر سامان کے حمل و نقل میں ریتے اور ٹیلوں کے سبب سے بہت دشواری تھی لیکن لارڈ رابرٹس کو میدان کارزار پہنچے چھ ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے کہ لڑائی کا رُخ بدل گیا۔ اُس کے ساتھ ہی ہمکو اس امر کا بھی اعتراف کرنا چاہیئے کہ ۲۳ ؍جنوری ۱۹۰۰ء کو بمقام اسپئین کاپ انگریزوں کا ایک بہت بڑا لشکر ضائع ہوا مگر اس نقصان سے بعد میں بہت فائدہ ہوا چنانچہ ۱۵ فروری کو کمبرلی کا محاصرہ اُٹھ گیا اور ۲۷ فروری کو بوئروں کے جنرل کرانجی نے اپنے کو مع فوج بمقام پارڈی برگ لارڈ رابرٹس کے حوالے کردیا ۲۸ ؍فروری کو انگریزی فوج نے لیڈی اسمتھ کے محاصرے کو اُٹھایا بلوم فانٹین پر ۱۳ ؍مارچ کو قبضہ ہوا اور میفکنگ سے ۱۷ مارچ کو محاصرہ اُٹھا جب برطانوی لوگوں کو جو زمانۂ محاصرہ کے آلام و مصائب میں صبر و تحمل سے کام لے رہے تھے دشمنوں کے ہاتھ سے رہائی پانے کی اطلاع ملی تو مارے خوشی کے دیوانے ہو گئے۔

۱۷- مئی کو خود مختار ریاست آرنیج کا سلطنت برطانیہ میں الحاق ہوا اور اُس کا نام نو آبادی دریائے آرنیج قرار پایا۔ اُس کے بعد انگریزی فوج اندر دن ملک بڑھی اور ۳۰- مئی کو اُس نے جوہانس برگ اور ۵- جون کو پریٹوریا پر قبضہ کیا۔ مسٹر کروگر پائیہ تخت سے فرار ہوکر کوماٹی پورٹ کی ایک ریل گاڑی میں کچھ دنوں چھپا رہا اور وہاں سے خلیج ڈیلاگوا روانہ ہوکر اکتوبر کے مہینے میں یورپ جانے کے لئے جہاز پر سوار ہو گیا۔ پہلی ستمبر ۱۹۰۰ء کو ٹرانسوال کا الحاق ہوا۔ لارڈ رابرٹس جنوری ۱۹۰۱ء میں لارڈ ولزلی کی جگہ سپہ سالارِ اعظم بننے کے لئے انگلستان روانہ ہوا اور لارڈ کچنر کو بوئروں کے ساتھ تکلیف دہ خفیف لڑائیاں سر کرنے کے لئے ٹرانسوال میں چھوڑا۔ اور اُن حیران کرنے والی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا سلسلہ دوسرے سال کے موسم بہار تک جاری رہا، آخر کار جب بوئروں کو معلوم ہو گیا کہ مزاحمت اور مقابلہ بے سود ہے تو اُن لوگوں نے اطاعت قبول کرلی اور بتاریخ ۳۱- مئی ۱۹۰۲ء بمقام پریٹوریا صلح نامے پر دستخط کر دیئے۔

ابھی افریقہ میں حالات کی پوری طرح اصلاح نہیں ہوئی تھی کہ چین میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ ایک عرصے سے اُس ملک کی حالت ناقابلِ اطمینان تھی۔ چونکہ یورپ کے دول عظمیٰ کو چین میں اپنے سیاسی اثرات اور تجارت کے زائل ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے روس، جرمنی، فرانس، برطانیہ اور اطالیہ نے چین کی قیصرہ پر جو اپنے صغیر فرزند کے نائب کی حیثیت سے حکمراں تھی اپنے دعووں کا دباؤ ڈالا۔ ملکہ عیار اور پرفن عورت تھی اور یورپین لوگوں کو ملک سے خارج کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے باغیوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی جو باکسر کہلاتے تھے درپردہ مدد کرنی شروع کردی اور یہ باکسر اس قدر جری و غدار ہو گئے کہ یورپین خصوصاً مشن کے پادریوں کا جون ۱۹۰۰ء میں قتل عام کر دیا۔

چین میں خوں ریزیاں ۱۹۰۰ء

امیر البحر سیمور نے پیکن پہنچنے کی کوشش تو کی لیکن باکسروں کے زبردست انبوہ کے سامنے اُس کے لشکر کے قدم اٹھ گئے اور وہ مجبوراً پیچھے ہٹ آیا۔ جرمن سفیر یامن سے واپس ہو رہا تھا کہ راستے میں قتل کر دیا گیا اور خبر مشتہر ہوئی کہ کل یورپین

سفارت خانے برباد کر دیئے گئے۔ یورپ کی ان پانچوں سلطنتوں نے اپنی اپنی فوجیں سفارت خانوں کی حفاظت کے لیئے روانہ کیں اور اُس حملے میں ۱۵۔ اگست ۱۹۰۰ء کو افواج متحدہ نے پیکین کو فتح کر لیا اور معلوم ہوا کہ سفارتخانے صحیح و سالم ہیں اور وہ اپنے آپ کو بچا سکتے تھے۔ اگرچہ چینی حکومت نے باغیوں کے سرغنوں کی سزا دہی اور نقصانات کی تلافی کے بہت کچھ وعدے کیئے لیکن اُن کا ایفا نہایت بے دلی اور تساہل سے کیا گیا اور والڈرسی کے کاؤنٹ کو جو تمام افواج کا سپہ سالار تھا شرائط کی تعمیل کرانے میں بڑی بڑی زحمتیں اٹھانی پڑیں۔

اسی سال اشانٹی میں ایک دوسری جنگ چار مہینے تک ہوتی رہی اس لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ انگریزی حکومت نے "زرّیں چوکی" کا جو وہاں کی دیسی حکومت کی علامت تھی سراغ لگانا چاہا جس کے سبب سے دیسی رعایا نے برہم ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ باغیوں نے

جنگ اشانٹی ۱۹۰۰ء

سر فریڈرک اور لیڈی ہاج سن کو بمقام کماسی محصور کیا اور اُن کے ساتھ جو ۹۰۰ دیسی سپاہ کا دستہ تھا اُن میں سے اکثر کو ورغلا کر اپنی طرف کر لیا جس کے سبب سے صرف ۱۰۰ دیسی سپاہی اور کپتان بشپ اُن کے مقابلے کے لیئے باقی رہ گئے غرض اس جنگ کو کامیابی سے ختم کرنے میں چار مہینے صرف ہوئے۔

اب ہم رزم سے بزم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور چند ایسی باتیں سُنائیں گے جس سے طبیعت شگفتہ ہو۔ سب سے پہلے آسٹریلیا کی حکومت جمہوری (کامن ویلتھ) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ملکہ کا

آسٹریلیا کی جمہوری حکومت

اعلان اُس کے متعلق ۱۸۔ ستمبر ۱۹۰۰ء کو شائع ہوا لیکن اُس پر عمل یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے شروع ہوا۔ تم جانتے ہو کہ آسٹریلیا میں سات نوآبادیاں تھیں (دیکھو صفحہ ۴۹۹) تسمانیا، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کی پانچ ریاستیں۔ لیکن جب دوسری قوموں کا بحر الکاہل میں بتدریج تسلط ہوتا گیا تو آسٹریلیا کی پانچوں ریاستوں کو بھی آپس میں اتفاق بڑھانے اور سیاسی معاملات کو ملکر انجام دینے کی رفتہ رفتہ ضرورت پیدا ہوتی گئی۔ اس بنا پر ۱۸۸۴ء میں ایک مجلس متفقہ کا

وجود ہوا لیکن اختیارات نہ ہونے کے سبب سے اُسے اُن ریاستوں کو متفق کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ بعد ازاں ۱۸۹۰ء میں اس بات کی تحریک ہوئی کہ ایک مرکزی پارلیمنٹ کے قیام کے متعلق ایک مسودۂ قانون مرتب ہونا چاہیئے اور آسٹریلیا کی کل ریاستوں نے رفتہ رفتہ اس ضرورت کو تسلیم کرکے مسودۂ مذکور پر رائے زنی کی جس کی تائید میں اسی ہزار آرا کا غلبہ رہا۔ آسٹریلیا کی کل ریاستوں کے معاملات ڈاک، تار برقی، ریلوے اور بیرونی حملوں سے تحفظِ ملک کا انتظام اس پارلیمنٹ کے سپرد ہے۔ ابتدا میں طے پایا تھا کہ تمام امور قانونی کا آخری تصفیہ جن کو قانون بین الاقوامی سے تعلق نہ ہو آسٹریلیا میں ہی ہونا چاہیئے لیکن اس میں خرابی یہ تھی کہ انگلستان کی عدالت العالیہ اور اُس کے بادشاہ کے حضور میں آسٹریلیا کے قانونی معاملات کا مرافعہ نہیں ہو سکتا تھا اس لیئے مسودے میں ترمیم ہو کر قرار پایا کہ آسٹریلیا کے جس کسی باشندے کو وہاں کی آخری عدالت کے فیصلے سے ناراضی ہو وہ شہنشاہی عدالت میں مرافعہ کر سکتا ہے لیکن اغراضِ مملکت کے لیئے آسٹریلیا کی پارلیمنٹ آخری عدالت مرافعہ متصور ہوگی۔ پارلیمنٹ مذکور دو حصّوں پر مشتمل ہے، مجلس ادنیٰ (لوور ہوس) اور مجلس اعلیٰ (سینٹ) پہلی مجلس کے ارکان کا مختلف حلقوں کے رائے دینے والے انتخاب کرتے ہیں اور اُس کے اجلاس کی مدّت تین سال ہے۔ دوسری مجلس ہر ایک ریاست کے چھ نمایندوں پر مبنی ہوتی اور چھ سال اجلاس کرتی ہے۔ ایک گورنر کے ذریعے سے تاجِ برطانیہ کی نیابت ہوتی ہے لارڈ ہوپ ٹن پہلا شخص تھا جو آسٹریلیا کا گورنر مقرر ہوا۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء سے کامن ویلتھ کا نفاذ ہوا۔ یہ اپنی طرز کی پہلی حکومت ہے جو ایک پوری اقلیم کے لیئے قائم ہوئی ہے۔

اب وقت آ گیا تھا کہ انگریزوں کی ہر دل عزیز ملکہ ہمیشہ کے واسطے اُن سے مفارقت کر جائے باوصف کبرسن اور ضعف کے جنگ کے زمانے میں ملکہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت جرأت و ہمت سے انجام دیتی رہی اور اپریل سنہ ۱۹۰۰ء میں آئرلینڈ بھی ہو آئی جہاں لوگوں نے نہایت سرگرمی اور اشتیاق سے اُس کا استقبال کیا لیکن سال نو کے آغاز کے ساتھ ملکہ کی نقاہت بڑھنے لگی چنانچہ

ملکہ وکٹوریہ کی وفات
۲۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

۱۸ جنوری کو ملکہ کے فرش ہونے کی سرکاری اطلاع شائع ہوئی اس خبر کا سننا تھا کہ جرمنی کا شہنشاہ اپنی تاج پوشی کے جلسوں اور جشنوں کو موقوف کرکے سراسیمہ لندن میں اپنی نانی کے بستر بیماری کے سرھانے جا پہنچا - ۲۲ جنوری کی شام میں برطانیہ کی ملکۂ عظمےٰ نے جسکا بستر مرگ اولاد اور اولاد کی اولاد سے گھرا ہوا تھا اقلیم آخرت کی طرف کوچ کیا، ولی عہد کا لقب ایڈورڈ ہفتم قرار پایا اور ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو اُس کی شاہی کا لندن میں جلوس نکالا گیا - غریب سے غریب آدمی نے بھی ملکہ کے سوگ میں ماتمی لباس پہنا اور لوگ سوتھ ہمپٹن سے لندن تک راستے کے دورویہ جنازے کی ریل گاڑی کے دیکھنے کے لیئے کھڑے ہوئے تھے - ڈبلن کی گلیوں میں ایک دل پر اثر کرنے والا واقعہ پیش آیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملکہ سے اُسکی رعایا کو کس قدر محبت تھی سڑک کے پیدل چلنے والوں کے راستے پر ایک بڑا اشتہار پڑا ہوا تھا جس پر بخط جلی "وفات ملکہ وکٹوریہ" لکھا تھا - ایک کمسن بازاری اور چیتھڑے لگائے ہوئے لڑکے کی نظر یکایک اس اشتہار پر جا پڑی وہ فوراً ٹھہر گیا اور اشتہار کو بغور پڑھا اسکے بعد چپ چاپ ایک گلفروش لڑکی تک پہنچکر اسے ایک پینی دی اور بنفشہ کا ایک چھوٹا گلدستہ خریدا اور اُس کو آہستہ سے لاکر اور راہ روؤں کی نظر بچا کر اشتہار کے لفظ وکٹوریہ پر رکھ دیا اور خود سرک گیا گویا کہ اُس نے اپنے ذہن میں ملکہ کی قبر پر پھول چڑھائے - ایک ناسمجھ اور کمسن لڑکے کے جوش عقیدت سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ کل قوم کو ملکۂ آنجہانی سے کس قدر عقیدت و الفت تھی۔

باب بست و ہفتم

جمہوریت کی ترقی

ایڈورڈ ہفتم از سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۱۰ء

جارج پنجم از سنہ ۱۹۱۰ء

تخت نشینی کا خطاب

بتاریخ ۱۴۔ فروری سنہ ۱۹۰۱ء شاہ ایڈورڈ ہفتم نے بمعیت ملکہ الکزانڈرا اپنی سب سے پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اس وقت بھی لارڈ سالسبری وزیر اعظم تھا اور دارالعوام کی صدارت مسٹر گیلفر کے ہاتھ میں تھی۔ اُسی سال مارچ میں ڈیوک اور ڈچیز اف یارک نے اپنا مشہور اور طویل بحری سفر برطانوی مقبوضات ماوراء البحر،، میں شروع کیا، اور جولائی میں اس لقب کا بادشاہ کے خطابات میں اضافہ کیا گیا جس کے بعد ذیل کے الفاظ میں بادشاہ کے خطابات لکھے جانے لگے۔ ”ایڈورڈ ہفتم بادشاہ حکومت خداداد ممالک متحدۂ برطانیۂ عظمیٰ و آئرستان و برطانوی مقبوضات ماوراء البحر، محافظ دین (پروٹیسٹنٹ)، قیصر ہند“ ۹۔ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کو بادشاہ نے ڈیوک آف یارک کو خطاب ولی عہد برطانیہ سے سرفراز کیا۔

تاج پوشی ۹۔ اگست سنہ ۱۹۰۲ء

۲۴۔ جون سنہ ۱۹۰۲ء تاج پوشی کے لئے مقرر ہوئی تھی اور اس کی رسم اور جشنہائے متعلقہ بڑے تزک و احتشام سے ادا ہونے والے تھے کہ بادشاہ دفعتہً بیمار ہوا اور اس پر ایک خطرناک آپریشن (عمل بالید) کرنا پڑا جس کے سبب سے تاج پوشی ملتوی کردی گئی بہرحال بادشاہ کو جلد صحت ہوئی اور تاج پوشی کی رسم مکمل طور پر ۹۔ اگست کو عمل میں آئی اس موقع پر دو مزید خطابوں کا اضافہ ہوا آرڈر آف میرٹ (اظہار قابلیت کا خطاب) اور امپیریل سروس آرڈر (شہنشاہ کی خدمت کے بجا لانے کا خطاب) پہلے خطاب سے اب تک متعدد انگریز جن سے کارہائے نمایاں سرزد ہوئے سرفراز ہو گئے ہیں اور دوسرے

خطاب کی بھی قوم کے دل میں بڑی قدر ہے ؛

خوشی کا مقام ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء کو شروع ہو کر زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ جنگ بوئر کا خاتمہ ہوگیا اور ۳۱۔ مئی سنہ ۱۹۰۲ء کو بوئروں کے کُل سربرآوردہ اشخاص اور لارڈ ملز اور لارڈ کچنر نے بمقام پریٹوریا عہد نامۂ صلح وی رینجنگ پر دستخط کردیئے ؛

ایک دوسرا اہم معاہدہ برطانیہ عظمیٰ اور جاپان کے درمیان ۳۰ جون سنہ ۱۹۰۲ء کو طے پایا اور اس کے بعد اس کی تجدید بھی ہوئی ہے۔ معاہدہ مذکور کے حسب ذیل شرائط ہیں

معاہدہ جاپان ۳۰۔ جون سنہ ۱۹۰۲ء

اگر معاہدہ کے ایک فریق کی کسی دوسری قوم سے لڑائی ہو تو دوسرے فریق کو غیر جانب دار رہنا ہوگا لیکن اگر ایک فریق پر دوسری دو قومیں مشترکہ حملہ کریں تو فریق ثانی کا فرض ہوگا کہ اپنے دوست کی زبانی نہیں بلکہ عملی اور موثر امداد کرے ؛

تاج پوشی کے دوسرے سال سے شاہ ایڈورڈ نے ممالک غیر میں سیر و سیاحت کرنے اور اجانب سے ربط بڑھانے اور دوسرے سلاطین و اہل حکومت کو اپنے ہاں مدعو کرنے کا خوشگوار سلسلہ قائم کر دیا جس کے باعث اُس کی یاد برسوں لوگوں کے قلوب میں باقی رہے گی

ایڈورڈ صلح جو

جب شاہ مذکور نے اورنگ حکومت پر قدم رکھا تو یورپ کی اکثر سربرآوردہ اقوام کی آپس میں رقابت تھی ، برطانیہ کی بھی کسی سے موافقت نہ تھی جنگ کریمیا سے برطانیہ اور روس میں کشیدگی ہوگئی تھی جس کے چند وجوہ تھے روس کی ترکی سے بنتی نہ تھی اور وہ اپنا اثر افغانستان اور ایران پر ڈالنا چاہتا تھا اس کے سوائے وہ اپنے کو ہند کے قریب پہنچانے کی دُھن میں لگا تھا۔ چونکہ مصر پر برطانیہ نے ایک عرصے سے قبضہ کرلیا تھا اور اُس کے اٹھنے کے کچھ آثار نہیں پائے جاتے تھے اس لیئے فرانس کے تعلقات بھی برطانیہ سے بگڑ گئے تھے چنانچہ سنہ ۱۸۹۸ء میں کپتان مارشان نے نیل شمالی کی جانب فوج کشی کی لیکن جنرل کچنر کی مزاحمت سے اُس کو بمقام فشودا اٹر کنا پڑا اور دونوں ملکوں کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہوگئے کہ جنگ کے چھڑنے میں کچھ باقی نہ تھا اسی طرح بوئروں کی جنگ میں جرمنی کی روش برطانیہ کے ساتھ منافقانہ رہی

حادثۂ فشودا ۱۸۹۸ء

اور اس وجہ سے اہل برطانیہ جرمنوں سے کبیدہ خاطر ہو گئے تھے۔

شاہ ایڈورڈ پر دستور کی پابندی لازم تھی اور اسی لئے گو اس نے برطانیہ اور دول غیر کے تعلقات میں دست اندازی کی مگر اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا، اس طرح شاہ موصوف نے بہت جلد دوسرے ممالک اور اپنے ملک کے درمیان دوستانہ تعلقات پیدا کر دیئے۔ اپنے مختصر زمانۂ حکومت میں اس نے تقریباً یورپ کے ہر ایک ملک کا سفر کیا اور والیانِ ممالک سے ملاقات کی۔ اکثر سلاطین اور میر مجلسوں کو اپنے یہاں لنڈن اور ونزر میں مدعو کیا۔

۱۹۰۳ء میں بادشاہ سلامت ایطالیہ سے واپس ہوتے ہوئے پیرس پہنچے یہاں کے لوگوں سے انھیں پہلے ہی روابط تھے اس موقع پر فرانسیسیوں اور ان کے میر مجلس ایم۔ لوبے نے نہایت خلوص و محبت سے بادشاہ کے استقبال اور مہمانی کا حق ادا کیا۔ خود میر مجلس بازدید کی غرض سے جولائی میں انگلستان آیا اس کے چند ہفتوں کے بعد فرانسیسی پارلیمنٹ کے ارکان اعیان و عوام (سنیٹرز اور ڈیپوٹیز) لنڈن وارد ہوئے اور مسٹر بیلفر نے دارالعوام کے صدر کی حیثیت سے اپنی تقریر میں ظاہر کیا کہ برطانیۂ عظمیٰ اور فرانس کے نہایت مخلصانہ و محبانہ تعلقات ہیں۔ بہرحال برطانیہ اور فرانس کے درمیان ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء میں دو علٰحدہ علٰحدہ معاہدات صلح ہوئے ہیں اور یہ اتحاد قلبی (انتانت کار دیال) دونوں ملکوں کے حق میں بہت مفید و موثر ثابت ہوا ہے۔

اتحاد قلبی۔

زار روس سے بھی بادشاہ کو خاص محبت تھی اور سال بسال زار سے ملاقات کرتا تھا۔ جب روس، فرانس اور برطانیہ نے آپس میں اتحادِ ثلاثہ کی بنا قائم کی تو جرمنی کو رشک ہوا لیکن اس موقع پر بھی شاہ ایڈورڈ کی صلح جو طبیعت اور اعلیٰ تدبیر نے جرمنی کے عناد کو بڑھنے نہیں دیا۔ اس کے سوا شاہ موصوف نے قیصر کو کئی مرتبہ انگلستان مدعو کیا اور خود بھی دربے اس سے مختلف مقامات پر ملتا رہا چنانچہ ۱۹۰۴ء میں بمقام کیل ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۸ء میں بمقام کران برگ ملاقات کی اور پھر ۱۹۰۷ء میں وہلم شوہی (Wilhelm shohe)

اتحاد ثلاثہ

کے مقام پر اس سے ملا اور جب جرمن قوم کے دلوں پر ان دونوں بادشاہوں کی دوستی کا سکہ بیٹھا تو اسوقت شاہ ایڈورڈ ملکہ الگزنڈرا کے ہمراہ ۱۹۰۹ء میں برلن میں قیصر کا مہمان ہوا جرمن لوگوں نے شاہی مہمانوں کا بڑی سرگرمی سے استقبال کیا اور نہ صرف دربار کی جانب سے اُن کی ضیافت ہوئی بلکہ شہروں کی مقامی حکومتوں نے بھی باری باری سے اُنھیں دعوت دی۔ بادشاہ کی اس

سفر برلن ۱۹۰۹ء

ملاقات نے دونوں قوموں کے خیالات فاسدہ کے جوش کو کم کیا اور جانبین کی بدگمانی بہت کچھ رفع ہوئی اور تمام یورپ میں بادشاہ کا لقب ایڈورڈ "صلح جو" ہوگیا تو ۱۹۰۲ء برطانیہ اور نوآبادیوں کے لیئے بہت مصروفیت کا سال تھا اور اس میں اکثر مفید و ضروری امور طے پائے۔ اس سال مسٹر چیمبرلین نے بحیثیت وزیر نوآبادیہا لندن میں ایک کانفرنس منعقد کرکے نوآبادیوں کے وزراء کو طلب کیا اور اُن سے امور سلطنت کے متعلق مشورہ کیا۔ اس زمانے سے قاعدہ ہوگیا ہے کہ ہر چوتھے سال وزراء مذکور کی کانفرنس لندن میں ہوتی ہے اور اس ذریعے سے ملک آبائی اور نوآبادیوں کے درمیان اتحاد قایم رہتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم ذیل کے دو واقعات ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں نوآبادیوں کے وضع قوانین کے متعلق ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا اور ایک دوسری شہنشاہی کانفرنس نے قابل ترجیح محصول مال (Preferential Tarffs) کے مسئلے پر غور کیا جس کی کارروائی یکم مئی ۱۹۰۷ء سے شروع ہوئی۔ اس کے پہلے نوآبادیوں کی ناز پروردہ اطفال کی طرح برطانیہ کے زیر عاطفت بسر ہوتی تھی لیکن اس زمانے سے وہ خود مختار ریاستیں اور حکومت برطانیہ کی یاران وفادار ہوگئی ہیں۔ آسٹریلیا کی جمہوری حکومت دکامن ویلتھ) پانچ اندرونی اور ایک بیرونی ریاستوں سے ملکر بنی ہے کوئینزلینڈ، وکٹوریا، نیو سوتھ ویلز ویسٹرن آسٹریلیا اور سوتھ آسٹریلیا میں تو پہلے سے اتحاد تھا لیکن بمقام سڈنی ۱۹۰۱ء میں تسمانیا کی ریاست بھی شامل ہوگئی (دیکھو صفحہ ۵۳۳) لیکن نیوزیلینڈ اس اتحاد میں شریک نہیں تھا، حکومت برطانیہ نے مناسب سمجھا کہ ملک مذکور کو ایک جداگانہ مملکت قرار دیکر کینیڈا سے

نوآبادیوں کا اتفاق از ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۷ء

قلمرو نیوزیلینڈ کا قیام غرۂ مئی ۱۹۰۲ء

مانند اُس کی شان و عظمت بڑھائی جائے اس بنا پر یکم مئی ۱۹۰۰ء کو قلمرو نیوزیلینڈ کا قیام ہوا۔ ۱۱۔ جولائی ۱۹۰۲ء کو لارڈ سالسبری نے حفظ صحت کے خیال سے استعفا پیش کیا اور ۲۲۔ اگست ۱۹۰۲ء کو وفات پائی چونکہ لارڈ موصوف کے بھانجے مسٹر بیلفر کا صدرِ دار العوام کی حیثیت سے ایک عرصے سے قوم پر اثر تھا، اسلئے اپنے ماموں کے مستعفی ہونے پر وہی وزیر اعظم مقرر ہوا۔

بیلفر کا وزیر اعظم مقرر ہونا ۱۹۰۲ء

اُسی سال نومبر میں وزیر نو آبادی چیمبرلین نے جنوبی افریقہ کا دورہ کیا اور وہاں کے حالات دریافت ہونے سے اُنھیں اس امر کا یقین ہو گیا کہ نو آبادیوں کی تجارت کو ترجیح دینا ملکِ آبائی کا فرض ہے اور جس مال کی ممالک غیر سے برطانیہ میں درآمد ہوتی ہے اُس پر نو آبادیوں کے مال کی حمایت کے لئے محصول کا عاید ہونا لازم ہے؛

جب کابڈن اور برائٹ کی کوششوں نے ۱۸۴۶ء میں قوانین غلہ کو منسوخ کرایا تو انگریزوں کو امید تھی کہ برطانیہ کی تقلید میں دوسرے ممالک اپنے یہاں بھی "آزاد تجارت" قائم کرینگے اور مال تجارت سے جو کچھ محصول لیا جائیگا اُس کی غرض صرف مالیہ ملک ہوگی۔ لیکن توقع مذکور کے برعکس دولِ غیر نے "طریقہ حمایت"، کو اختیار کیا حتی کہ برطانوی نو آبادیوں نے بھی اپنے یہاں "حمایت"، پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ دنیا کے اکثر ملکوں میں صرف برطانیہ ایسا ملک ہے جہاں مال غیر کی درآمد پر محصول نہیں لگایا جاتا اور ممالک غیر برطانوی اشیائے تجارت پر جو اُن ملکوں کو روانہ ہوتی ہیں محصول عائد کرتے ہیں۔ چیمبرلین نے ۵۔ مئی ۱۹۰۳ء کو بمقام برمنگھم اپنی تقریر میں بیان کیا کہ اگر برطانیہ اپنی نو آبادیوں کے مال درآمد پر بہ نسبت مال غیر کی درآمد کے کم محصول لگائے تو ریاست ہائے متحدہ میں نو آبادیوں کی تجارت کو ترجیح ہوگی نیز اس ذریعے سے سلطنت برطانیہ کا شیرازہ زیادہ مستحکم رہیگا اور جو محصول کہ غیر ملکوں میں برطانوی مال پر عائد ہوتا ہے اِس کی تلافی ہو جائیگی اس اصلاح کی خوبیاں لوگوں کو سمجھانے اور ملک میں دورہ کرنے کی غرض سے اس نے ۱۰۔ ستمبر ۱۹۰۳ء کو وزارت کی خدمت سے استعفا دے دیا کیونکہ وزیر مذکور رائج الوقت قوانین کے خلاف ایسی

مسئلۂ اصلاح محصولات

کوشش کرنا حکومت کی پریشانی کا باعث ہوتا تو
بیلفر کو خیال ہوا کہ چونکہ ملک ایک اچانک تغیر کی تائید کرنے پر آمادہ نہیں
ہے اس لیئے زیادہ آزادی و تفصیل سے بحث کرکے آزاد تجارت کی موقوفی پر
اس کو آمادہ کرنا چاہیئے۔ اس بنا پر انھوں نے ۱۰۔ستمبر کو "جزیرہ کی آزاد تجارت"

"جزیرہ کی آزاد تجارت" سنہ ۱۹۰۳ء

کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا اور اس میں دلائل و براہین سے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جن ممالک غیر نے برطانوی مال پر محصول لگاکر برطانوی تجارت کو اپنے یہاں آنے سے روکا ہے اس کا استیصال ضروری ہے۔ نیز اس امر پر بھی زور دیا کہ جن ملکوں میں مصنوعات کی حمایت و سرپرستی ہوتی ہے اگر خود وہاں مال کی کسادبازاری ہو تو وہاں کے آجر و اجیر (مزدور) ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہتے اور نہ اُن کا مالی نقصان ہوتا ہے اس لیئے کہ اُن کے مال یا مصنوعات میں جو زیادتی ہوتی ہے اُس کو وہ نہایت آسانی سے آزاد تجارت والے ملک میں ہر وقت فروخت کرسکتے ہیں لیکن موخرالذکر ملک کے صناعوں اور کاریگروں کو اپنی مصنوعات دوسرے ملکوں میں روانہ کرنے کا اس طرح موقع نہیں ملتا کیونکہ وہاں تجارت کی آزادی نہیں ہے صاحب موصوف کی تیسری بحث یہ تھی کہ ایک ملک جو مال درآمد پر محصول نہیں لگاتا دوسرے مُلک سے جس کے پاس مال مذکور پر محصول عائد ہوتا ہو آزادانہ تجارت نہیں کرسکتا۔ صرف ایک شکل سے تجارت آزاد رہ سکتی ہے وہ یہ کہ جس طرح دوسری قومیں انگریزی مال پر محصول لگاتی ہیں اسی طرح انگریز بھی پردیسی مال پر محصول لگاکے اپنے تجار اور صنعت گروں کا بدلہ لیں۔ جب تک اہل برطانیہ اس مشورے پر عمل نہیں کرینگے ممالک غیر میں برطانوی مال پر محصول لگانے میں کمی نہ ہوگی تو
یہ مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے۔ اکثر سربرآوردہ ماہران مالیات نے

اتحاد پسند فرقہ میں پھوٹ سنہ ۱۹۰۳ء

بہ چیمبرلین اور بیلفر کی رائے سے اختلاف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیت پسندوں کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور کیبنٹ ٹوٹ گئی مجلس مذکور کا ممبر مجلس ڈیوک آف ڈیون شائر

لارڈ جارج ہیملٹن وزیر ہند، مسٹر رِشی وزیر مالیات اور اکثر نے استعفا دیدیا اور بعضوں نے جن میں مسٹر وِنسٹن چرچل بھی شریک تھے فریق مقابل کا ساتھ دیا۔ ۱۹۰۳ء کے اختتام پر لارڈ کرزن نے جو اُن دنوں ہند کا وائسرائے تھا ایک بہت ہی ضروری سیاسی وفد ملک تبت کو روانہ کیا وجہ یہ تھی کہ اُس وقت

تبت کی مہم ۱۹۰۴-۳ء

تبت میں چینیوں کا اثر بڑھ رہا تھا اور دلائی لامہ اسکو روس کی مدد و حمایت سے زائل کرنا چاہتا تھا اور جو کچھ حمایت کہ اسکو روس کی حکومت سے ملی تھی اُس کے زعم میں اُس نے ایک تجارتی معاہدے کی تعمیل کرنے سے جو ۱۸۹۰ء میں ہند اور تبت کے درمیان قرار پایا تھا انکار کر دیا۔ اور جب اُس کے متعلق وائسرائے کے مراسلات اُس کو پہنچے تو اُس نے ان کے پڑھنے تک کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ چاک کرنیکے بغیر انکو واپس کر دیا۔ برطانیہ کی سطوت و شان کی بقا کی غرض سے لارڈ کرزن نے حکومت مرکزی سے اجازت لیکر کرنل ینگ ہسبنڈ کی سرکردگی میں ایک فوجی مہم تبت کو روانہ کی کہ وہ حکومت مذکور کو عذر خواہی پر مجبور کر سکے۔ دس مہینے تک اس طرح لشکر کشی ہوتی رہی اور انگریزی فوجوں کا لاما کے لوگوں نے خوب مقابلہ کیا لیکن جب تدبیر سے حملہ کیا گیا اور گھمسان کی لڑائی ہوئی تو ایک انگریزی لشکر کو پائے تخت لاسا کے اندر داخل ہونے میں کامیابی ہوئی۔ تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ کوئی غیر قوم اور غیر مذہب والے لوگ شہر مذکور میں داخل ہوئے ہوں۔ دلائی لاما تو منگولیا کی طرف فرار ہو گیا لیکن حکومت ہند کے ساتھ ٹیشو لاما سِوُل گورنر نے جس کو فوجی عہدے سے کچھ تعلق نہ تھا، ستمبر ۱۹۰۴ء کو صلح کی اور پھر چین کی صدارت تبت میں قائم ہو گئی۔

۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۴ء میں دو قابل قدر مسودات قانون کی منظوری صادر ہوئی۔ ان میں سے پہلے مسودے کے بانی بیلفر صاحب ہیں دوسرے مذہبی فرقوں

قانون تعلیم ۱۹۰۲ء

کے ابتدائی مدارس میں جو اس قسم کی اچھی اور بکار آمد تعلیم جیسی کہ مجلس مدارس کے ماتحت مدرسوں میں ہوتی تھی نہیں دیجاتی تھی اور اُن کو ان کے حصے کے موافق سرکاری

امداد بھی نہیں پہنچتی تھی اس لیے اِن مدرسوں کو امداد پہنچانے کی غرض سے صاحب موصوف نے مسودۂ مذکور کو پیش کیا اور وہ بعد منظوری "قانون تعلیم بابت سنہ ۱۹۰۲ء" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس قانون کے زیر اثر مدارس متذکرہ سرکاری امداد پانے کے مجاز ہوئے اور ابتدائی تعلیم کا انتظام مجلس مدارس سے منتقل ہو کر مجلس تعلیمات کے سپرد ہوا اور اُس کی میر مجلسی پر ایک وزیر کا تقرر ہوتا ہے۔

اس قانون سے بھی زیادہ اہم ایک دوسرا مسودہ جس کو ونڈھم صاحب نے پیش کیا تھا آیرلینڈ کے کسانوں کو فائدہ پہنچانیکی غرض سے سنہ ۱۹۰۴ء میں منظور ہوا

قانون اراضی آیرستان سنہ ۱۹۰۴ء

اور اس کا وہ قانون اراضی آئرستان بابتہ سنہ ۱۹۰۴ء کے نام سے اجرا ہوا۔ اُس کی رو سے اگر کسان کو اپنی مقبوضہ زمین خریدنی منظور ہو تو اُسے سرکار سے امداد لیکر مالکِ اراضی کو سالانہ کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے اور یہ روپیہ اُس زرمالگزاری کے برابر ہوتا ہے جس کو وہ سابق میں سال بسال ادا کرتا تھا اس طرح ۶۸½ سال میں زمین کسان کی مِلک ہو جاتی ہے کسانوں کے حق میں قانون مذکور سے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے اور اب آئرلینڈ کے چھوٹے چھوٹے زمینداروں (فری ہولڈرز) کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس قانون کے اجرا کے ایک سال پہلے اور اِس کے نفاذ کے ایک سال بعد بادشاہ اور ملکہ نے آئرلینڈ کا سفر کیا تھا۔

جولائی سنہ ۱۹۰۴ء میں آرنلڈ فارسٹر صاحب نے اصلاح فوج کی تحریک پیش

اصلاحات افواج بری و بحری سنہ ۱۹۰۴ء

کی بوئروں کی جنگ نے قوم کی آنکھوں پر سے جو غفلت کا پردہ اٹھا دیا تھا اس لیئے فوج میں تنظیم جدید کی سخت ضرورت تھی۔ اس نئی تجویز کی رو سے عارضی و غیر سرکاری سپاہی کی تنخواہ میں اضافہ ہوا سپہ سالارِ اعظم کا عہدہ منسوخ ہو کر اس کی جگہ ایک مجلس فوجی کا قیام ہوا جس کا میر مجلس وزیر جنگ ہوتا ہے۔ فوجی رضا کاروں کے بجائے مقامی مستقل سپاہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا تھا لیکن منظور نہیں ہوا۔ بحریہ میں بھی سر جان فشر کے ذریعے سے بہت بڑی تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ اکثر کہنہ جہاز تلف کر دیئے گئے اور ہر سال چار جدید "ڈریڈناٹ" کی طرز کے جنگی جہاز تعمیر

کرنے کی منظوری دیگئی - اور اُن کے متعلق نقشہ و موازنہ پیش کرنے کا حکم صادر ہوا۔
صلحنامۂ انگلستان و جاپان کو طے پاکر دو سال گزرے تھے کہ ۸- فروری سنہ ۱۹۰۴ء

جنگ روس و جاپان سنہ ۱۹۰۴ء

کو یورپ کے امن میں روس و جاپان کی لڑائی کے سبب سے پھر خلل واقع ہوا۔ اس جنگ نے ڈھائی سال طول کھینچا اور لاکھوں جانوں کا اتلاف ہوا۔ خیر گزری کہ جنگ مذکور کے پہلے ہی جاپان اور برطانیہ میں عہد نامۂ صلح طے پا چکا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۷۳۵) اور اسیطرح کا دوسرا عہد نامہ روس و فرانس نے آپس میں کیا تھا ورنہ ان دونوں کو منتوں کو بھی لڑائی میں شریک ہونا پڑتا۔ یورپ کی لڑائیوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ انھی دو طاقتوں میں محدود رہی کسی تیسری قوم کے شریک ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ دوران جنگ میں بعض ایسے اسباب بھی ہوئے جن کے سبب سے یورپ کی کوئی دوسری قوم جبراً کسی ایک فریق کا ساتھ دیتی؛ اس پر بھی اس جنگ میں اقوام یورپ نے غیر جانب داری کی خوب پابندی کی چنانچہ بحر شمالی کے روسی جہازوں کے بیڑے نے انگریزی ماہی گیروں کی کشتیوں پر جاپان کی تارپیڈو کشتیاں خیال کرکے گولے چلائے اور غرق کردیا۔ اگرچہ ابتدا میں روسیوں کی اس حرکت سے انگریز سخت برہم ہوئے لیکن چندروز میں ملال رفع ہوگیا اور حادثۂ مذکور کا کوئی بُرا نتیجہ نہیں ہونے پایا۔ ہیگ کی مجلس ثالثی میں معاملہ رجوع کیا گیا اور مجلس مذکور کے تصفیہ کے مطابق روس نے برطانیہ کو ۶۵۰۰۰ پونڈ تاوان ادا کیا۔ روس کے حق میں اس جنگ کا نتیجہ نہایت بُرا ثابت ہوا اور جاپان کی فتح عظیم نے کل دنیا کو حیرت میں ڈالدیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں جبکہ امیر البحر روژدوینسکی کی ماتحتی میں روسی جنگی جہازوں کے بیڑے کو جاپانی بیڑے نے جس کا امیر البحر ٹوگو تھا تباہ و غارت کردیا تو جنگ کا خاتمہ ہوا۔ ماہ ستمبر میں بمقام امریکہ فریقین میں عہد نامۂ صلح مرتب ہوا تھا۔

لارڈ کرزن نے جو نہایت مستعدی اور اعلیٰ درجے کی مدبری سے سنہ ۱۸۹۹ء سے ہند کی گورنر جنرلی انجام دے رہا تھا سنہ ۱۹۰۴ء میں انتظام ملک میں ایک اہم تغیر کیا

تقسیم بنگالہ سنہ ۱۹۰۴ء

جس کے سبب سے ہند میں سخت بےچینی پھیل گئی۔ اس میں شک نہیں کہ صوبۂ بنگالہ کو کثرت آبادی اور وسعت رقبہ

کے باعث دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سخت ضرورت تھی اور جب تک ایسا نہ کیا جاتا انتظام میں سہولت پیدا نہ ہوتی، اس بنا پر لارڈ کرزن نے مشرقی بنگالہ کو صوبۂ آسام میں شامل کر دیا۔ مگر اس تجویز سے ہندوؤں کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ لارڈ کرزن کے بعد جب لارڈ منٹو کے ہاتھ میں زمامِ حکومت آئی تو اس کو اپنے عہد کے پانچ سال میں بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس زمانے میں ہندوستان میں باغیانہ جلسوں کی کثرت تھی، اکثر یورپین لوگوں کا خون بہایا گیا لیکن سنہ ۱۹۰۹ء میں جب لارڈ مارلے وزارت ہند سے سرفراز ہوا تو اس نے وزیر ہند کی کونسل میں دو ہندی دیسی رُکن اور وائسرائے کی کونسل میں ایک ہندی ممبر کے شریک ہونے کو لازم کر دیا اس عمل سے ہندیوں کی آتشِ منافرت بہت کچھ دھیمی پڑ گئی ہو۔

چونکہ سنہ ۱۹۰۵ء کے موسمِ خزاں میں مسئلۂ محصولات پر فرقۂ جمعیت پسند کے دو حصے ہو جانے سے وہ کمزور ہو گیا تھا اس لئے بیلفر صاحب نومبر سنہ ۱۹۰۵ء میں وزیر اعظم کی خدمت سے مستعفی ہو گئے، اُنکی جگہ سر ہنری کیمبل بینرمین

کیمبل بینرمین صاحب دسمبر سنہ ۱۹۰۵ء

کے وزیر اعظم ہو جانے پر ایک جدید کیبنٹ ترتیب دی گئی اور مسٹر ایسکویتھ وزیر مال کی حیثیت سے اُس کے رُکن مقرر ہوئے

۸۔ جنوری کو بادشاہ کے یہاں سے پارلیمنٹ برخاست کیے جانے کا حکم پہنچا اور ۱۱۔ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء کو نئے انتخابات شروع ہوئے ہو

اس انتخاب عام کے پہلے، ملک کا خیال تھا کہ اگرچہ جدت پسندوں کی کثرت ہوگی لیکن جمعیت پسندوں کو نہ کامل شکست ہوگی اور نہ اُن کا فرقہ بالکل ٹوٹ جائیگا۔ مگر انتخاب مذکورہ کے خلاف توقع نتائج نے لوگوں کو سراسیمہ کر دیا۔ گو چیمبرلین صاحب کی

انتخاب عام جنوری سنہ ۱۹۰۶ء

نیابت برمنگھم باقی رہی لیکن بیلفر صاحب نے اپنی مینچسٹر کی نیابت کھو دی صرف ۱۵۸، جمعیت پسند نائبین کا بمقابلہ ۳۸۷ جدت پسند، ۸۴ قوم پرست اور ۵۱ مزدوروں کے نائبوں کا انتخاب ہوا اس طرح اِن تین فرقوں کے نائبین کو ملا کر دارالعوام میں ان فرقوں کے ارکان کی جمعیت پسندوں کے ارکان پر ۳۵۴ اشخاص

کی بیشی ہوئی۔ انتخاب مذکور میں ایک نئی بات یہ بھی پیدا ہوئی کہ پہلے پہل ایک اچھی تعداد میں مزدوروں کے نائب مجلس مذکور میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد سے جب نیا انتخاب ہوتا ہے اُس میں مزدوروں کے نائبوں کی تعداد بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔ اُن لوگوں نے اپنے کو پارلیمنٹ میں نہایت مفید اور پابند قانون ثابت کیا ہے۔ اُن کے سوائے دارالعوام میں ایک دوسری قسم کے مزدوران کے نائب بھی داخل ہوتے ہیں جو اشتراکی ہیں اور اپنا لقب "فرقۂ مزدوروں آزاد" رکھا ہے اس میں کلام نہیں کہ اس دوسرے فرقے نے بعض بعض وقت مجلس مذکور کو بہت تنگ کیا اور تکلیف پہنچائی ہے ؎

مختلف اسباب کی بنا پر سابقہ حکومت یک لخت بدل دیگئی۔ شمالی انگلستان کے رائے دینے والوں کو حمایت تجارت کی تدبیروں کے خلاف خوف دلایا گیا تھا اور اِن لوگوں کا خائف ہونا بیجا نہ تھا۔ مزدور پیشہ لوگوں کو شرح اُجرت بڑھانے اور اپنی حالت کے درست کرنے کی دُھن تھی اِس کے سوائے ان لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ

اتحاد پسندوں کی شکست کے اسباب۔ ۱۹۰۶ء

بے روزگار مزدوروں اور کاریگروں کے جلسوں کا پہلی حکومت میں کوئی مفید مطلب نتیجہ نہ نکلا۔ بوئروں کی جنگ کے سبب سے بھی لوگ حکومت سابقہ سے بدظن ہو گئے تھے۔ افریقہ کی کانوں میں چینی مزدوروں سے کام لیا جاتا تھا اور اُن سے کم اُجرت دینے کا معاہدہ کرکے کام لینے والے اُنکو مدت معینہ کے لئے افریقہ بیجاتے تھے۔ انگریزی اور دوسرے یورپین مزدوروں کو جو زیادہ اُجرت مانگتے تھے افریقہ میں کام نہیں ملتا تھا۔ غرض ان چینی مزدوروں کی وجہ سے بھی برطانیہ کے لوگ جمعیت پسندوں کی حکومت سے ناراض تھے۔ جدت پسند اور مزدوروں کے فرقے کے ارکان سالہا سال سے کوشش کر رہے تھے کہ پارلیمنٹ میں اُن کے فرقوں کے ارکان کی کثرت ہو اس لیئے ان لوگوں نے "چینی غلاموں" کے مسئلے کو خوب رنگ دیکر مختلف حلقہ جات انتخاب میں بیان اور رائے دینے والوں کو اپنا ہمدرد بنا لیا۔ اُن کے سوائے خود قوم پرستوں کا فرقہ اس امید سے کہ اگر جدت پسند ارکان برسر حکومت ہوں تو آئرلینڈ کو ہوم رول ملجائیگا جدت پسندوں کی کثرت کے لئے انگلستان اور آئرلینڈ کے حلقوں

میں اپنا پورا زور لگا رہا تھا۔

جب بادشاہ نے ۱۹ فروری کو جدید پارلیمنٹ کا افتتاح کیا تو لوگوں نے سر ہنری کیمبل بینرمین اور ایسکویتھ صاحب کو بدستور وزیر اعظم اور وزیر مال کے عہدوں پر پایا لیکن بیلفر صاحب کی جگہ خالی نظر آئی۔ اس وقت ایک شخص مسٹر آبن گینز صاحب موصوف کو پارلیمنٹ میں جگہ دینے کے لیے خود مستعفی ہوا۔ تب لندن کے رائے دینے والوں نے کثرت آرا کے ساتھ صاحب موصوف کا لندن کی نیابت کے لیے ۲۴۔ فروری کو انتخاب کیا اور ۱۲۔ مارچ کو مسٹر بیلفر نے فرقہ مقابل کے صدر کی حیثیت سے دار العوام میں اپنی نشست پر اجلاس کیا۔

افتتاح پارلیمنٹ ۱۹۔ فروری ۱۹۰۶ء

۱۹۰۶ء کا زیادہ تر زمانہ وطن اور افریقہ کے امور کی اصلاح کرنے میں بسر ہوا۔ سب سے پہلا کام حکومت جدید کا جنوبی افریقہ کے ہائی کمشنر لارڈ سیل بورن کے نام مراسلہ جاری کرنا تھا کہ ٹرانسوال میں چینی مزدوروں کی آمد روکی جائے۔ اس مراسلے کی تعمیل میں تو تاخیر نہیں ہوئی لیکن جو چینی لوگ وہاں پہلے سے موجود تھے ان کو بتدریج واپس کیا گیا۔ اس کے بعد حکومت نے ایک اور جرأت کا کام کیا، ماہ نومبر میں ٹرانسوال اور نوآبادی دریائے آرینج کو خود اختیاری حکومت دے دی اور اس کا نتیجہ بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔ جرنیل بوتھا نے افریقہ کے انتظام میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کی اور اپنے کو برطانیہ کا حقیقی خیرخواہ و دوست باوفا ثابت کر دکھایا۔ اس کے بعد تین سال تک راس امید اور نٹیال کی نوآبادیوں کو بتدریج خود اختیاری حکومت کی جانب توجہ دلائی اور آمادہ کرنا پڑا بالآخر یہ دونوں ملک بھی پہلے دو ملکوں کے اتحاد میں شریک ہونے پر راضی ہو گئے اور ۳۱۔ مئی ۱۹۱۰ء کو حکومت متحدۂ افریقہ جنوبی کا مرکزی حکومت کی جانب سے اعلان ہوا اور بوتھا وہاں کا پہلا وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اسی سال ۱۱۔ اکتوبر کو افریقہ کے سفر کے لیے ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ روانہ ہوئے اور ڈیوک نے اتحاد مذکور کی پہلی پارلیمنٹ کی رسم افتتاح ۴۔ نومبر ۱۹۱۰ء کو ادا کی۔

جنوبی افریقہ کا اتحاد ۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۰ء

جدید شہنشاہی پارلیمنٹ سے متعدد مفید قوانین کا تھوڑی مدت میں یکے بعد دیگرے

اجرائی قوانین سنہ ۱۹۰۶ء	اجرا ہوا۔ منجملہ اُن کے قوانین ذیل سے واقف ہونا ضرور ہے:۔ "قانون اجانب" اُس کے ذریعے سے ایسے غیر ملکیوں کا آنا جن کا ملک میں رہنا نامناسب معلوم ہو روک دیا جا سکتا ہے

"قانونِ مرافعۂ مقدمات فوجداری" اگر کسی ملزم کو عدالتِ ماتحت کے فیصلے سے ناراضی ہو تو وہ اس قانون کی رو سے عدالت بالا میں مرافعہ کر سکتا ہے "قانون امین سرکاری" اس کے زیر اثر ہر ایک شخص بذریعۂ وصیت "سرکاری امین" کو اپنے مرنے کے بعد اپنی جائداد کا مہتمم بنا سکتا ہے۔ "قانون اراضی وقطعات برائے انگلستان" اس قانون نے کسانوں کے لیئے اپنی اپنی مقبوضہ اراضی کے مالک ہو جانے میں بہت آسانیاں پیدا کر دیں۔ "توسیع قانون مزدوراں بابت سنہ ۱۹۰۶ء" نے پہلی مرتبہ خانگی ملازم کو حادثے کی بنا پر اپنے آقا سے تاوان پانے کا مجاز کیا ہے۔ ان کُل قوانین کا اجرا ایک ہی سال یعنے سنہ ۱۹۰۶ء میں ہوا لیکن افسوس ہے کہ اکثی کے سبب سے آخری قانون کا خلاف توقع بر انتیجہ نکلا۔ اکثر ملازمین کی بے ایمانی کے سبب سے غلط دعوے پیش ہوتے ہیں جس کی وجہ سے عدالتوں کا کام بڑھ گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ "قانونِ نزاعات کاریگراں" کے وضع کرنے میں جس کا اجرا دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں ہوا انصاف سے کام نہیں لیا گیا اس لئے کہ اس قانون نے انجمنہائے کاریگراں کو ملک کے عام قانون کے توڑنے کی اجازت دی ہے اور اس طرح ایک طبقۂ آبادی کو مواخذۂ قانونی سے بری کیا ہے۔ سب سے زیادہ حیرت اس بات سے ہوتی ہے کہ جن افعال کو عدالتوں نے ٹیف ویل (Taff vale) کے مقدمے میں خلاف قانون قرار دیا تھا اُن کو اس قانون نے جائز ٹھیرایا ہے اس قانون کا لُبّ لُباب یہ ہے کہ عام باشندوں کے جو افعال وحرکات عدالتوں کے نزدیک ناجائز ثابت ہوں اگر کوئی انجمن کاریگران انکا ارتکاب کرے تو اُس کے خلاف کسی قسم کی باز پرس نہیں ہو سکتی۔

لیکن ایک دوسرا مسودہ جس کی مخالفت پر تمام ملک اُٹھ کھڑا ہوا وہ نیا

جدید مسودۂ قانون تعلیم کا ملتوی ہونا۔ سنہ ۱۹۰۶ء	مسودۂ قانون تعلیم تھا، اس کا مقصد دوسرے مذہبوں کے مدرسوں کیلئے سرکاری امداد کا بند کرنا تھا۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ

اگر یہ مسودۂ قانون بنجاتا تو نہ صرف رومن کیتھولک بلکہ مذہب معّینہ کے مدرسوں کے حق میں بھی ناانصافی ہوتی۔ تمام ملک میں اس مسودے کی تائید اور نیز مخالفت میں بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ رومن کیتھولک اور چرچ والوں کے سرگروہوں نے اپنے اپنے جرگے کو تلقین کی کہ تعلیم دین کے معاملے میں آزادی حاصل کرنی چاہئے ادھر لنکاشائر کے مزدوروں کا ایک جم غفیر انگلستان کے شمال سے البرٹ ہال میں آزادی تعلیم مذہبی کے متعلق جلسہ منعقد کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس پر بھی مسودہ مذکور دارالعوام میں منظور ہوگیا لیکن جب دارالامرا کی منظوری کے لئے بھیجا گیا تو اس مجلس کے ارکان نے اس کثرت سے اُس میں ترمیمات کی ضرورت بتلائی کہ دارالعوام کے حریت پسند ممبروں نے جو اس کے بانی تھے امرا کے اس مشورے کو قبول کرنے سے انکار کردیا اس وجہ سے یہ مسودہ ہی ملتوی ہوگیا ٭

لنڈن کونٹی کونسل (ضلع لنڈن کی مجلس انتظامی) کے انتخابات میں ۱۹۰۶ء

مصلحین بلدیہ کا عروج ۱۹۰۷ء

فرقۂ ترقی پسند کو جس کے اکثر ارکان اشتراکیوں کے سے خیالات رکھتے تھے بمقابلہ فرقۂ اعتدال پسند شکست ہوی۔ فرقۂ ثانی کا دوسرا نام مصلحین بلدیہ بھی تھا۔ ان لوگوں نے آپس میں وعدہ حتمی کیا تھا کہ بلدیہ کی حکومت ملنے کے بعد انتظام شہر پر نہایت کفایت شعاری سے روپیہ صرف کرینگے بہر حال فرقۂ مذکور کو غلبہ حاصل رہا اور اس وقت سے اسی فرقے کے ہاتھ میں بلدیہ کی حکومت ہے ٭

۱۹۰۷ء میں برطانیہ کی افواج برّی میں نئی نئی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اکثر باقاعدہ فوجیں تخفیف کردی گئیں اور مسٹر ہالڈین نے جو اب لارڈ ہالڈین ہوگیا ہے فوج کے متعلق ایک

مقامی فوجیں ۱۹۰۷ء

مسودہ قانون پیش کیا جو بعد منظوری قانونی فوج کے نام سے جاری ہوا۔ یہ کوئی نیا مسودہ نہیں تھا بلکہ مسٹر آرنلڈ فارسٹر کا ۱۹۰۴ء کا مسودۂ قانون کم وبیشی کے ساتھ دوبارہ پیش ہوا۔ اس کے ذریعے سے افواج ردیف ورضاکاراں کی موقوفی ہوکر مقامی فوجوں (Territorial Forces) کا قیام ہوا۔ ایک متحفظ فوج بنائی گئی اور افسروں کی تعلیم کے لئے ایک رسالہ قایم ہوا۔ اس جدید انتظام کی کامیابی وناکامی کے متعلق ابھی رائے قائم کرنا ممکن نہیں لیکن

لارڈ برٹس کی رائے ہے کہ برطانیہ کی باقاعدہ اور مستحفظ فوجیں نہایت کمزور و بیکار ہیں اس بناپر قوم کے سربرآوردہ لوگ حکومت کو اُس کی غلطی سے آگاہ کر رہے ہیں دسمبر ۱۹۱۳ء اور افواج متذکرہ کو مستعد و بکار آمد بنانے کی فکر میں ہیں۔ چونکہ اس زمانے کی لڑائیوں میں ایروپلین اور ہوائی جہاز کام میں لائے جارہے ہیں اور ان کا استعمال

فوجی ہوائی جہازات

سُرعت سے بڑھ رہا ہے اس لئے ایک حکم کے زیر اثر ۲۸۔ فروری ۱۹۱۱ء کو ایک ہوائی پلٹن کا تقرر ہو کر بمقام فارن برو کارخانہ و مدرسۂ طیارہ کی رسم افتتاح عمل میں آئی۔ ہوائی پلٹن کے افسروں نے فضا میں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اور ہر ایک سمت ہوائی جہازوں اور ایروپلینوں کے ذریعے سے نہایت قابل ستائش پرواز کی ہے

خوشی کا مقام ہے کہ برطانوی نوآبادیوں کو بھی تحفظ سلطنت کی فکر ہے

نوآبادیوں کی افواج سنہ ۱۹۰۹ء

اور آلات حفاظت کے مہیا کرنے میں وہ نہایت فراخدلی سے روپیہ صرف کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے متعلق جولائی سنہ ۱۹۰۹ء میں لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہو کر یہ امر طے پایا کہ سلطنتِ برطانیہ کے کل مُلکوں کی افواج بّری کی مستعدی و قوت ایک ہی معیار کی ہونی چاہیئے تاکہ بوقت ضرورت مختلف مقامات کی بّری فوجوں کے ملانے سے فوراً ایک شہنشاہی فوج بن سکے دشمنوں کے بحری حملوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیے آسٹریلیا نے اپنے لئیے ایک خاص جنگی جہازوں کا بیڑہ بنانے کا ارادہ کرلیا ہے۔ نیوزیلینڈ کا منشا ہے کہ جب ضرورت ہو اس وقت جنگی جہازوں کی ساخت کے لئیے رقم علٰحدہ کرنی اور صرف کرنی چاہیئے۔ کینیڈا نے اس کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں کیا، معلوم نہیں کہ کیا تدبیر اختیار کی جائیگی ہے

۵۔ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کو سر ہنری کیمبل بنرمین وزارتِ عظمٰی سے مستعفی ہوا اور ۲۲۔ اپریل کو اُس کا انتقال ہوگیا اور جو کیبنٹ کہ اس کے بعد مرتب ہوئی اسمیں مسٹر اسکویتھ

اسکویتھ کا وزیر اعظم مقرر ہونا۔ سنہ ۱۹۰۸ء

وزیر اعظم اور مسٹر لائیڈ جارج وزیر مال کی حیثیت سے شریک ہوئے مسٹر اسکویتھ نے پہلے ہی سے مصارف مملکت کا سالانہ موازنہ تیار کرلیا تھا جس میں اُنھوں نے وظائف پیرانہ سالی کی اسکیم بھی

شامل کر دی۔ اگرچہ اس نئی تجویز کے متعلق بحثیں ہوئیں لیکن عوام اور اُمرا کی دونوں مجلسوں نے بہت جلد اس کو منظور کر لیا۔ اس قانون کے زیر اثر برطانیہ میں ہر ایک شخص مرد

وظائف پیرانہ سالی ۱۹۰۸ء

ہو کہ عورت جس کی عمر ستر سال سے متجاوز ہو اور جس کی سالانہ آمدنی ۱۰ شلنگ ۳۱ پونڈ سے زیادہ نہ ہو سرکار سے فی ہفتہ (آمدنی ہفتہ وار کی کم و بیشی کے لحاظ سے) ایک سے پانچ شلنگ تک وظیفہ پانے کا مستحق قرار پایا ہے۔

۱۹۰۸ء کے خاتمے پر قانون "حمایتِ اطفال" اور کان کنی کے لئے آٹھ

کان کنی کے لئے آٹھ گھنٹے والا قانون جنوری ۱۹۰۹ء

گھنٹے والے قانون کا اجرا ہوا لیکن اس دوسرے قانون سے کان کنوں کی بی بیوں کیلئے تکلیف خانہ داری کسی قدر بڑھ گئی ہے۔ کان کنی تو چوبیس گھنٹے ہوتی رہتی ہے، قانون بننے کے پہلے دن کے دو حصوں میں تقسیم ہو کر مزدوروں کو بارہ بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا لیکن قانون متذکرہ کے بعد سے رات دن کے چوبیس گھنٹوں کی تین حصوں میں تقسیم ہوئی ہے اور ہر ایک مزدور کو آٹھ ساعت کام کرنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی باپ اور اُس کے چند لڑکے ایک ہی کان میں مزدوری کرتے ہوں تو اُن کو کھانے کے لئے اپنے گھر باوقات مختلف جانا ہوتا ہے جس کے سبب سے اس مزدور کی زوجہ کو کھانے پکانے میں محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔

اسی سال ایک جدید قسم کے رضاکاروں کے متعلق تحریک ہوئی جو قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی فوجی تربیت میں نہایت مفید و قابل قدر ثابت ہو رہی ہے۔ میفکنگ کے محاصرے کے زمانے میں جرنیل بیڈن پاول نے بائے اسکوٹس (اطفال

بائے اسکوٹس ۱۹۰۸ء

رضاکار جن کو فنون جنگ کی سرسری مشق کرائی جاتی ہے) کی ایک فوج تیار کی تھی زمانۂ جنگ میں ان لڑکوں سے محصورین کو بہت مدد ملی اور یہ طریقہ نہایت کارآمد ثابت ہوا۔ جب جرنیل مذکور ۱۹۰۸ء میں انگلستان واپس ہوا تو اُس نے برطانوی لڑکوں کو بھی بائے اسکوٹس بننے کی ترغیب دی تاکہ انگریزوں کے لڑکے اپنے ملک کے حق میں مفید ثابت ہوں اور وقت ضرورت کام آئیں۔ اگرچہ برطانیہ میں ۱۸۸۳ء سے مختلف مذہبی فرقوں کے پاس لڑکوں کی فوجیں (Lad's Brigade) جو تھیں اور اُن کا کام بھی اچھا تھا لیکن ان کی جملہ

سکارگزاری مذہب کی حد تک تھی اس لئے اس دوسری تجویز کی ضرورت پیدا ہوئی اور اس کا تعلق دنیوی امور سے ہے۔ جنرل بیڈن پاول نے نوجوان انگریزوں کو سمجھایا کہ ہر ایک نوجوان چند لڑکوں کو جمع کر کے اُن کا ایک حلقہ دٹیم بنائے اس حلقے کے لڑکے وقتاً فوقتاً کھیل کے طور پر فوجی قواعد اور ورزش کی مشق اس طرح کرتے رہیں کہ اس ذریعے سے انھیں فوجی تربیت ملجائے اور وہ فرمانبرداری کرنا اور واقعات کا صحیح مشاہدہ کرنا سیکھ جائیں۔ حادثے کے موقع پر یہ اپنی اور غیروں کی سب سے پہلے آپ مدد کریں اور اس طرح قوم کی بھلائی کے لئے اُس کے سے بیسیوں کام مفت کرنے کے عادی ہوں۔ جنرل موصوف نے ان لڑکوں کی تعلیم کے لئے چند مفید قواعد بنائے ہیں۔ بائے اسکوٹ کا بدن صاف وستھرا اور صحت اچھی رہنی چاہیے احکام کی بجا آوری، راست گوئی اور اخلاقِ حسنہ کا انھیں خوگر ہونا لازم ہے۔ اپنے کو جری اور مستقل مزاج بنانا چاہیے۔ تمباکو کشی اور میخواری سے بچنا اُن کا فرض ہے صبح سویرے اٹھنا اور تعیش سے گریز کرنا چاہیے۔ خدا پر توکل اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی عادت کرنا اور کم سے کم دن میں ایک بار کسی کے ساتھ نیکی سے پیش آنا لازم ہے۔ ہر ایک ضلع میں ایک صدر معلم (اسکوٹ ماسٹر) اور اُس کے ماتحت چند اساتذہ ہوتے ہیں اور ہر استاد کے حوالے رضاکار لڑکوں کی ایک جماعت کی جاتی ہے جو اُن کے حرکات وسکنات پر نگرانی رکھتا اور صدر معلم ضلع لڑکوں کے چال وچلن کا ذمہ دار ہے اس طرح ایک پورے ضلع کے رضاکار لڑکوں کی فوجی تربیت اور نیک کرداری کا صدر معلم نگراں ہوتا ہے۔ بائے اسکوٹ کا طریقہ اس قدر مفید ومقبول ثابت ہوا کہ پانچ سال کی قلیل مدت میں (سنہ ۱۹۱۳ء تک) ریاست ہائے متحدہ کے بائے اسکوٹوں کی تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار تک پہنچ گئی ہے اور سلطنت کے دوسرے حصوں میں ایک لاکھ پچاس ہزار سے کم بائے اسکوٹ نہوں گے۔ برطانیہ کی تقلید میں اکثر غیر ملکوں نے بھی اپنے ہاں بائے اسکوٹ کے طریقے کو جاری کیا ہے ؂

جن اہل برطانیہ کی معاش کا ذریعہ اُجرت ہے اُن کے لڑکوں کی تعلیم وتربیت کا مسئلہ نہایت اہم ہوگیا ہے اس لئے کہ انہی نونہالوں پر انگریزی قوم کے مستقبل کا مدار کار ہے۔ جمہوریت کی ترقی، مزدوروں اور

مزدوروں کی بے چینی

ادنیٰ درجے کے لوگوں کو رائے کا حق ملنا، انجمنہائے وفاق کاریگراں کے ذریعے سے اُن لوگوں کا آپس میں متفق ہونا اور ہڑتالوں کی کثرت نے مزدور پیشہ لوگوں کے ہاتھ میں سیاسی اقتدار دیدیا ہے۔ ہم نے صفحہ (۵۲۵) پر بیان کیا ہے کہ سنہ ۱۸۹۲ء سے ۱۸۹۵ء تک برطانیہ کے معدنی کوئلہ، گیس اور انجنیرنگ کی تجارتوں میں مزدوروں نے نہایت اندیشہ ناک ہڑتالیں کی ہیں۔ ان ہڑتالوں کو صنعت و حرفت کی اس جنگ کا آغاز سمجھنا چاہیے جو ابھی تک جاری ہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں سب سے پہلے فرانس کے مزدور پیشہ لوگوں نے اپنے ہاں سنڈی کیلزم (Syndicalism) یعنے ہمدردانہ ہڑتالوں کی بنا ڈالی جو بتدریج انگریزوں کے ملک میں بھی رائج ہوگئی۔ اِس کے زیر اثر مزدوروں اور کاریگروں کی کل انجمنیں آپس میں متفق ہوگئی ہیں اور ایک انجمن دوسرے کی مدد کرتی ہے۔ جب کسی ایک انجمن کے مزدور کسی مخصوص تجارت میں ہڑتال کرتے ہیں تو اُن کی ہمدردی میں دوسری انجمنیں بھی یکے بعد دیگرے ہڑتال کر دیتی ہیں۔ اور اس طرح سارے ملک میں ہڑتال ہو جاتی ہے۔ مزدوروں کے طبقے میں نوجوان اور کم عمر لوگ جو قدرۃً معمر آدمیوں سے تعداد میں زیادہ ہوا کرتے ہیں مزدوروں کے تصفیۂ نزاعات کے واسطے اسی طریقے کو زیادہ پسند کرتے ہیں ٭

مزدور پیشوں کے تین خاص مطالبے ہیں ٭

مطالبات مزدوران

(۱) شرح اجرت میں اضافہ۔

(۲) کام کے گھنٹوں میں کمی۔

(۳) اپنی اتحادی انجمنوں کی ہستی کو حکومت وقت سے تسلیم کرانا۔ اگرچہ ابتدا میں ان تین خواہشوں میں سے ایک کے بھی منظور نہ ہونے پر ہڑتال ہوجاتی تھی لیکن جب سے برطانیہ میں ہڑتال کی وبا پھیلی ہے اُس زمانے سے کسی نہ کسی سبب سے مزدور کام بند کر دیتے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۸ء اور سنہ ۱۹۰۹ء میں تجارت کی حالت جو خراب تھی اس لئے بہ نسبت پچھلے سالوں کے ہڑتالیں کم ہوئیں لیکن سنہ ۱۹۱۰ء سے موجودہ زمانہ (سنہ ۱۹۱۳ء) تک جبکہ ملک کی تجارت بہت اچھی حالت میں تھی مشکل سے کوئی ایسی تجارت ہوگی جس میں مزدوروں نے ہڑتال نہ کی ہو۔ اگر تم صرف سنہ ۱۹۱۱ء کا حساب لگاؤ تو معلوم ہوگا کہ اسی ایک سال میں بڑے اور چھوٹے ملا کر مزدوروں کے چار سو جھگڑے پیش آئے اور گذشتہ چار سال

سے برابر دیکھا جارہا ہے کہ ایک نہ ایک پیشے والے دریا کا سا تلاطم پیدا کردیتے ہیں۔

روئی کی کلوں کو چلانے والوں کی ہڑتال ۱۹۱۰ء

۱۹۱۰ء کی ہڑتالوں میں سب سے زیادہ سنگین ہڑتال روئی کی کلوں کی تھی اور اُس کا سبب اُن کی انجمن کی بہترین تنظیم ہے، اس کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفے سے کتنی ہی ہڑتالیں اور لاک آوٹ (Lock out) یعنے کارخانے کے مالک کا مزدوروں کو کام نہ دینے کی نوبت آئی اور سرکاری مجلس تجارت کے بیچ بچاؤ کرنے پر ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء کا سب سے آخری لاک آوٹ ختم ہوا۔ اُس کے بعد بھی مزدوروں کی بے چینی رفع نہیں ہوئی اور اُن لوگوں نے ایک عام ہڑتال کرنے کی دھمکی دی ۱۹۱۱ء میں جہاز کے

جہاز کے حمالوں کی ہڑتال ۱۹۱۱ء

کارخانوں میں کام کرنے والوں اور سامان و مال جہاز کے حمالوں نے لندن مینچسٹر ہل سیالفرڈ اور لورپول میں ہڑتالیں کر دیں جس کے سبب سے سب سے آخری مقام میں شہر کے بدمعاشوں نے فساد کئے اور دوسروں پر مصیبت و تباہی لائے۔ مفسدوں نے ریل کے ڈبے جس میں دودھ آتا تھا توڑ ڈالے جس کی وجہ سے دودھ کا آنا شہر میں موقوف ہوگیا اور شیر خوار بچوں کی دودھ میسر نہ آنے سے جان پر بن گئی۔ اسی طرح اشیائے خورد و نوش کا آنا بھی رکا رہا اور جو اناج وغیرہ کہ شہر میں تھا وہ بہت ہی کم رہ گیا۔ اس کے بعد اگست کے مہینے میں انگلستان کی کل ریلوے کے

ملازمین ریل کی ہڑتال ۱۹۱۱ء

مزدوروں نے بجز لندن کی مقامی ریلوں اور سوتھ ویسٹرن ریلوے پر کام کرنے والوں کے ہڑتال کر دی۔ مزدوروں کی انجمنوں سے اِن آخری ریلوں کے اہلکار تعلق نہ رکھتے تھے اس لیئے اُن کے اثر میں نہ آسکے جب ہڑتال کی اس قدر شدت ہوئی ہو تو حکومت نے بھی متاثرہ رقبوں میں فوجیں پھیلا دیں اور بعض مقامات پر فوج نے مثلاً لین لی میں جو ملک ویلز میں واقع ہے چند ہڑتالیوں کو ہلاک کیا۔ اگرچہ حقیقی ہڑتال تو ایک ہفتے سے زیادہ نہیں رہی لیکن اتنی ہی مدت میں مخلوق کا عام کاروبار بند ہو نے اور ضروریات زندگی کے میسر نہ آنے سے حکومت اور قوم عام ہڑتال کے اثرات و نقصانات سے بخوبی واقف ہوگئی ہے ؎

سنہ ۱۹۱۲ء میں تقریباً ہر ایک قسم کی تجارت سے تعلق رکھنے والے مزدوروں نے اپنے مالکوں (اجرت دینے والوں) سے نزاع کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آجر و اجیر کے تعلقات میں اصلاح کی ضرورت ہے چنانچہ ۲۱۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کو مزدوران معاون نے ایک عام ہڑتال کرنے کے متعلق قرعے کے ذریعے سے رائے دی اور ۱۸۔ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء کو کام بند کرنے کی تحریک کو اُن میں سے تین چوتھائی نے منظور کرلیا۔ یہ ہڑتال تین مہینے جاری رہی اور کثرت سے مزدور مصیبت میں مبتلا ہوئے مختلف مصنوعات

معاون زغال کے مزدوروں کی ہڑتال سنہ ۱۹۱۲ء

کے کارخانے کوئلے کا ذخیرہ ختم ہوتے ہی بند ہوگئے اس سے اکثر ان مزدوروں کے روزگار پر بھی جن کو ہڑتال سے کچھ تعلق نہ تھا آفت آئی۔ یہ پہلا وقت تھا کہ رائے عامہ کے اصرار پر حکومت نے تعین اُجرت کی نسبت دست اندازی کی اور اس کے متعلق فوراً ایک مسودۂ قانون پیش ہوا اور دارالعوام نے تین سال کے واسطے اُس کو منظور کرلیا۔ اس قانون کی رو سے ایک اقل قلیل اجرت قرار پائی ہے جس کو ایک غیر جانب دار میر مجلس کی ماتحتی میں حلقوں کی مجالس مشترکہ معیّن کرتی ہیں۔ انجمن وفاق مزدوران معدن نے مرد کے لیئے پانچ شلنگ اور بچے کے واسطے دو شلنگ فی یوم اقل قلیل اُجرت قرار دینا چاہا تھا لیکن اسکوتھ صاحب نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور انھوں نے ہر ایک حلقے کو اپنی صواب دید پر اُجرت اقل قلیل کے تعین کا مجاز کیا ہے۔ جب مسودۂ مذکور دارالامرا سے بھی منظور ہوا تو "قانون اُجرت اقل قلیل معاون زغال" کے نام سے جاری ہوا اور مزدور ۶۔ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو کام پر واپس آگئے مزدوروں کی نزاعات کو رفع کرنے کے لیئے سنہ ۱۹۱۱ء میں سر جارج اسکوتھ

قانون معاون زغال سنہ ۱۹۱۲ء

کا صدر ناظم صنعت و حرفت کی خدمت پر تقرر ہوا اور صاحب موصوف نے بڑی کوشش سے اجیر و آجر کے تعلقات کو ایک حد تک خوشگوار بنا دیا ہے۔ اس پر بھی مزدوروں کی بے چینی روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور خرابی یہ ہے کہ مزدوروں نے اپنے رہنماؤں کے فیصلوں اور مشوروں کی خلاف ورزی شروع کردی ہے لیکن ہمکو امید ہے کہ جب آجر و اجیر اُن قوانین کے فوائد سے واقف ہونگے جو ملک کی

صنعت وحرفت کی ترقی کے واسطے وضع ہوئے ہیں اور جب انھیں ان امور میں تجربہ ہوگا تو وہ اپنی لانیحل دشواریوں کو باحسن وجوہ آپ سلجھا لینگے۔

ابتک تو ہم مردوں کی بے چینی کو بیان کرتے رہے لیکن اب ہم اناث انگلستان کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔ گزشتہ پچاس سال سے برطانیہ میں عورتیں کوشش کررہی ہیں کہ انھیں بھی مردوں کے مثل ارکان پارلیمنٹ کو انتخاب کرنے کا حق رائے دیا جائے اور اُس کے متعلق ایک عرصے سے وہ ملک میں بے چینی پھیلا رہی ہیں۔ ابتدا میں اعلیٰ طبقے کی عورتوں کو یہ بات سوجھی تھی لیکن اس تحریک میں اب کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والی اور مزدوروں کی عورتیں تک شریک ہوگئی ہیں۔ عورتوں کا عذر ہے کہ مردوں کو اپنی شکایات وتکالیف بیان کرنے اور اُن کے رفع کرانے کا موقع دیا گیا ہے لیکن عورتیں اس نعمت سے محروم کی گئی ہیں۔ حریت پسند حکومت کے زمانے میں تحریک مذکور نے عملی جامہ پہنا اور ۲۵- اپریل ۱۹۰۶ء کو کیر ہارڈی صاحب نے ورحق رائے اناث کی نسبت دارالعوام میں ایک تحریک پیش کی اور جب مجلس مذکور میں اُس پہ بحث ہونے لگی تو نشست گاہ اناث میں عورتوں نے جو بحث سننے کے لیئے جمع ہوئی تھیں عجیب ہل چل مچادی۔ اس مسودے کے بعد متعدد مسودات پیش ہوئے ہیں لیکن اُن کی دو دفعہ سے زیادہ پڑھنے کی نوبت نہیں آتی کہ دارالعوام ہی میں نامنظور ہو جاتے ہیں۔ ہر چند اس تحریک میں کامیاب ہونے کی غرض سے عورتوں نے طرح طرح کے جلوس لندن اور دوسرے شہروں میں نکالے اور کثرت سے جلسے منعقد کئے اور اگرچہ بعض معززو محترم خواتین اور اکثر تعلیم یافتہ و عہدہ دار مستورات نے بھی جلوس نکالے اور بڑے پیمانے پر جلسے منعقد کئے لیکن تحریک مذکور آج تک (یعنی سنہ ۱۹۱۳ء تک) ناکام ہی رہی اس ناکامی کا زیادہ تر باعث یہ بھی ہوا کہ بعض ناعاقبت اندیش اور کم فہم عورتوں نے اپنے کو پابندئ دستور نسواں سے علیحدہ کر کے اپنا ایک جداگانہ فرقہ بنایا اور ملک میں فساد کرنا شروع کر دیا۔ اُن کا خیال تھا کہ لوٹ مار سے اس تحریک کو کامیابی ہوگی۔ مال کے نقصان کی یہاں تک حالت پہنچی تھی کہ نہ صرف وزیر اعظم کے مکان کی کھڑکیوں کے

مسودۂ قانون رائے دہی اناث سنہ ۱۹۰۶ء

جنگجو طالبان حق رائے سنہ ۱۹۰۹ء

پر کالے توڑے گئے بلکہ امن پسند دوکانداروں کی دوکانوں کے بلوری دروازے اور کھڑکیاں زیادہ سرگرم وشوریدہ سر عورتوں کے ہاتھوں سے چکنا چور ہوئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مفسدہ پرداز عورتوں کو قید بھگتنی پڑی اور قیدیوں نے آپ کو بھوک سے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ان سرکش عورتوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انھوں نے خوشحال لوگوں کے مکانات جو شہروں کے مضافات میں واقع ہوتے ہیں جلا ڈالے تار برقی کاٹ ڈالے اکثر بیقصور لوگوں کے مال وجائداد کو نقصان پہنچایا۔ عورتوں کے ان ناشائستہ اور ظالمانہ حرکات کے سبب انگلستان کے مرد جو عموماً منصف مزاج ہوتے ہیں اُن سے منحرف ہو گئے اور جس طرح اکثر اچھے کام فتنہ وفساد اور ناجایز افعال کی وجہ سے سرسبز نہیں ہوتے اسی طرح یہ مفید ونیک تحریک بھی ناکام رہی اور ان عورتوں کی جو دستوری طریقے سے حصول مدعا چاہتی تھیں حق تلفی ہو گئی۔

لیکن ایک دوسری قسم کے بڑے بڑے جلسوں کے انعقاد سے اس جنگ کا کامیابی کے ساتھ خاتمہ ہوا۔ انیسویں صدی کے آخری اور بیسویں صدی کے ابتدائی حصے میں اجیر پیشہ والوں کو جو بڑے شہروں میں رہتے تھے کام ملنے کی شدید ضرورت پڑی اس وجہ سے ان بے روزگاروں نے سڑکوں پر جلوس نکالا شہروں میں گشت کرنا شروع کر دیا اور ان کے ایک جم غفیر نے دارالعوام میں بجبر گھسنے کی کوشش کی۔ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۹ء میں ونسٹن چرچل صاحب کو پارلیمنٹ سے ایک مسودہ قانون کو منظور کرانے میں کامیابی ہوئی۔ قانون مذکور کے زیر اثر کام چاہنے والوں کی آسانی کی غرض سے ملک کے مختلف حصوں میں "صرافہ ہائے محنت" کا قیام ہوا ہے، جن کا انتظام مقامی کمیٹیاں کرتی ہیں اور ہر ایک کمیٹی آجر واجیر کی مساوی تعداد سے بنتی ہے اور ایک غیر جانب دار شخص اُس کا میر مجلس بنایا جاتا ہے۔ ان صرافہ جات کا یکم فروری سنہ ۱۹۱۰ء سے نفاذ وجود ہوا۔ جس کسی کو اُجرت پر کام پانے کی ضرورت ہو تو اُس کو چاہئے کہ وہ اپنے قریب کے صرافۂ محنت سے دریافت کرے کہ اُس کے ہنر کی ملک کے کس حصے میں مانگ ہے اور کہاں اُس کو سب سے زیادہ اُجرت مل سکتی ہے۔ ان ادارات کے وجود سے ایک اور فائدہ ہے کہ خود اُجرت دینے والوں کو طرح طرح کے ہنرمند مزدوروں کی اطلاع ہوتی

صرافہ جات محنت
سنہ ۱۹۰۹ء

رہتی ہے۔ اگر عسرت کے سبب سے مزدور اور کاریگر مقام روزگار تک نہ پہنچ سکتے ہوں تو ان کو اور ان کے اہل وعیال کو صرافہ سے زادِ راہ ملتا ہے ؏

امرا اور عوام کے درمیان تنازع سنہ ۱۹۰۸-۱۹۱۱ء

اب ہم تھوڑی دیر کے لئے زمانۂ زیر تحریر کے پچھلے چند مہینوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ایک اہم دستوری جنگ کا جو دار الامرا اور دار العوام کے مابین واقع ہوئی تھی حال بیان کرتے ہیں۔ دار العوام کے فرقۂ حرّیت پسند کو ایک عرصے سے اس امر کی شکایت تھی کہ قدامت پسند حکومت کے زمانے میں جو جو مسودات قانونی حکومت کیجانب سے پیش ہوئے دار الامرا نے بکمال رغبت وخوشی ان کو منظور کیا لیکن حکومت حرّیت پسند کے مسودات قانون کی منظوری دینے میں اُسے اکثر اوقات انکار رہا ہے سرہنری کیمبل بنرمین نے اپنے عہد وزارت عظمیٰ میں دار الامرا کے اقتدار کو محدود کرنے کے ارادہ کا علی الاعلان اظہار کردیا تھا اور جب ان کی جگہ پر ایسکویتھ صاحب آئے تو اُنھوں نے اپنے پیش رو کے عزم کو عملی جامہ پہنایا ؏

نامنظوری مسودہ اجازت نامہ سنہ ۱۹۰۸ء

فروری سنہ ۱۹۰۸ء میں وزارت نے ایک سخت قانون "اجازت نامہ" کو منظور کیا تھا لیکن دار الامرا نے اس کو نامنظور کردیا لیکن مسٹر لائڈ جارج نے موازنۂ ملک کے مسودے میں اس قانون کے کُل مطالب ومواد کو داخل کردیا اور ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء میں اپنا مرتبہ موازنہ پیش کیا جو دار العوام میں منظور ہوگیا اگرچہ صاحب موصوف نے اس میں بڑی آمدنیوں پر محصول بالائی لگائے جانے اور وظائف پیرانہ سالی کی ادائی کیلئے رسوم فوتی اور رسوم اسٹامپ کی شرح میں اضافہ کرنے کی رائے دی تھی لیکن اُس کے ساتھ ہی دتجارتی) اجازت ناموں اور روح شراب پر بھی محصول لگا کر ثابت کیا تھا کہ اُس ذریعے سے ...... ۲۰۰ پونڈ اور تمباکو کے محصول سے ...... ۱۹ پونڈ سالانہ کا محاصلِ ملک میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے ایک جدید محصول اراضی پر عاید کیا تھا جس کی وجہ سے باشندگان ملک کی غیر منقولہ جائدادوں کا ازسرِنو اندازہ کرکے نئی قیمتیں لگانی پڑتیں ؏

جب منظوری کی غرض سے موازنہ مجلس اعلیٰ میں آیا تو لارڈ لینسڈون نے

امرا اور موازنہ ملک
نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

تحریک کی کہ ابنائے ملک کی مرضی دریافت کرنے کے بغیر دار العوام کو مسودۂ موازنہ منظور نہ کرنا چاہیے تھا۔ ایسکوئیتھ صاحب نے کہا کہ دار الامرا کی اس حرکت سے قانون دستور کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اس لیئے اُنھوں نے تاج برطانیہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کر دینے کا مشورہ دیا۔

پارلیمنٹ کے برخاست ہونے سے جدید انتخابات جب عمل میں آئے تو انکا نتیجہ یہ ہوا کہ حریت پسندوں کے صرف ۲۷۵ کو کلا (بلا شمول ارکان آیرلینڈ و

انتخاب عام
جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

مزدور پیشہ) اور جمعیت پسندوں کے ۲۷۳ اشخاص منتخب ہوئے اس لیئے حکومت نے اپنی کثرت کے واسطے مزدوروں کے نمائندوں کی چالیس آرا اور آیرلینڈ کے قوم پسند نائبوں کی بیاسی آرا پر انحصار کیا۔ اور اس میں خرابی یہ تھی کہ مزدوروں کے ارکان جو ابن الوقت ہیں جس سیاسی فرقے سے اُنھیں کام لینا منظور ہو اُس کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور قوم پسند جس سیاسی فرقے کو اپنے مطلب کا سمجھتے ہیں اُس کے ساتھ ہوکر اُس کا پلہ بھاری کر دیتے ہیں۔ جس بات کا گلیڈاسٹن کو خوف تھا آخر اس کا ظہور ہوا، ان کو منظور نہ تھا کہ انگلستان کے کسی سیاسی فرقے کو آیرلینڈ کے مبعوثین کی تائید کی احتیاج ہو اسلئے کہ فرقۂ محتاج پھر آزادی سے حکومت نہیں کر سکتا۔ ان اندیشوں کے باوجود فرقۂ حریت پسند کو دونوں متذکرہ فرقوں کے اشخاص کو اپنے میں شامل کرنا پڑا اور اس طرح جدید انتخاب میں کثرت مشترکہ پیدا کر کے ایسکوئیتھ صاحب نے ملک سے جس حکم کے لینے کی ضرورت تھی اُس کو حاصل کیا اور جب پارلیمنٹ کا دوبارہ اجلاس ہوا اور سابق کے برسر حکومت فرقے کی اب بھی دار العوام میں کثرت ہوی تو دار الامرا نے موازنۂ مذکور کی منظوری دیدی۔

اُس کے بعد ایسکوئیتھ صاحب نے دار الامرا کی قوت محدود کرنے کی غرض

تحریکات اختیار نامنظوری
۲۸ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

سے اُس کے اختیار نامنظوری (ویٹو) کے خلاف تین تحریکیں پیش کیں۔ اُن میں سے پہلی تحریک کا مقصود یہ تھا کہ مجلس امرا کا مالی مسودات کو نامنظور کر دینے کا اختیار منسوخ کر دیا جائے اور

دوسری تحریک کے ذریعے سے مجلس مذکور کا دوسری قسم کے مسودات قانونی کو نامنظور کرنے کا اختیار بھی محدود کیا جائے جس کا مطلب یہ تھا کہ سوائے مالی مسودوں کے اگر کوئی دوسرا مسودۂ قانون دارالعوام کے تین متواتر اجلاسوں میں کسی ترمیم کے بغیر تین مرتبہ پے در پے پیش ہو کر منظور ہو جائے لیکن دارالامرا اُس کے منظور کرنے میں انکار کرے تو مجلس امرا کی نامنظوری پر بھی وہ قانون متصور ہو کر نافذ ہو جائے گا۔ تیسری تحریک کا منشا پارلیمنٹ کی سابقہ ہفت سالہ مدت کو گھٹا کر پنجسالہ کرنا مقصود تھا ہر چند فریق مخالف کے لوگ مخالفت کرتے رہے لیکن یہ تینوں تحریکیں فوراً مجلس عوام میں منظور ہو گئیں اب الیکویتھ صاحب نے اپنا مشہور "مسودہ پارلیمنٹ" یہ کہکر پیش کیا کہ اگر دارالامرا اس کو نامنظور کرے تو وزارت وقت تاج کو ایسی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ دے گی جن سے یہ قانون نافذ ہو سکے ؛

جب لڑائی اس نوبت کو پہنچی تو اُمرا کو عوام کی ضرورتوں اور خواہشوں کے مطابق اپنی مجلس کو دوبارہ تنظیم کرنے کی فکر ہوی۔ مجلس مذکور کے بعض ارکان نے

کوشش اُمرا برائے اصلاح

تنظیم ثانی کے متعلق مختلف مشورے دئے اور اُن پر چند مہینوں تک اُس مجلس نے غور کیا لیکن کوئی مشورہ پسند نہیں آیا۔ اگرچہ الیکویتھ صاحب نے اپنے مسودے کے ابتدائی حصے میں اس امر کا وعدہ کیا تھا کہ عنقریب ایک اصلاح شدہ مجلس ثانیہ کی ترکیب عمل میں آئیگی لیکن سردست اُن کا منشا دارالاُمرا کی اصلاح نہیں بلکہ اُس کے اختیارات کو محدود کرنا تھا تاکہ حُریّت پسند حکومت کے مجوزہ مسودات قانونی باآسانی منظور ہو جائیں ؛

جبکہ اصلاح دارالاُمرا کی نسبت پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں نہایت جوش

ایڈورڈ ہفتم کی وفات ۶ مئی ۱۹۱۰ء

دولولے سے بحثیں ہو رہی تھیں بادشاہ ایڈورڈ ہفتم جو بیارٹس کے سفر سے واپس ہوا تھا دفعتہً سخت علیل ہو گیا ایک عرصے سے اُس کی صحت خراب تھی اور موجودہ نزاع پارلیمنٹ کا بھی اُس کے قلب پر صدمہ تھا۔ تاسف کا مقام تو یہ ہے کہ ایڈورڈ صلح جو بھی جس نے اپنے ملک اور دنیا کی تقریباً کل قوموں میں ارتباط پیدا کر دیا اپنی قوم کے دو مخالف فرقوں میں مصالحت کرانے سے عاجز رہا۔ شاہ موصوف کا ۶ مئی ۱۹۱۰ء کو قصر بکنگھم میں

انتقال ہوا اور ولی عہد جارج پنجم کے لقب سے تخت کا وارث قرار پایا ۞
بادشاہ نو کے جلوس سلطنت کے سبب سے جنگ دستوری میں وقفہ ہوا
دونوں فرقوں کے سربرآوردہ اشخاص نے تجویز کی کہ ایک کانفرنس کے ذریعے سے

کانفرنس
جون ۱۹۱۰ء

نزاعات باہمی کا تصفیہ ہونا چاہئے۔ فریقین نے اس رائے کو منظور کیا اور ۱۷۔ جون ۱۹۱۰ء سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے کئی مہینوں تک اُس کے جلسے ہوتے رہے یہاں تک کہ اجلاس کا پورا زمانہ زیادہ تر اسی ایک کام میں صرف ہوگیا اس پر بھی اُس مدت میں ایک اہم و مفید قانونی ترمیم ہوئی ہے۔ یعنی حلف تخت نشینی کے قانون سے وہ جزو جو رومن کیتھلک کی دل شکنی کا باعث تھا حذف کر دیا گیا ۞

اگرچہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۱۰ء کو پارلیمنٹ کا دوسرا اجلاس شروع ہوا لیکن اُسکے

انتخاب عام
دسمبر۔ ۱۹۱۰ء

پہلے سے لوگ کانفرنس صلح کی ناکامی سے واقف ہوگئے تھے اس لیئے مسودۂ قانون پارلیمنٹ کو پیش کرنے کے بجائے الیکوئیتھ صاحب نے اپنے ارادے کا اظہار کر دیا کہ قوم کی رضامندی دریافت کرنے کی غرض سے میں بادشاہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کردینے کا مشورہ دونگا۔ بہرحال اس تجویز کے مطابق پارلیمنٹ کی موقوفی ہوکر ۱۹۱۰ء کے دسمبر کی ابتدا میں انتخابات شروع ہوئے جن کا نتیجہ فرقۂ حریت پسند کے حق میں مفید ثابت ہوا اور اس مرتبہ بھی فرقۂ مذکور کے ارکان کی پارلیمنٹ میں کثرت رہی۔ ۲۱۔ فروری ۱۹۱۱ء کو الیکوئیتھ صاحب نے دوبارہ اپنے مسودہ قانون کو جس میں دارالامرا کے اختیار نامنظوری کی نسبت تین تحریکات بھی شامل تھیں پیش کیا۔ اس کے تین مہینے کے بعد مسودۂ مذکور کی تیسری قرأت ۱۰۔ مئی ۱۹۱۱ء کو ختم ہوکر دارالعوم میں یہ مسودہ منظور ہوا اور بعد میں دارالاُمرا کو روانہ کیا گیا لیکن جارج پنجم اور ملکہ میری کی تاج پوشی کی وجہ سے جس کی رسم ۲۲۔ جون ۱۹۱۱ء کو منائی گئی چند مہینے فریقین میں سکوت رہا ۞

لیکن جب مسودۂ مذکور ۲۰۔ جولائی کو دارالاُمرا سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اُس کی اکثر اہم باتوں میں مجلس مذکور نے ترمیم کی ہے اس پر فرقۂ برسرحکومت نے نہایت شور مچاکر اُسکے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہی مسودہ مجلس اعلیٰ کو واپس کیا دوسری

مرتبہ بھی یہ مجلس مسودے میں ترمیم کئے بغیر منظوری دینا نہیں چاہتی تھی لیکن لارڈ مارلے نے اس بات کا اظہار کر دیا کہ اگر مسودہ منظور نہ ہوگا تو میں بادشاہ کو زیادہ امرا بنانے کا مشورہ دونگا جس سے مخالفینِ مسودہ کو ناکامی ہوگی۔ لارڈ ہیلس بری اور بہت سے دوسرے اُمرا اپنی بات پر اڑے رہے اور اپنی مجلس کو سمجھایا کہ اگر اس دفعہ دب گئے تو تم سیاسی خودکشی کے مرتکب ہو گے لیکن لارڈ لینسڈون اور کنٹربری کے اسقف اعظم نے مقابلہ کرنے کو بے سود ثابت کیا اس بنا پر مسودہ منظور ہوگیا اور اس پر بادشاہ کی منظوری ۱۸۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء کو صادر ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ الیسکویتھ صاحب نے اس قانون پارلیمنٹ کو جاری کرا کے اسکے ذریعے سے اپنے پیش کردہ مسودات قانونی کو منظور کرانے کی آزادی حاصل کی لیکن وہ اس طرح صرف ایک پارلیمنٹ کے دوران میں بشرطیکہ آیرلینڈ کے قوم پرست ارکان پر اُن کا اعتماد ہو آزاد رہ سکتے ہیں۔

انہوں کا قانون پارلیمنٹ کو منظور کرنا۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

اسی زمانے میں ارکان پارلیمنٹ کے لیئے پہلے پہل فی کس ۴۰۰ پونڈ مشاہرہ مقرر ہوا لائیڈ جارج صاحب نے اپنے موازنے میں مشاہرے کی تحریک کی تھی جس کو حُریت پسند ارکان نے غلبۂ آرا سے منظور کیا۔ یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء سے تنخواہ کا اجرا ہوا۔

مشاہرہ ارکان پارلیمنٹ سنہ ۱۹۱۱ء

اس کے چند ہفتے بعد بیلفر صاحب نے فرقہ اتحاد پسند کی سرداری سے استعفا پیش کر دیا لیکن اُن کی جگہ پر والٹر لانگ صاحب یا آسٹن چیمبرلین صاحب کے عوض جو اس جگہ کے زیادہ مستحق تھے ایک تیسرا شخص مسٹر بونر لا منتخب ہوا اِس کے مقابلے میں ان دونوں دعویداروں نے سکوت اختیار کیا اس لیئے کہ اُن کی پارٹی کے ہر ایک ذیلی فرقے میں بھی وہ ہر دلعزیز تھا۔ اُس کا مولد کنیڈا ہے اور سابق میں وہ گلاسکو میں لوہے کی تجارت کرتا تھا۔

صدارت بونر لا نومبر سنہ ۱۹۱۱ء

جس قومی بیمے کے مسودۂ قانون کی لائیڈ جارج صاحب نے ایک سال قبل تحریک کی تھی وہ اب منظور ہوا۔ شروع میں تو مسودہ بہت مقبول ہوا۔ اُس کے پیش ہونے پر کل دار العوام میں خوشی کے

قومی بیمہ کا قانون ۱۶۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء

نعرے بلند ہوئے تھے کہ کمیٹی کے زمانے میں فرقۂ مقابل نے اس میں بہت کچھ ترمیم کرنی چاہی لیکن اہل کمیٹی نے اُس کا کم لحاظ کیا اور جب بلائے ترمیم مسودے کی تیسری قرأت ختم ہوئی تو فرقۂ مقابل کے ارکان اٹھکر دارالعوام سے چلے گئے اور مسودۂ مذکور کے متعلق کسی قسم کی رائے نہیں دی۔ اس کے بعد جب مسودہ بغرض منظوری مجلس اعلیٰ کو بھیجا گیا تو لارڈ لینسڈون نے نقائص کے باوجود اُس کو منظور کرنا ہی مناسب سمجھا ورنہ دوسری صورت میں دونوں مجلسوں کے درمیان ایک بیکار و عبث بحث چھڑ جاتی۔ اُس مسودے پر ۱۶۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو شاہی منظوری صادر ہوئی۔

اس قانون کے پہلے نصف حصے کا تعلق صحت کے بیمہ سے ہے۔ ہر ایک مزدور پر صحت کا بیمہ کرانا لازم ہے بشرطیکہ اُس کو مستقل اُجرت ملتی ہو اور اُس کی سالانہ آمدنی ۱۶۰ پونڈ سے زیادہ نہو۔ بیمہ کے واسطے فی مرد ۴ پینس اور فی عورت ۳ پینس ہر ہفتہ خود مزدور کو ادا کرنے پڑتے ہیں اور آقا (آجر) اپنے ہر ایک اجیر کے واسطے ۳ پینس اور حکومت ہر ایک مزدور کیلئے ۲ پینس فی ہفتہ بیمہ فنڈ میں علحدہ جمع کرتی ہے۔ اس رقم کے معاوضے میں مزدوروں کا علاج مفت ہوتا ہے اور حالتِ مرض میں مزدور کو اگر مرد ہو تو ۱۰ شلنگ اور عورت ہو تو ۷ شلنگ ۶ پینس فی ہفتہ امداد ملتی ہے۔ اس اسکیم کو امدادی انجمنیں چلاتی ہیں اور اُس کا عمل ۱۵۔ جولائی ۱۹۱۲ء سے شروع ہوا ہے۔ اس قانون کے زیر اثر کام کرنے کے متعلق ڈاکٹروں کے رضامند کرنے میں حکومت کو بڑی بڑی دشواریاں اٹھانی پڑیں۔ اس قانون میں غالباً مزید تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ عجب نہیں کہ عنقریب اس میں کچھ ترمیم کرنی پڑیگی۔ حال میں اس کے متعلق ایک مسودۂ قانون جو چند ترمیمات پر شامل ہے منظور ہو چکا ہے۔

صحت کا بیمہ

قانون کا دوسرا نصف حصہ ان بے روزگار مزدوروں کے متعلق ہے جو کام کرنا چاہتے ہیں لیکن کام نہیں ملتا۔ سردست بعض ایسی صنعتوں میں جن کا تعلق معماری، جہاز سازی اور کچے لوہے کو خالص بنانے سے ہے اس قانون پر عمل ہو رہا ہے اس لئے کہ ان حرفتوں میں مسلسل کام نہیں ہوتا کبھی کبھی مزدوروں کی دوسری انجمنوں کو بھی جن کو اس قسم کی صنعتوں

بیمہ بے روزگاری

سے تعلق ہو اس قانون کے زیر اثر امداد دیجاتی ہے۔ بے روزگاری کے بیمے میں مزدور اور اُس کا آقا (اجیر) ڈھائی ڈھائی پنس اور حکومت پونے دو پنس فی ہفتہ ادا کرتی ہے بے کاری کے زمانے میں ہر ایک مزدور کا فرض ہے کہ وہ اپنے سب سے قریب کے دفتر سرمایۂ بے روزگاری پر پہنچکر اپنی کتاب بے روزگاری دکھلائے اور کسی موزوں کام کے پانے کی اسند عا کرے۔ اگر معائنۂ کتاب کے بعد دفتر مذکور مزدور کیلئے کام مہیا نکر سکے تو وہاں سے اُس کو ۷ شلنگ فی ہفتہ ملتے ہیں لیکن مزدور کو چاہئے کہ روزانہ وہ دفتر سرمایۂ بے روزگاری پر جایا کرے۔ اور اگر فاصلہ زیادہ ہو تو اُس کو ہفتے میں دو تین روز دفتر کو جاکر کام کے متعلق دریافت کرنا لازم ہے ؏

دہلی کا پایہ تخت ہند قرار پانا۔ ۱۹۱۱ء

دربار تاجپوشی ہند میں شریک ہونے کی غرض سے جارج پنجم اور ملکہ میری نومبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان سے روانہ ہوئے۔ اسی دربار کے موقع پر بادشاہ نے بحیثیت قیصر ہند کلکتہ سے دہلی کو جو ہند کا قدیم پائے تخت ہے دارالحکومت کی منتقلی اور بنگالہ کی پریزیڈنسی پر ایک علیحدہ گورنر کے تقرر کی نسبت اعلان کیا ؏

قانون ہوم رول ۱۹۱۲ء

دربار ہند کے بعد انگلستان کی تاریخ میں اُن پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جن کے متعلق ہم اپنے خیالات کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھتے ۱۹۱۲ء میں میک کنا صاحب نے مسودۂ قانون موقوفی مذہب معینہ ویلز اور ایسکویتھ صاحب نے مسودۂ قانون حکومت خوداختیاری برائے آیرستان" جس کا ایک عرصے سے انتظار تھا پیش کیا۔ ان میں سے دوسرے مسودے کو دارالعوام نے پہلی دفعہ ۱۹۱۲ء کے موسم خزاں کے اجلاس میں اور دوسری دفعہ ۱۹۱۳ء کے اجلاس میں منظور کیا اور دونوں مرتبہ بعد منظوری وہ دارالامرا کو روانہ کیا گیا لیکن اُمرا نے ہر مرتبہ اس جواب کے ساتھ کہ "جب تک مسودے کے متعلق ملک کی مرضی نہ دریافت کیجائے ہم کچھ رائے نہیں دے سکتے" اُس کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد بھی دارالعوام نے بلاترمیم تیسری دفعہ اُس کو منظور کر لیا اور اس طرح قانون پارلیمنٹ کی تکمیل کر دی۔ پھر دیر کیا تھی ۱۸۔ ستمبر ۱۹۱۴ء کو دارالامرا کی نامنظوری و مخالفت کے باوجود مسودے کی نسبت شاہی منظوری صادر ہو گئی ؏

اسی اثنا میں صوبۂ آلسٹر کے باشندوں نے جو ڈبلن کی پارلیمنٹ کے زیر حکومت نہیں رہنا چاہتے تھے ۲۸۔ستمبر ۱۹۱۲ء کو بمقام بیلفاسٹ آپس میں ایک حلفیہ عہد نامہ مرتب کر کے اپنے عزم بالجزم کا اظہار کر دیا کہ وہ ہم "ہوم رول" والی پارلیمنٹ کو کبھی تسلیم نہیں کرینگے۔

عہد نامۂ السٹر ۲۸ ستمبر ۱۹۱۲ء

قانون ہوم رول بننے کے چند ہی روز بعد اُس سے ایک بہت زیادہ اہم معاملہ کی جانب قوم کی قوم منہمک ہو گئی دفعتہً جنگ کے بادلوں نے یورپ کے مطلع کو دھندلا دیا جس کا سبب ظاہری شہر سراجیوو واقع باسینا میں آسٹریا کے ولی عہد (آرچ ڈیوک) اور اُس کی زوجہ کا قتل ہے۔ لیکن اُس کی علت غائی جرمنوں کی ہوسِ ملک گیری کو سمجھنا چاہیئے۔ گذشتہ چالیس سال سے پروشیا کا فوجی فرقہ جنگ کی تیاری میں مصروف تھا موقع ملتے ہی اہل جرمنی آسٹریا کے ساتھ ہو گئے اور نزاعات کا سلسلہ قائم کر دیا جس کے سبب سے کل یورپ لڑائی پر ٹوٹ پڑا ایک طرف آسٹریا اور جرمنی اور دوسری طرف روس و فرانس میں سپاہ کی فراہمی شروع ہوئی اور جب جرمنی نے بیلجیم کی غیر جانب داری توڑ دی جس کے بچانے کے لئیے وہ اور برطانیہ از روئے معاہدہ پابند تھے تو برطانیہ نے بھی جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ برطانیہ کی جانب سے فوجی امداد پہنچنے کے پہلے ہی جرمن فوجیں بیلجیم میں در آئیں ملک کو نہایت بُری طرح غارت کر کے اور اہل ملک پر مظالم ڈھاتے ہوئے فرانس کا رُخ کیا اور اگرچہ برطانوی لشکر ۱۸ اگست کو فرانس کے ساحل پر اتر چکا تھا لیکن فرانس اور برطانیہ جنگ کیلئے کافی طور پر تیار نہ تھے اس سبب سے جرمن فوجوں کو بیلجیم سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ آنے سے نہ روک سکے لیکن اسکے بعد ہی جاپان نے متحدین سے شرکت کر کے جرمنی سے جنگ شروع کر دی اور سنگ ٹاؤ (Tsing Tau) کی بندرگاہ چھین لی اس کے علاوہ جرمنوں کے ہاتھ سے افریقہ میں اُن کے اکثر علاقے نکل گئے ہیں۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم

لڑائی کے شروع میں برطانیہ کو بہت ہی قلیل فوج مل سکی تھی چنانچہ فرانس کی مُہم پر صرف ۰۰۰ء۱۶ سپاہیوں کا لشکر روانہ کیا گیا اس پر لارڈ کچنر نے قوم سے درخواست کی اور دو دن میں ۰۰۰ء۱ نو آموز سپاہی جمع ہو گئے پھر تو اس تعداد میں اضافہ ہونے لگا اِس کے ساتھ ہی حُبِّ وطن کا طوفان اٹھا اور سلطنت کے ہر ہر گوشے سے صدائے لبیک

بلند ہوئی، کنیڈا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، ہند اور افریقہ سے فوج پر فوج آنے لگی اور برطانوی افواج کی تعداد چار ملین ہوگئی ؟

فوجی ملازمت

مگر جب لڑائی کا دائرہ وسیع ہوا اور جنگ مشرقی یورپ سے پھیلتی ہوئی ایشیا میں پہنچی اور مختلف برطانوی لشکر فرانس، گیلی پولی، مصر، شام عراق عرب، بلغاریہ اور سرویا میں مصروف کارزار تھے تو اُن ابنائے ملک کی نسبت جو کاہل و آرام طلب تھے جبر سے کام لینے کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اس طرح پر اُن لوگوں کو جو لڑائی کے قابل ہیں اور جو ملک کی مختلف خدمات مثلاً گولی باروت، جنگی جہازوں، ایروپلینوں کے کارخانوں میں کام اور ساحل کی حفاظت کر سکتے ہیں جمع کیا ہے عورتوں نے بھی جرأت دکھلائی اور ملک کی مدد پر آمادہ ہوئی ہیں چنانچہ مردوں کے لڑائی پر جانے سے جو عہدے اور خدمتیں خالی ہوئی ہیں ان پر بعض عورتیں مامور ہوکر محرروں، ریلوے کے ملازموں، آمنی بس کے چلانے والوں، گولے باروت کا کام کرنے والوں اور کسانوں کا کام انجام دے رہی ہیں اور بعض عورتیں اپنے ملک اور مقامات کارزار میں بلامعاوضہ زخمیوں کی تیمارداری کر رہی ہیں اور بہت سی برطانوی عورتیں فرانس میں بیماروں اور زخمیوں کی گاڑی ہانکتی ہیں۔ اسطرح رفاہ عام کی غرض سے کل برطانوی قوم ایک ہوگئی اس پر بھی قوم کے بعض افراد ایسے ہیں جو ذاتی عیش و آرام کو حب وطن پر ترجیح دیتے ہیں لیکن الحمد اللہ ایسے نفوس معدودے چند ہیں۔ مادر برطانیہ کو اپنے سپوت بچوں پر ناز کرنا چاہیئے اور وہ جس قدر فخر کرے بجا ہے اُس کی اولاد نے اُس دستِ ستم کو قطع کرنے کے لیئے اپنی جان و مال سے ایثار کیا ہے جو روئے زمین پر چھا جانے والا تھا۔ سب کے آخر میں اپریل ۱۹۱۷ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی لڑائی میں شریک ہوئیں اور اب وہ ہزاروں امریکنوں کی فوجیں متحدین افواج کے پہلو بہ پہلو دشمن سے لڑنے کے واسطے فرانس میں اتار رہی ہیں ؟

اِس جنگ میں تقریباً ہر ایک ملک شریک ہوگیا ہے اور لڑائیوں کی کثرت اس قدر ہوئی ہے کہ ضروری اور اہم واقعات کو بھی معرض تحریر میں لانا دشوار ہے۔ ناروے، سویڈن، ڈنمارک اور ہالینڈ صرف ایسے ملک ہیں جو ابھی تک غیر جانب دار ہیں بیلجیم، روس، فرانس، برطانیہ اور اُس کی نوآبادیاں، جنوبی افریقہ، جاپان، سرویا،

ایطالیہ، یونان، رومانیا، پرتگال، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور جنوبی امریکہ کی مخصوص قومیں حتیٰ کہ ملکِ چین آپس میں متحد ہو کر جرمنی، آسٹریا، ترکی اور بلغاریہ کی شقاوت و قساوت اور ظلم و جور کا مقابلہ کر رہی ہیں۔

ابتدا میں چند اہم لڑائیاں مغربی خطۂ کارزار پر واقع ہوئیں بیلجیم کے شہروں اور آبادی کا قلع و قمع کر کے جرمنی نے اُس ملک میں سے فرانس پہنچنے کے لیئے اپنا راستہ نکال لیا اور حصولِ مقصد کے واسطے جرمنوں نے لووین کی یونیورسٹی جلادی اور دردناک مظالم ڈھاتے ہوئے فرانس کی طرف بڑھ رہے تھے بمقام مانس انھیں برطانیوں سے اور شارلی رواپر فرانسیسیوں سے مقابلہ کرنا پڑا (۲۳۔ اگست ۱۹۱۴ء)۔ چونکہ جرمنوں کا لشکر تعداد اور قوت میں برطانوی اور فرانسیسی افواج سے بہت زیادہ تھا اس لیئے پہلے لشکر نے دوسرے دو لشکروں کو پیچھے ہٹا کر فرانس کی طرف بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ۵۔ ستمبر کو اس کے اور پیرس کے درمیان چند میل کا فاصلہ باقی رہ گیا۔

شکست مانس ۱۹۱۴ء

اس کے بعد ہی لڑائی نے پلٹا کھایا اور متحدین نے جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ مارن اور این کی لڑائیوں میں جرمن پسپا ہو کر اپنی خندقوں میں مراجعت کر گئے جس کے سبب سے تین سال تک مسلسل خندقوں کی جنگ جاری رہی اِپرِی (Ypres) کی پہلی اور دوسری لڑائیوں (۱۹۱۴-۱۹۱۶ء) میں یہ قدیم و خوبصورت شہر مٹی کا تودہ بن گیا۔ اُس کی دوسری لڑائی میں جرمنوں نے پہلے پہل کثرت سے دم گھوٹنے والے گیس کے گولے متحدین کی سپاہ پر پھینک کر خصوصاً کینیڈا کی فوج کو شدید نقصان پہنچایا۔

مارن اور این کی لڑائیاں ۱۹۱۴ء

جنگ سوم میں جو جولائی سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۱۶ء میں ختم ہوئی برطانیوں نے پہلی دفعہ اپنے مشہور "ٹینکس" (Tanks) کا استعمال کر کے جرمنوں کے تار کے استحکامات اور بھاری بھاری توپوں کو چڑھالے گئے زمین دوز لپیٹے مسمار اور کلدار توپوں سے اُن کے مورچے برباد کر دیئے اس خونخوار لڑائی میں متحدین کی کامل قوت اور جنگ کو فتح کرنے کی قدرت کا پہلی مرتبہ اظہار ہوا۔ اسی اثنا میں فرانسیسیوں نے کمال شجاعت و دانائی سے وردن کو

اِپرِی سوم پر ٹینکس کا قائم کیا جانا ۱۹۱۶ء

۱۹۱۶ء میں دشمنوں سے اس طرح بچایا کہ وہ اُسی مقام پر پھنسے رہے اور پیرس کیلئے راستہ نہ نکال سکے ؎

ان لڑائیوں کا دائرہ صرف زمین اور سمندر کی سطح تک محدود نہیں رہا بلکہ ہوا میں اور سطح آب کے نیچے بھی گھمسان کی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ جب جرمن بحریہ کو سمندر میں چند مقامات پر خصوصاً جزائر فاک لینڈ کے قریب ۱۹۱۴ء میں اور بمقام جٹ لینڈ ۱۹۱۶ء میں برطانیوں کے ہاتھ سے شکست فاحش ہوئی اور برطانیہ کے جنگی جہازوں کا کھلی لڑائی میں خاتمہ کرنا دشوار ہوا تو اُس نے تحت البحر کشتیوں کا ایک کثیر بیڑا تیار کیا۔ فروری ۱۹۱۵ء میں جرمنوں نے جزائر برطانیہ کے اطراف ایک ود حلقہ "خطرہ" قرار دیدیا اور اس کے جواب میں ۱۵۔ مارچ سنہ مذکور کو حکومت برطانیہ نے کل جرمن بحری تجارت کے محاصرہ کا اعلان کر دیا۔ لیکن جرمنوں نے حرب وضرب کے حدود سے نکل کر جہالت اختیار کی اور غیر جانبدار قوموں کے مال تجارت اور مسافروں کے جہازوں کو تارپیڈو سے اڑانا شروع کر دیا حتیٰ کہ مجروحین کے جہازوں تک کو وہ غرق آب کر رہے ہیں خصوصاً لوسی ٹانیا کے ۷۔ مئی ۱۹۱۵ء کے غرق آب ہونے سے تو دنیا کی قوموں میں سنسنی پیدا ہو گئی اور جرمنوں کی وحشیانہ حرکات نے اُن کی رگوں میں انسانی ہمدردی کے خون کو دوڑا دیا۔ اس پر بھی اُس تاریخ سے اب تک غیر مبارز اقوام کے جہازوں کو بھی جرمن برابر غرق کر رہے ہیں ؎

بحری اور ہوائی لڑائیاں

ہوا میں تو اس جنگ نے اور بھی مُہلک صورت اختیار کی ہے اور ہوائی میدان کارزار کے آلات حرب میں سب سے زیادہ کامیابی ایروپلین نے حاصل کی ہے ہوائی کرہ میں بھی جرمنوں نے غیر مبارز لوگوں پر حملے کیئے ہیں اور وہ انگریز جو اپنے وطن میں رہے اور جرمنوں کے مقابلے کو ملک کے باہر نہیں گئے زپلینوں اور ایروپلینوں کی گولہ باری سے جان و مال کا سخت نقصان اٹھا رہے ہیں خصوصاً لندن پر ان آلات حرب نے سخت آفت برپا کر دی تھی جس کی وجہ سے برطانوی حکومت کو بمقتضائے فنون جنگ جہاں جہاں ضرورت ہوئی جرمن شہروں پر بمب کے گولے برسا کر انتقام لینا پڑا ؎

یورپ کے سوائے دوسرے ملکوں میں انگریزوں کو سخت معرکے کرنے پڑے اس جنگ سے جرمنی کا اصلی مقصد مشرق اور ہند کی تجارت پر اثر ڈالنا تھا اس بنا پر اُس نے

محاربات مشرقی

ترکوں کو (۱۹۱۴ء میں) اور بلغاریوں کو (۱۹۱۵ء میں) برطانیہ کے خلاف مشتعل کرکے اپنی طرفداری میں جنگ پر آمادہ کرلیا۔ اُس زمانے سے مصر، صحرائے عرب، شام (جس کا ایک بہت بڑا حصہ فتح ہوگیا ہے) اور عراق عرب میں برطانوی فوجیں ترکوں سے آمادۂ جنگ ہیں اور سب سے آخری صوبے میں بغداد کے فتح ہونے سے جرمنوں کا مشہور بغداد ریلوے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا رک گیا ہے۔ ۱۹۱۵ء میں برطانیہ نے ایک کثیر لشکر اور جنگی جہازات ترکوں سے لڑکر درۂ دانیال میں بجبر داخل ہونے اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کیے لیکن اس مُہم کو ناکامی ہوئی اور برطانوی فوجیں (دسمبر ۱۹۱۵ء میں) سالونیکا پلٹ آئیں اور یہاں فرانسیسیوں کے ساتھ آگے بڑھنے سے بلغاریوں کو روکتی رہیں اور بدقسمت اہل سرویا کی مدد کرنے میں جن کو ترک مستاصل کر رہے ہیں کوشش کی جو ناکام رہی ؎

ایک دوسری اور بالکل جداگانہ جنگ جنوبی افریقہ میں ہو رہی ہے انگریز اور بوئروں نے ملکر جرمنوں کو اُن کے کل مقبوضات سے خارج کیا اور اُن کی ایسی گت بنائی ہے کہ ان مقامات کو جرمنوں کا دوبارہ فتح کرنا ممکن نہیں ؎

ہر چند انگریزوں کو روس کی امداد و شرکت سے بڑی بڑی امیدیں تھیں اور اگرچہ

روس اور اٹالیہ

روسی افواج کو ابتداءً بڑی بڑی فتوحات نصیب ہوئیں لیکن ۱۹۱۷ء میں انھیں جرمن سپاہ نے بری طرح پسپا کیا اور اس کے ساتھ ہی پٹروغراد میں انقلاب حکومت شروع ہوگیا، زار نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی اور حکومت انتہا درجہ کے اشتراکیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ حکومت کا بدلنا تھا کہ اشتراکیوں نے جرمنی سے صلح کرلی اور اب وہ بالکل اُس کے اختیار میں آگئے ہیں لیکن اس پر بھی پہلے کی سی حکومت قائم ہونے کے آثار پائے جاتے ہیں اٹالیہ نے ۱۹۱۵ء میں متحدین سے شرکت کی اور اب تک لڑائی میں کامیاب رہا ہے لیکن جرمن فوجیں جو روسی انقلاب کے سبب سے روسی خطِ کارزار سے فارغ ہوئیں اب آسٹریا والوں کی مدد کر رہی ہیں جس کی بدولت آسٹروی سپاہ اطالوی خط مدافعت کو توڑ کر دوے نس

سے چند میل کے فاصلے پر پہنچ گئی ہے اور جرمنوں کے سیلاب فوج کو روکنے کے لئے متحدین اپنے لشکروں کو ایطالیہ روانہ کر رہے ہیں جن کی امداد سے اُسے ۱۹۱۸ء میں آسٹریا پر ایک شاندار فتح حاصل ہوئی ہے اور امید قوی ہے کہ ایطالیہ آسٹروی حملہ کو ضرور پسپا کرے گا۔

جنگ شروع ہو کر یہ چوتھا سال ہے مگر خوشی کا مقام ہے کہ برطانوی سپاہ پست ہمت نہیں ہے وہی پہلی امنگ ہے اور اُس کے قلوب فتح کی امید سے لبریز ہیں۔ اندنوں جبکہ ہم اس جنگ عظیم کے مختصر واقعات حوالۂ قلم کر رہے ہیں جرمن فوجیں برطانوی اور فرانسیسی لشکروں کی سد کو توڑ کر پیرس پر دھاوا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ برطانوی سپاہ اور فرانسیسیوں کے درمیان خود حائل ہو جائیں لیکن کچھ دنوں قبل (جولائی ۱۹۱۸ء میں) فرانسیسی اور امریکن افواج نے سورسن کے جنوب میں انھیں شکست دیکر بھگا دیا اور شمالی خطِ کارزار پر برطانیہ اور بلجیم کی فوجیں نہایت جرأت وہمت اور استقلال و جوش سے قدم جمائے ہوئے ہیں۔

مغرب میں جرمنوں کی جارحانہ کارروائی ۱۹۱۸ء

کیا اُن انگریزوں سے جو میدان جنگ میں نہیں بلکہ اپنے وطن میں ہیں حکومت کی مدد نہیں ہو سکتی؟ ہمارا جواب ہے کہ بے شک وہ گھر بیٹھے قوم کی ایسے نازک وقت میں امداد کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی خوشی سے کسی قدر ایثار سے کام لیں۔ اگر وہ جان و مال سے اس مہلک جنگ میں حکومت کی کمک نہیں کر سکتے ہیں تو اُن کا فرض ہے کہ کم سے کم ضروریات زندگی میں وہ کفایت شعار بنجائیں، غذا اور ناپنے کی آگ کا بے موقع صرف نہ ہونے دیں اور بہت احتیاط سے ان چیزوں کا استعمال کریں اسلیئے کہ ان چیزوں کی برطانوی سپاہیوں اور ملاحوں کو مقامات حرب میں بڑی ضرورت ہے اگر برطانیہ میں ضروریات زندگی کا صرف زیادہ ہوا تو حکومت میدان کارزار کے فدائیان قوم کو یہ اشیا کس طرح پہنچا سکتی ہے خصوصاً ایسے نازک وقت میں جبکہ مال تجارت کے جہاز اگرچہ وہ غیر مبارز اقوام کے ہی کیوں نہوں شدت سے تحت البحر کشتیوں کے طفیل سمندر کی نذر ہو رہے ہیں۔ یہ ہماری استدعا قوم کے خوشحال افراد سے تھی لیکن ہم اب برطانیہ کے مزدور پیشہ لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں

حبِّ وطن کا دریا کیوں موج زن نہیں ہوتا۔ افسوس ہے کہ وہ ایسے بیم ورجا کے زمانے میں اپنی اُجرت کے بڑھانیکی دھن میں لگے ہیں اُنکی ہر ایک ہڑتال سے جنگ کو طول اور برطانوی۔ سپاہی وملاحوں کے بیم جان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس پر بھی ہم اس امر کا اظہار کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اہل برطانیہ دوسروں سے ایثار کا سبق لے رہے ہیں روزانہ بیسیوں ثبوت اس بات کے مل رہے ہیں کہ برطانوی قوم کو جنگ کے فتح کرنے کی بیحد فکر ہے اور وہ اسطرح حرب کرنا چاہتی ہے کہ صفحۂ ہستی پر اُس کا نام رہ جائے اور قوم کے بچے اور اُن کی آیندہ نسلیں موجودہ اہل برطانیہ سے بہتر حالت میں اور زیادہ امن کے ساتھ زندگی بسر کریں ؞

تمت
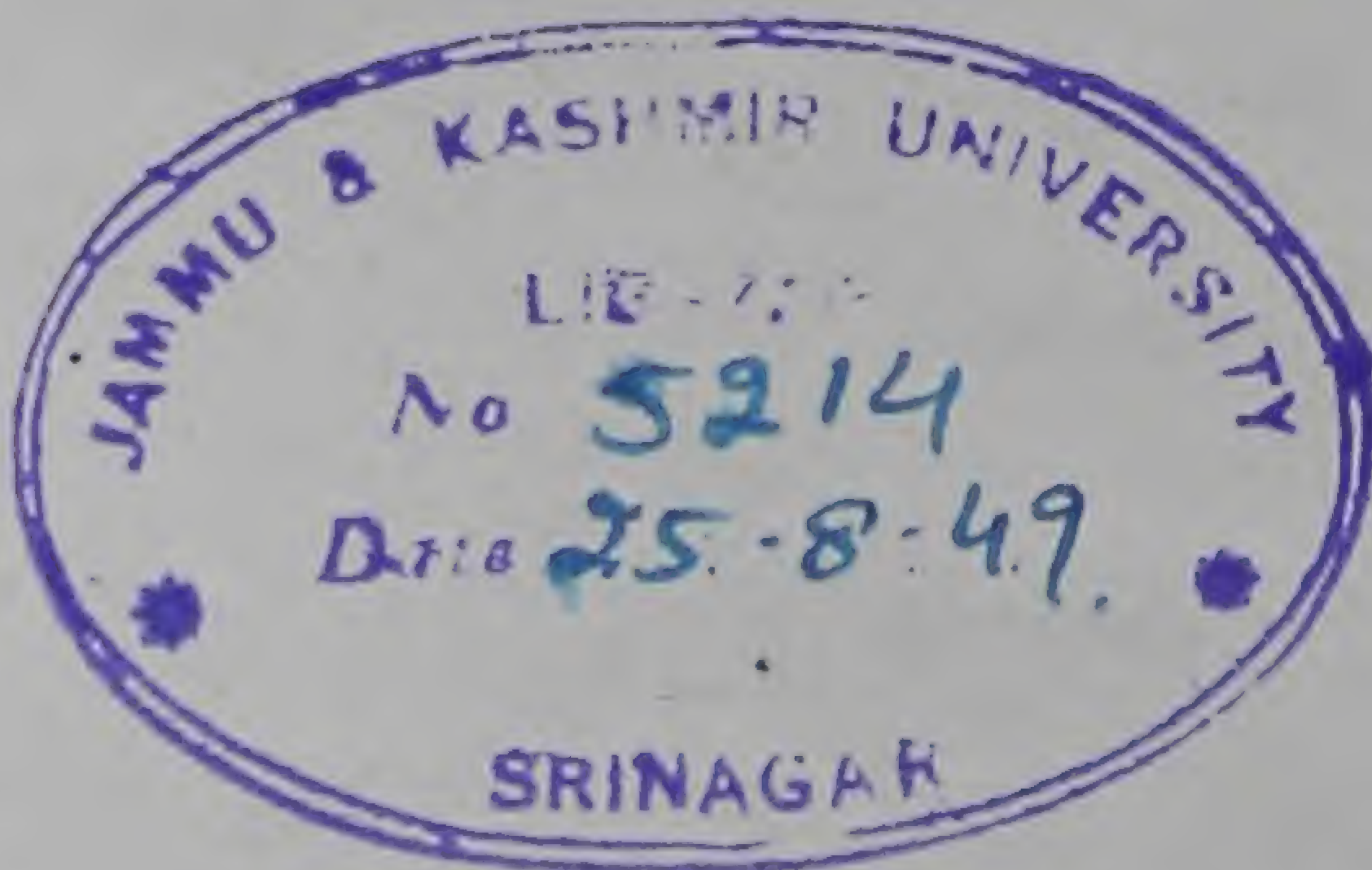
فہرست

اسمائے اشخاص و مقامات وغیرہ

متذکرۂ تاریخ انگلستان مولفۂ بکلے جنکا تلفظ اُردو میں دکھلانا مناسب معلوم ہوا

بلحاظ حروف تہجی انگریزی

تلفظ بخط اُردو	رسم الخط انگریزی
(انگریزی) اجن کورٹ (فرانسیسی) آژن کور -	Agincourt
اَلفیج -	Alphege
(انگریزی) ایمی آنز (فرانسیسی) آمیان -	Amiens
این شہزادی کلیوز -	Anne of Cleves
اِکْ وِیْ ٹین -	Aquitaine
اسکویتھ -	Asquith
اَلیسُر	Asser (R)
آگسٹائن -	Augustine
باداہُوتھ -	Badaios
بیلفر (بالفور) -	Balpour
بیسٹ وک -	Bastwick
بایو -	Bayeux
بیڈفَرڈ -	Bedford
بیل سَسْم -	Belsome
بَرک شَر -	Berkshire
بْلوا -	Blois
بارادِینو -	Borodino
بَرَو -	Borough
بلوُن -	Boulogne
بریٹ والڈا -	Brotwalda
برج وَاٹر -	Bridgewater
برِسٹل -	Bristol

برتھِ ناتھ (نوتھ) ۔	Brithnoth
برے ٹانی ۔	Brittany
برنزوک ۔	Brunswick
برس ایلز ۔	Brussels
بیوکین ۔	Buchan
بوئے نوس آئی ریس	Buenos Aires
برک ۔	Burke
برٹن ۔	Burton
بنگ ۔	Byng
کیڈمن ۔	Caedmon
کینٹ وارابرگ ۔	Cant-wara-byrig or
کینٹ مینس برو ۔	Kentmensborough
کیرک ٹیکس ۔	Caractacus
کارڈی گن ۔	Cardigon
کیرک ۔	Carrick
سیلٹ ۔	Celt
چینٹری ۔	Chantery
چیپ اسٹو ۔	Chepstow
چچسٹر ۔	Chichester
چرچل ۔	Churchill
سسن سیسٹر ۔	Cissancester
نوٹ ۔	Cnut
کیڈوالن ۔	Cadwallen
کان آٹ ۔	Connaught
کان رڈ ۔	Conrad
کان اسٹنس ۔	Constance
کارونا ۔	Corunna
کاؤٹن مور ۔	Cowton Moor
کرام لیک ۔	Cromlech
ڈین گیلڈ ۔	Danegeld
ڈارن لی ۔	Darnley
ڈے وڈ لیزلی ۔	David Leslie
ڈیرا ۔	Deira
ڈے ون ۔	Devon
ڈگز ۔	Digges
ڈبلن ۔	Dublin
ارل تھرکل	Earl Thurkill
ایج ہل ۔	Edgehill
ایڈون ۔	Edwin
اگ برٹ ۔	Egbert
ایلب ۔	Elbe (R.)
ایلی نار ۔	Eleanor
ایل فرتھ ۔	Elfrith
ایل گن ۔	Elgin
ای لی ۔	Ely
ایتھل فلیڈ ۔	Ethelfled
ایتھل ولف ۔	Ethelwulf
اک سے ٹر ۔	Exeter
فلینڈرز	Flanders
فرائر ٹک ۔	Friar Tuck

Gascony	گیس کنی
Geoffrey	جفری -
Ghent	گینٹ (فرانسیسی، گان) -
Gloucester	گلاسٹرہ -
Godolphin	گاڈول فن -
Godwin	گاڈون -
Guiana	گی آنا -
Gunhild	گن ہلڈ -
Harfleur	آرفلوآر -
Harold	ہیرلڈ -
Hartha Canut	ہارتا کنوٹ -
Haselrig	ہیسل رگ -
Hastings	ہیسٹنگز -
Henry Fitz Alwyn	ہنری فٹس آل ون
Holles	ہولز -
Hugh Mackay	ہیو میکے -
Ida	آئی ڈا -
Idwal	اڈوال -
Inverness	اِن ورنیس -
James Van Artevelde	جیمز فان آرٹے ویلٹ -
Jarrow	جیرو -
Jeanne Dare	ژان ڈی آرک -
Jesuit	جے زوایٹ -
John Felton	جان فیلٹن -
John Pym	جان پم -
Josiah wedge wood	جوسیا ویج ووڈ -
Jutes	جوٹ (قوم جوٹ) -
Kenneth	کے نیتھ -
La Rochelle	لاراشل
Lanfranc	لین فرانک
Leinster	لین اسٹر -
Leof	لی آف -
Leslie, Alice	لیزلی ایلس -
Limerick	لمرک -
Limoges	لی موژ -
Lincoln	لن کن -
Liverpool	لورپول -
Longchamp	لانگ شمپ (دراز پا) -
Lothian	لوتھی آن -
Madrid	میڈرڈ -
Maldon	مالڈن -
Manchester	مینچسٹر -
Matilda	میٹلڈا -
Meulan	میولان -
Milton	ملٹن -
Montague	مانٹیگو -
Neville Cross	نیویل کراس -
Newark	نیوآرک -

Norfolk	نارفک ۔
Norwich	ناروچ ۔
Odo	اوڈو ۔
Orinoco	آرینوکو ۔
Orleans	اُورلی اینز ۔
Osnabruck	آسنابرک ۔
Ouse (R.)	اُوز ۔
Palatine	پلاٹائین ۔
Paulinus	پالی نس ۔
Pembroke	پیم بروک ۔
Penda	پنڈا ۔
Pennsylvania	پنسل وے نیا ۔
Pepys	پیپس اس پیپس ۔
Perkin Warbeck	پرکن واربیک ۔
Piers Gaveston	پی آرس گاویسٹن ۔
Pitt	پٹ ۔
Poitow	پوائٹو ۔
Powick Bridge	پاوک برج ۔
Priestly	پریسٹ لی ۔
Prynne	پرن ۔
Quaker	کوے کر ۔
Raleigh (Ralegh)	رالی (رالے)
Ralph Flambard	ریلف فلیمبرڈ ۔
Reynolds	رین الز (رین الڈز)
Rhine (R.)	رھائن
Ridolfi	رڈالفی ۔
Robin Hood	رابن ہڈ ۔
Rolf	رالف ۔
Roven	روان ۔
Salamanjca	سلامنج کا ۔
Salisbury	سالسبری ۔
Sandwich	سینڈوچ ۔
Seine (R.)	سین ۔
Shrewsbury	شروزبری ۔
Sir Christopher Wren	سر کرسٹوفر رین
Sir Henry Vane	سر ہنری وین ۔
Somerset	سمرسیٹ ۔
Southey	سودی (سدی) ۔
Swegen	سویجن ۔
Sweyn	سوین ۔
Swineshead Abbey	خانقاہ سوائنز ہیڈ
Teignmouth	ٹین منتھ ۔
Thetford	تھیٹ فرڈ ۔
Tostig	ٹاس ٹگ ۔
Tower Hill	ٹاور ہل ۔
Tyrconnel	ٹرکانل ۔
Utrecht	یوٹریکٹ ۔
Verulum, Lord	لارڈ ویرولم ۔
Waltheof	وال تھیاف ۔
Warwick	واروک ۔

واٹ ٹائی لَر۔	Wat Tyler
ویڈمُور۔	Wedmore
ویلزلی۔	Wellesly
ویلز۔	Wells
وینٹ وَرتھ۔	Wentworth
وےزَر	Weser (R.)
وِگ مُور۔	Wigmore
وِلٹ شَر۔	Wiltshire
وِن چیسٹر۔	Winchester
وُلف۔	Wolfe
وُلزی۔	Wolsey
وُوسٹرشَر۔	Worcestershire
وُڈاسٹاک۔	Woodstock
وَرڈزوَرتھ۔	Wordsworth

تمت

فہرست اصطلاحات

تاریخ انگلستان برائے میٹرکولیشن

English	اردو
Abbot	رئیس رہبان
Absolute	مطلق العنان
Act of Security	قانون طمانیت
Active conformity	مطابقت عملی
Administrative County	حکومتی ضلع
Administration	نظم ونسق
Administration of Justice	دادرسی عدل گستری
Affirmation	اقرار (صالح)
Alderman	شریک میئر بلد
Aldermen	شرکاء میئر بلد
Aliens Act	قانون اجانب
Allegiance	وفاشعاری
Altar	قربان گاہ
Anglican Church	مقررہ مذہب انگلستان
Anglo-Saxon	سیکسن انگریز
Appropriation of supplies	تخصیص رقوم
Arbitration	ثالثی
Anarchy	عدم حکومت (تاراج)
Archbishop	صدر اسقف
Archdeacon	صدر شماس
Army air ships	فوجی ہوائی جہازات
Army and discipline Act	قانون تربیت وضابطۂ فوج
Assault and battery	حملہ اور زدوکوب
Assize	فرمان قانون۔ نام تحقیقات جوری۔
Assize of Arms	قانون اسلحہ
Act (or Bill) of attainder	مخصوص قانون تعزیری
Attorney General.	صدر وکیل سرکار
Ballot	قرعہ اندازی۔ مخفی طریقے کا ووٹ
Ballot Act	قانون قرعہ اندازی
Bankrupt	دیوالیہ
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Barony by tenure	بیرنی از روئے عطیۂ اراضی

Barony by writ	بیرنی از روئے شقہ طلبنامہ
Benefit societies	انجمنہائے امداد
Benefit of Clergy	مراعات کنیسہ
Benevolence	قرضۂ جبریہ۔ نذر
Bill	مسودۂ قانون
Bishop	اسقف
Board	مجلس محکمہ
Board of Exchequer	مجلس مالیہ
Board of Works	محکمۂ تعمیرات
Book land	اراضی شخصی۔ زمین سندی
Borough	شہر
Bye-laws.	قانون مقامی (موضع)
Bretwalda	حاکم برطانیہ
Burial	تدفین
Cabal	جماعت سازشی
Cabinet-closet	خلوت چھوٹا کمرہ
Cabinet System	نظام کیبنٹ یا کابینہ
Cablegram	بحری تار برقی
Cannons	عملہ اسقف
Cannon law	قانون کلیسائی۔ قانون مذہبی
Canvassing	جستجوئے رائے استمداد
Cause of action	بنائے دعویٰ
Carrier of goods	برندۂ مال
Cathedral	کنیسۂ اسقف

Calibacy	تجرد
Censorship of the press	نظارت مطابع
Central Government	حکومت مرکزی۔ صدر حکومت
Chamberlain	تشریفاتی باریسالار۔ منتظم بارگاہ
Character	عادات واطوار
Charter	سند شاہی
Chartered town	شہر سند یافتہ
Civil Officers	افسران قانونی
Civil registration	اندراج قانونی
Coal Mines Act	قانون معادن غال
Confederacy	حکومت اجتماعی
Conservative	قدامت پسند
Conservator of peace	محافظ امن
Constable	سرخیل قصر شاہی قلعدار
Constituency	حلقۂ انتخاب
Constitution	دستور
Constitutional	دستوری
Conventicle	مجمع مصلیاں
Convocation	صدر مجلس انتظامی اہل کنیسہ
Copy hold	نقل داری
Copyholder	نقل دار
Coroner	مفتش اسباب ہلاکت
Corporate body	جماعت سند یافتہ۔ شخصیہ والی جماعت

English	اردو
Customary law	قانون رسمی
Code of laws.	مجموعۂ قوانین منضبطہ
Colonial office	محکمۂ نوآبادیات
Commendation	رسم جوار
Commission	اختیار حکم۔ پروانہ تقرر۔ نیابت مجلس
Commissioner	نائب قائم مقام
Composite constitution	دستورہ مرکب
Common land	اراضی شاملاتی
Common Law	قانون غیر موضوعہ
Common Pleas	مقدمات یا نالشات دیوانی
Common prayer book	عام کتاب صلوٰۃ
Commons.	چراگاہ عام۔ چراگاہ شاملاتی
Commons (The)	ارکین عوام دیا رلمینٹ انگلستان
Common Wealth	رفاہ عام
Common Wealth	حکومت جمہوری
Communion	عشائے ربانی
Compurgation	تائید حلفیہ
Compurgators	موئدین حلف
Complex	مخلوط
Confederation	اجتماع
Congregation	کلیسا مجمع مصلیاں۔ فرقۂ مذہبی
Corporation	شخصیہ
Corporate town	شخصیہ والا شہر
Council of state	مجلس حل و عقد۔ مجلس انتظامیہ
County	ضلع
County Palatine	ضلع خودمختار
Court of Assize	عدالت اسائز
Criminal Appeal Act	قانون مرافعہ مقدمات فوجداری
Cross Classification	تقسیم متداخل
Court of Exchequer	عدالت مال
Court of the Common Pleas	عدالت دیوانی
Curia Regis	عدالت شاہی
Chartism	خیالات فرقۂ چارٹسٹ
Chartists	فرقۂ چارٹسٹ طالبان (سند منشور
Chivalry	فتوت و مروت (فروسیت)
Church	کلیسا۔ مذہب
Church service	صلوٰۃ نصاریٰ
Churchrate	محصول کلیسائی
Church Wardens	ناظران کلیسا
Civil Government	حکومت منظم
Civil List	جیب خرچ شاہی۔ فہرست عہدہ داران علاقہ دیوانی
Clergyman	پادری
Coalition Ministry	وزارت متفقہ

Consecration	تقدیس ہیکریس
County	ضلع
County Council	مجلس ضلع
Coupd'e tat	واقعۂ فاجعہ
Death Duties	رسوم فوتی
Deacon	شماس
Dead letter	قانون منسوخ العمل
Declaration of Indulgence	استقرار مراعات
Declaration of Rights	استقرار حقوق
Deliberations	مباحث مشاورات
Demesne Land	زمین سیر
Demesne Lands of the Crown	علاقۂ صرفخاص شاہی سیر
Democracy	حکومت جمہوری
Democrat	حامی حکومت جمہوری
Democratic	جمہوری
Degree (of a University)	سند دجامعہ
Despatch	مراسلت سرکاری نامہ پیام
Diocese	ضلع اسقف یا صدر اسقف
Dictum	آئین
Direct taxation	محصول بلا واسطہ
Disendowment	ازالۂ وقف
Disestablishment	موقوفی
Dispensing Power	اختیار استثناء
Dissolution	برخاست (پارلیمنٹ)
Distraint of Knighthood	فوجی زمینداری کی قرقی
Distribution of seats	تقسیم نائبین
Districts	اضلاع
Divine Right	نیابت الٰہی
Division List	فہرست موافقین ومخالفین تحریک
Doctrine of tenure	مسئلہ (حقیت) وعطائے اراضی
Doctrine of Transubstantiation	مسئلہ استحالہ
Domesday Book.	کتاب بندوبست
Ecclesiastical order	آئین مذہبی
Ealdorman	نائب شاہ صوبہ دار گورنر
Elastic	ممکن التاویل
Elective right or title	حق انتخاب
Elective Franchise-Franchise	حق رائے نسبت انتخاب
Elector	انتخاب کنندہ منتخب
Electorate	حلقہ انتخاب کنندگان
Elementary education	تعلیم ابتدائی
Entail	عطیۂ مشروط عطیہ منقطع

English	اردو
Entente Cordiale	اتحاد قلبی
Episcopal Government	حکومت اسقفی
Escheat	استرداد۔ بازگشت دحق بازگشت حق استرداد
Estate for life	حق یا جائداد حین حیات
Exclusive laws	قوانین محرومیت۔ قوانین اخراج و حرمان
Excommunication	اخراج مذہبی
Executive Government	حکومت عاملانہ
Ex-officio Oath	حلف منصب
Extreme republican	انتہائی جمہوریت پسند
Extortion.	حصول بالجبر
Fee=Court fee	رسوم عدالت
Fair criticism	اعتراض جائز
Fanaticism	تعصب شدید
Fanaticism (religious)	جنون مذہبی
Father-land	وطن آبائی
Fealty	اطاعت
Fee	جاگیر زمینداری زمین معافی
Fee Simple	ملک یا عطائے مطلق
Fee tail	ملک یا عطائے مشروط ومنقطع
Fellow of a college	طالب علم وظیفہ یاب امتیازی
Federation	اتفاق متفقیت
Federal State	دولت متفقہ
Fellow ship	وظیفۂ امتیازی
Feudal dependant	جاگیردار ماتحت
Feudal incidents	رسوم جاگیری
Feudalism	خیالات نظام جاگیری
Feudal lord	رئیس جاگیردار
Feudal Revenue	محاصل جاگیری
Feudal System	نظام جاگیری
Fine	جرمانہ
First Lord of the Admiralty	وزیر بحریہ
First Lord of the Treasury	وزیر خزانہ
Flexible	ترمیم پذیر
Folkland	زمین جمہوری
Foreign Despatches	مراسلات خارجہ
Finance	مالیہ
Foreign office	محکمہ خارجہ
Forfeiture	ضبطی
Franchise	حق رائے دہی۔ رائے (ووٹ) دینے کا حق

English	Urdu
Free Gift	ہبہ یا انعام بلا شرط
Free hold	زمینداری زمین معافی یا ملک مطلق
Free holder	جاگیردار زمیندار یا مالک مطلق
French Reign of Terror	آشوب فرانس
Galley Slaves	کشتی کھینے والے غلام
General Summons	طلبنامۂ عام
Guardians of the poor.	اولیائے مفلسین
Grammar School	مدرسہ ادب قدیم یونانی و لاطینی
Good will	نیک گمانی ۔ خیر خواہی مقبولیت عامہ
Great Charter of liberties	سند اعظم حریت
Great Council (The)	مجلس عظمیٰ
Great officers of the state	عمائدین اعلیٰ ۔ حکام سلطنت
Habeas Corpus Act	قانون لزوم تحقیقات محبوس
Hamlet	قریہ ۔ کھیڑا
Harbour	بندر ۔ بندرگاہ ۔ لنگرگاہ
Health Insurance	بیمۂ صحت
Heavy Cavalry	رسالۂ زرہ پوش
Heptarchy	حکومت مجموعہ حکومت ہفت سلاطین
Heresy	زندقہ ۔ الحاد
Heretic	زندیق ۔ ملحد
High Treason	بغاوت خلاف بادشاہ وغیرہ
Homage	وابستگی
Home office	محکمۂ داخلہ
Householder's franchise	حق رائے مستکر
House of Commons	بیت العوام
House of Lords	بیت الامرا
Houses of Parliament	بیوت پارلیمنٹ
Hundred	تعلقہ ۔ حصۂ ضلع
Hundred Years' War	جنگ صد سالہ
Illuminated books,	کتب مطلا یا باتصویر
Immunity	بریت ۔ استحقاق معافی
Impeachment	مواخذہ
Imperial Expenditure	مصارف سلطنت ۔ مصارف ملکی
Incest	تزویج محرمات
Income tax	محصول آمدنی
Incorporation	عطائے شخصیہ
India office	محکمۂ وزیر ہند
Indictment	الزام تحریری مصدقہ جوری کلاں چالان

English	اردو
Indirect taxation	محصول بالواسطہ
Informal	بیضابطہ۔ غیر رسمی سادہ
Innate rights	حقوق فطرتی
Inquest	تفتیش
International Exhibition	نمائش بین الاقوامی
Ireland	آئرستان
Irish	آئرستانی
Institutions	ادارات قوانین۔ آئین
Instrument of Government	دستاویز حکومت آلۂ حکمرانی
Interdict	حکم امتناعی پوپ
Interest	حق نسبت جائداد غیر منقولہ
Investiture	رسم تشریف تقرر اسقف منجانب پوپ
Jacobites (L. Jacobus and Fr. James)	طرفداران جیمس دوم
Jesuits	فرقۂ یعقوبی
Judge	قاضی
Jurisdiction	اختیارات عدالت۔ سماعت مقدمات۔ حدود اراضی عدالت
Justice of the Peace	اعزازی ناظم فوجداری
Justiciar	صدر اعظم

English	اردو
King in Council	بادشاہ باجلاس کونسل
King in Parliament	بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ
Knight	مبارز
Knight-errant	مبارز دوّار
Knighthood	طبقہ مبارز۔ فوجی زمینداری
Knight's fee	جاگیر مبارز
Knight Service=Tenure by Knight Service= Military tenure.	فوجی عطیہ ارضی
Knight tenure	فوجی زمینداری
Labour Exchanges	صرافہ جات محنت
Land Lord	زمیندار۔ مالک زمین مالک خانہ مستکر
Land tax	محصول زمینی
Land System	نظام زمینداری
Land tenure	عطایائے ارضی
Law of patent	قانون اختراعات وصنائع
Law of Bankruptcy	قانون دیوالیہ
Lay man	دنیوی آدمی
Lease	پٹہ
Leasehold	پٹہ۔ پٹہ داری
Lease holder.	پٹہ دار
Legal Provisions.	شرائط قانونی

Legate	سفیر پوپ
Legislative innovations	تغیرات قانونی
Libel	ازالۂ حیثیت عرفی ۔ توہین تحریری
Liberal Education	تعلیم درسی و اخلاقی
Liberal party	فرقۂ حامیٔ آزادی فرقۂ جدت پسند
Liberty of the Press	آزادی مطابع
Liege lord	رئیس یا امیر واجب الاطاعت
Licensing Act (The)	قانون اجازت نامہ
Life interest	حق یا جائداد حین حیات
Light house	منارۂ بحریہ
Liturgy	طریقۂ عبادت قومی ادائے رسم عشائے ربانی
Local administration	حکومت مقامی
Local authority	حاکم مقامی
Local Community	جماعت مقامی
Local Government	حکومت مقامی
Local institutions	ادارات مقامی

Lords ordainers	امرائے مقنن
Lodger's franchise	حق رائے منزل گزین
Lord Chamberlain	میر تشریفاتی
Lord Chancellor	ناظم عدالت ایکویٹی (نصفت)
Lord High Admiral	صدر امیر البحر
Lord High Chancellor	میر مجلس عدالت العالیہ قاضی القضاۃ
Lord Lieutenant	نائب السلطنت
Lord President of the Privy Council	میر مستشار
Lord Protector	حامی سلطنت
Lord's anointed	برگزیدۂ الٰہ
Lords Spiritual	امرائے دینی
Lords Temporal	امرائے دنیوی
Lunatic Asylum	دار المجانین
Magna Charta	سند اعظم
Manor	پرگنہ ۔ جاگیر
Maritime adventures	وقائع سیاحت بحری
Marriage	رسم تزویج ۔ عقد نکاح
Marriage Act	قانون ازدواج
Marriage by civil registration	تزویج بذریعہ اندراج قانونی

English	Urdu
Marshall	سپہ سالار
Martial law	قانون حربی
Matriculation	شرکت جامعہ
Mayor	میر بلد
Mechanics Institute	انجمن تعلیم کاریگراں
Merchant shippings	جہازات تجاریہ ـ تجارتی جہاز
Middle Ages.	قرون وسطیٰ ـ ازمنۂ وسطیٰ
Military tenure	عطیۂ خدمت فوجی
Militia = National Army.	فوج ردیف ـ فوج قومی
Miner's Federation	انجمن وفاق مزدوران معدن
Modern England	انگلستان حالیہ
Monarchy	حکومت شخصی
Money bill	مسودۂ قانون مالیہ (مسودۂ معاملات مالیہ)
Money market	صرافہ بازار زر
Mortmain	بدست مردہ
Mote	مجلس
Mouthpiece = spokesman	وکیل ـ نمائندہ
Municipal borough	بلدیہ والا شہر
Municipal Corporations	شخصیات بلدی ـ بلدیات سند یافتہ
Municipal reform	اصلاح بلدیہ
Mutiny Act	قانون غدر
National assembly	مجلس قومی ـ مجلس ملیّہ
National administration	حکومت قومی
National Covenant (The)	عہد نامہ قومی
National purse	مداخل ملکی ـ مال قومی
Natural rights	حقوق فطرتی
Navigations laws	قانون ملّاحی
Navy	بحریہ ـ محکمۂ بحری
Neolithic age	زمانہ حجریہ جدید
Nuisances	امور باعث تکلیف
Occasional confirmity	مطابقت اتفاقیہ
Occupier	قابض
Officers of the Royal household	افسران بیوتات شاہی
Opening of Parliament	افتتاح پارلیمنٹ
Opposition	ارکان مقابلہ ـ فریق مقابل
Ordeal	آزمائش غیبی
Ordinance	فرمان
Overrule	بطلان یا ردّ فیصلہ

English	اردو
Overseers of the Poor	ناظران مفلسین
Palæolithic age	زمانۂ حجریہ قدیم
Parish Council	مجلس پیرش
Parish rural	دیہاتی پیرش
Parish Urban	شہری پیرش
Parson	پادری متولی
Party Chief	سردار فرقہ
Party in a Minority	فرقۂ قلیل
Party System	نظام فرقہ بندی
Party in a Majority	فرقۂ کثیر
Party Government	فرقہ بندی کی حکومت
Party having Majority in the House of Commons	بیت العوام کا برسر حکومت فرقہ یا فرقۂ کثیر
Passive obedience.	اطاعت غیر مخالفانہ - اطاعت تامہ
Patent	سند ایجاد، سند حق اختراع
Law of Patents	قانون اختراعات وصنائع
Peerage Bill	مسودہ قانون امارت
Penal Statute	قانون تعزیری
Pensioner	وظیفہ یاب
Peter's Pence	خراج پطرس
Petition of Rights	قانون حقوق
Palace men	ملازمان شاہی - صاحبان مناصب
Pless of the Crown	مقدمات فوجداری
Pocket borough	جیب پرکن شہر
Political institutions	ادارات سیاسی
Poor Law	قانون مفلسین
Poor Relief	امداد مفلسین
Popular assembly	مجلس ملیہ، مجلس قومی
Popular Court	عدالت قومی
Preferment	معاش مذہبی منصب وعہدہ کلیسائی
Prelate	رئیس کنیسہ
Preliminaries	مقدمات صلح
Prerogative of Mercy of Pardon	شاہی اختیار معافی وترحم
President	میر مجلس
President of the Board of Trade	میر مجلس تجارت
President of the Board of Education	میر مجلس تعلیمات

English	اردو
President of the Local Government Board	میر مجلس حکومت مقامی
Prince Consort	عقد التاج
Prince of Wales	ولیعہد برطانیہ
Private business	کار شخصی ـ نج کے کام
Privileged Communications	بیانات استحقاقی
Privy Council	مستشار شاہی
Privy Councillor	رکن مستشار شاہی
Progressive party	فرقۂ ترقی پسند
Presentment	چالان
Property qualifications	شرائط ملکی
Prorogation	التوا بحکم شاہی
Protection of Children Act	قانون حمایت اطفال
Protector (Lord)	نائب السلطنت حامی سلطنت
Protectorate	حکومت زیر حمایت
Provisions of Oxford	دستور (معاہدہ) جو بمقام اکسفرڈ مرتب ہوا
Proxy	نائب ـ قائم مقام
Public affairs	امور ملکی ـ مہام سلطنت
Public credit	اعتبار قومی ـ سرکاری اعتبار
Public Expenditure	مصارف ملکی
Public Health Act	قانون صحت عامہ
Public Interest	رفاہ عام
Public officers	عہدہ داران سرکاری
Public opinion	رائے عامہ
Public Purse	محاصل ملکی
Public Spirit	رفاہ قومی
Public Trustee	امین سرکاری
Qualifications for the franchise	شرائط اہلیت رائے زنی
Question of fact	امر واقعاتی
Question of Law	امر قانونی
Quinquennial Act (The)	قانون پنج سالہ
Ratification.	توثیق ـ منظوری
Rector	متولی کلیسا
Redistribution of Seats Act	قانون تقسیم مکرر نائبین
Reform Act (The)	قانون اصلاح
Reformation (The)	اصلاح (مذہب)

Registrar-General of Birth Marriages and deaths	صدر ناظم محکمہ ولادت وازدواج و ممات
Relief	پیشکش نذرانہ
Rental of the land	آمدنی مالگزاری
Reporter	خبرنویس
Representation	نیابت نمائندگی
Representative	نائب نمائندہ
Representative Government	حکومت نیابیہ
Republican	جمہوریت پسند
Restoration (The)	عودشاہی
Revenue	محاصل
Ratainer	وابستۂ دولت
Revenue Stamp	ٹکٹ محاصلی
Rigid	غیرترمیم پذیر
Right to reputation	حق نیکنامی
Royal administration	نظم ونسق (یا انتظام شاہی)
Royal closet	خلوت شاہی
Royalist	طرفدار شاہی
Rotten borough	شہر ویران وخراب - شہر غیرآباد
Round Heads	سرتراشیدہ - سرمنڈے - طرفداران کرامویل و جمہوریت
Rump (The)	تلچھٹ - فضلہ - نام اراکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ
Sacramental Test	آزمائش عشائے ربانی
Sanitary authorities	حکام صفائی یا حفظان صحت
Sanitation	حفظان صحت
Schism Act (The)	قانون افتراق مذہبی
Secoudary Education	تعلیم ثانوی
See	علاقۂ ماتحت اسقف یا صدر اسقف
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات
Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War.	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خوداختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ

Serf	غلام زرعی۔ غیر آزاد کسان
Set Speeches	پرتکلف اور مصنوعی تقریریں
Settlement Act (The)	قانون تخت و تاج
Shire	ضلع
Shipmoney	محصول بحریہ۔ زرجہاز
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Sicily	صقلیہ
Simple esquires	ادنیٰ درجے کے معززین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Small Holdings & allotments Act	قانون اراضی وقطعات
Socialist	اشتراکی
Speakers	مقررین
Socage tenure	عطیۂ زرعی
Solemn affirmation	اقرار صالح
Statistical Survey	بندوبست پیمائش عددی
Statistics	اعداد
Statute Book	کتاب قوانین موضوعہ
Statute of Premunire	قانون انتباہ
Subscription	دستخط۔ تحریر
Subsidy	مخصوص اشیائے تجارتی کا محصول کروڑگیری
Super tax	محصول بالائی
Supreme Court of Justice	عدالت العالیہ
Supreme Government	صدر حکومت
Supreme Power	حکومت اعلیٰ
Suspending power	قانون کو معطل کرنے کا اختیار۔ الغا
Taxation	اجرائے محصولات
Technical Education	تعلیم صنعت وحرفت
Tenant-Farmer	کاشتکار یا اسامی قابض۔ رعیت
Tenant-framing	رعیت واری
Tenant-in-Chief.	اعلیٰ معطی لہٗ جاگیردار
Tenure	عطیۂ ارضی
Test Act (The)	قانون آزمائش
Thanes = Thegns	(ندیمان نبرد آزما۔ مصاحبان جنگی)
Territorial Forces	افواج مقامی
Title-deed	دستاویز حقیت
Toleration Act (The)	قانون رواداری مذاہب
Tory	فرقۂ قدامت پسند

Tory Government	حکومت فرقہ قدامت پسند
Township	موضع قصبہ
Trades disputes Act	قانون نزاعات کاریگران
Trades Unions	اتحادات تجارتی
Traffic	مال تجارت حمل ونقل انسان ومال
Trial by battle	تحقیقات بذریعہ جنگ وجدل
Trial by Ordeal	تحقیقات بذریعۂ امتحان (آب آتش)
Trinnial Act (The)	قانون سہ سالہ
Triple Entente	اتحاد ثلاثہ
Turning point	نقطۂ انقلابی
Under-Kings	سلاطین کم مرتبہ
Unemployment Insurance	بیمہ بیروزگاری
Uniformity (Act ol)	قانون یکرنگی
Unionist party	فرقۂ اتفاق پسند
Unit of Administration	حکومت کا پہلا زینہ۔ سب سے چھوٹا رقبۂ حکومت
Unitary Constitution	دستور انفرادی
Upstart	نودولت
Vassal	وابستہ
Venue	مقام واردات
Vestry	مجلس انتظامی کلیسا
Veto	اختیار نامنظوری
Vicar	ناظر نگہبان کلیسا
Vice-President	نائب میر مجلس
Villain	غلام زرعی غلام زراعتی کسان غیر آزاد
Volunteer	رضاکار
Vote	رائے۔ رائے زنی
VoteSupply (to)	مصارف ملکی کو منظور کرنا
War Office	محکمۂ جنگ
Westminster Abbey	خانقاہ ویسٹ منسٹر
Witans	ارکان مجلس عقلا
Witenagemot	مجلس عقلا
Woman's Suffrage Bill	مسودۂ قانون رائے دہی اناث
Working Majority	کثرت موثرہ۔ کثرت عاملانہ۔ فرقۂ کثیر
Workmen's Compensation Act	قانون تاوان ملازم ومزدور
Yeoman	زمیندار کسان سپاہی متحفظ
Yeomanry	فرقۂ زمینداراں۔ احرار فوج متحفظ
Zoological garden	برکتہ الحیوانات

صحت نامۂ تاریخ انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۴	۲۰	با"سک"	"باسک"	۳۰	۲۵	ازسرے نو	ازسر نو
۱۴	۲	آبادو اجداد	آباؤ اجداد	۴۵	۱۵	ولکیس	ویبکس
۱۵	۱۲	سلیسوک	شلیسوگ	۵۳	۸	ولیم ثانی ولادت سنہ ۱۹۶۰ء	ولیم ثانی ولادت سنہ ۱۰۶۰ء
۱۷	۴	الیکس	اییکس	۷۲	۴حاشیہ	اسقف راجہ	اسقف راجر
۲۰	۱۳	مسیحی	مسیحی	۷۲	۶	راجہ	راجر
۲۱	۴	تجبل	تحمل	۷۲	۲۱حاشیہ	شہردویہ	شہرودیہ
۲۴	۹	الیکس	ایسکس	۷۲	۶	راجہ	راجر
۲۵	۴	ولکیس الیکیس	ویکس ایکیس	۷۲	۲۱حاشیہ	شہردویہ	شہر دیہہ
۲۷	۱۳حاشیہ	ولکیس	ویبکس	۸۲	۱۲	گاکمنی	گیسکنی
۲۷	۲۱حاشیہ	اتیھلبرڈ	اتیھلرڈ	۸۸	۲حاشیہ	سنہ ۱۱۷ء	سنہ ۱۱۷۱ء
۲۷	۲۲حاشیہ	ولکیس	ویکس	۸۸	۱۲	فرانس ہنری	فرانسس جج ہنری
۲۷	۲۵	اتیھلبرڈ	اتیھلرڈ	۸۸	۲۲	ہنسگڈن	ہنٹنگڈن
۲۸	۴	"	"				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۲۳	۱۲	ڈپتاتا	ڈپٹاتا	۲۴۱	۱۱	فسببیں	قسبیں
۱۲۶	۱۳	تیئیس	تیس	۲۵۴	۶	سنہ ۱۶۱۱ء	سنہ ۱۶۱۱ء میں
۱۲۸	۶	ہوئے	ہوی	۲۵۵	۲	ہمپسن	ہیمپٹن
″	۱۴	مربعے	مربع	۲۷۲	۲۴ حاشیہ	لارڈو	لاڈ
۱۳۰	۸	اگر	آکر	۲۷۳	۲۵ ″	لارڈو	لاڈ
۱۳۶	۴	تنگ سے	تنگ سی	۲۷۴	۵	″	″
۱۵۲	۱۳	شاہ جان کی	شاہ جان کے	۲۷۵	۲۵	″	″
۱۵۳	۱	کرنے لی	کرنے کی	۲۷۶	۱۲	″	″
۱۷۱	۱۵	ششم اورشاہ	ششم شاہ	۲۷۶	۱۵ حاشیہ	″	″
۱۷۳	۲۰	مہام سلطنت	مہام سلطنت	۲۷۷	۷	″	″
۱۷۴	۱۱	دوده	دوره	۲۷۷	۱۲	″	″
۱۸۵	۱۶	امہری	ابہری	۲۷۸	۱۰	″	″
۱۹۲	۱۳	بوذٹ	بوفرٹ	۲۸۰	۲۵	ہوابنوه	ہوا ابنوه
۲۰۱	۱	شر	شہر	۲۸۱	۹	لارڈو	لاڈ
۲۰۲	۷	سنہ ۱۹۲۹ء	سنہ ۱۵۲۹ء	۲۸۱	۱۴	دیوالی	دیوان
۲۰۳	۷	امیراگان	ایراگان	۲۸۲	۱۳	قائم لی	قائم کی
۲۰۳	۹	کنتھران	کنتھر ائن	۲۹۷	۱۰	ٹراپ	ٹرامپ
۲۰۴	۲۰	او نگھنے	او نگھنے	۲۹۷	۲۴	مقاصد	مفاسد
۲۱۷	۱۴	شناشی	شناسی	۳۰۱	۱	انگلساں	انگلستان
۲۲۹	۲۵	شررشتہ	سررشتہ	۳۰۴	۲۳	قانقاہ	خانقاہ
۲۳۵	۲	تسبیس حلقے	قسبیس حلقہ	۳۱۲	۱۹	ہزار	دوہزار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۳۷	۲۴	کی نہ تھی	کی تھی	۴۵۶	۱۷	سنہ ۱۸۱۱ء	سنہ ۱۸۱۴ء
۳۴۹	۲۴	کے	نے	۴۸۷	۲۴	ریلوے	ریلوے پر
۳۵۵	۹	ہر دلعزیزانہ	ہر دلعزیزنہ	۴۹۸	۴	لڑایانی	لڑائی
۳۶۰	۳	ترتیب	ترکیب	۵۰۳	۳	سیباسٹو.بل	سیباسٹوپل
۳۶۳	۸	میں ہیں شہزادے	میں تین شہزادے	۵۰۷	۱۳	مادر	اور
۳۸۰	۱۰	شال پر	شال ہے	۵۱۶	۷	دھماکہ	دھماکا
۳۸۵	۱۴	سنہ ۱۱۷۱ء	سنہ ۱۷۱۱ء	۵۱۸	۵	کے	کی
۳۹۰	۱۳	السی	ایسی	۵۳۶	۱۷	کر	کو
۴۰۶	۱	ساتھ	سات	۵۴۶	۲۳	بیان	بیان کیا
۴۴۷	۱۰	سنہ ۱۰۰۰ء	سنہ ۱۸۰۰ء	۵۵۰	۱	لارڈ ربرٹس	لارڈ رابرٹس
۴۴۹	۲۱	بیڑے	بیڑے کو	۵۵۱	۱۸	مبڈل	بیڈن
۴۵۰	۵	برآمد	برآ	۵۵۱	۲۵	جود	موجود
۴۵۱	۳	فرانی	فرائی	۵۵۴	۲۰	ہوئی ہو تو	ہوی تو

تمت